انتساب

اپنے والدین کے نام، جنھوں نے کسی دنیاوی مشغلے یا مادی علوم کی تحصیل کے بجائے علوم قرآن اور شریعت اسلامی کے حصول کی راہ پر لگایا۔

اور

بچپن کے گلشن علمی جامعہ مرتضائیہ فیض العلوم (اقراء مدینۃ الاطفال)، کوٹ لکھپت لاہور اور وہاں کے جملہ حفظ القرآن کے اساتذہ کے نام، جن کی محنت وشفقت سے حفظ القرآن کی سعادت نصیب ہوئی۔

اور

اپنی مادرِ اساسی جامعہ غوثیہ نوریہ، لیاقت چوک سبزہ زار لاہور اور علامہ مختار احمد قادری عرف گجر صاحب کے نام، جنھوں نے عرق ریزی وجاں فشانی سے صرف ونحو کی تعلیم دی۔

اور

اپنی مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور اس کے جملہ اساتذہ کے نام جن کی توجہ، شفقت اور محنت سے علومِ دینیہ سے آشنائی ہوئی اور اس مقالہ کی ترتیب عمل میں آئی۔

مقالہ نگار

حافظ مبشر سعید

تصدیق برائے تکمیل مقالہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ زیرِنظر مقالہ بعنوان ''**جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے اساتذہ کی تصنیفی خدمات کا خصوصی مطالعہ**'' حافظ مبشر سعید، رول نمبر ۹۰۲، میقات ۱۹۔۲۰۱۷ نے ایم۔فل اسلامیات کی سند کے حصول کے لیے میری نگرانی میں مکمل کیا۔

نگران مقالہ

تاریخ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر محمد عابد ندیم

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

بتوسط

ڈاکٹر حافظ محمد نعیم

صدر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

کنٹرولر امتحانات

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

اقرار نامہ

(Declaration)

میں حافظ مبشر سعید، رولنمبر ۹۰۲، میقات ۱۹۔ ۲۰۱۷ اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ میں پیش کیا جانے والا مواد بعنوان:

''جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے اساتذہ کی تصنیفی خدمات کا خصوصی مطالعہ''

میری ذاتی کاوش ہے اور میرے علم کے مطابق یہ پاکستان یا پاکستان سے باہر کسی بھی تحقیقی یا تعلیمی ادارے کی طرف سے شائع، طبع یا پیش نہیں کیا گیا۔

دستخط مقالہ نگار:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تاریخ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اظہارِ تشکر

الحمد للہ ربّ العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولاً میں اللہ تعالی کی بارگاہِ عظیم میں شکر گزار ہوں کہ جس کی ہی جانب سے ہر توفیق ہے، جو تمام تعریفوں کا سزاوار ہے، جو خالقِ کائنات بھی ہے اور مالکِ ارض وسما بھی، جس نے انسان کو نطقِ گویائی سے سرفراز فرمایا اور قلم کو محرم راز بنایا۔ بعد از حمد وثنا بے حد وحساب درود وسلام ہوں نبی آخر الزماں، وارثِ علوم اوّلین وآخرین، حبیبِ کبریا، امام الانبیاء، وجہِ تخلیقِ کائنات، جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ پر جو مہبطِ وحی خدا ہیں اور منبع علم وعرفان ہیں۔

ثانیاً اپنے والدین کا انتہائی ممنون ہوں جنہوں نے مجھے اس مقالہ کو مکمل کرنے کے لیے تمام تر وسائل فراہم کیے اور اپنے شفیق و کریم استاذ گرامی پروفیسر ڈاکٹر عابد ندیم صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی کامل رہبری ورہنمائی اور نگرانی میں یہ مقالہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

مقالہ ھذا کی تکمیل تک اگرچہ سینکڑوں افراد سے استفادہ کیا گیا، تمام کا ذکر تو نہیں کیا جا سکتا مگر من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے مصداق یہاں چند افراد کا نام زیب قرطاس کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن کی مشفقانہ اور ہمدردانہ کوششیں و برادرانہ مشورے میرے شامل حال نہ رہتے تو اس منزل مقصود تک پہنچنا کٹھن ہو جاتا۔ ان حضرات میں سے پروفیسر ڈاکٹر سلطان شاہ صاحب (ڈین آف لینگوجز، اورینٹل اینڈ اسلامک لرنگ) شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ کے معزز اساتذہ کرام: صدر شعبہ ڈاکٹر حافظ محمد نعیم، ڈاکٹر خورشید رضوی، ڈاکٹر عابد ندیم، ڈاکٹر نعیم انور، ڈاکٹر فاروق حیدر، ڈاکٹر نائلہ صفدر، ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری، ڈاکٹر محمد قاسم بٹ، میڈم عظمیٰ صفات، حافظ سفارش علی میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ جن کی وساطت سے مجھے مختلف لائبریریوں اور کتابوں تک رسائی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے۔ آمین

جامعہ نظامیہ رضویہ کے جملہ اساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں بالخصوص ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، علامہ احمد رضا سیالوی، علامہ عمران الحسن فاروقی، علامہ فاروق شریف اور علامہ شکور احمد ضیاء سیالوی کا ممنون ہوں کہ جنہوں نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا اور ہر قسم کا تعاون فرمایا۔ میں مولانا اکرام اللہ بٹ صاحب (چیف لائبریرین رضا لائبریری جامعہ نظامیہ رضویہ) اور مولانا محمد افضل آسی صاحب (لائبریرین رضا لائبریری) کا انتہائی ممنون ہوں کہ جنہوں نے ہمیشہ کشادہ دلی کا اظہار کرتے ہوئے مواد کی فراہمی میں ہر ممکن تعاون فرمایا۔ میں یہاں ملک محبوب الرسول قادری، علامہ سید غلام مصطفی بخاری عقیل اور علامہ فرمان صاحب کا ذکر بہت ضروری سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے اس موضوع کے انتخاب پر انتہائی حوصلہ افزائی فرمائی وگرنہ شاید یہ تحقیقی کام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچتا۔ انتہائی ناسپاس گزاری ہوگی اگر میں یہاں علامہ حامد وحید صاحب (مدرس جامعہ حنفیہ غوثیہ، اندرون بھاٹی دروازہ لاہور) کا ذکر نہ کروں کہ جن کی مسلسل ترغیب کی وجہ سے میں نے راہِ تحقیق میں قدم رکھا۔

استاذِ گرامی علامہ مختار قادری صاحب، علامہ فیض الرسول مرتضائی اور علامہ انوار الرسول مرتضائی (صدر مجلس علماءِ نظامیہ پاکستان) کا احسان منداور شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے راہِ علم کی تمام منازل میں مسلسل نگرانی اور کامل رہنمائی فرمائی جن کی بدولت کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوا۔ علامہ مفتی حامد امین صاحب کے ذکر کے بغیر یہ اظہارِ تشکر مکمل نہ ہوگا جنہوں نے مقالے کی کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ ہر طرح کا تعاون فرمایا۔ میں آخر میں تمام دوستوں جن سے بلا واسطہ یا بالواسطہ اس مقالہ کی تکمیل کے لیے استفادہ کیا ان کا تہہ دل سے ممنون ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ان تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور صحتِ کاملہ کے ساتھ عمرِ دراز عطا فرمائے۔ آمین

شکر گزار

حافظ مبشر سعید مرتضائی

مقدمہ

اسلام کے ابتدائی دور میں دینی مدارس کا باقاعدہ کوئی نظام نہ تھا علماء وفقہاء کی علمی مجالس اور گروہی بحث ومباحثہ ہی علومِ دینیہ کی ترویج کا باعث بنا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ اور بغداد وغیرہ میں صحابہ کرام اور بعد میں تابعین کی علمی مجالس میں قرآن وحدیث جیسے بنیادی علوم کی تدریس کا انتظام کیا جاتا تھا۔ مکی دور میں مسجدِ ابوبکر، دارِارقم، بیت فاطمہ بنت خطاب، شعب ابی طالب وغیرہ کو کسی حد تک درسگاہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ہجرتِ عامہ کے بعد مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ میں مرکزی درسگاہ ''صفہ'' قائم ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ تعلیم دیتے تھے، حضرت ابوبکرؓ، حضرت اُبی بن کعب، حضرت عبادہ بن صامت وغیرہم بھی اس درسگاہ کے معلم تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی درس وتدریس کے لیے باقاعدہ اداروں کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی۔ تو سب سے پہلے باقاعدہ مدرسہ ایران میں نیشاپور کے علماء کرام نے مدرسہ بیہقیہ کے نام سے قائم کیا اس جگہ سے باضابطہ تعلیم وتربیت کی شروعات ہوئی اور طلباء جوق در جوق دور دراز کا سفر طے کر کے آنے لگے تو دوسرے مدرسے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اہل نیشاپور نے تین اور مدارس کی بنیاد رکھیں۔ جن میں سلطان محمود غزنوی نے ایک مدرسہ قائم کیا دوسرا مدرسہ نصر بن سبکتگین نے اور تیسرے مدرسہ کی بنیاد امام فورک نے رکھی۔ اس کے بعد دوسرے شہر کے لوگوں نے بھی مدارس قائم کیے۔ اس زمانے کے مشہور مدارس جو تاریخ کے مطالعے سے ملتے ہیں ان میں مدرسہ سلطان محمود غزنوی، جامعہ نظامیہ قرطبہ، مدرسہ ابوحنیفہ، جامع ازہر اور مدرسہ نظامیہ بغداد شامل ہیں۔ اسلامی تاریخ ایسے مدارس اور حلقاتِ حدیث سے بھری پڑی ہے کہ غلبۂ اسلام، ترویج دین اور تعلیمات اسلامیہ کو عام کرنے میں جن کی خدمات نے نمایاں کردار ادا کیا۔

برصغیر پاک وہند میں بھی اسلام کی ترویج اور تبلیغ کے سلسلے میں مدارس دینیہ کی خدمات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں کہ جہاں سے وہ شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے معاشرے کی قیادت کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کو عام کیا۔ پھر ان مدارس میں ترویج دین اور تعلیمات اسلامیہ کو عام کرنے کے لیے باقاعدہ تصنیف وتالیف کے شعبہ جات قائم کیے گئے جہاں سے جملہ علوم وفنون کی کتب کے علاوہ وقت کے تقاضوں کے مطابق جدید موضوعات اور نئے پیش آمدہ مسائل پر تصنیفات کی گئی۔ ان مدارس میں ایک مشہور ومعروف نام **جامعہ نظامیہ رضویہ** بھی ہے جہاں سے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کے لیے ہر قسم کی خدمات سرانجام دی گئی۔

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان دنیائے اسلام کی ایک عظیم اور شہرہ آفاق درسگاہ ہے جس کی بنیاد شوال المکرم ۱۳۷۴ھ مئی ۱۹۵۶ء کو قدیم تاریخی مسجد خراسیاں، اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں رکھی گئی۔ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد رضوی نے ہدایہ شریف کے سبق سے مدرسہ کا آغاز کیا۔ مولانا غلام رسول رضوی مہتمم اور مولانا مفتی محمد عبدالقیّوم ہزاروی مدرس وناظم مقرر ہوئے۔ اس درسگاہ میں حفظ القرآن، تجوید القرآن، دارالفنون، دارالحدیث، دارالافتاء، دارالاقامۃ، دارالکتب وغیرہ شعبہ جات قائم کیے گئے خصوصاً شعبہ تصنیف وتالیف قائم کیا گیا جہاں مختلف موضوعات پر تحقیقی کام شروع ہوا۔ جامعہ ھذٰا کے اساتذہ نے علمی، ادبی، فنّی اور درسی

کتب پر تحقیقی کام کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی کی کتب کے اردو تراجم بھی کیے ۔ یہ سلسلہ تاہنوز جاری و ساری ہے اور اب تک سینکڑوں موضوعات پر جامعہ نظامیہ کے اساتذہ عوام وخواص کی علمی پیاس بجھانے کے لیے علمی مواد پیش کر چکے ہیں۔ضرورت اس امر کی تھی کہ اس تمام علمی سرمایہ کی مکمل تفصیل پیش کی جائے جس سے محققین استفادہ کر سکیں۔ مقالہ ھذٰا میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ، اُن کی تصنیفات کا تعارف اور کتب کا تحقیقی وخصوصی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

منہجِ تحقیق

مقالہ نگار نے اس مقالے کا منہج تحقیقی و بیانیہ رکھا ہے۔

اسلوبِ تحقیق

☆ مقالہ ھذا ٹائٹل،تسمیہ، انتساب ،اظہار تشکر،مقدمہ، فہرست،عنوانات، ابواب وفصول،خلاصۂ بحث،سفارشات اور مصادر و مراجع پر مشتمل ہے۔

☆ قرآن مجید کا حوالہ پیش کرنے کی صورت میں سب سے پہلے سورت کا نام،سورت کا نمبر اور پھر آیت کا نمبر درج کیا گیا ہے۔

☆ مقالہ میں قرآنی آیات عربی رسم الخط میں مع اعراب لکھی گئی ہیں۔

☆ احادیث وآثار کا حوالہ دیتے وقت ان کے بنیادی مصادر درج کئے گئے ہیں۔

☆ پہلی دفعہ حوالہ کی صورت میں کتاب اور مصنف کا مکمل نام،مقام اشاعت اور تاریخ اشاعت درج کی گئی ہے جبکہ دوبارہ حوالہ کی صورت میں صرف مصنف کے نام یا کتاب کے نام پر ہی اکتفا کیا گیا ہے نیز ایک ہی صفحہ پر مکرر حوالہ کی صورت میں ایضاً درج کیا گیا ہے۔

☆ ترجمہ شدہ کتب میں پہلے مصنف کا نام بمعہ کتاب کا نام،مترجم کا نام،مقام اشاعت اور تاریخ اشاعت درج کی گئی ہے۔

☆ مقالہ ھذا میں ہر فصل کے حوالہ جات فصل کے آخر میں درج کیے گئے ہیں۔

☆ مقالہ کے آخر میں خلاصہ بحث اور مصادر ومراجع درج کیے گئے ہیں۔

سہولیات

مقالہ کی تیاری میں درج ذیل مقامات کے علمی وادبی ذخائر سے استفادہ کیا گیا ہے:

☆ پوسٹ گریجویٹ لائبریری جی سی یونیورسٹی لاہور

☆ فضل حسین لائبریری جی سی یونیورسٹی لاہور

☆ مرکزی لائبریری جامعہ پنجاب لاہور

☆ لائبریری شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور

☆ پنجاب پبلک لائبریری لاہور

- ☆ قائداعظم لائبریری مال روڈ لاہور
- ☆ منہاج القرآن لائبریری لاہور
- ☆ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور
- ☆ محکمہ اوقاف لائبریری لاہور
- ☆ اورینٹل کالج لائبریری لاہور
- ☆ رضا لائبریری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
- ☆ انٹرنیٹ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

فہرست عنوانات

جامعہ نظامیہ رضویہ کے تاریخی آثار

عہد جہانگیر میں جب مدینۃ العلوم لاہور کی ہر مسجد مکتب و مدرسہ اور دار العلوم بنی ہوئی تھی۔ لوہاری منڈی کی عظیم الشان تاریخی مسجد ''صدر جہاں'' (مسجد خراسیاں) سے بھی قال اللہ اور قال الرسول کی روح پرور صدائیں سنائی دیتی تھیں جہاں آج علوم وفنونِ اسلامیہ کی امین مشہور و معروف دینی درسگاہ ''جامعہ نظامیہ رضویہ'' تشنگانِ علم کو سیراب کر رہی ہے یہاں تقریباً سوا چار سو سال پہلے بھی ایک دار العلوم کے آثار تاریخ کے صفحات میں پائے جاتے ہیں۔ انقلابات نے جہاں مدینۃ العلوم لاہور کے بے شمار نوادرات کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا اسی طرح اس درس گاہ کو بھی نہ چھوڑا۔

تاہم آج بھی جامع مسجد خراسیاں اس دار العلوم کی منہ بولتی تصویر ہمارے سامنے شاہد عادل ہے۔ تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ مسجد خراسیاں ۱۰۱۵ھ/ ۱۶۰۶ء میں بزمانہ جہانگیر ''میراں صدر جہاں'' نے بنوائی۔ یہ وہی میراں صدر جہاں ہیں جن سے شہزادگی کے زمانے میں جہانگیر نے چہل حدیث پڑھی تھی۔ جہانگیر نے بعد میں ان کو صدارتِ کل کا عہدہ اور دو ہزاری منصب دیا تھا۔ صدر جہاں بہت معمر تھے۔ ایک سو بیس (۱۲۰) سال عمر پا کر ۱۰۲۰ھ/ ۱۶۱۱ء میں فوت ہوئے۔

مسجد کی سیڑھیوں میں سرخ پتھر کی ایک سِل پر مندرجہ ذیل کتبہ خط نستعلیق میں کندہ ہے جس کے حروف ابھرے ہوئے ہیں:

اللہ اکبر

کریمی سیدی صدرِ جہانی ملجأ عالم
کہ در عہدِ جہانگیری شدہ ایں بقعہ رابانی
خلیل آسا بتوفیقِ خدا اندر عجم کردہ
بناء خانۂ دیں بہرِ ترویج مسلمانی
چوں شانِ کعبہ دارد مسجدِ او بہر تاریخش
مکن عیبم اگر گویم بنا شد کعبۂ ثانی

۱۰۱۵ھ

انقلاب زمانہ سے یہ مسجد بھی خستہ ہو گئی تھی، اہل محلہ نے چندہ کر کے پرانی بنیادوں پر ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء میں اس کی تجدید کی اور پرانا کتبہ مذکورہ سیڑھیوں میں لگا دیا گیا اور محلہ خراسیاں والوں نے اس کا نام ''مسجد صدر جہاں'' سے تبدیل کر کے ''مسجد خراسیاں'' رکھ دیا۔ سکھوں کے عہد میں اس مسجد سے متصل باغیچہ میں مدرسہ قائم تھا۔[1] دورِ جہانگیر کے ایک متبحر عالم، زہد و تقویٰ سے مرصع صوفی اور نہایت خوش

[1] تابش قصوری، محمد منشا، علامہ، جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، لاہور: بزم رضا جامعہ نظامیہ رضویہ، ۲۰۱۵ء، ص: ۴۶ تا ۴۸ ملخصاً

خلق حکمران قلیچ خان اندرجانی گورنر لاہور اس مدرسہ میں قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر علوم نقلیہ کا درس دیتے تھے تو آج کا جامعہ نظامیہ رضویہ مغلیہ دور کا ''مدرسہ قلیچ خان'' تھا۔[1]

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی بنیاد اور مؤسسین

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ ہر ماہ لاہور آیا کرتے تھے، لیکن کبھی کسی قابل دید مقام پر یا کسی سیرگاہ میں نہیں گئے، ریلوے اسٹیشن لاہور سے ٹانگے پر بیٹھتے اور سیدھے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضری دیتے، حضرت مولانا سید محمد معصوم شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتے جنہوں نے ''نوری کتب خانہ'' کے نام سے مکتبہ قائم کیا ہوا تھا اور امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے متعدد رسائل شائع کیے ہوئے تھے پھر ٹانگے پر بیٹھ کر سیدھے ریلوے اسٹیشن پر چلے جاتے۔ ایک دن شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ساتھ تھے جو اس وقت لوہاری دروازہ کے اندر واقع ''مسجد خراسیاں'' کے امام وخطیب تھے جب تانگہ لوہاری دروازہ کے پاس سے گزرا تو اللہ کے ولی نے انگلی سے لوہاری دروازے کی طرف اشارہ کیا اور ارشاد فرمایا:

''یہاں ایک (جامعہ) رضویہ ہونا چاہیے''

علامہ غلام رسول رضوی کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہ تھی لیکن حضرت محدث اعظم کی تائید کرتے ہوئے کہہ دیا کہ ان شاء اللہ قائم ہوگا۔[2]

حضرت استاذ الاساتذہ علامہ غلام رسول رضوی صاحب نے چند احباب کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد ۱۲ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ / مئی ۱۹۵۶ء کو مسجد خراسیاں میں مرکزی دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ کی بنیاد رکھی اور مسجد کے متصل باغیچی نہال چند میں تدریس شروع کی گئی۔ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی نے ہدایہ شریف کے سبق سے آغاز کیا حضرت مولانا غلام رسول رضوی صاحب مہتمم اور حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدرس وناظم مقرر ہوئے۔[3]

علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مدرسہ کی بقا اور کامیابی کے لیے جاں گسل محنت کی یہاں تک کہ یکم شعبان ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء کو حضرت محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے ان کی جگہ دورۂ حدیث پڑھانے کے لیے قرعۂ فال علامہ غلام رسول رضوی صاحب کے نام نکلا چنانچہ وہ جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد چلے گئے اور جاتے ہوئے جامعہ کا انتظام وانصرام حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ کے سپرد کر گئے۔[4] جامعہ نظامیہ رضویہ کے مزید احوال کوائف کی وضاحت سے قبل اس کے مؤسس شارح بخاری حضرت علامہ غلام رسول رضوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے جانشین اور تلمیذ رشید (جنہوں نے جامعہ نظامیہ کو ترقی کے بام عروج تک پہنچایا) حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدرے تفصیلی حالات درج کیے جاتے ہیں۔

---

۱ ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، سید مفتی اعظم، لاہور: مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، ۲۰۰۳ء، ص ۱۸

۲ ہزاروی، محمد عبدالقیوم، مفتی، مقالات مفتی اعظم پاکستان، لاہور: بزم رضا جامعہ نظامیہ رضویہ، ۲۰۰۷ء، ص: ۱۵۔۱۶

۳ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا تاریخی جائزہ، ص ۱۶ ملخصاً

۴ مقالات مفتی اعظم پاکستان، ص: ۱۶

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت

حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضوی ۱۲۳ اپریل ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء کو ضلع امرتسر کے ایک گاؤں پسیا میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد چوہدری نبی بخش جٹ واہلہ دیندار اور زمیندار تھے۔[۱]

تعلیم وتربیت

آپ نے مڈل تک سکول کی تعلیم حاصل کی،قرآنِ پاک پڑھا، چار سال تک صرف ونحو فقہ اور اصول فقہ کی کتابیں امرتسر کی مسجد خیر الدین میں واقع مدرسہ نعمانیہ میں پڑھیں۔''الفیہ ابن مالک'' مولوی محمد شریف سے پڑھا۔ بعد ازاں آپ جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور آ گئے جہاں استاذ الاساتذہ ملک التدریس مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے سراجی، ملاحسن، مسلم الثبوت، تفسیر بیضاوی، جلالین، میبذی، مقامات، حماسہ، متنبی، حسامی اور اقلیدسی وغیرہ کتب پڑھیں اور محسن اہل سنت، استاذ الکل حضرت مولانا علامہ مہر محمد اچھری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے میر زاہد ملا جلال، رسالہ قطبیہ، غلام یحییٰ شرح چغمینی، متن متین، عبدالغفور، شرح عقائد نسفی، شرح عقائد جلالی، صدرا، شمس بازغہ، امورِ عامہ، خیالی، شفاء، ابن سینا، توضیح تلویح، ہدایہ اخیرین، قاضی مبارک اور حمد اللہ وغیرہ کتب کے علاوہ دورہ حدیث کی کتابیں بھی پڑھیں۔

شارح بخاری حضرت علامہ غلام رسول رضوی صاحب نے پنجاب بھر کے اس ممتاز دارالعلوم میں چار سال کے عرصے میں دورۂ حدیث سمیت فوقانی علوم کی تکمیل کی اور امتیازی حیثیت میں پاس ہوئے۔ طالب علمی کے زمانے میں ہی اہل علم کی نگاہوں میں مقتدر اور معروف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جامعہ فتحیہ اچھرہ میں اکتساب علم کے زمانے میں دوسرے طلبہ کو منطق، فلسفہ اور ادب وغیرہ کی کتابیں پڑھایا کرتے تھے اور تدریسی مہارت رکھتے تھے۔[۲]

حضرت محدث اعظم سے دورہ حدیث شریف

جن دنوں (۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۷ء) آپ شرقپور میں پڑھا رہے تھے، ان ہی ایام میں رمضان المبارک کی تعطیلات میں حضرت محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ بریلی شریف گئے (جو ان دنوں منظر الاسلام بریلی شریف کے صدر مدرس تھے) اور ان سے بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف اور نسائی شریف پڑھیں اور سند حدیث حاصل کی (یوں آپ نے دو دفعہ دورۂ حدیث کیا)۔[۳]

اساتذہ

آپ کے اساتذہ میں سرفہرست جن شخصیات کا نام آتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ محدث اعظم مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری

۲۔ ملک التدریس مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی

۳۔ استاذ الکل مولانا مہر محمد اچھروی

---

۱ شرف قادری، محمد عبدالحکیم، علامہ، نور نور چہرے، لاہور: مکتبہ قادریہ، ۱۹۹۷ء، ص ۲۸۱

۲ ایضاً، ص: ۲۸۱۔ ۲۸۲

۳ ایضاً، ص: ۲۸۴

۴۔ مولانا محمد شریف[1]

تدریسی زندگی

حضرت علامہ غلام رسول رضوی صاحب نے یُوں تو زمانہ طالب علمی ہی میں تدریس کا آغاز کر دیا تھا لیکن فراغت کے بعد تدریس کا باقاعدہ آغاز ۱۹۴۰ء میں کیا۔ آپ نے ایک سال جامعہ حنفیہ فریدیہ بصیر پور، چھ سال (۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۷ء) جامعہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ، ایک سال جامعہ رضویہ ہارون آباد، ایک سال جامعہ احیاء العلوم بورے والا اور چار سال دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔[2]

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس

جن دنوں آپ حزب الاحناف میں تدریس فرما رہے تھے ان ہی ایام میں جامع مسجد خراسیاں میں امامت وخطابت کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتے تھے اور پھر جب حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے حکم پر جامع مسجد خراسیاں میں ۱۲ شوال ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء کو جامعہ نظامیہ کی بنیاد رکھی تو پھر وہاں تدریس شروع فرما دی۔

آپ صبح کی نماز پڑھا کر قرآن پاک کا درس دیتے اس کے بعد اسباق کا سلسلہ شروع ہو جاتا اور ایک بجے تک پندرہ بیس اسباق پڑھاتے۔ بعض اوقات عصر کے بعد بھی پڑھاتے تھے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس نظامی کی تمام کتابیں پڑھائی جاتی تھیں بعض شاگردوں نے عرض کیا کہ یہاں دورہ حدیث کا بھی اہتمام ہونا چاہیے حضرت نے فرمایا: لائل پور (فیصل آباد) میں حضرت محدث اعظم دورۂ حدیث پڑھا رہے ہیں اس لیے یہاں دورۂ حدیث شریف شروع نہیں کیا جا سکتا البتہ فنون کی تکمیل پر طلباء کو فنون کی دستارِ فضیلت عنایت کیا کرتے تھے۔[3]

جامعہ رضویہ مظہر الاسلام میں درس حدیث

یکم شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء کو حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تو جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد میں حدیث شریف پڑھانے کے لیے نگاہِ انتخاب حضرت علامہ غلام رسول رضوی پر مرکوز ہوگئی چنانچہ آپ نے (چھ سال جامعہ نظامیہ میں تدریس فرمانے کے بعد) جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا انتظام اپنے لائق و فائق شاگرد حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور خود جامعہ رضویہ مظہر الاسلام کی مسند حدیث پر فائز ہوئے اور اُٹھائیس سال (۱۹۶۲ء تا ۱۹۹۰ء) تک حدیث شریف پڑھانے کے بعد ۱۹۹۰ء میں اپنے قائم کردہ مدرسہ (تاریخ قیام: یکم محرم الحرام ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء) دارالعلوم سراجیہ رسولیہ اعظم آباد، فیصل آباد منتقل ہوگئے۔ اور تا دمِ آخریں (۱۴ نومبر ۲۰۰۱ء) تشنگانِ علم کو سیراب کرتے رہے۔[4]

آپ نے تمام عمر علوم دینیہ کی تدریس میں صرف کر دی تقریباً ۶۰ سال مسند تدریس کو زینت بخشی۔ حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے خطابات میں فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت سرِ فہرست دو ہی مدرس ہیں:

۱۔ ملک التدریس مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی

---

[1] نور نور چہرے، ص: ۲۸۱۔ ۲۸۴

[2] ایضاً، ص: ۲۸۳

[3] ایضاً، ص: ۲۸۴۔ ۲۸۵

[4] ایضاً، ص: ۲۸۷۔ ۲۸۸

۲۔ استاذ الافاضل مولانا علامہ غلام رسول رضوی[1]

تلامذہ

تقریباً پانچ ہزار طلبہ نے آپ سے معقولات ومنقولات اور تفسیر وحدیث کا درس حاصل کیا چند معروف تلامذہ کے اسماء پر اکتفاء کیا جاتا ہے:

۱۔ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ
۲۔ مولانا مفتی محمد امین، ناظم اعلیٰ جامعہ امینیہ رضویہ محمد پورہ فیصل آباد
۳۔ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، سابق خطیب حضرت داتا گنج بخش لاہور
۴۔ مولانا محمد حبیب اللہ برادر حضرت فقیہہ اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی بصیر پور
۵۔ مولانا حاجی پیر عبد الواحد نقشبندی، جہلم شریف
۶۔ مولانا محمد گل احمد عتیقی، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور
۷۔ مولانا پیر محمد افضل قادری، گجرات
۸۔ مولانا غلام محمد سیالوی، ناظم اعلیٰ شعبہ امتحانات تنظیم المدارس پاکستان
۹۔ مولانا الحاج محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور
۱۰۔ مولانا محمد عبد الوہاب صدیقی ابن مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی، لاہور
۱۱۔ مناظر اسلام مولانا محمد عبد التواب صدیقی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
۱۲۔ مولانا منظور احمد، جامعہ فریدیہ ساہیوال
۱۳۔ مولانا پیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ، ناظم اعلیٰ جامعہ غوثیہ معینیہ پشاور
۱۴۔ مولانا محمد عبد الرشید قادری، سمندری شریف
۱۵۔ مولانا محمد سعید احمد اسعد فیصل آباد
۱۶۔ مولانا قاضی محمد مظفر اقبال رضوی، ٹکسالی دروازہ لاہور
۱۷۔ مولانا مفتی محمد عبد العلیم، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ لاہور
۱۸۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سلیمان رضوی، راولپنڈی
۱۹۔ مولانا مفتی علی احمد سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ، سابق شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور
۲۰۔ مولانا عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور[2]

بیعت وخلافت

بریلی شریف میں قیام کے دوران حضرت مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفی رضا خاں نوری رحمۃ اللہ علیہ کے دس اقدس پر بیعت

[1] نور نور چہرے، ص: ۲۸۷
[2] ایضاً ص: ۲۸۹۔ ۲۹۲

ہوئے اور ۱۹۴۵ میں مدینہ شریف میں امفتی اعظم ہند نے شرفِ خلافت سے مشرف فرمایا اور فرمایا کہ میں حضرت والد محترم (امام احمد رضا بریلوی) کے تمام اوراد و وظائف اور تعویزات کی اجازت دیتا ہوں۔ مزید برآں حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ سے بھی اجازت بیعت حاصل تھی۔ [1]

ازدواجی زندگی اور اولاد امجاد

آپ کی پہلی شادی رشتہ داروں میں ہوئی بعد میں علیحدگی ہوگی پھر دو شادیاں شرقپور شریف کے قیام کے دوران ہوئیں۔ دوسری شادی حضرت محدث اعظم پاکستان کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے تین صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے پیدا ہوئے۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ صاحبزادہ پیر فضل حق ۲۔ صاحبزادہ فضل الرحمن

۳۔ صاحبزادہ حبیب الرحمن ۴۔ صاحبزادہ فضل امام [2]

وفات

علامہ غلام رسول رضوی صاحب کا وصال ۲۷ شعبان اعظم ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۴ نومبر ۲۰۰۱ء صبح تقریباً سوا آٹھ بجے بروز بدھ کو ہوا، ان کا مزار فیصل آباد میں مرکزی جامع العلوم سراجیہ رسولیہ رضویہ (ٹرسٹ) میں ہے۔

تصانیف وتراجم

شب وروز تدریسی اور انتظامی معاملات انجام دینے کے باوجود آپ نے تصنیف وتالیف میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حاشیہ قاضی مبارک (غیر مطبوعہ)
۲۔ حاشیہ سلم العلوم (غیر مطبوعہ)
۳۔ حاشیہ کنز الدقائق (غیر مطبوعہ)
۴۔ حاشیہ مسلم الثبوت (مطبوعہ)
۵۔ ترجمہ جواہر البحار (جلد اوّل، مطبوعہ)
۶۔ تنویر الازھار ترجمہ نور الابصار (مطبوعہ)
۷۔ تفہیم البخاری شرح صحیح بخاری (۱۱ جلدیں مطبوعہ)
۸۔ تفسیر رضوی (۵ جلدیں، غیر مطبوعہ) [3] [4]

---

[1] نور نور چہرے، ص: ۲۸۴

[2] ایضاً، ص: ۲۹۴

[3] تفسیر رضوی کی ایک جلد طبع ہو چکی ہے جبکہ دیگر جلدوں پر کام جاری ہے، عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہونگی۔

[4] نور نور چہرے، ص ۲۹۴

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

خاندانی پس منظر

حضرت مفتی اعظم علامہ محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ہزارہ ڈویژن کے ایک روحانی علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے جد امجد مولانا گل احمد اور ان کے بھائی مولانا رحمت اللہ دونوں متقی پرہیز گار عالم دین تھے مولانا رحمت اللہ کے صاحبزادے مولانا محبوب الرحمن (جن سے حضرت مفتی صاحب کو شرف تلمذ بھی حاصل ہو) بھی مسند عالم تھے۔ اسی طرح مفتی صاحب کے والد مولانا حمید اللہ اور تایا جان مولانا عبد الغفور صاحب اور ان کے صاحبزادگان مولانا حافظ محمد ایوب اور مولانا محمد جمیل جید عالم تھے مولانا محمد جمیل کے صاحبزادے مولانا محمد اعظم مفتی صاحب کے شاگرد اور جید عالم ہیں۔

مفتی صاحب کے چچا مولانا عزیز الرحمن اور ان کے دو صاحبزادے مولانا عبد الرحمن اور مولانا احمد الرحمن بھی عالم دین تھے (یوں آپ کے دادا، والد تایا، چچا اور ان کی اولاد سب عالم تھے)۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف یہ کہ علمی و روحانی خانوادہ میں آنکھ کھولی اور خود علم دین حاصل کیا بلکہ آپ کی تحریک اور سرپرستی میں آپ کے خاندان کے بے شمار افراد علوم دینیہ سے بہرہ ور ہوئے۔[۱]

ولادت

استاذ العلماء مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ شعبان ۱۳۵۲ھ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۳ کو بمقام میراں کلاں علاقہ اپر تناول ضلع مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔[۲]

نام و نسب

آپ کا نام عبد القیوم بن حمید اللہ بن گل احمد خان تھا اور کنیت ابو سعید تھی جبکہ لقب مفتی اعظم پاکستان تھا۔ آپ قادری مشرب تھے اور مسلکاً حنفی تھے لیکن اپنے علاقہ ہزارہ کی نسبت سے ہزاروی مشہور ہوئے۔

حلیہ مبارک

حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ گورا تھا، اعضاء میں تناسب اور درمیانہ قد تھا۔ چونکہ کھانے پینے میں حد درجہ محتاط تھے اس لیے آپ کا جسم متوازن تھا نہ تو بالکل دبلے پتلے تھے اور نہ ہی موٹاپے کا شکار تھے۔[۳] آپ کا چہرہ نورانی تھا۔ پروفیسر عطاء الرحمن قادری رضوی تحریر فرماتے ہیں:

---

۱ سیدی مفتی اعظم، ص:۶۔۷ ملخصاً

۲ ایضاً، ص:۸

۳ سیدی مفتی اعظم، ص:۹

''حضرت مفتی صاحب کا نورانی چہرہ ایسا تھا جسے دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا غالباً ۱۹۹۷ء/ ۱۴۱۸ھ میں ختم بخاری شریف کے موقع پر رفقاء کے ہمراہ راقم ختم بخاری شریف میں حاضر ہوا۔ آخری حدیث شریف آپ (مفتی صاحب) نے پڑھائی، اس وقت مفتی صاحب کے چہرے پر ایسا نور تھا کہ نظر نہ ٹکتی تھی راقم نے رفقاء سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی اس نور کی تصدیق کی یونہی جامعہ الازہر کے استاد حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ نے جب پہلی مرتبہ مفتی صاحب کو دیکھا تو اپنے تاثرات میں آپ کے چہرے کو ''نور علی نور'' قرار دیا۔''[1]

لباس

آپ سفید لباس کا اہتمام کرتے تھے سفید کرتہ اور شلوار اور پاؤں میں بغیر تسمے کے بوٹ استعمال کرتے تھے۔ سر پر ٹوپی پہنتے لیکن جب درس حدیث دیتے یا جامعہ سے باہر تشریف لے جاتے تو سفید دستار استعمال کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت

دنیاوی تعلیم کا حصول

حضرت مفتی صاحب کو تین چار سال کی عمر میں سکول میں داخل کروایا گیا، آپ نے چوتھی جماعت تک سکول میں تعلیم حاصل کی۔ مفتی صاحب نے خود بیان فرمایا کہ ''میں اور میرے بڑے بھائی محمد عبداللہ اکٹھے پڑھتے تھے، چوتھی جماعت کا نتیجہ سن کر خوشی خوشی گھر آ رہے تھے کہ سرِ راہ والد صاحب (مولانا حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ) ملے رزلٹ سن کر باری باری پوچھنے لگے:

> ''اب تم کیا پڑھنا چاہتے ہو؟'' میرے بڑے بھائی صاحب نے انگلش پڑھنے کا اظہار کیا، جب مجھ سے پوچھا گیا تو بے ساختہ میری زبان سے نکلا ''میں تو عربی فارسی پڑھوں گا'' بس پھر ہم دونوں کو دینی تعلیم کے لیے وقف کر دیا گیا۔[2]

دینی تعلیم کا حصول

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے دینی تعلیم کا آغاز اپنے گھر سے ہی کر دیا تھا آپ نے ناظرہ قرآن مجید اپنے والد صاحب سے پڑھا اور پھر مختلف مدارس میں تعلیمی سلسلہ جاری رہا۔

حضرت مفتی صاحب نے درج ذیل درس گاہوں سے علم حاصل کیا:

۱۔ مدرسہ سائیں گوہر علی صاحب، گجرات

۲۔ دار العلوم حزب الاحناف، لاہور

---

[1] رضوی، عطاء الرحمن، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان...... یادوں کے نقوش، مشمولہ: مجلہ النظامیہ (مفتی اعظم نمبر)، (مدیر: ڈاکٹر فضل حنان سعیدی)، لاہور: مجلس علماء نظامیہ، جلد ۱۹، شمارہ: ۸، اگست ۲۰۱۸ء، ص ۱۱۷۔۱۱۸

[2] جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص ۱۲

۳۔ دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام، ہارون آباد (بہاول نگر)

۴۔ مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا (وہاڑی)

۵۔ جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد

پہلی دینی درس گاہ...... مدرسہ سائیں گوہر علی

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو آپ کے والد نے سات آٹھ سال کی عمر میں جیندھڑ شریف ضلع گجرات کے ایک مدرسہ میں داخل کروا دیا یہ مدرسہ سائیں گہر علی صاحب نے قائم کر رکھا تھا آپ نے وہاں فارسی کی ابتدائی کتب اپنے چچا مولانا محبوب الرحمن سے پڑھیں (اس وقت حضرت مولانا محبوب الرحمن درس نظامی کی انتہائی کتب کے طالب علم تھے) مفتی صاحب اس مدرسہ میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ (بھوئی گاڑ) سے بھی فیض یاب ہوئے۔[1]

دوسری دینی درسگاہ...... دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور

حضرت مفتی محمد عبدالقیوم صاحب علم دین کے حصول کے لیے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور تشریف لائے۔ حزب الاحناف میں آپ نے علوم وفنون کی ابتدائی کتب کافیہ تک حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (بہنوئی ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ) سے پڑھیں اس کے علاوہ آپ نے شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔[2]

تیسری دینی درسگاہ...... جامعہ رضویہ منظر اسلام، ہارون آباد

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی صاحب کو شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی کی خدمت میں دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام ہارون آباد (بہاول نگر) بھیج دیا۔ وہاں آپ علامہ رضوی صاحب سے پڑھتے رہے۔[3]

چوتھی دینی درسگاہ...... مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا

جب حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا (وہاڑی) تشریف لے گئے تو مفتی صاحب بھی ساتھ تھے وہاں بھی حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں ایک سال تک علمی پیاس بجھاتے رہے۔[4]

---

۱ (i) سیدی مفتی اعظم، ص۹ (ii) جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص ۱۲

۲ سیدی مفتی اعظم، ص:۱۰

۳ قادری، ملک محبوب الرسول، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کا چشم کشا انٹرویو، مشمولہ: مجلہ النظامیہ (مفتی اعظم نمبر)، جلد ۴، شمارہ: ۴۔۵، ستمبر۔اکتوبر، ۲۰۰۳ء، ص: ۲۴۲

۴ قادری، ملک محبوب الرسول، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کا چشم کشا انٹرویو، مشمولہ: مجلہ النظامیہ (مفتی اعظم نمبر)، جلد ۴، شمارہ: ۴۔۵، ستمبر۔اکتوبر، ۲۰۰۳ء، ص: ۲۴۲

دار العلوم حزب الاحناف، لاہور میں دوبارہ آمد

حضرت مفتی صاحب مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا سے پھر دوبارہ حزب الاحناف لاہور میں حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آ گئے[۱] اور وہ نصاب جو دوسرے طلباء آٹھ نو سال میں پڑھتے ہیں آپ نے پانچ سال میں پڑھ لیا۔[۲]

آپ نے سب سے زیادہ استفادہ شیخ المدرسین علامہ جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول رضوی کی ذات والا صفات سے کیا آپ خود فرماتے تھے کہ:

''جب سالانہ چھٹیاں ہوتی تھیں تو میں گھر جانے کے بجائے مدرسے میں ہی رہا کرتا تھا اس دوران حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بھی کرتا اور پڑھتا بھی تھا۔ میں ایک دن میں شیخ الحدیث صاحب سے پندرہ پندرہ اسباق پڑھا کرتا تھا۔''[۳]

مندرجہ بالا اقتباس سے ایک تو یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب ہزاروی نے حضرت علامہ غلام رسول رضوی صاحب سے بہت زیادہ استفادہ کیا اور آپ پر استاذ صاحب کی بہت زیادہ شفقت بھی تھی، ساتھ ہی ساتھ مفتی صاحب کا شوق علم اور محنت بھی عیاں ہو رہی ہے جو طالب علم دین کے لئے مشل راہ ہے۔ مفتی صاحب کے ایک ہم جماعت مولانا محمد یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے سبق کے تکرار کا نقشہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''مفتی صاحب ایک مسجد میں رہائش پذیر تھے ہم چند ساتھی اس مسجد میں تکرار کرتے تھے قبلہ مفتی صاحب مغرب کے بعد ہمیں بٹھا لیتے اور تکرار شروع ہو جاتا اور جب تک تمام اسباق کا تکرار مکمل نہ ہو جاتا کسی اور طرف متوجہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مفتی صاحب دورانِ تکرار کسی قسم کی گفتگو، عدم توجہ اور سستی برداشت نہیں کرتے تھے اگر کوئی ساتھی ایسا کرتا منع کرتے، مزاج زیادہ برہم ہوتا تو ایک آدھ لگانے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔''[۴]

ایک دفعہ خود مفتی صاحب نے طلبہ کے سامنے اپنے زمانہ طالب علمی کے متعلق کچھ باتیں یہاں فرمائیں:

''شروع میں دو تین طلبہ میرے ساتھ شریک درس تھے، لیکن چھٹے سال اور اس کے بعد میں نے اکثر تعلیم اکیلے حاصل کی۔ پانچ اسباق کا مطالعہ کرتا، سید صاحب (ابوالبرکات سید احمد قادری) علیہ الرحمۃ روزانہ ایک گھنٹہ وقت عنایت فرماتے۔ اپنے وقت پر کتابیں لے جاتا اور سارے اسباق خود بیان کرتا، اگر کہیں غلطی ہوتی تو اصلاح فرماتے۔

ایک بار رات کو دیر تک مطالعہ کیا تو صبح آنکھ دیر سے کھلی۔ میں نے جلدی سے وضو کیا، جماعت میں شریک ہونے کی کوشش کر رہا تھا کہ سید صاحب نے سلام پھیر دیا۔ سید صاحب دائیں طرف سلام پھرتے ہوئے دائیں طرف کے طلباء کو دیکھ لیتے اور بائیں طرف

---

۱ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کا چشم کشا انٹرویو، مشمولہ: مجلہ النظامیہ (مفتی اعظم نمبر)، جلد ۴، شمارہ: ۴۔۵، ستمبر۔اکتوبر، ۲۰۰۳ء، ص: ۲۴۲

۲ مقالات مفتی اعظم، ص ۱۷

۳ سعیدی، احمد حسن، سردار، مفتی اعظم پاکستان اور جہد مسلسل، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص ۱۴۶

۴ ایضاً، ص: ۱۴۷

سلام پھیرتے ہوئے بائیں طرف کے طلباء کو دیکھ لیتے۔ انہوں نے دیکھ لیا کہ میں جماعت میں شریک نہیں ہوسکا۔ وہاں قانون تھا کہ جو لڑکا جماعت میں شریک نہ ہوتا، چھ ماہ تک اس کی روٹی بند ہو جاتی۔ قانون کے مطابق میری روٹی بند ہوگئی، پھر طریقہ یہ تھا کہ اگر طالب علم معافی مانگے تو روٹی جاری ہوتی ورنہ نہیں۔ میں نے اپنے طالبعلمانہ ذہن کے مطابق سوچا کہ میں پڑھنے والا لڑکا ہوں، پڑھتے پڑھتے دیر ہوگئی اور آنکھ دیر سے کھلی۔ مجھ سے معمولی کوتاہی ہوگئی ہے، لہٰذا درگزر کرنا چاہیئے تھا بس اس وجہ سے معافی نہیں مانگی اور چھ ماہ روٹی بند رہی۔ کبھی ساتھیوں سے مل کر کھالیتا یا اُن کے بچے ہوئے ٹکڑے کھا کر گزارا کرتا اور کبھی کچھ نہ بچتا تو بھوکا رہتا۔ آئندہ سال روٹی جاری ہوئی لیکن میں سید صاحب کے پاس اُسی طرح پڑھتا رہا اور پہلے کی طرح اُن کی محفل میں جاتا رہا۔''[۱]

دورۂ حدیث شریف

حضرت مفتی صاحب نے ۱۹۵۵ء میں حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دارالعلوم حزب الاحناف میں دورۂ حدیث کیا اور آپ کی دستار بندی کے موقع پر محدث اعظم ہند حضرت محدث کچھوچھوی، غازی کشمیر علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری، شیخ القران علامہ عبدالغفور ہزاروی اور غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہم بھی موجود تھے۔[۲]

پانچویں دینی درسگاہ......جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد

حضرت مفتی اعظم پاکستان نے دوبارہ دورۂ حدیث حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ۱۹۵۶ء میں جامعہ رضویہ مظہر الاسلام میں کیا اور سند حدیث اور دستار فضیلت حاصل کی۔[۳]

رئیس التحریر علامہ مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی نے حضرت محدث اعظم پاکستان کے دورۂ حدیث پڑھانے کے انداز اور مفتی صاحب کی قابلیت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فقیر نے اپنے عظیم المرتبت برادر طریقت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم علیہ الرحمۃ کا زمانہ طالب علمی بھی دیکھا اور زمانہ درس وتدریس بھی دیکھا، فقیر اگرچہ اُن سے جونیئر تھا مفتی صاحب کی طبیعت اَخّاذ تھی نہایت ذہین بیدار مغز اور وسیع النظر تھے، دورۂ حدیث شریف میں کتب احادیث کی عبارات اکثر آپ ہی پڑھتے تھے، فقیر کو یاد نہیں پڑتا کہ عبارت پڑھنے میں کبھی اِملا وتلفظ کی غلطی کی ہو یا اعراب میں اخفا ہوا ہو، جب زیر تدریس عبارت پر حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا نہایت محققانہ ومحدثانہ وقیع تبصرہ ہوتا حضرت برادرِ طریقت علیہ الرحمۃ نہ صرف قلب ونظر کو مجتمع کر کے سنتے بلکہ اپنی نوٹ بک میں نوٹ فرماتے تھے اکثر کتب احادیث کے مرتبین شافعی آئمہ ہیں، مختلف مسالک کے بیان کے بعد جب حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ مذہب حنفی کی برتری فرماتے اور تطبیق فرماتے تو درس کی شان ہی نرالی

۱ قادری، رسول بخش، مولانا، مفتی اعظم پاکستان.....چند یادگار لمحات، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص ۱۹۳۔ ۱۹۴

۲ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص ۱۳

۳ ایضاً، ص: ۱۲۔ ۱۳

ہوتی خاص بات یہ ہوتی کہ دیگر مسالک وفقہاء کے دامن پر بھی کوئی گردنہ پڑتی۔"[1]

دوسرے مقام پر حضرت محدث اعظم کے تدریس کے انداز اور حضرت مفتی صاحب کی علمی قابلیت اور استعداد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت علامہ مفتی صاحب نے (حضرت محدث اعظم سے) استدعا کی حضور میری دیرینہ خواہش ہے کہ آپ سے شرف تلمذ حاصل کروں اور دورۂ حدیث شریف پڑھوں آپ نے اجازت دی اور دورۂ حدیث میں داخلہ ہوگیا حضرت قبلہ محدث اعظم کے دورۂ حدیث شریف کی شان ہی نرالی تھی۔ سات سات گھنٹے مسلسل جم کر پڑھاتے ظہر کے بعد اور بعض دفعہ عشاء کے بعد بھی کئی کئی گھنٹے پڑھاتے اور ایک ایک حدیث شریف پر کئی کئی دن گفتگو بھی ہوجاتی۔

(حدیث کی کتب کی) اکثر عبارت بھی حضرت مفتی عبدالقیوم علیہ الرحمۃ پڑھا کرتے...... دورۂ حدیث شریف کے اختتام پر دیگر فضلاء کے ساتھ آپ کی بھی دستار بندی وجبہ پوشی ہوئی اور سند فراغت عطا ہوئی، سیدی حضرت قبلہ محدث اعظم علیہ الرحمۃ کا معمول تھا ویسے تو ہر ماہ اور جلسہ دستار فضیلت کے بعد علماء کے ہمراہ مرکز تجلیات گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا کے دربار گوہر بار میں حاضر دیا کرتے تھے، فقیر سیدی حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے صاحبزادہ غازی فضل احمد رضا علیہ الرحمۃ کو گود میں لیے ہوئے تانگہ میں حضرت صاحب کے پیچھے بیٹھا تھا علماء، طلباومریدین کا ایک لشکر ساتھ ساتھ پیدل چل

رہا تھا مفتی عبدالقیوم ہزاروی بھی اپنے رفقاء درس کے ساتھ پیدل اسٹیشن کو جارہے تھے مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے اُس وقت بہت سے علماء برادرم علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ کر کے ایک دوسرے کو بتارہے تھے وہ مولانا محمد عبدالقیوم جارہے ہیں۔ بہت قابل ہیں بڑے ذی استعداد ہیں۔"[2]

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر اساتذہ

مدرسہ سائیں گوہر علی، گجرات:

۱۔ مولانا محبوب الرحمن (چچا)

۲۔ استاذ الاساتذہ مولانا محب النبی

دار العلوم حزب الاحناف لاہور:

۱۔ علامہ سید محمد انور شاہ صاحب

۲۔ ابوالبرکات سید احمد قادری

۳۔ شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی

[1] رضوی، محمد حسن علی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی...... چند یادگار لمحات، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص:۵۶۔۵۷

[2] ایضاً ص:۵۶۔۵۷

۴۔ شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی

دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام، ہارون آباد:

ا۔ شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی

مدرسہ احیاء العلوم، بورے والا:

ا۔ شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی

جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد:

ا۔ محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قادری

عملی زندگی کا آغاز

حضرت مفتی صاحب نے اپنی عملی زندگی کا آغاز تدریس سے فرمایا بعد ازاں امامت وخطابت، تنظیم المدراس کی نظامت وصدارت، جمعیت علماء پاکستان لاہور کی صدارت، جمعیت علماء پاکستان کے شعبہ نشر واشاعت کی نظامت، پنجاب زکوۃ کونسل اور مرکزی زکوۃ کے رکن کونسل وغیرہ کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

تدریس

مفتی صاحب الرحمۃ کی تدریسی زندگی تین جامعات پر مشتمل ہے جن میں سے دو جامعات میں باقاعدہ تدریس فرمائی جبکہ ایک جامعہ میں مدرس مقرر تو ہوئے مگر تدریس نہ فرمائی جو کہ حسب ذیل ہیں:

ا۔ جامعہ حنفیہ، قصور (۱۹۵۴ء)

۲۔ مدرسہ غوثیہ رضویہ، پیر محل (۱۹۵۶ء)

۳۔ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (۱۹۵۶ء تا ۲۰۰۳ء)

پہلی تدریس گاہ جامعہ حنفیہ قصور

حضرت مفتی اعظم پاکستان نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز دورِ طالب علمی میں ہی کر دیا تھا ابھی آپ حضرت ابوالبرکات سید احمد شاہ علیہ الرحمۃ سے درسِ حدیث لے رہے تھے کہ مفتی محمد عبداللہ قصوری علیہ الرحمۃ نے سید صاحب سے کہا: ''مجھے اپنے ادارے کے لیے استاذ کی ضرورت ہے، ہمارے ادارے کے صدر مدرس چھوڑ گئے ہیں، کوئی ایسا استاذ دیں جو اُن کی کمی پوری کر سکے۔'' سید صاحب نے حضرت مفتی صاحب کو قصور جا کر پڑھانے کا حکم دیا۔ آپ کو پڑھانے کے لیے ''مطول'' اور ''سلم العلوم'' جیسے ۲۲ مشکل اسباق دیے گئے، لیکن آپ نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ اس اہم ذمہ داری کو پورا کیا۔[1] آپ کے گرد طلبہ کا ہجوم رہتا تھا۔ مشقت کی وجہ سے ایک سال

[1] سعیدی، فضل حنان، ڈاکٹر، مفتی اعظم پاکستان......ایک ہمہ جہت شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص ۴۱

کے بعد ہی آپ بیمار ہو گئے اور علالت کے باعث چک ۱۲۶ گ ب تحصیل جڑانوالہ اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔

سیدی حضور محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ نے مولانا انوار الاسلام رضوی اور اُن کے بھائی علامہ احسان الحق علیہما الرحمۃ کو آپ کی تیمارداری کے لیے بھیجا تو آپ اس وقت صحت یاب ہو گئے تھے آپ کی صحت یابی کی خبر سن کر حضرت محدث اعظم پاکستان نے آپ کو جامعہ ضویہ اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا: ''مولانا! سمندری میں امامت وخطابت کی ایک جگہ ہے اور سمندری میں مدرسہ اہل سنت بھی نہیں ہے آپ وہاں مدرسہ بھی قائم کریں۔'' مرشد برحق کے حسب الحکم بے چون و چرا حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی سمندری چلے گئے مگر سمندری پہنچ کر آپ نے محسوس کیا کہ وہاں کے احباب میں مدرسہ کے قیام سے کوئی دلچسپی نہیں صرف امامت وخطابت سے رغبت ہے ایک ہفتہ بعد امامت وخطابت کو خیر آباد کہہ کر سمندری سے واپس آ گئے اور سیدی حضرت صاحب کو رپورٹ پیش کر دی۔ حضرت قبلہ محدث اعظم ماہر نفسیات تھے جودت ذہن کو جانتے تھے چنانچہ آپ خاموش رہے اور کچھ نہ فرمایا پھر حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم علیہ الرحمۃ نے استدعا کی کہ حضور میری دیرینہ خواہش ہے کہ آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کروں اور دورۂ حدیث شریف پڑھوں آپ نے اجازت دی اور دورۂ حدیث شریف میں داخلہ ہو گیا۔[۱]

دوسری تدریس گاہ مدرسہ غوثیہ رضویہ پیر محل

جامعہ رضویہ مظہر الاسلام میں دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا عبدالغفور صاحب فاضل جامعہ رضویہ، خطیب اعظم پیر محل کی درخواست پر مولانا مفتی محمد عبدالقیوم علیہ الرحمۃ کو پیر محل کے مدرسہ اہل سنت میں صدر مدرس مقرر کر کے بھیج دیا۔ یہ شعبان المعظم کا مہینہ تھا اور شعبان میں دینی مدارس میں تعلیمی سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اس لئے آپ تدریسی چارج سنبھالنے کے بعد رمضان المبارک کی تعطیلات گزارنے اپنے گاؤں تشریف لے گئے۔[۲]

تیسری تدریس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رمضان المبارک کی تعطیلات میں ہی حضرت محدث اعظم نے مفتی صاحب کو گاؤں سے بلایا اور فرمایا: ''آپ کے استاذ مولانا غلام رسول جامع مسجد خراسیاں اندرون لوہاری دروازہ میں مدرسہ قائم کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ آپ وہاں خدمت تدریس انجام دیں آپ کا علمی تدریسی ذوق وہاں پورا ہو گا مگر تنخواہ اور آرام پیر محل میں زیادہ ہے آپ کا کیا خیال ہے؟'' مفتی محمد عبدالقیوم علیہ الرحمۃ نے ہر بار یہی فرمایا جیسا حضور کا حکم ہو گا الغرض حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم صاحب غربت اور افلاس کے زیر سایہ مسجد خراسیاں کے مدرسہ جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لاہور تشریف لے آئے۔[۳] حضرت مفتی صاحب نے اپنے انٹرویو میں لاہور تشریف لانے کی تفصیل خود بیان فرمائی ہے:

''فراغت کے بعد میری تقرری پیر محل ہوئی میں ادھر جانے نے کو تیار ہو رہا تھا کہ میرے استاذِ محترم مولانا غلام رسول رضوی نے

---

۱ رضوی، محمد حسن علی، حدیث وفقہ اور تدریس کا امام، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص: ۶۳

۲ ایضاً، ص: ۶۴

۳ ایضاً

لاہور میں جامعہ نظامیہ رضویہ کی ابتداء کی اور حضرت محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو استاذ کے لیے خط لکھا۔ حضرت نے وہ خط مجھے دے دیا اور تین دن تک پوچھتے رہے کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ (اور یہی آپ کا انداز تھا) میرا جواب ہوتا کہ جو آپ کا حکم ہو، میں حاضر ہوں۔ اس پر حضرت فرماتے کہ لاہور میں اسباق تو تمہارے ذوق کے مطابق ہوں گے لیکن ویسے تنگ دستی ہوگی لیکن پیر محل میں اسباق تقریباً پورے پورے ہوں گے بال آخر تیسرے دن مجھے لاہور آنے کا فیصلہ ملا۔ وہ بھی ایسے کہ حضرت صاحب نے آنکھیں بند کر کے ایک کیفیت کے ساتھ فرمایا......لاہور جاؤ......بس پھر میں یہاں آ گیا تو استاذِ گرامی (مولانا غلام رسول رضوی) اس مسجد (خراسیاں) میں امام خطیب بھی تھے مجھے ملے اور سیدھے اپنے گھر تشریف لے گئے اور میں بھوکا پیاسا مسجد میں پڑا رہا آخر میرے استاذ تھے مجھے ان کے معمولات کا پتہ تھا۔ میں نے یہاں ایک مسجد سنبھالی جو مجھے تیس روپے ماہانہ وظیفہ دیتے تھے جب میں نے دو سال مکمل کر لئے تو تیسرے سال مجھے جامعہ کی طرف سے تیس (۳۰) روپے تنخواہ دی گئی۔''[1]

جب حضرت مفتی صاحب لاہور تشریف لائے تو اس وقت جامعہ نظامیہ کیا تھا، باغیچی نہال چند کے ایک کونے میں ایک سائبان کے نیچے چند طلبہ جو حصول علوم دینیہ میں مصروف رہتے تھے، نہ کمرے نہ پنکھے، نہ خوراک نہ تنخواہ غرضیکہ کسمپرسی کے عالم میں اخلاص کی دولت سے مال مال استاذ شاگرد نے لہو ولعب کی اس آماجگاہ کو اس کی پہلی حالت پر لانے اور علوم اسلامیہ کی بہت بڑی درسگاہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب لاہور تشریف لائے تو تدریسی فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ انتظامی معاملات، میں بھی اپنے استاذِ گرامی کے دست و بازو بنے۔ یہاں تک کہ جب اس عظیم ادارے کا پہلا تدریسی سال مکمل ہوا تو اس کا باقاعدہ افتتاح اور سالانہ جلسہ ہوا۔ حضرت مولانا محمد حسن علی رضوی فرماتے ہیں:

''مدرسہ کے پہلے اور افتتاحی سالانہ جلسہ میں میری حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے ہمراہ فقیر بھی حاضر ہوا تھا (شیخ القرآن) علامہ عبدالغفور ہزاروی قدس سرہ العزیز، سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی اور حضرت علامہ ابوداؤد محمد صادق صاحب بھی تشریف لائے تھے اور بہت سے علماء ومشائخ اہل سنت نے نزول اجلال فرمایا تھا۔''[2]

حضرت مفتی اعظم کی تدریسی زندگی

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک سال جامعہ حنفیہ قصور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ پھر مدرسہ غوثیہ رضویہ پیر محل مدرس متعین ہوئے لیکن تدریس نہ فرمائی بلکہ آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور تشریف لے آئے۔ اس کے بعد آپ تادم واپسی جامعہ نظامیہ رضویہ میں ہی تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے حتی کہ زندگی کے آخری دن آخری سبق شرح معانی آثار (طحاوی شریف) کا بھی جامعہ نظامیہ میں پڑھایا۔

---

[1] قادری، ملک محبوب الرسول، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کا چشم کشا انٹرویو، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ستمبر۔ اکتوبر، ص: ۲۴۳

[2] سیدی مفتی اعظم، ص: ۱۹

۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۴ء تک تمام علوم وفنون کے اسباق پڑھائے پھر ۱۹۷۵ء سے ۲۰۰۳ء تک تمام علوم فنون کے ساتھ ساتھ دورہ حدیث کے طلباء کو حدیث خصوصاً جامع ترمذی شریف کا درس دیا۔۔اس طرح آپ کی کل تدریسی زندگی انچاس سال (۴۹) یعنی تقریباً نصف صدی پر محیط ہے جن میں سے ۲۹ سال آپ نے دورہ حدیث کے طلبہ کو درسِ حدیث دیا۔[1]

حضرت مفتی اعظم کا اندازِ تدریس

مفتی صاحب کا انداز تدریس بے شمار خوبیوں کا حامل تھا ذیل میں چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ خود ہر سبق کا مطالعہ کرنا اور طلبہ کو تکرار اور مطالعہ کی بار بار تاکید فرمانا

۲۔ عبارت سننا، صیغہ، ترکیب اور وجوہ اعراب کے بارے میں سوال کرنا

۳۔ نہایت آسان اور سادہ انداز میں عبارت کا مفہوم بیان کرنا

۴۔ طلبہ سے سبق بیان کروانا

۵۔ ہر طالب علم کو سوال کرنے کی اجازت بھی ہونا اور خود سوالات کرنے پر اُکسانا

۶۔ ہر فن کی ابتدائی کتاب کا متن زبانی یاد کروانا

۷۔ علمی بحث اور تکرار میں حصہ لینا

۸۔ دوستانہ ماحول میں گفتگو فرمانا

مفتی صاحب کے انداز تدریس کا تذکرہ کرتے ہوئے مفتی صاحب کے شاگرد رشید مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ کا اندازِ تدریس نہایت آسان اور مؤثر تھا، عبارت کسی بھی طالب علم سے پڑھواتے اور یوں ہر طالب علم کو عبارت پڑھنے کے لیے تیار رہنا پڑتا تھا، اس کے بعد اس عبارت کا مفہوم ومطلب نہایت آسان پیرائے میں بیان کر کے کسی طالب علم سے (دوبارہ) بیان کرواتے تھے اور کبھی کبھی خود بیان کرنے کی بجائے طلبہ سے بیان کروا کے ان کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش فرماتے، صرف ونحو کی طرف خصوصی توجہ دلاتے حتیٰ کہ درجہ حدیث کے طلبہ سے بھی نحو میر نے زبانی سنتے''[2]

مفتی صاحب کے ایک اور شاگرد مفتی محمد ہدایت پسروری صاحب آپ کا انداز تدریس تحریر فرماتے ہیں:

''آپ کے ہزاروں شاگرد اس بات کے گواہ ہیں کہ تدریسی اور تعلیمی معاملات میں بڑی محنت کرتے۔خود بھی ہر سبق کا مطالعہ کرتے اور طلبا کو بھی مطالعہ کی تاکید فرماتے۔پوری توجہ سے عبارت سنتے، صیغہ، ترکیب اور وجوہِ اعراب کے بارے میں طلبا سے پوچھتے اور ان کی اصلاح کرتے۔تکرار ومطالعہ کی بار بار تاکید فراتے اور طلباء کرام کو فرماتے کہ ہر فن کی ایک ایک کتاب یاد ہونی چاہیے۔اس سلسلے میں

---

۱ سیدی مفتی اعظم، ص:۲۰

۲ ایضاً، ص:۲۰۔۲۱

قانونچہ،نحومیر،کافیہ،تلخیص المفتاح، ہدایۃ الحکمۃ،سلم العلوم،کنزالدقائق اورسراجی وغیرہ کی تاکیدفرماتے تھے۔(ہدایۃ الحکمۃ کی شرح میبذی اورتلخیص المفتاح کی شرح مختصر المعانی اورمطول طلباء سے بیان کرواتے) آپ کا انداز تدریس آسان اورسادہ ہوتا تھا۔ ہر طالب علم کو اجازت ہوتی تھی کہ وہ جو چاہے سبق کے بارے میں سوال کرے اگر چاہے تو بار بار سوال کرسکتا ہے اور جب چاہے سمجھ سکتا ہے،البتہ جوساتھی سبق سناتے وقت کوتاہی کرتا یا نہ سنا سکتا تو اس کی مرمت ہوتی تھی،اس میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔[1]

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا انداز نہایت مشفقانہ تھا اور طلباء سے دوستانہ گفتگو فرماتے تھے۔مولانا پروفیسر عون محمد سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

''ہم استاذ محترم مفتی صاحب کے پاس ترمذی شریف اور طحاوی شریف کے اسباق پر پڑھتے تھے۔آپ کلاس میں انتہائی باوقار طریقے سے تشریف لاتے،نہایت سادگی کے ساتھ مسند نشین ہوتے اور سلیقہ وقرینہ کے ساتھ سبق پڑھاتے۔طالب علموں کے ساتھ دورانِ سبق اس طرح گفتگو فرماتے کہ گویا ان کے استاذ نہیں، بلکہ بہترین دوست ہیں۔کبھی کبھی جلال میں آتے تو پُرنور سفید چہرے پر سرخی کی آمیزش نظر آتی۔باصلاحیت طلبا کے وہ سچے قدردان تھے اور اُن کی حوصلہ افزائی میں قطعاً بخل سے کام نہ لیتے تھے۔وہ طلباء کو ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش رکھنے کے بجائے اُنھیں سوالات پر اُکساتے تھے اور اُن کے ساتھ مزے لے لے کر علمی بحث وتکرار میں زور ارحصہ لیتے تھے۔ میرے لیے یہ انوکھا تجربہ تھا کہ استاذ کے ساتھ اس طرح بھی (ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے)علمی بحث وتکرار کی جاتی ہے۔

ایک دفعہ میرے عظیم ساتھی مولانا ظہیر بٹ صاحب سے مثل صوری اور مثل معنوی کے عنوان پر بحث چھڑ گئی،استاذ صاحب کا موقف یہ تھا کہ مثل کی دوہی قسمیں ہیں،جب کہ مولانا ظہیر بٹ صاحب کا اصرار یہ تھا کہ مثل کی ایک تیسری قسم بھی ہوتی ہے جسے مثل شرعی کہتے ہیں۔استاذ صاحب بار بار جوش میں آکر طلباء کو بحث پر اُکسار ہے تھے کہ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ کوئی مثلِ شرعی بھی ہوتی ہے؟ مولانا ظہیر بٹ صاحب نے ''وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین''[2] آیت کو بطور دلیل پیش کیا کہ اس میں فدیہ روزے کے لیے نہ تو مثلِ صوری ہے اور نہ ہی مثل معنوی، بلکہ یہ مثل شرعی ہے۔استاذ صاحب نے کہا:نہیں!کسی کتاب کا حوالہ دو، میں نہیں مانتا بٹ صاحب نے کہا:''آپ مان لیں!ہم درست کہہ رہے ہیں۔'' یہ بات اصول الشاشی اور نورالانوار میں لکھی ہوئی ہے۔فرمایا:نہیں،کتاب دکھاؤ!کہاں لکھا ہے؟ بٹ صاحب نے کہا:میں کتاب لاؤں گا اور آپ کو دکھاؤں گا۔فرمایا:ہاں!کتاب دکھاؤں گے تو پھر مانیں گے۔''

یہ سب کیا تھا؟ دراصل مشق تھی طلبا کو علمی ابحاث کی طرف متوجہ کرنے کی۔[3]

درس حدیث میں اندازِ تدریس

علامہ سردار احمد رضا مشرف القادری،میلسی نے اپنے مقالہ میں حضرت مفتی صاحب کے درسِ حدیث کے اندازِ طرازِ استدلال اورخصوصیات کو قدرے تفصیل سے بیان فرمایا ہے،آپ تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] پسروری،محمد ہدایت اللہ،مفتی،مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی......شخصیت وکردار،مشمولہ:مجلہ النظامیہ،اگست ۲۰۱۸ء،ص ۸۲۔۸۳

[2] البقرۃ ۱:۱۸۴

[3] سعیدی،عون محمد،مولانا،پروفیسر،مفتی اعظم پاکستان...... یادیں ان کی باتیں ان کی،مشمولہ:مجلہ النظامیہ،اگست ۲۰۱۸ء،ص ۱۲۳۔۱۲۴

''شیخ المحدثین، سند المفسرین مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے دورہ حدیث شریف کی بات ہی نرالی تھی۔ یہ درس حدیث منفرد خصوصیات کا حامل ہوتا تھا جس میں صرف ونحو، منطق وفلسفہ، ادب ولغت، فقہ واصول فقہ، عقائد وکلام، معانی بیان بدیع، سیرت وتاریخ، ہیئت وہندسہ، میراث اور اسماء الرجال (تمام علوم وفنون) کے چشمے پھوٹتے تھے آپ کا درس حدیث فقط ترجمہ پر ہی موقوف نہیں ہوتا تھا بلکہ تصحیح عبارت کے ساتھ ساتھ مسالک آئمہ اور اور اختلاف آئمہ بیان فرماتے پھر جن جن صورتوں میں جن جن آئمہ کا اتفاق ہوتا وہ بھی بیان فرماتے اور دلائل احناف کی وجوہ ترجیح بیان فرماتے اور ساتھ ساتھ اُن روایات کی نشاندہی فرماتے جو آئمہ اربعہ کا مستدل ٹھہرتی ہیں اور دلائل احناف سے دیگر ائمہ کرام کے دلائل کو رد کرنے کا انداز اور طریقۂ تردید بیان فرماتے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ حدیث شریف کی کسی بھی کتاب کو بڑی خوش اُسلوبی، خوداعتمادی اور پورے ذوق وشوق سے پڑھاتے لیکن حضور مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے دورۂ حدیث شریف پڑھنے والے طلبا بخوبی جانتے ہیں کہ جامع ترمذی پڑھانے میں کچھ زیادہ ہی دلچسپی رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ فنی کتاب ہے امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمۃ نے اس میں ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے اور دیگر کتب حدیث سے تکرار کم ہے۔ مذاہب آئمہ اور وجوہ استدلال کے ذکر اور انواع حدیث اور احوال رواۃ کے بیان کے اعتبار سے اور حدیث کی اقسام کے بیان کے اعتبار سے یہ کتاب سب سے منفرد اور اہم ہے اور امام ترمذی نے اپنی جامع کی ترتیب میں جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ نہایت ہی عمدہ اور مفید ہے جس کی وجہ سے یہ کتاب تمام کتب صحاح میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ اس میں صرف انہی احادیث مبارکہ کو درج کیا جائے جو کسی نہ کسی امام کا مذہب ہوں لیکن دو حدیثیں ایسی ہیں جن کے بارے میں امام ترمذی نے خود تصریح فرمادی ہے کہ یہ کسی امام کا مذہب نہیں ہیں۔ جب ایک حدیث ایک سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہو تو امام ترمذی باقی صحابہ کرام کی طرف وفی الباب عن فلان وعن فلان کہہ کر اشارہ فرمادیتے ہیں جہاں کسی راوی کی کنیت کو ذکر کیا ہو تو امام ترمذی نام اور جہاں نام ہو تو کنیت بیان فرمادیتے ہیں غرضیکہ یہ کتاب بہت سی فنی خوبیوں کی حامل ہے وغیرہ ذلک......

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اور معنی تحویل کی دو صورتیں بیان فرماتے ا: اجتماع الافتراق یعنی متفرق سندوں کو جمع کرنا ۲۔ افتراق الاجتماع یعنی مجموع سندوں کو متفرق کرنا اور پھر فرماتے اس مقام پر اجتماع الافتراق ہے، اس مقام پر افتراق الاجتماع ہے۔ جہاں روایات میں تعارض واقع ہوتا تو تطبیق دے کر تعارض رفع فرماتے۔

عقائد سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کے دلائل کا اثبات اور مذاہب باطلہ نجدیہ، وہابیہ، دیابنہ کا رد اور صلح کلی جدید ماڈرن مولویوں کی تردید خوب ڈٹ کر فرماتے اور ان سے اجتناب کی تلقین فرماتے بلکہ ہاتھ بلند کروا کر عہد لیتے اور اس بات کا عزم مصمم کرواتے کہ پڑھنے کے بعد صرف مسجد کی امامت یا ٹیوشن تک ہی محدود نہیں رہنا بلکہ درس وتدریس، وعظ وتقریر، تصنیف وتالیف اور بدمذہبوں سے مکالموں اور مناظروں میں مشغول رہنا ہے اور سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے مسلک پر قائم ودائم رہنا ہے اور مسلک اہل سنت کے تحفظ ودفاع کے لئے ہر وقت تیار رہنا ہے اور اسلام وسنیت یعنی مسلک حق اہل سنت وجماعت بریلوی کے لئے بڑی سے بڑی قربانیوں سے بھی دریغ نہیں کرتا ہے یہی اکابر اہل سنت کی تعلیم اور مشن ہے بلکہ آخری دنوں میں تو درس

حدیث کے درمیان اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا نعتیہ کلام سنتے اور محظوظ ہوتے۔فرماتے! یہ فلاں آیت، فلاں حدیث کا منظوم ترجمہ ہے۔اپنی درد بھری آواز سے طلبا کی ذہن سازی فرما کر ان کے قلوب کو ایک عظیم فکر سے معمور فرماتے، انہی وجوہات کی بناء پر ملک و بیرون ملک اور دور دراز علاقوں سے طلبا کھنچے آتے تھے۔احادیث سے ایسے عجیب وغریب استدلال کر کے عقائد اہل سنت و جماعت کا اثبات فرماتے کہ عقلیں دنگ رہ جاتیں۔[1]

تدریسی مہارت

جگر گوشۂ شرف ملت حضرت مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سیدی ازہری تحریر فرماتے ہیں:

''مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ خود ایک منجھے ہوئے مدرس تھے۔والد گرامی حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مجھے بتایا تھا کہ اُنھوں نے نحو کی مشہور کتاب ''کافیہ'' حضرت مفتی صاحب سے پڑھی تھی اور آپ نے نحو کی یہ ادق کتاب نہایت عمدہ طریقے سے پڑھائی اور والد گرامی نے بھی انتہائی لگن سے پڑھی۔استاذ گرامی (مفتی صاحب) کی تدریسی مہارت اور شاگرد رشید (شرفِ ملت) کی لگن کا ثمرہ یہ تھا کہ شرح جامی پڑھنے والے طلبا حضرت والد گرامی سے شرح جامی کے بعض مشکل مقامات سمجھتے جو کہ خود ابھی کافیہ پڑھ رہے تھے۔طالب علم ذوق وشوق والا ہوتو اساتذہ کرام بھی علم کا نور عطا کرتے ہوئے معمول سے زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں۔''[2]

قوت حافظہ اور درسی کتب پر گرفت

حضرت مفتی صاحب الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے کمال کی قوتِ حافظہ عطا فرمائی تھی آپ کو درسی کتب کے متون یاد تھے اور اسباق زبانی پڑھا دیتے تھے۔مولانا فاروق شریف قادری رضوی اپنے عربی مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

و کنت أدرس لدیه أنا و زملائی "هدایة الحکمة" لأثیر الدین الأبهری و کان یدرس کأنّه حافظ و فی یوم من الأیام قال لنا بعد الفراغ من الدراسة: "انظروا فی الکتاب هل هو کما بینت؟"

فنظرنا فیه ورأی هو بنفسه أیضا وجعل یقول: "کأن المصنف یکتب ما أُبین" فعجب کلٌّ من شهد واعترف بسعة علمه و دقّة فنّه۔[3]

''میں اور میرے ہم جماعت مفتی صاحب کے پاس اثیر الدین ابہری کی ھدایت الحکمت پڑھتے تھے۔آپ یوں سبق پڑھاتے تھے گویا کہ حافظ ہیں ایک دن سبق سے فراغت کے بعد فرمانے لگے: ''کتاب میں دیکھو کیا ویسا ہی لکھا ہے جیسا میں نے بیان کیا''؟ ہم نے اور خود مفتی صاحب نے کتاب دیکھی پھر فرمانے لگے: ''لگتا ہے مصنف وہی لکھتا ہے جو میں بیان کرتا ہوں۔'' تمام حاضر طلبہ بہت حیران ہوئے اور مفتی صاحب کے وسعت علم اور فنی مہارت کا اعتراف کیا۔''

---

[1] مشرف القادری، سردار احمد رضا، مفتی اعظم کا انداز تدریس اور طرز استدلال، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص:۱۲۶ تا ۱۲۸

[2] الازہری، ممتاز احمد سدیدی، ڈاکٹر، مفتی اعظم پاکستان ......ایک سراپا اخلاص اور بلند ہمت معلم و مربی، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص:۱۰۶۔۱۰۷

[3] الرضوی، محمد فاروق شریف، مولانا، الشیخ المفتی محمد عبد القیوم البارع فی الفنون والعلوم، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص:۱۶۶

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو احادیث کا ایک وافر حصہ یاد تھا اور آپ کے پیش نظر ایک ایک حدیث کے وہ تمام مقامات اور کتب ہوتی تھیں جہاں وہ حدیث موجود ہے علامہ سردار احمد رضا مشرف القادری، میلسی تحریر فرماتے ہیں:

''حضور قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے کمال کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ ترمذی شریف کے درس کے درمیان فرماتے کہ یہ حدث بخاری میں فلاں مقام پر ہے۔ یہ حدیث مسلم شریف میں فلاں مقام پر ہے اور یہ حدیث ابوداؤد میں فلاں مقام پر ہے۔ نسائی وابن ماجہ شریف وغیرہ میں فلاں مقام پر ہے اور بعض جگہ فرماتے یہ امام ترمذی کا تحمل حدیث کا انوکھا انداز ہے، یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے یہ متن کے اعتبار سے ضعیف ہے، یہ مدلّس ہے۔ آپ کسی روایت کو محض زبانی کلامی ضعیف یا مدلس قرار نہیں دیتے تھے بلکہ وجہ تضعیف اور وجہ تدلیس بھی بیان فرمادیتے تھے (اس عمل کے لئے فنِ اسماء الرجال پر ملکہ اور احوال رواۃ کا حفظ لازمی امر ہے)۔[1]

تدریس سے والہانہ شغف اور تدریس کو تمام اُمور پر ترجیح دینا

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ہر کام بروقت کرنے کے عادی تھے اور احساس ذمہ داری آپ پر ہر وقت مسلط رہتا تھا، خاص طور پر آپ تدریس کو ہر کام پر فوقیت دیتے تھے یوں کہہ لیجئے کہ آپ کو تدریس والہانہ عشق تھا۔ اس حوالے سے چند مثالیں پیش کی جاتیں ہیں:

۱۔ سفر سے سیدھے جامعہ آنا

حضرت مفتی صاحب کو اکثر علمی وتبلیغی امور کے لیے بیرون شہر جانا پڑتا تھا آپ تمام اسباق سے فراغت کے بعد جاتے اور اگلے دن ہر حال میں واپس لاہور پہنچے اور گھر میں جانے کے بجائے سیدھے جامعہ تشریف لاتے اور آغاز درس فرمادیتے۔ قاضی عبدالدائم دائم تحریرفرماتے ہیں:

''جناب مفتی صاحب کا مشہور مقولہ ہے:'' کام، کام، کام......مرنے کے بعد آرام'' اور اپنے اس مقولے پر خود مفتی صاحب جس طرح عمل پیرا رہے اُس کو ہر وہ شخص بخوبی جانتا ہے جسے اُن کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی ہو۔ عزیزم قاضی عابدالدائم بتاتا ہے کہ بعض دفعہ مفتی صاحب رات بھر سفر کر کے صبح لاہور پہنچتے تھے تو گھر جانے کے بجائے سیدھے مدرسے (جامعہ نظامیہ) چلے آتے تھے اور آتے ہی پڑھانا شروع کردیتے تھے پھر حسب معمول سارادن علمی مصروفیات میں گزار کر رات گئے تشریف لے جاتے تھے۔

طویل سفر سے ہر آدمی تھک تو جاتا ہی ہے، مگر شب بھر کے سفر کی تھکاوٹ کے باوجود مفتی صاحب مسندِ تدریس پر محض اس لیے آبیٹھتے تھے کہ طلبا کا وقت ضائع نہ ہو اور ان کی پڑھائی میں حرج واقع نہ ہو۔ شاید ہی کوئی استاذ ہو جو طلبا پر اس قدر شفیق ومہربان ہو!!''[2]

۲۔ دورانِ تدریس ملاقات نہ فرمانا

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے اگر دورانِ تدریس احباب ملاقات کے لیے حاضر ہوتے تو آپ ہمیشہ تکمیل سبق کے بعد

---

۱ مشرف القادری، سردار احمد رضا، مفتی اعظم کا انداز تدریس اور طرز استدلال، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص: ۱۲۷

۲ عبدالدائم دائم، قاضی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی چند یادیں اور کچھ باتیں، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص: ۹۵

ملاقات فرماتے تھے۔علامہ محمد حسن علی رضوی بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

''نظامیہ کی ابتداء واوائل سے بار بار حاضری کا موقع ملا،حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کوتدریس اور تعلیم وتعلم میں مصروف پایا۔ ملاقات کے لیے احباب آتے تو جب تک اسباق مکمل نہ ہوتے مطلعاً التفات نہ فرماتے تھے گویا تدریس ان کی روح کی غذا تھی جس کسی سے ملاقات ہوتی تو کوئی نہ کوئی دینی تعلیمی یا مسلکی کام ذمے لگاتے،احساس دلواتے۔''[1]

۳۔ اوقاتِ تدریس میں سرکاری میٹنگز پر نہ جانا

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اسباق کے اوقات میں کہیں بھی تشریف نہ لے جاتے تھے حتی کہ سرکاری میٹنگز کے شیڈول بھی حضرت مفتی صاحب کی تدریسی مصروفیات کو سامنے رکھ کر بنائے جاتے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا ممتاز احمد سدیدی ازہری تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کومسند تدریس اتنی عزیز تھی کہ آپ کو دنیاوی عہدوں اور سرکاری لوگوں کی بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔محترم جناب ڈاکٹر سید طاہر رضا بخاری صاحب نے ایک موقع پر بتایا تھا کہ حکومتی عہد یداران سرکاری میٹنگز کے شیڈول حضرت مفتی صاحب کی تدریسی مصروفیات کوسامنے رکھ کر بنایا کرتے تھے،انہیں علم ہوتا تھا کہ حضرت مفتی صاحب کس وقت درسِ حدیث دیتے ہیں،لہٰذا اس وقت کوئی میٹنگ نہیں رکھی جاتی تھی،دنیا اور اہل دنیا سے بے نیازی اور تدریس سے محبت کی ایسی مثالیں بہت نادر ہوں گی۔''[2]

۴۔ محافل میں نہ جانا

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ تدریس کو چھوڑ کر محافل حتی کہ دوسرے مما لک سے دعوت کے باوجود تشریف نہ لے جاتے تھے۔ اس بارے میں علامہ مولانا محمد حسن علی رضوی،میلسی تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے شیخ معظم شیخ الحدیث محدث اعظم قدس سرّہٗ کے طریقے پر تدریس فرمائی اور بلاشک وشبہ اُنھیں درس وتدریس سے عشق تھا۔ مال ودولت اور دنیا کے پیچھے نہیں بھاگے۔فقیر نے چند بار میلسی میں عرس مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے جلسہ کی دعوت دی،ہر بار فرمایا:''میرے بھائی! آپ ناراض نہ ہوں آپ مجھے جس کام (تقریر و خطاب ووعظ) کے لیے بلا رہے ہیں میں اُس کا اہل نہیں ہوں۔ میں مدرسے کی چار دیواری میں پابندی سے بیٹھ کر خدمت کرسکتا ہوں،میرے وہاں (میلسی) حاضر ہونے سے مدرسے کا نقصان ہوگا اور آپ کا بھی کچھ فائدہ نہ ہوگا،آپ کے اخلاق وکرم سے امید ہے کہ اس سلسلے میں مجھے نا اہل سمجھ کر معاف فرمادیں گے اور میری معذرت قبول فرمالیں گے۔''[3]

---

۱ رضوی،محمد حسن علی،علامہ،خلوص وایثار،جہد پیہم اور محنت کے پیکر استاذ الاساتذہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی،مشمولہ:مجلہ النظامیہ،اگست ۲۰۱۸ء،ص:۵۲

۲ الازہری،ممتاز احمد سدیدی،ڈاکٹر،مفتی اعظم پاکستان ......ایک سراپا اخلاص اور بلند ہمت معلم ومربی،مشمولہ:مجلہ النظامیہ،اگست ۲۰۱۸ء،ص:۱۰۶۔۱۰۷

۳ رضوی،محمد حسن علی،مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی...... چند یادگار لمحات،مشمولہ:مجلہ النظامیہ،اگست ۲۰۱۸ء،ص:۵۷

علماء وطلباء کی تربیت ورہنمائی

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ طلبا پر باپ سے بڑھ کر شفیق تھے۔طلبا کو اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے تھے۔طلبا کی ہر لحاظ سے ذہن سازی فرماتے ۔تقوی، اخلاص، توکل علی اللہ، استقامت اور علم پر عمل کی تلقین فرماتے اور علماء کو وعظ وتقریر کے ساتھ ساتھ تدریس و تصنیف، اشاعت کتب اور مدارس کے قیام کے لیے تیار فرماتے تھے۔اس ضمن میں حضرت مفتی صاحب کے طلبا اور علما سے تعلق اور تربیت و ہدایات کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

ا۔ طلبا سے محبت وشفقت

مولانا رسول بخش قادری تحریر فرماتے ہیں:

''جب میں تجوید پڑھنے کے لیے جامعہ میں داخل ہوا تو ایک دن نماز مغرب کے بعد جامعہ نظامیہ کی مسجد کی طرف سیڑھیوں پر دست بوسی کا شرف ملا۔قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ اتنی شفقت سے پیش آئے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پردیس کا تصور مٹ گیا۔ اور دل نے کہا: ''باپ سے بڑھ کر شفیق ونگہبان کے زیر سایہ ہوں'' پھر آنکھوں نے دیکھا کہ اپنے خون سے شجر اسلام کی آبیاری کرنے والا یہ عظیم انسان ہر طالب علم کے ساتھ اسی شفقت سے پیش آ رہا ہے۔

مفتی صاحب طلبہ کو اتنا خیال رکھتے کہ شاید ماں باپ بھی اولاد کا اس قدر خیال نہ کرتے ہوں۔اگر طلبہ کوئی شکایت کرتے تو خود نوٹس لیتے اور حسب مراتب سب سے باز پُرس فرماتے حقیقت تو یہ ہے کہ ''آپ جیسا شفیق دیکھا نہ آپ جیسا سخت'' [1]

پروفیسر مفتی منیب الرحمن تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے تلامذہ کے روحانی باپ، مربّی اور محسن تھے اکثر پیار سے اپنے شاگرد کو ''بھائی جان'' کہہ کر مخاطب کرتے۔'' [2]

شیخ الحدیث مفتی گل احمد خان عتیقی تحریر فرماتے ہیں:

''ایک موقع پر کسی شخص نے جامعہ میں ایک بکرا پیش کیا، کچھ طلبا اُسے اوپر لے گئے اور ذبح کر کے خود ہی گوشت پکا کر کھا لیا۔جب آپ کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو آپ نے ان طلبا کو بلا کر فرمایا: ''یہاں جو کچھ بھی آتا ہے وہ تمہارے لیے ہی آتا ہے، تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں تھی، آئندہ اگر آپ خود گوشت پکا کر کھانا چاہیں تو دفتر سے گوشت لے لیا کریں۔'' اگر کسی دوسرے مدرسے میں ایسا واقعہ پیش آتا تو ڈانٹ ڈپٹ کے بعد مدرسہ سے نکال دیا جاتا۔'' [3]

---

۱ قادری، رسول بخش، مولانا، مفتی اعظم پاکستان...... چند مشاہدات، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۱۹۱

۲ ہزاروی،، مفتی منیب الرحمن، منبع علم وعرفان، معمارِ انسانیت، جامع کمالات شخصیت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء ص:۳۲

۳ عتیقی، گل احمد خان، مفتی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی......ایک نابغۂ روزگار شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، جولائی۔اگست، ۲۰۱۹ء ص:۴۲

۲۔ کلاس میں حاضری کی تلقین

تحصیل علم کے لیے تو کلاس میں حاضری از بس ضروری ہے لیکن حاضری سے حصول علم کے ساتھ ساتھ استاذ کے تجربات کا حصول بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات نگاہ فیض سے نالائق طلبا بھی کامیابی سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔

مولانا فیاض احمد کریمی تحریر فرماتے ہیں:

''آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بھی طالب علم، لائق یا نالائق اسباق سے غیر حاضر نہ رہے، کہ دوران سبق کوئی نہ کوئی مقبول گھڑی ہوتی ہے جس میں نااہل بھی کامیابی سے سرفراز ہو جاتا ہے۔'' [۱]

۳۔ علم پر عمل کی سختی سے تلقین

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ علم پر عمل کی سختی سے تلقین فرماتے تھے اور اس معاملے میں مارنے سے بھی گریز نہ فرماتے تھے اور کسی کی کوئی رعایت نہ فرماتے تھے۔ مولانا رسول بخش قادری لکھتے ہیں:

''راقم الحروف اور مفتی علیہ الرحمۃ کا ایک بیٹا تجوید میں ہم سبق تھے۔ ایک دن مفتی صاحب نے اپنے صاحبزادے کو نماز ظہر میں شریک نہ دیکھا تو بانس کا موٹا ڈنڈا لے کر اُس کے کمرے میں تشریف لے گئے سخت سزا دی، پھر اپنے کمرے میں ساتھ لے گئے اور اپنے سامنے نماز پڑھنے کا حکم فرمایا۔'' [۲]

۴۔ طلبا کی حوصلہ افزائی

حوصلہ افزائی ایک ایسا امر ہے جو زندگی کے سفر میں آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے لیکن حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی کا ناسور ہمارے ہاں عام ہیں۔ اچھا اور بہترین مربی وہی ہوتا ہے جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ بہت کم افراد ایسے ہوتے ہیں جو معمولی سے کام پر بھی حوصلہ افزائی کر کے مزید محنت اور لگن کا جذبہ پیدا کر دیتے ہیں، مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اُن افراد میں سے ایک تھے۔ مولانا فیاض احمد کریمی لکھتے ہیں:

''چھٹے سال کی بات ہے کہ اسمبلی میں ''منافقت'' کے موضوع پر مجھے تقریر کرنے کا موقع ملا، اس دوران استاذِ گرامی تشریف فرما تھے، بعدہٗ برکت بھرا دستِ شفقت پھیرتے ہوئے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور نام پوچھا۔ آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی کا نام بہت کم یاد رکھتے تھے، میرا نام ایسا یاد ہوا کہ تادم زیست نام سے پکارتے رہے۔'' [۳]

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا اندازِ تربیت ایسا حکیمانہ تھا کہ آپ ایک جانب اپنے تلامذہ کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، ان کو بلند ہمتی کا درس دیتے تھے جن طبقات سے انہیں علمی و اعتقادی میدان میں مقابلہ درپیش تھا، ان کی افرادی قوت، اداروں کی ظاہری و

---

۱ کریمی، فیاض احمد، مولانا، مفتی اعظم پاکستان کی چند نصیحتیں، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء ص: ۱۸۵

۲ قادری، رسول بخش، مولانا، مفتی اعظم پاکستان...... چند مشاہدات، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۹۱۔ ۱۹۲

۳ کریمی، فیاض احمد، مولانا، مفتی اعظم پاکستان کی چند نصیحتیں، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص ۱۸۴

جاہت، اسباب ظاہری کی فراوانی اوراہل اقتدار سے قربت کے مادّی مظاہرکواپنے تلامذہ کی ہمت اورعزیمت واستقلال کوقائم رکھنے کے لیے بے توقیر و بے مایہ قرار دیتے تھے......لیکن اس کے ساتھ وہ انہیں ان کی علمی نارسائی، عملی کوتاہی اور بشری کمزوریوں کا بھی احساس دلاتے رہتے تھے تاکہ وہ فریب نفس اورعجب نفس کے مہلک مرض میں مبتلا نہ ہوجائیں۔مخالفین کولاشئے سمجھ کرتساہل وتغافل کا شکار نہ ہوں اور جہد مسلسل کوترک نہ کریں۔[1]

پروفیسر مولانا محمدعون سعیدی تحریرفرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں مولانا محمداکبر کے ساتھ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہواتوحسب معمول آنے کی وجہ اورواپسی کا وقت پوچھا میں نے عرض کیا: حضرت! بس جلد ہی واپس چلا جاؤں گا اورساتھ ہی بہاول پور میں اپنے ادارے دارالعلوم حسینیہ کی کارگزاری پیش کی۔سن کر بہت خوش ہوئے۔شاباش دی اورفرمایا:''مولانا! رحیم یارخان، بہاولپوراور بہاول نگرتینوں اضلاع خالی پڑے ہیں۔وہاں درس نظامی کا کوئی کام نہیں ہورہا۔وہاں کے علماکوتو درس نظامی کے کام سے کوئی شغف ہی نہیں ہے آپ سے ہمیں بڑی امیدیں وابستہ ہیں، اللہ کرے گا تو آپ بہت ترقی کریں گے۔''[2]

۵۔ محنت کا خوگر بنانا

یہ اور بات کہ اس پر کوئی چلے نہ چلے
لکیر چھوڑنے والا لکیر چھوڑ گیا

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقولہ مشہور تھا:''کام کام کام......مرنے کے بعد آرام''مفتی صاحب علیہ الرحمۃ خود بھی اس پر سختی سے عمل پیرا تھا اور اپنے تلامذہ کوبھی سستی اور کاہلی سے دور رکھتے تھے اورفرماتے تھے:''فعّال بنو،قوال نہ بنو''۔حضرت مولانا غلام نصیرالدین چشتی تحریرفرماتے ہیں:

''حضرت قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نہ خودغفلت کواپنے قریب پھٹکنے دیتے اورنہ اپنے''سنگیوں اورشاگردوں''کوغفلت برتتے ہوئے دیکھنا پسندفرماتے۔ان کی ایک ہی بات ہوتی کہ مولانا! بیٹا جی!

کارکن کار بگزر از گفتار
کاندریں راہِ کار باید کار[3]

مولانا سرداراحمدحسن سعیدی تحریرفرماتے ہیں:

''مفتی اعظم پاکستان خودتو بھرپورمحنت کے عادی تھے،لیکن آپ کی یہ خوبی تھی کہ آپ اپنے ہرشاگردکوبھی محنت کی ترغیب دیتے،

---

۱ ہزاری، منیب الرحمن، مفتی، منبع علم وعرفان، معمارِانسانیت، جامع کمالات شخصیت مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمدعبدالقیوم ہزاروی، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص ۳۳۔۳۴

۲ سعیدی، عون محمد، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان...... یادیں ان کی باتیں ان کی، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۱۲۷

۳ چشتی، غلام نصیرالدین، مولانا، مفتی صاحب کاوصال اورہماراحال، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص:۹۵

آپ شاگردوں کو اکثر فرماتے کہ ایک جگہ بیٹھ جاؤ، خوب محنت سے کام کرو، پھر دیکھو کامیابی وترقی کی راہیں کیسے ہموار ہوتی ہیں۔[1]

مزید فرماتے ہیں:

''محنتی تو دنیا میں بہت سے افراد ہوتے ہیں لیکن کمال تو یہ ہے کہ کسی شخص سے جڑا ہوا ہر فرد محنت کا خوگر ہو، مفتی صاحب کا کمال یہ تھا کہ ان سے وابستہ کوئی شخص نکما، نا اہل اور محنت سے بھاگنے والا نہیں تھا، بلکہ ان میں سے ہر ایک محنت میں اپنی مثال آپ تھا۔ شرف ملت محسن اہل سنت حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ، صوفی باصفا شفقت کا پیکر مفتی عبداللطیف نقشبندی رحمہ اللہ، انتہائی منفرد شخصیت کے مالک اور کمال کے مدرس علامہ محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ، انتظامی امور کو نئی جہتوں سے متعارف کروانے والے اور انتہائی ماہر استاذ علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی، بیسوں کتابوں کے مصنف اور بہت ہی عمدہ لکھاری علامہ محمد صدیق ہزاروی، بہت سی خوبیوں کے مالک مصنف مدرس علامہ محمد منشا تابش قصوری، بہت نفیس طبیعت رکھنے والے دانشور، علوم قدیمہ وجدیدہ سے آشنا ڈاکٹر محمد فضل حنان سعیدی، بہت ہی شاندار مدرس اور ذوق سلیم کے مالک برق احمد رضا اور تحفظ ناموس رسالت کی خاطر بڑی سے بڑی قوت سے ٹکرا جانے کا حوصلہ رکھنے والے علامہ خادم حسین رضوی، حیرت انگیز محقق علامہ نذیر احمد سعیدی اور اپنی تمام زندگی دینی طلبہ کو کھانا کھلانے میں صرف کر دینے والے علامہ غلام فرید ہزاروی، ان تمام حضرت نے مفتی صاحب کی سربراہی میں جو بے مثال کام کیا اس کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔[2]

۶۔ قیام مدارس کی تلقین

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے نہ صرف خود مدارس دینیہ قائم فرمائے بلکہ قیام مدارس کے لیے کوششیں بھی فرماتے رہے اور اپنے تلامذہ کو بھی ہمیشہ دینی مدارس کے قیام کی تلقین فرماتے تھے۔ اور جب کسی مدرسہ کے قیام کی خبر پاتے تو بہت مسرور ہوتے۔

حضرت مولانا مفتی محمد ہدایت پسروری لکھتے ہیں:

''۱۹۷۵ء کی بات ہے استاذ گرامی حضرت قبلہ مفتی اعظم صاحب ملتان تشریف لائے ہوئے تھے۔ ہم دونوں (مفتی ہدایت اللہ صاحب اور مفتی عبدالقیوم صاحب ہزاروی) جامعہ رضویہ مظہر العلوم سے حضرت قبلہ شیخ الحدیث مولانا محمد شریف صاحب سے مل کر جامعہ رضویہ انوار الابرار میں حضرت قبلہ علامہ سید محمد عبداللہ شاہ صاحب رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت نے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ ملتان شریف میں درسِ نظامی کا کام مضبوط ہونا چاہیے۔ ممتاز آباد میں ادارہ بناؤ اور خوب محنت کرو۔'' میں نے عرض کیا: مدارس چلانے کے لیے مقتضات کو پورا کرنا میرے بس کی بات نہیں! لوگوں سے اس نوعیت کا رابطہ نہیں! میں ادارہ کیسے چلاؤں گا؟ تو مسکرا کر فرمایا: ''آپ تو ماشاء اللہ خطیب بھی ہیں، سیاسی لوگوں سے تعلق بھی ہے، عوامی محاذ پر بھی متعارف ہیں، مجھے دیکھو نہ خطیب ہوں اور نہ سیاست دان اور نہ ہی عوامی رابطہ ہے پھر بھی سرکار دو عالم ﷺ کا صدقہ جامعہ نظامیہ رضویہ ہمہ جہتی ترقی کر رہا ہے۔''[3]

---

[1] سعیدی، سردار احمد حسن، مفتی اعظم پاکستان اور جہد مسلسل، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء ص: ۱۵۰

[2] ایضاً ص: ۱۴۸۔۱۴۹

[3] پسروری، محمد ہدایت اللہ، مفتی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی......شخصیت وکردار، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء ص: ۸۳

حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی تحریر فرماتے ہیں:

''جامعہ سے فارغ ہونے والے علما کو یہی درس دیتے کہ مدرسہ قائم کرو اپنے علاقے میں کسی ٹیلہ پر بیٹھ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں بھی وسائل مہیا فرمائے گا۔ الحمد للہ......! اکثر فضلا آپ کی ہدایت پر عمل کرتے اور جب وہ اچھی کارکردگی کے ساتھ حاضر ہوتے تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ان کی حوصلہ افزائی نہایت مبالغہ کے ساتھ فرماتے جس سے ان کا حوصلہ بڑھ جاتا اور جو آپ کا شاگرد اس مشن سے انحراف کرتا محض تقریروں اور جلسوں کی نذر ہو جاتا تو اُسے آپ کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی کیونکہ دینی خدمات میں کوتاہی کے سلسلے میں آپ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے چاہے وہ کتنی بڑی شخصیت ہی کیوں نہ ہو۔ جو ''علما'' طلبا کی تعلیم سے بے فکر ہو کر سیر و تفریح یا عمرے وغیرہ کے لیے یا بیرون ملک حصول چندہ کے لئے جاتے تو آپ بہت ناراض ہوتے اور فرماتے کہ یہ بچے جو تمہارے پاس امانت ہیں ان کا کون ذمہ دار ہے......؟[1]

حضرت مولانا حافظ عطاء الرحمن رضوی تحریر فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ حاضر ہوا تو بہت مسرور پایا۔ میں اس خوشی کو دیکھ کر حیران تھا کہ آپ نے خود ہی وجہ بیان کر دی۔ فرمانے لگے ''ایک وقت وہ تھا کہ میرے استاذِ محترم آقائے نعمت حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سرار احمد صاحب نے مجھے صوبہ سرحد کے سنی مدارس کا پتہ لگانے کے لیے بھیجا تھا اُس وقت دو (۲) سنی مدارس کا پتہ چلا اور آج مجھے سرحد سے صرف ایک ضلع سے بیس مدارس کی فہرست موصول ہوئی ہے جن کا الحاق تنظیم المدارس سے کرنا ہے۔''[2]

۷۔ استقامت کی تلقین

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ہمیشہ اپنے تلامذہ اور علما کو راہ دین میں پیش آمدہ تکالیف، مشکلات اور ایذاء رسانی پر صبر و استقامت کی تلقین فرماتے تھے۔ حضرت مولانا غلام نصیر الدین چشتی تحریر فرماتے ہیں:

''(حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) اپنے طلبا کو استقامت اختیار کرنے اور دین کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات کو خندہ پیشانی سے جھیلنے اور سہنے کی تلقین کرتے اور فرماتے: ''آپ ورثۃ الانبیاء (علیہم السلام) ہیں حضور پاک ﷺ کے وارث ہیں......مولوی کو اپنے آقا ﷺ کی زندگی اور آپ کی سیرت سامنے رکھتے ہوئے ابتدا میں کم از کم تیرہ سالہ حضور پاک ﷺ کی مکی زندگی کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے گویا کہ یہ مشکلات اور ابتلا و آزمائش علما کو نبی پاک ﷺ کی وراثت اور سنت سمجھ کر برداشت کرنی چاہئیں۔ علما اور مدرسین کے لئے فتوحات اور سہولیات تئیس (۲۳) سال مکمل ہونے پر آخر میں نصیب ہوتی ہیں اس لئے علما کو ابتدائی تیرہ سال سخت سے سخت مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہونا چاہیے ورنہ شروع میں اگر مدرس، عالم، خطیب اور دین کے خادم صاحب آرام، سہولیات اور فتوحات کی آس لگا بیٹھیں گے تو پھر دین کا کام کرنا نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا اور آس پوری نہ ہونے پر وہ آغازِ شباب میں ہی سن

[1] سیدی مفتی اعظم، ص: ۵۰

[2] رضوی، محمد عطاء الرحمن، یادوں کے چند نقوش، مشمولہ، مجلہ النظامیہ، ستمبر۔ اکتوبر ۲۰۰۳ء ص: ۱۹۳۔ ۱۹۴

ایاس کو پہنچ جائیں گے۔''[۱]

علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''جب کسی علاقہ میں دینی ادارے کے قیام یا اس کو برقرار رکھنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو آپ اپنے تلامذہ یا دیگر متعلقین علما کو یوں حوصلہ دیتے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے تیرہ سالہ مکی زندگی میں تبلیغ اسلام کے لئے کس قدر مصائب برداشت کیے آپ کو بھی کم از کم اتنی مدت تو تکالیف برداشت کرنا چاہیے اس سے اس ساتھی کا حوصلہ بڑھ جاتا اور وہ دین کی راہ میں آنے والی مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے منزل کی طرف سفر جاری رکھتا۔'' [۲]

۸۔ اخلاص اور توکل کی تلقین

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی زندگی اخلاص وللّٰہیت اور توکل واستغنا کا بہترین نمونہ تھی آپ اپنے شاگردوں کو بھی اخلاص اور توکل علی اللہ کی تلقین فرماتے تھے۔ مولانا پروفیسر عون محمد سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

''آپ سبق کے دوران کبھی کبھی اپنے ذاتی اور مدرسہ کے تاریخی حالات سے بھی مطلع فرماتے تھے۔ بار بار توکل علی اللہ کی تلقین فرماتے۔ خود اُن کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر متزلزل ایمان تھا وہ اسباب سے زیادہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے تھے اور سب طلبہ کو یہی سبق دیتے تھے۔'' [۳]

مزید لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ جب میں لاہور گیا تو استاذ محترم کی خدمت میں حسب معمول حاضری ہوئی آپ نے آمد کی وجہ پوچھی، میں نے عرض کی تو فرمایا کہ ''مولانا! جلدی واپس جائیں اور طلبہ کی تعلیم کی طرف توجہ دیں، نیز اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے بیٹھ جائیں۔'' پھر اپنی ذاتِ پاک کی طرف منسوب کر کے ایک عاجزانہ مثال دی فرمایا: ''دیکھیں! اگر میں آپ کا نوکر ہو جاؤں اور آپ میرے روٹی، کپڑا، مکان ہر چیز کے ذمہ دار بن جائیں تو میں بڑی تسلی کے ساتھ ہر طرف سے بے پروا ہو کر آپ کی نوکری کرتا رہوں گا۔ بالکل اسی طرح اگر آپ اللہ تعالیٰ کے دین کے نوکر ہو کر بیٹھ جائیں گے تو پھر تسلی رکھیں وہ آپ کی ہر شے کا خود ذمہ دار ہوگا۔ آپ کو کبھی کسی شے کی تکلیف نہ ہوگی۔ اپنے طلبہ کے لیے ایسے مخلص ہو جائیں کہ صبح شام ان کے ساتھ رہیں اور ایک لمحہ کے لیے بھی اُن سے غافل نہ ہوں جیسے مرغی ہر وقت انڈوں پر بیٹھتی ہے تو انڈوں سے بچے نکلتے ہیں اسی طرح اگر آپ ہر وقت طلبہ کے ساتھ رہیں گے تو علما اور فضلا تیار ہوں گے۔''[۴]

مولانا فیاض احمد کریمی لکھتے ہیں:

---

۱ چشتی، غلام نصیر الدین، مولانا، مفتی صاحب کا وصال اور ہمارا حال، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۹۶

۲ سیدی مفتی اعظم، ص: ۲۸

۳ سعیدی، عون محمد، پروفیسر، مولانا، مفتی اعظم پاکستان...... یادیں ان کی، باتیں ان کی مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۲۵

۴ ایضاً، ص: ۱۲۶

’’مفتی صاحب نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی ’’وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ‘‘ [۱] اورفرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ نے کسی کا رزق یوں اپنے ذمے نہیں لیا جیسے خادم دین متین کا رزق اپنے ذمے لیا، خادم دین متین تبلیغ دین کرے، کسی سے کوئی توقع نہ رکھے اسے رزق پہنچانے والا خود رب ہے۔‘‘[۲]

۹۔ رجال سازی

مفتی محمد منیب الرحمن تحریر فرماتے ہیں:

اعلیٰ مشینیں بنانا، فن پارے تخلیق کرنا، بلند و بالا عمارات اور یادگاریں تعمیر کرنا اور تیشۂ فرہاد سے جوئے شیر کشید کرنا آسان ہے، باکمال انسان بننا ایک مشکل ترین فن ہے۔ انسانی شخصیت کی تراش خراش کرکے اسے ایک پیکر کمال میں ڈھالنا، اس کی شخصیت کی داخلی تہوں میں مشہور فطرت کے ودیعت کردہ نقوش جلال و جمال کو نکھار کر باہر لانا، اسے پیکر علم و عمل بنانا، ایک لاشے کو وجود کامل بنا دینا، ابن آدم کو انسان بنا دینا، الغرض انسانیت سازی اور شخصیت سازی یہ سب سے مشکل ترین فن ہے، دراصل یہی اعجاز نبوت، فیضانِ نبوت اور وراثت نبوت ہے اور مفتی صاحب رحمہ اللہ کو قدرت نے اس میں سے وافر ملکہ ودیعت فرمایا تھا...... وہ زرنگاہ، زر پرست و زر خرید نہیں تھے، بلکہ انسانیت کے ہیرے تراشنے والے جوہری تھے۔ وہ جوہر انسانیت کے عقیقوں اور ہیروں کے شناور تھے، انہیں ریت کے ٹیلوں میں سے ڈھونڈ نکالتے تھے اور ان کی تراش خراش کرکے قابل رشک بنا دیتے:

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا[۳]

مفتی محمد تنویر القادری صاحب فرماتے ہیں:

’’مفتی صاحب مسند تدریس سے وابستہ اور رجال سازی میں مشغول رہے، کسی میں سیاست کا جوہر دیکھتے تو تربیت فرما کر سیاست میں اُتار دیتے، اگر کسی میں تصنیف و تالیف کا ذوق دیکھتے تو تصنیف کی تربیت فرما کر تصنیف و تالیف پر لگا دیتے، جس میں تدریس کی قابلیت دیکھتے مدرس بنا دیتے، الغرض جس میں جو بھی اثر دیکھتے اس کی تربیت فرما کر اسی میدان میں اتار دیتے، سرپرستی فرماتے رہتے اور کسی میں کوئی کوتاہی ہوتی اس سے آگاہ فرماتے اور مفید مشوروں سے نوازتے۔ اس تناظر میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ سیاست دان بھی تھے اور سیاستدان گر بھی، مفتی بھی تھے اور مفتی گر بھی، مدرس بھی تھے اور مدرس گر بھی، منتظم بھی تھے اور منتظم گر بھی۔‘‘[۴]

---

۱ طہ ۲۰:۱۳۲

۲ کریمی، فیاض احمد، مولانا، مفتی اعظم پاکستان کی چند نصیحتیں، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۱۸۵۔۱۸۶

۳ ہزاروی، منیب الرحمن، مفتی، علم و عرفان، معمارِ انسانیت، جامع کمالات شخصیت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۳۲۔۳۳
القادری، محمد تنویر، مفتی، مفتیٔ اعظم پاکستان کا اندازِ تربیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص:۱۳۰

۴ سعیدی، سردار احمد حسن، مفتی اعظم پاکستان اور جہد مسلسل، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۱۴۸۔۱۴۹

۱۰۔ تصنیف وتالیف پر ابھارنا

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے تلامذہ اور علماء کو تصنیف وتالیف کے میدان میں اُتارا آپ جس میں قلم کاری کا جوہر دیکھتے اس کو کتب کی تصنیف وتالیف پر لگا دیتے بلاشبہ آپ نے سینکڑوں مصنفین پیدا کیے۔حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''راقم الحروف سے انہوں نے کہا کہ تنظیم المدراس اہل سنت کے نصاب میں جو صحاح ستہ کی کتب حدیث ہیں۔ان کے مصنفین کے تعارف کے لیے آپ ایک کتاب لکھ دیں جس میں مصنفین صحاح ستہ کے علاوہ دیگر آئمہ حدیث کا بھی تذکرہ ہو،خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح ہو اور علم حدیث میں ان کی عظیم خدمات کا ذکر کیا جائے سوان کے ارشاد کے مطابق میں نے ''تذکرۃ المحدثین'' کے نام سے ایک کتاب لکھنی شروع کی۔ میں نے اس کتاب کے ہر باب کو انہیں پڑھ کر سنایا وہ میری حوصلہ افزائی فرماتے اور اس سلسلہ میں مجھے مزید مشوروں سے نوازتے۔انہوں نے اس کتاب کے شروع میں ایک بصیرت افروز مقدمہ تحریر کیا جب یہ کتاب مکمل ہوگئی تو انہوں نے حضرت علامہ شرف قادری سے کہا اس کو آپ مکتبہ قادریہ کی طرف سے شائع کریں، بعدازاں ان کی کوششوں سے یہ کتاب بڑی آب وتاب کے ساتھ فرید بک سٹال کی طرف سے شائع ہوئی۔

حضرت مفتی منیب الرحمن سے کہا کہ آپ ٹھوس علمی اور فقہی کتابیں لکھیں،سوانہوں نے ''تفہیم المسائل''،لکھی جسکی اب تیسری جلد شائع ہورہی ہے۔[1] علامہ شرف صاحب سے کہا آپ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب ''البریلویہ'' کا جواب لکھیں سوانہوں نے اس کا بہت مدلل اور مسکت جواب لکھا،مولانا محمد صدیق ہزاروی کو ''تعارف اہل سنت'' لکھنے کے لیے کہا ور مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی کو ''تصانیف علماء اہلسنت [2] لکھنے کے لیے کہا سو یہ دونوں کتابیں لکھیں گئیں اور شائع ہوئیں الغرض مفتی صاحب ہر شخص کو اس کی صلاحیت کے مطابق کام پر لگاتے رہے۔[3]

شیخ الحدیث مفتی گل احمد خان عتیقی تحریر فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ پیکرِ اخلاص مفتئ اعظم رحمہ اللہ نے شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول صاحب سعیدی اور شرف ملت محقق اہل سنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہما کو بلا کر ان کے سامنے یہ تحریک پیش کی کہ ''ہم تینوں مل کر تحقیق اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع کریں اور جب کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے تو باہمی مشاورت سے وہ ایک کے نام پر شائع کردیں۔میرا خیال ہے کہ یہ اہل سنت کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوگا'' دونوں بزرگوں نے آپ کی اس تجویز کو سراہتے ہوئے کہا: ''بہت اچھی تجویز ہے،لہٰذا جلد از جلد اس کا آغاز ہوجانا چاہیئے اور بہتر یہ ہے کہ محدثین کے احوال مبارکہ سے اس کا آغاز کیا جائے تاکہ ان کے فیوض و برکات سے سلسلہ بڑھتا ہی چلا جائے۔'' چنانچہ ''تذکرۃ المحدثین'' اسی تحریک کی پہلی کڑی ہے۔

---

۱ نوٹ: اس وقت ''تفہیم المسائل'' کی دس (۱۰) جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔

۲ حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالستار سعیدی صاحب نے ''مراۃ التصانیف'' تحریر فرمائی جو مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے شائع ہوئی۔

۳ مقالات مفتی اعظم،ص:۲۲

پھر خلوص نیت کی برکت سے اس کے ثمرات بڑھتے بڑھتے آسمان کے کناروں کو چھونے لگے۔تخریج شدہ ''فتاویٰ رضویہ'' کی تینتیس (۳۳) جلدیں، ''شرح صحیح مسلم'' کی آٹھ جلدیں، شرح بخاری ''نعم الباری'' کی بارہ جلدیں اور تفسیر ''تبیان القرآن'' کی بارہ جلدیں، آج کوئی لائبریری اور کوئی ذاتی کتب خانہ اُس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اس میں یہ کتابیں موجود نہ ہوں اسی طرح قبلہ شرف ملت علیہ الرحمۃ کی تصانیف کے انبار اور ان کی زندگی کا شاہکار اُن کا ترجمہ قرآن، یہ سب کچھ پیکر اخلاص مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے خلوص کا ثمرہ ہے۔''[1]

۱۱۔ مصنفین کی حوصلہ افزائی فرمانا

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ مصنفین کی بہت حوصلہ افزائی فرماتے تھے کوئی معمولی سا کام بھی کرتا تو اس کی کاوش کو خوب سراہتے اور مزید کام جاری رکھنے کی بھی نصیحت فرماتے تھے۔حضرت مولانا پروفیسر عطاء الرحمن قادری رضوی تحریر فرماتے ہیں:

''(مفتی صاحب) مصنفین ومحققین خصوصاً نئے قلمکاروں کی بہت حوصلہ افزائی فرماتے میری کتاب ''سیرت صدر الشریعہ'' شائع ہوئی تو بہت خوش ہوئے۔نہایت خوبصورت عالمانہ تبصرہ لکھا اور تاکید فرمائی: ''یہ کتاب ہمیشہ مارکیٹ میں موجود رہے۔''[2]

علامہ عبدالحق ظفر چشتی تحریر فرماتے ہیں:

''میں اپنی پہلی کتاب ''جسمانی امراض کے روحانی شفاخانے'' لے کر حاضر ہوا......تو جیسے فرحت ومسرت سے اچھل پڑے...... پیار کیا...... سینے سے لگایا...... دعائیں دیں اور قلم کو تیز سے تیز تر کرنے پر انگیخت کیا...... بعد میں اپنی نگارشات گاہے گاہے لے کر حاضر ہوتا......دعاؤں کی بادصبا مجھے اس سفر پر گامزن رہنے پر اکساتی رہی۔[3]

۱۲۔ اشاعتِ کتب کی ذمہ داری لگانا

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے نہ صرف خود اشاعتی ادارقائم کیے بلکہ آپ کے حکم پر بہت سے اشاعتی ادارے قائم ہوئے آپ مختلف کتب کی اشاعت کی ذمہ داری بھی باصلاحیت افراد کو سونپ دیتے تھے۔حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

''ان کو مسلک کے ساتھ بے حد لگاؤ تھا اور وہ ہر شخص کو اس کی صلاحیت کے مطابق دینی کاموں کی طرف متوجہ کرتے تھے حضرت مولانا السیّد زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے عربی کتابوں کے لیے اشاعتی ادارہ قائم کرنے کی طرف متوجہ کیا، حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری کو کئی مفید کتابیں شائع کرنے کے لیے کہا، حضرت استاذ العلماء مفتی عزیز احمد بدایونی نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے ترجمۂ قرآن کو آسان اردو میں منتقل کیا اور اس کے حاشیہ پر اپنے شیخ مفتی عبدالمقتدر بدایونی کا حاشیہ لکھا، یہ ابھی تک شائع نہیں ہوا تھا میرے سامنے مفتی صاحب قدس سرہٗ نے قران کمپنی والوں سے اسے شائع کرنے کے لیے کہا، انہوں نے اس کو شائع کر دیا۔[4]

---

۱ عتیقی، محمد گل احمد خان، مفتی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی......ایک نابغۂ روزگار شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۴۲۔۴۳

۲ رضوی، محمد عطاء الرحمن، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان ...... یادوں کے نقوش، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۱۱۷

۳ چشتی، ظفر الحق، علامہ، اُجلے اُجلے لوگ، لاہور: المدینہ داالاشاعت، ۲۰۰۷ء، ص:۲۱۹

۴ سیدی مفتی اعظم، ص:۲۱

امامت وخطابت

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ تدریس کے ساتھ ساتھ امامت اور خطابت بھی فرماتے رہے۔آپ نے پانچ مساجد میں ۱۵ سال امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیے،تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) جامع مسجد،سمندری (۱۹۵۵ء)

(۲) جامع مسجد،موچی دروازہ لاہور(۱۹۵۶ءتا۱۹۵۸)

(۳) جامع مسجد حنفیہ،آخری بس سٹاپ اسلام پورہ لاہور(۱۹۵۸ءتا۱۹۶۲ء)

(۴) جامع مسجد خراسیاں،اندرون لوہاری دروازہ لاہور(۱۹۶۲ءتا۱۹۶۹ء)

(۵) جامع مسجد دربارعالیہ حضرت پیرمکی صاحب(۱۹۶۹ء)

جامع مسجد سمندری

سب سے پہلی مسجد جہاں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے امامت وخطابت فرمائی وہ سمندری،فیصل آباد کی مسجد تھی۔مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو حضرت محدث اعظم پاکستان نے وہاں ۱۹۵۵ء کو امامت وخطابت کے لیے بھیجا لیکن آپ ایک ہفتہ کے بعد ہی وہاں سے تشریف لے آئے۔[۱]

جامع مسجد موچی دروازہ لاہور

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ لاہور تشریف لائے تو دوسال (۱۹۵۶ءتا۱۹۵۸ء) تک موچی دروازہ لاہور میں امامت کے فرائض سر انجام دیے۔[۲]

جامع مسجد حنفیہ اسلام پور لاہور

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۲ء تک تقریباً پانچ سال ''جامع مسجد حنفیہ'' آخری بس سٹاپ اسلام پورہ (سابق کرشن نگر) میں مصلی اور منبر کو زینت بخشی۔[۳]

جامع مسجد خراسیاں،اندرون لوہاری دروازہ لاہور

۱۹۶۲ء میں جب حضرت محدث اعظم پاکستان کا وصال ہوا تو شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول رضوی رحمہ اللہ کو جامعہ رضویہ مظہر الاسلام منتقل ہونا پڑا تو آپ کی جگہ جامع مسجد خراسیاں میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے امامت وخطابت کے فرائض سنبھال لیے اور ۱۹۶۲ءتا۱۹۶۹ء جامع مسجد خراسیاں میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔[۴]

---

۱ رضوی،محمد حسن علی،علامہ،حدیث وفقہ اور تدریس کا امام،مشمولہ:مجلہ النظامیہ،ص:۶۳

۲ سیدی مفتی اعظم،ص:۲۲

۳ ایضاً

۴ سیدی مفتی اعظم،ص:۲۲

جامع مسجد دربار عالیہ حضرت پیر مکی رحمۃ اللہ

۱۹۶۹ء میں جب حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا تبادلہ جامع مسجد دربار عالیہ حضرت پیر مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کر دیا گیا تو آپ نے یہ تبادلہ اس شرط پر منظور فرمایا کہ جامع مسجد خراسیاں (جو درحقیقت جامعہ نظامیہ رضویہ ہی کی مسجد ہے) میں آپ کا اپنا خطیب متعین کیا جائے چنانچہ حضرت مولانا غلام فرید ہزاروی کی تقرری کروانے کے بعد آپ نے محکمہ اوقاف سے استعفیٰ دے دیا لیکن اس دوران آپ جامع مسجد خراسیاں میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے رہے اور پھر ۱۹۷۰ء میں آپ نے حضرت مولانا مفتی صدیق ہزاروی صاحب کو جامع مسجد خراسیاں کا امام وخطیب مقرر کروا دیا اور خود امامت وخطابت سے مکمل طور پر دستبردار ہو گئے البتہ کئی سال تک آپ جامع مسجد خراسیاں میں نماز عید پڑھاتے رہے بعد میں وہ بھی ترک کر دیا۔[۱]

ائمہ وخطبا کے لیے ہدایات

۱۔ حکمت عملی اپنانے اور حرص ولالچ سے بچنے کی تلقین

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ائمہ وخطبا کو اپنی ذمہ داری نبھانے میں جدوجہد اور محنت کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ ہر امام و خطیب کو یہ ہدایت فرماتے کہ دین کی تبلیغ قرآن وسنت کے بتائے ہوئے طریقے ''حکمت اور موعظت حسنہ'' کی بنیاد پر کی جائے، جس موضوع پر گفتگو کرنا ہو اس کے لیے خوب تیاری کی جائے۔ نماز کے بعد نہایت مختصر وقت میں ایک دو فقہی مسائل ضرور بیان کیے جائیں۔ عوام الناس سے نہ تو بے تکلفی کا طریقہ اپنایا جائے اور نہ ہی اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوڑا جائے۔ حق گوئی کو اپنا اشعار بنایا جائے اور چونکہ بیان حق کے لئے خواہشات کی قربانی دینا پڑتی ہے اس لئے کسی قسم کی لالچ اور حرص کو اپنے دل میں جگہ نہ دی جائے تاکہ کسی رکاوٹ کے بغیر دین حق کا پیغام پہنچایا جا سکے۔[۲]

۲۔ ناظرہ قرآن اور بنیادی عقائد کی تعلیم

آپ اس بات پر زور دیتے تھے کہ مساجد میں بچوں کو قرآن پاک ناظرہ صحیح تلفظ کے ساتھ لازماً پڑھایا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ بچوں کو بنیادی اسلامی عقائد سے بھی آگاہ کیا جائے تاکہ بچے بدعقیدہ لوگوں کے چنگل میں پھنسنے سے بچ سکے۔[۳]

۳۔ کاہلی سے بچنا اور وقت کی پابندی کرنا

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کاہل اور بیکار وقت گزارنے والے ائمہ وخطبا پر سخت نالاں ہوتے اور خدمت دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینے کا حکم فرماتے تھے، آپ وقت کی پابندی کا احساس دلاتے اور عزت نفس کو مجروح ہونے سے بچانے کی تلقین فرماتے۔[۴]

---

۱ سیدی مفتی اعظم، ص: ۲۴
۲ ایضاً، ص: ۲۵
۳ ایضاً
۴ ایضاً، ص: ۲۶

۴۔ پارٹی بازی سے گریز کرنا

مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ لوگ جہاں رہتے ہیں وہاں دوسروں کے ساتھ بگاڑ پیدا نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں کہ امام یا خطیب صاحب کسی دوسرے علاقے سے آتے ہیں کل چلے جائیں گے ان کی وجہ سے ہم اپنے محلہ دار سے کیوں اختلاف پیدا کریں اس لیے آئمہ خطبا کو نہایت دانش مندی سے اپنے مشن کی تکمیل کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور محلہ میں کسی قسم کی پارٹی بازی یا انتشار کی فضا پیدا کرنے سے گریز کرنا چاہیے بلکہ کسی پر اندھا اعتماد کرنے سے بھی گریز کیا جائے۔[1]

۵۔ ائمہ کی حوصلہ افزائی کرنا

حضرت مفتی صاحب علیہ نہایت احسن انداز میں ائمہ کی حوصلہ افزائی فرماتے اس سلسلے میں حضرت مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب نے ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے:

''حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ کے بھتیجے مولانا محمد جمشید سعیدی (فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ) برطانیہ میں دینی فرائض سرانجام دیتے ہیں انہوں نے حضرت مفتی صاحب سے مسجد کی انتظامیہ کے رویہ کی شکایت کی اور دل برداشتہ ہو کر مسجد چھوڑنے کا اظہار کیا تو آپ نے نہایت حکمت سے سمجھایا اور فرمایا کہ ''تمہارے نمازیوں میں سے زیادہ لوگ تمہارے خلاف ہیں یا کم؟'' انہوں نے کہا کچھ ہیں جو میری عزت نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ ''ان لوگوں کی کی طرف نظر دوڑاؤ جو تمہاری عزت کرتے ہیں ان کی تعداد زیادہ ہے اور دوسرے لوگ کم تعداد میں ہیں'' یہ بھی فرمایا کہ ''کبھی ان لوگوں نے تمہارے راستے میں کانٹے بچھائے ہیں؟ کبھی ایسا ہوا کہ تم سجدے میں ہو تو انہوں نے گندگی لا کر تمہارے جسم پر ڈال دی ہو؟'' مولانا محمد جمشید صاحب نے کہا کہ ''ایسا تو کبھی نہیں ہوا'' تو آپ نے فرمایا کہ ''ہمارے آقا ﷺ نے دین حق کے لیے یہ سب تکالیف اور ہتک آمیز رویہ برداشت کیا لیکن اپنے مشن کو خیر آباد نہیں کیا تو تم کیوں گھبرا گئے ہو؟'' اس پر مولانا جمشید سعیدی مطمئن ہو گئے اور انہوں نے مسجد چھوڑنے کا ارادہ ترک کر دیا۔''[2]

۶۔ مساجد کی انتظامیہ کی رہنمائی

عام طور پر مساجد کی انتظامیہ امام وخطیب کے حصول کے لیے مدارس بالخصوص بڑے مدارس کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور پھر اس امام کو آزمائشی بھٹی سے گزارنے کی کوشش بھی کرتی ہے اور مختلف علماء کا انٹرویو لینے کے بعد تقرری کی جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ ایسے لوگوں کو بڑے احسن انداز میں سمجھاتے کہ: ''علما کی عزت کو مقدم رکھنا از بس ضروری ہے اور تم ہمارے ہاں سے امام وخطیب لے جاؤ گے تو ہمارے او پر بھر پور اعتماد کرنا ہوگا اور اس کا کوئی انٹرویو نہیں ہوگا۔'' اور پھر ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے فرماتے کہ ''عجیب بات ہے کہ ایک عالم دین کا انٹرویو مسجد کی انتظامیہ لے جو خود دینی علم سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔''

اپنے بھیجے ہوئے ائمہ وخطبا کا احتساب بھی فرماتے تھے ان کی کارکردگی کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہتے تھے اور

---

۱ سیدی مفتی اعظم، ص: ۲۷

۲ ایضاً، ص: ۲۸،۲۹

جب پتہ چلتا کہ فلاں امام اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی میں کوتائی کر رہا ہے تو اسے بلا کر تنبیہ فرماتے تھے۔

اسی طرح جب یہ بات آپ کے علم میں آتی کہ مسجد کی انتظامیہ اپنے امام سے حسنِ سلوک اور اس کی عزت و احترام میں کوتائی کی مرتکب ہو رہی ہے اور بار بار سمجھانے کے باوجود وہ لوگ راہِ راست پر گامزن ہونے کی کوشش نہیں کرتے تو آپ اس مسجد کے امام و خطیب کو فوراً واپس بلا کر دوسری جگہ تعینات فرما دیتے تھے۔'' [۱]

بیعت وخلافت

حضرت مفتی صاحب علیہ ۱۹۵۳ء میں حضرت محدث اعظم ابوالفضل محمد سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا خاں رحمہ اللہ سے آپ کو سند خلافت بھی حاصل تھی۔ [۲]

شیخ طریقت سے عقیدت

مولانا پروفیسر محمد عطاء الرحمن رضوی تحریر فرماتے ہیں:

''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، ان کی خدمت میں جب بھی حاضر ہوا تو کسی نہ کسی بہانے انہوں نے اپنے شیخ کامل کا تذکرہ ضرور فرمایا وہ پاکستان میں رضویت اور رضویات کے فروغ کو محدث اعظم پاکستان کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔ وہ تصوف کی اصطلاح میں ''فنیٰ فی الشیخ'' تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ محدث اعظم پاکستان کی سوانح عمری ترتیب دینے کے لیے اُنہوں نے حضرت صاحب کے مختلف تلامذہ سے مواد اکٹھا کر کے اوّلاً مؤرخ لاہور محمد دین کلیم کے سپرد کیا، وہ پایۂ تکمیل نہ پہنچا سکے تو حضرت علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری علیہ الرحمہ کے حوالے کیا، انہوں نے دو جلدوں میں محدث اعظم پاکستان کے نام سے کتاب تحریر فرمادی۔

مفتی صاحب کی خواہش تھی کہ ایک جلد میں اپنے شیخ کامل کی حیات طیبہ شائع کریں جو قارئین کی قوتِ خرید اور قوتِ مطالعہ سے باہر نہ ہو۔ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند کے مصداق، راقم کو یہ کام کرنے کا حکم دیا۔ راقم نے ان کی دعاؤں کی برکت سے ایک سو چار (۱۰۴) کتب کے حوالے سے چار سو چونسٹھ (۴۶۴) صفحات پر مشتمل کتاب حیات محدث اعظم تحریر کر دی۔ لیکن افسوس! مفتی صاحب اس کی اشاعت سے قبل ہی انتقال فرما گئے۔ بعد میں مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی زیدہ مجدہ نے رضا فاؤنڈیشن کے ذریعے نہایت اہتمام سے شائع کی۔ [۳]

شیخ طریقت کی اولاد سے عقیدت

جس سے محبت ہوتی ہے اس سے نسبت رکھنے والی ہر شئے سے محبت ہو جاتی ہے، جب کہ اولاد کی نسبت تو بہت قوی ہوتی ہے۔ حضرت محدث اعظم کی اولاد سے وہ کس قدر پیار کرتے تھے اس کا اظہار راقم نے ہمدرد سنٹر لاہور میں حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی علیہ

---

۱ سیدی مفتی اعظم، ص: ۲۷۔۲۸

۲ مقالات مفتی اعظم، ص: ۱۸

۳ رضوی، محمد عطاء الرحمن، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان..... یادوں کے نقوش، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۱۵۔۱۱۶

الرحمۃ کی یاد میں ہونے والے سیمینار میں دیکھا۔ مسندِ صدارت پر مفتی صاحب تشریف فرما تھے، جب کہ شہزادۂ محدث اعظم حضرت صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم رضوی مہمان خصوصی تھے، جیسے ہی صاحبزادہ صاحب ہال میں داخل ہوئے مفتی صاحب ب آں فضل وکمال بہر استقبال کھڑے ہو گئے۔ صاحبزادہ صاحب مہمان خصوصی کے لیے مختص سیٹ کی جانب بڑھے تو مفتی صاحب نے بصد اصرار اُنھیں مسند صدارت پر بٹھایا۔[1]

حضرت مفتی اعظم اور پیری مریدی

حضرت شرفِ ملت مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''راقم نے کئی دفعہ گزارش کی کہ آپ جاہل پیروں کی شکایت کرتے ہیں تو خود آپ کو بیعت کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے تاکہ خلق خدا کو ایسے پیروں کے شر سے بچایا جائے، لیکن وہ نہیں مانے وہ کہتے تھے کہ علماء کرام کا یہ کام نہیں کہ وہ تسبیح کے دانے رولتے رہیں یہ عورتوں کا کام ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ تم یہ وظیفہ پڑھتی رہا کرو، علما کا کام پڑھنا اور پڑھانا ہے''[2]

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے ایک انٹرویو میں سوال کیا کہ اگر آپ شیخ طریقت بن جائیں تو؟ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''میں کیوں بنوں شیخ طریقت؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی برکت سے جب بڑے بڑے سجادہ نشین اور مشائخ آ کر میرے پاؤں چومتے ہیں؟ اصل خانقاہی نظام تو یہی ہے جو میں چلا رہا ہوں علم دین سے بڑا کون سا مشن ہو سکتا ہے؟ اور اگر اس معنیٰ میں دیکھو تو میں خود سجادہ نشین ہوں، اصل تصوف کا کام تو یہی ہے جو میں کر رہا ہوں کسی جعلی کام کی مجھے حاجت ہے نہ ضرورت۔[3]

حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی تحریر فرماتے ہیں:

''آپ اپنے شاگرد علما کے لیے درس وتدریس کے بجائے خلوت گزینی کو سخت ناپسند فرماتے اور ایک عالم اور مدرس کے حق میں گوشہ نشینی کو سم قاتل قرار دیتے تھے اور اگر کسی مدرس اور عالم دین کے بارے درس وتدریس چھوڑ کر پیری مریدی کی طرف اس کے انتقال فرما جانے کا سنتے تو ''اِنّا لِلّٰہ'' پڑھتے اور پھر اس کی سوچ اور سہل پسندی پر ''اف'' کہہ کر افسوس کا اظہار فرماتے۔''[4]

عادات وخصائل

حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی حیات طیبہ اپنے دامن میں اس قدر موتی و جواہرات لیے ہوئے ہے کہ ان کا چننا کارے

[1] رضوی، محمد عطاء الرحمن، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان..... یادوں کے نقوش، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۱۱۵۔۱۱۶
[2] مقالات مفتی اعظم، ص:۱۸
[3] قادری، ملک محبوب الرسول، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کا چشم کشا انٹرویو، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۲۵۰
[4] چشتی، غلام نصیر الدین، علامہ، مفتی صاحب کا وصال اور ہمارا حال، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۹۶

دارد......! آپ نماز کے پابند، مفتی عالم دین تھے، دولت کی محبت سے کوسوں دور کروفر اور حاشیہ نشینوں کی فوج ظفر موج سے اجتناب کی راہ اختیار کرتے، عیش وعشرت اور آرام وسکون کو قریب نہ پھٹکنے دیا خدمات انجام دینے والوں کے قدر دان تھے اپنے تلامذہ پر نہایت مہربان، شفیق اور مربی تھے، اکابر کی عزت واحترام کو لازمی سمجھتے تھے، ملت اسلامیہ کے انتشار وافتراق پر پریشان اور اتحاد کے لیے کوشاں رہتے تھے اپنی ذات کی خدمت کے بجائے دین کی خدمت کا درس دیتے تھے، سادہ، لباس، سادہ غذا اور زندگی برائے بندگی کے قائل تھے اور اس پر عمل پیرا بھی۔''[1]

قاضی مصطفےٰ کامل تحریر فرماتے ہیں:

''مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی نہایت متین اور سنجیدہ مزاج کے حامل تھے، نوجوان ہونے کے باوجود ان کے چہرے سے ایک علمی وقار ٹپکتا تھا۔ شروع سے آخر تک ان کا مزاج سادہ رہا، وہ کم بولتے اور سوچ سمجھ کر بولتے۔ ان کی گفتگو میں وزن ہوتا لیکن ان کی سادگی اور بڑائی کی یہ شان تھی کہ وہ مجلس میں اپنی بات کو زبردستی ٹھونستے نہیں تھے بلکہ زور دے کر کہہ دیتے کہ یہ صرف میری رائے ہے باقی احباب کی رائے بھی سامنے آنی چاہیے، مفتی صاحب نے کبھی خود کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کی، انہوں نے جلسوں میں تقریریں کرنے اور سٹیج پر کرّ وفر سے بیٹھنے سے بھی پرہیز کیا وہ جلسوں میں جانے کی بہت کم حامی بھرتے۔ انہوں نے اخبارات میں اپنے بیان شائع کرانے کا شوق بھی نہیں پالا تھا دینی علوم کی تدریس ان کی پسندیدہ فیلڈ تھی وہ زیادہ سے زیادہ وقت مدرسے کو دیتے۔''[2]

آپ کے عادات وخصائل میں سے کچھ اوصاف کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ا۔ اخلاق

پروفیسر علامہ محمد عطاء الرحمن رضوی تحریر فرماتے ہیں:

> ''اخلاق تو ایسا تھا کہ پہلی ملاقات ہی میں ملنے والا آپ کا گرویدہ ہوجاتا تھا، ہر آنے والے کی تواضع فرماتے۔ ہر ملنے والا یہی سمجھتا کہ مفتی صاحب کی شفقت اس پر سب سے زیادہ ہے حیاتِ محدث اعظم پاکستان کے سلسلے میں اکثر حاضر خدمت ہوکر یا بذریعہ ٹیلی فون مشورہ کرتا رہتا تھا۔ وصال سے کوئی ایک ہفتہ قبل میں نے ٹیلی فون کیا۔ آواز سے یوں محسوس ہوا جیسے سو کر اٹھے ہیں۔ میں نے معذرت کی فرمایا: ''معذرت کس بات کی؟ ہماری تو ڈیوٹی ہی یہی ہے۔''[3]

۲۔ سادگی اور کفایت شعاری

پروفیسر محمد عطاء الرحمن رضوی تحریر فرماتے ہیں:

---

۱ سیدی مفتی اعظم، ص ۵۳

۲ مصطفیٰ کامل، قاضی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی......شہر میں ایک چراغ تھا نہ رہا، مشمولہ: ماہنامہ سنی ٹائمز، یوکے: سنی فاؤنڈیشن، شمارہ: ستمبر ۲۰۰۳ء، ص:۶

۳ رضوی، محمد عطاء الرحمن، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان...... یادوں کے نقوش، مشمولہ: مجلہ النظامیہ ص: ۱۱۴

''مفتی صاحب سادگی پسند تھے لباس، غذا اور دیگر معاملات میں سادگی کا اہتمام کرتے تھے۔ کفایت شعاری کا حد درجہ اہتمام کرتے تھے۔ جامعہ نظامیہ سے ملحق مسجد خراسیاں میں برادر اکبر مولانا حافظ محمد ضیاء الرحمن قادری پنکھا چلا کر کچھ پڑھ رہے تھے کہ مفتی صاحب تشریف لائے اور فرمایا: ''بیٹا جب تک آپ نے پڑھنا ہے یہاں پڑھیں لیکن جب جائیں تو پنکھا ضرور بند کر کے جائیں۔[1]

مزید فرماتے ہیں:

''زندگی کے آخر دن آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ تشریف لے گئے آپ کی خدمت میں عرض کی گیا کہ گاڑی پر تشریف لے جائیں، آپ نے انکار فرماتے ہوئے یہ سنہرا جملہ ارشاد فرمایا: ''تنہا جانا ہے، اتنا خرچہ ہو جائے گا! لاڑی اڈا اُتار دو وہاں سے ویگن پر چلا جاؤں گا۔'' ایسا ہی کیا گیا، شام کو واپسی پبلک ٹرانسپورٹ پر ہوئی۔''[2]

۳۔ عاجزی اور انکساری

قاضی مصطفی کامل تحریر فرماتے ہیں:

''جامعہ میں پیچیدہ نوعیت کے مسائل پر خود فتوی لکھتے لیکن کسرنفسی سے اتنا کام لیتے کہ اپنے نام کے ساتھ مفتی کا لفظ نہ لکھتے۔ آخر علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ نے اپنے تمام رفقا نوجوان علما کو پابند کر دیا کہ علامہ عبدالقیوم ہزاروی کو مفتی صاحب کہہ کر مخاطب کرنا ہے اور ان کے لیے دوسرا نام استعمال نہیں اس طرح سے قاضی صاحب مرحوم نے مفتی کا لفظ ان کے نام کا حصہ بنا دیا (اس دن سے آپ کو مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کہا جانے لگا)''۔[3]

شیخ الحدیث مفتی محمد گل احمد خاں عتیقی تحریر فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ جامعہ کے ایک استاذ سے آپ کی کچھ تلخ کلامی ہوگئی اس کی وجہ یہ تھی کہ اُستاذ محترم اسباق کو نظر انداز کر کے اپنی تحریر میں مصروف تھے، جب آپ کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے استاذ صاحب کو فرمایا: ''ہم نے آپ کو یہاں پڑھانے کے لیے رکھا ہے، مگر آپ طلبا کو پڑھانے کے بجائے اپنی تحریر و تصنیف میں مصروف رہتے ہیں۔'' اس پر کچھ تلخ کلامی ہوگئی اور استاذ محترم نے مدرسہ چھوڑ دیا اس میں طلبا کا نقصان تھا، آپ نے شرف ملت علیہ الرحمۃ کو ان کے پاس بھیجا کہ انہیں واپس لے آئیے قبلہ شرفِ ملت انہیں لے آئے، استاذ ابھی اپنی درس گاہ میں داخل ہوئے ہی تھے کہ قبلہ مفتی صاحب اپنے کمرے سے اٹھ کر ان کے پاس پہنچ گئے اور کمرے میں داخل ہوتے ہی بلند آواز سے فرمایا: ''مولانا! میری وجہ سے آپ کی دل آزاری ہوگئی، میں آپ سے معذرت کرتا ہوں'' جس جس نے آپ سے یہ جملہ سنا وہ بہت نادم ہوا بعض سامعین کے بےساختہ آنسو بھی نکل آئے کہ آپ بےقصور بھی ہیں اور معذرت بھی کر رہے ہیں ناراض استاذ صاحب نے یہ جملہ سن کر کہا: ''قبلہ مفتی صاحب! قصور میرا ہے اس لیے میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں اور متعلقہ کلاس سے بھی معافی مانگوں اور میری

---

۱ رضوی، محمد عطاء الرحمن، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان...... یادوں کے نقوش، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۱۱۸

۲ ایضاً، رضوی، محمد عطاء الرحمن، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان...... یادوں کے نقوش، مشمولہ: مجلہ النظامیہ ص:۱۱۹

۳ مصطفی کامل، قاضی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی......شہر میں ایک چراغ تھا نہ رہا، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۰۳، ص:۷۲

وجہ سے جوان کا نقصان ہوا ہے اس کا بھی ازالہ کروں گا۔''[1]

۴۔ توکل علی اللہ

مولانا پروفیسر عون محمد سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

''آپ سبق کے دوران کبھی کبھی اپنے ذاتی اور مدرسہ کے تاریخی حالات سے بھی مطلع فرماتے تھے بار بار توکل علی اللہ کی تلقین فرماتے، خود ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر متزلزل ایمان تھا، وہ اسباب سے زیادہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے تھے اور سب طلبہ کو یہی سبق دیتے تھے ہم جیسے دنیا پسند لوگوں بعض اوقات ان کے غیر متزلزل ایمان پر متعجب بھی ہوتے تھے''[2]

اسی توکل علی اللہ کا ہی نتیجہ تھا کہ مفتی صاحب خود بیان فرماتے ہیں:

''کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ رات کو خالی ہاتھ ہوتا اور آنے والے دن طلبہ کی خوراک کے لیے میرے پاس کچھ بھی نہ ہوتا، لیکن صبح ہونے سے پہلے پہلے اللہ کی طرف سے ایسا حیران کن انتظام ہو جاتا کہ بے اختیار بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو جاتا، اس کی رزاقی پر شکر بجالاتا، اپنے مشن کی سچائی پر میرا ایمان اور پختہ ہو جاتا اور مجھے پورا یقین ہو جاتا کہ میں جس راستے پر گامزن ہوں یہی حق اور سچ کی راہ ہے۔''[3]

۵۔ للّٰہیت اور اخلاص

علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ للّٰہیت اور توکل کا حسین امتزاج تھے اپنی ذات، اپنی اولاد یا اپنے تلامذہ ہی کو سامنے نہیں رکھا بلکہ ہر سنی مسلمان اور سنی ادارے کی ترقی کے خواہاں تھے یہی وجہ ہے کہ اگر کبھی آپ کا تربیت یافتہ شاگرد یا جامعہ کا استاذ کسی دوسری جگہ جانا چاہتا یا کسی کی طرف سے مطالبہ ہوتا تو آپ رکاوٹ نہیں بنتے تھے بلکہ آپ تو صرف یہ چاہتے تھے کہ دینی تعلیم کا فروغ حاصل ہو ملت اسلامیہ دولت علم وعمل سے مالا مال ہو چنانچہ ایک دفعہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری جامعہ میں حاضر ہوئے اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری کو جامعہ منہاج القرآن لے جانے کی کوشش کی تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سرِ راہ نہیں بنے بلکہ فرمایا کہ اگر حضرت علامہ شرف قادری صاحب جانا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن حضرت استاذ گرامی (شرف صاحب) نے آمادگی ظاہر نہ فرمائی''[4]

۶۔ تقویٰ

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی زندگی تقوی، پرہیزگاری اور خوفِ خدا کی عملی تصویر تھی۔ حتی کے وصال کے بعد بھی آپ پر تقوی کا اس قدر اثر تھا کہ مولانا مفتی محمد تنویر القادری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

---

۱ عتیقی، محمد گل احمد خان، مفتی، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی......ایک نابغۂ روزگار شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۴۴

۲ سعیدی، عون محمد، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان.....یادیں ان کی باتیں ان کی، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص ۱۲۵۔۱۲۶

۳ سعیدی، سردار احمد حسن، مفتی اعظم پاکستان......ایک مثالی شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۴۰

۴ سیدی مفتی اعظم، ص ۴۸

''وصال کے بعد غسل میں فقیر بھی موجود تھا۔ حافظ عبدالرحیم صاحب صابن لگا رہے تھے کہ گھٹنے سے کپڑا تھوڑا سا اوپر ہوا، میں نے دیکھا کہ چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار تھے، جوں ہی میں نے کپڑا درست کیا فوراً آثار جاتے رہے اور چہرہ معمول کے مطابق چمک رہا تھا۔[1]

۷۔ سفر کا حال

مولانا سردار احمد حسن سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

''مجھے کئی دفعہ آپ کے ساتھ سفر کے مواقع بھی ملے، بالخصوص شیخوپورہ اور حافظ آباد کی طرف کئی مرتبہ اکٹھے جانا ہوا، آپ کسی قسم کا تکلف نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ کھٹارا قسم کی بسوں میں کھڑے ہو کر بھی سفر کر لیتے اور میں اگر عرض کرتا ''استاذ محترم! کسی بہتر گاڑی کا انتظار کر لیتے ہیں۔'' تو فرماتے: ''نہیں بیٹا! ہمیں بہت دیر ہو جائے گی۔'' اس نوعیت کا واقعہ کئی مرتبہ پیش آیا۔''[2]

سردار صاحب ایک سفر کا حال لکھتے ہیں:

''مجھے یاد ہے کہ مفتی صاحب نے حافظ آباد کی طرف جانا تھا، مجھے بھی ساتھ لے لیا، پہلے آپ شیخوپورہ تشریف لے، ادارے کے تعمیراتی امور دیکھے، مختلف ہدایات دیں اور پھر اگلے سفر کے لیے چل دیے۔ ہم ادارے کے سامنے گاڑی کا انتظار کرنے لگے، تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹوٹی پھوٹی، لڑکھڑاتی ہوئی، کچھوے کی رفتار جیسی ایک بس آتی دکھائی دی، اکثر شیشے ٹوٹے ہوئے تھے۔ اسے دیکھ کر یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ منزل تک پہنچ پائے گی۔ قریب آئی تو دیکھا کہ بیٹھنے کی جگہ بالکل نہ تھی، بہت سے لوگ کھڑے بھی نظر آئے، مفتی صاحب نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کی: استاذ محترم! دوسری بس کا انتظار کر لیتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ ان بسوں کا یہی حال ہوتا ہے میرا ہاتھ پکڑا اور بس میں سوار ہو گئے خدا گواہ ہے کہ مفتی صاحب نے وہ تمام سفر کھڑے ہو کر طے کیا۔

سفر کے دوران ایک جگہ بس خراب ہو گئی تو ہم نیچے اُترے اور سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک کار ہمارے قریب سے شیخوپورہ کی طرف جاتی نظر آئی لیکن پھر تیز بریک لگنے کی آواز آئی، ادھر دیکھا تو علامہ شبیر شاہ حافظ آبادی مرحوم دوڑنے کے انداز میں آتے نظر آئے، مفتی صاحب کے پاس پہنچے تو جھک کر انتہائی ادب واحترام سے ملے، کچھ دیر مفتی صاحب کے ساتھ گفتگو کی پھر منزل کی طرف چل دیے۔ اس علاقے کے لوگ تو شاہ صاحب مرحوم کو جانتے تھے کہ وہ عوامی مقرر تھے، بڑی حیرت سے مفتی صاحب کو دیکھنے لگے کہ یہ کوئی بڑی شخصیت ہیں کہ جن کو شاہ صاحب بھی جھک کر مل رہے تھے، کچھ متاثر بھی نظر آ رہے تھے لیکن سیٹ انہوں نے پھر بھی ہمیں نہ دی۔''[3]

---

۱ القادری، محمد تنویر، مفتیٔ اعظم پاکستان کا اندازِ تربیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۳۴

۲ سعیدی، سردار احمد حسن، مفتی اعظم پاکستان ایک مثالی شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۴۳

۳ سعیدی، سردار احمد حسن، مفتیٔ اعظم پاکستان اور جہد مسلسل، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۶۱۔ ۱۶۲

۸۔ خوش طبعی

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ خوش طبعی بھی فرماتے تھے، ہمیشہ سنجیدہ نہیں رہتے تھے۔ مولانا پروفیسر عون محمد سعیدی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''میں مفتی صاحب کو ملنے گیا تو استاذِ محترم کے پاس ایک مصری عالم بھی بڑے مؤدبانہ انداز میں تشریف رکھتے تھے استاذِ محترم ان کے ساتھ نہایت خوش مزاجی سے پیش آرہے تھے مجھے فرمایا: ''مولانا گرمی بہت ہے، آپ کے لیے لسی منگوائیں؟ لسی پیا کریں یہ گرمی کو دور کرتی ہے۔'' پھر مصری عالم سے کہا: ''آپ کو پتہ ہے لسی کسے کہتے ہیں؟'' انہوں نے نفی میں سر ہلایا تو آپ نے مسکراتے ہوئے ہاتھوں کے اشارے سے فرمایا:

الماء فی اللبن واللبن فی الماء

اس پر مصری عالم نے کہا: نعم! نعم!! [1]

۹۔ مہمان نوازی کا انداز

حضرت علامہ عون محمد سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

مفتی صاحب قبلہ کی خدمت میں جب بھی حاضری ہوئی تو انہوں نے تین چیزوں کے ساتھ تواضع فرمائی:

۱۔ کوئی نہ کوئی عمدہ نصیحت ضرور ارشاد فرمائی۔

۲۔ چائے یا کھانے کا بندوبست فرمایا۔

۳۔ کھڑے ہو کر رخصت فرمایا۔ [2]

۱۰۔ سادہ غذا اور قلت طعام

علامہ سردار احمد حسن سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

''مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ایک بین الاقوامی شخصیت ہونے کے باوجود سادہ طبیعت رکھتے تھے بالکل عام سی غذا استعمال فرماتے تھے۔ چونکہ مجھے آپ کا شاگرد ہونے کی سعادت حاصل ہے اس لیے زندگی میں بارہا آپ کی خدمت کے مواقع ملتے رہے اور مجھے آپ کے معمولات سے بہت حد تک آگاہی حاصل ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ دن کے وقت آپ نے مجھے بلایا اور کہا کہ ''چائے بنوا کر لاؤ اور ساتھ ایک نان لیتے آنا'' میں نے دونوں چیزیں حاضر خدمت کیں تو ایک پیالی چائے کے ساتھ وہ نان کھا لیا۔ یہ عام طور پر اس شخصیت کا لنچ ہوا کرتا تھا۔'' [3]

---

۱ سعیدی، عون محمد، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان...... یادیں ان کی باتیں ان کی، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۲۸

۲ ایضاً، ص: ۱۲۷

۳ سعیدی، سردار احمد حسن، مفتیٔ اعظم پاکستان...... ایک مثالی شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۴۲۔ ۱۴۳

مولانا رسول بخش قادری تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر نے ۱۹۹۳ء سے ۲۰۰۳ء تک کبھی آپ کو دوپہر کا کھانا کھاتے نہیں دیکھا، بلکہ سوتے اور اخبار پڑھتے بھی نہیں دیکھا لیکن حیاتِ مبارکہ کے آخری مہینوں میں کبھی کبھی اخبار کا مطالعہ فرماتے اور کبھی کبھی دوپہر کا کھانا کھاتے یا دو تین بسکٹ چائے کے ساتھ تناول کرتے کیونکہ اس سال آپ کی طبیعت کچھ ناساز تھی۔

آپ صوفیا کے ایک عمدہ اصول ''قلتِ طعام'' کی عمدہ تصویر تھے یہی وجہ تھی کہ آپ ہر وقت باوضو رہتے اور جب سفر پر جاتے تو باوضو ہوتے اور اسی وضو سے منزل مقصود پر اتر کر نماز ادا فرماتے جب کہ آپ کے ہم سفر اس دوران دو تین بار طہارت و وضو کرتے۔ جب ہم پوچھتے کہ حضور آپ کی صحت قابل رشک ہے تو فرماتے: ''کھانا کم کھاتا ہوں۔ صبح ایک چپاتی کھاتا ہوں پھر شام کو کھانا کھاتا ہوں۔'' فرماتے: ''لوگ کھا کھا کر مرتے ہیں دو باتیں یاد رکھو! وقت پر کھانا اور وقت پر پیشاب کرنا''[1]

۱۱۔ محنتی، سستی اور کاہلی سے دور

مولانا سردار احمد حسن سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

''مفتی اعظم پاکستان یوں تو بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، لیکن ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ انتہائی پرعزم اور ان تھک محنت کرنے والے انسان تھے۔ ہم سے اگر کوئی پوچھے کہ تم نے محنت محنت اور محنت کے مقولے پر کسی کو پورا اترتے دیکھا ہے؟ تو ہم برملا کہہ سکتے ہیں کہ ہاں! مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ وہ عظیم شخصیت تھے جنہوں نے ساری زندگی اس مقولے کو اپنا نصب العین بنائے رکھا آپ تو اس سے بھی بڑھ کر محنت محنت اور انتہائی محنت کے قائل تھے۔ آپ کی جدوجہد سے بھرپور زندگی اور پچاس، پچپن سالہ مسلسل محنت اس کا بین ثبوت ہے۔''[2]

ایک دوسرے مقالہ میں لکھتے ہیں:

''مفتی اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ میدان عمل کے بادشاہ تھے، سستی و کاہلی کو آپ نے کبھی اپنے قریب نہ آنے دیا تھک جانا تو آپ نے سیکھا ہی نہیں تھا، انتہائی متحرک و محرک انسان جو ہمہ وقت تیاری کی حالت میں رہتے، ہر لمحہ کچھ کر دکھانے کی جستجو رہتی، ایک بجلی سی تھی جو ان کے رگ و پے میں دوڑ رہی تھی، ستر سال سے زائد عمر ہو جانے کے بعد آپ مکمل فٹ انسان تھے تقریباً اٹھارہ گھنٹے روزانہ مصروف کار رہنے کے عادی تھے۔[3]

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''کوئی شخص سخت محنت کا عادی ہو وہ جتنا بھی سخت جان ہو اُسے تھکاوٹ ضرور ہوتی ہے اور تھکاوٹ کے آثار اس کے چہرے سے اور انداز و اطوار سے ظاہر بھی ہوتے ہیں لیکن مفتی صاحب تو کمال کے آدمی تھے، تھکنا جانتے ہی نہیں تھے۔ اچھی خاصی محنت کے بعد بھی نہ

---

۱ قادری، رسول بخش، مولانا، مفتی اعظم پاکستان...... چند مشاہدات، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۹۲۔ ۱۹۳

۲ سعیدی، سردار احمد حسن، مفتیٔ اعظم پاکستان اور جہد مسلسل، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۴۶

۳ ایضاً، مفتیٔ اعظم پاکستان......ایک مثالی شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۳۸

ان کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار نظر آتے نہ ان کے جسم میں سستی یا کمزوری کا کوئی شائبہ دکھائی دیتا۔آپ نے تھکاوٹ کو کبھی اپنے اوپر غالب نہ آنے دیا۔وہ جس قدر تروتازہ چہرے کے ساتھ صبح مدرسے میں آتے،شام کو گھر جاتے ہوئے ان کے چہرے پر ویسی ہی تروتازگی دیکھی جاتی۔خدا کی قسم!میں نے کسی محنتی شخص کا ایسا شگفتہ اور تروزہ چہرہ نہیں دیکھا جیسا مفتی صاحب کا تھا۔ایسے چہروں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:**اذا رُؤوا ذکر اللہ**[1] [2]

شرف ملت شیخ الحدیث حضرت علامہ شرف قادری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے گاڑی عطا فرمادی تھی،اس پر لمبے لمبے سفر کرتے بعض اوقات صبح لاہور پہنچے اور سیدھے جامعہ میں آکر مسند تدریس پر فائز ہوجاتے اور پورا ٹائم تدریس میں گزارتے،اسی طرح تنظیم المدارس کے اجلاس پوری پوری رات جاری رہتے ان میں شامل ہوتے اور صبح پھر تروتازہ مسند تدریس پر موجود،بلکہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں تو کبھی بیمار نہیں ہوتا مجھے کبھی بیمار دیکھا ہے؟

آخر وہ گوشت پوست کے انسان تھے بیمار تو ہوجاتے تھے لیکن بیماری کو اپنے اوپر جاری نہیں ہونے دیتے تھے،بیماری کے باوجود مدرسہ میں آتے اور اپنے مشاغل جاری رکھتے،یہاں تک کہ بیماری خود ہی رخصت ہوجاتی،ہاں شاذونادر ایسا ہوتا کہ بیماری بے بس کردیتی چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہتی تو بامر مجبوری بستر پر لیٹ جاتے اور دوسرے تیسرے دن پھر اپنی مسند پر موجود ہوتے۔مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ''تم فعال بنو،قوال نہ بنو۔''[3]

۱۲۔ وقت کی قدر

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ خود تو وقت کی قدرو قیمت سے آگاہ تھے ہی آپ کی روشن زندگی کے اوراق بھی وقت کی قدر کرنے کا درس دیتے ہیں۔مفتی محمد خان قادری صاحب نے اپنی تعزیتی تقریر میں فرمایا:

''وقت کی قدرو قیمت سے آگاہ کسی بزرگ کا قول ہے اور ہمارے استاذ گرامی استاذ العلما حضرت مفتی اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ جس کی عملی تفسیر تھے کہ:

رفتم کہ خار از پاکشم محمل نہاں شد از نظر

یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دُو رشد

میں جھکا کہ پاؤں سے کانٹا نکال لوں،سواری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی فقط گھڑی بھر کی غفلت برتنے سے منزل سو سال مجھ سے دور ہوگئی۔[4]

---

۱ القزوینی،محمد بن یزید،سنن ابن ماجہ،باب فضل الفقر،دارالرسالۃ العالمیۃ،۱۴۳۰ھ،رقم الحدیث ۴۱۱۸،۵/۲۳۶

۲ ایضاً،مفتیٔ اعظم پاکستان اور جہد مسلسل،مشمولہ:مجلہ النظامیہ،ص:۱۵۳۔۱۵۴

۳ مقالات مفتی اعظم،ص:۱۹

۴ چشتی،غلام نصیرالدین،علامہ،مفتی صاحب کا وصال اور ہمارا حال،مشمولہ:مجلہ:النظامیہ،ص:۹۵

مفتی اعظم پاکستان کے رفیق کار مولانا غلام فرید ہزاروی مدظلہ فرماتے ہیں:

''جس دن مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا میں نے دیکھا کہ آپ بجلی بند ہونے کے سبب اپنے کمرے کے دروازے میں تشریف فرما ہو کر فتویٰ تحریر فرما رہے ہیں، میں نے کہا: کچھ دیر لائٹ آنے کا انتظار کر لیجیے! فرمانے لگے:

''اِس وقت جو کام ہو سکتا ہے اُسے کر لینا چاہیے۔''[1]

۱۳۔ کتابوں سے محبت

مفتی صاحب کو کتب بینی اور نایاب کتب دریافت کرنے کی ہر وقت تڑپ رہتی تھی۔ کوئٹہ کا پٹھان آتا، اس سے نایاب کتب خریدے اور فرماتے: ''کتب تلاش کر کے لایا کرو۔'' جب وہ لاتا تو آپ اس کی منہ مانگی قیمت ادا فرماتے تھے۔ کبھی یہ نہیں فرمایا: ''کتاب مہنگی ہے، کچھ کم کرو''۔ ایک مرتبہ ایک کتاب پیش کی تو بہت خوش ہوئے اور افسوس سے فرمانے لگے:

''یہ وہ کتاب ہے جس کا نام زمانے سے سنتے تھے آج وہ بھی مل گئی مگر افسوس کہ علم ہم پر اتمام حجت کر رہا ہے اور سامنے ہم جیسے نالائق بیٹھے ہیں۔[2]

۱۴۔ دین اور مسلک کا درد

مفتی ایک مرتبہ ڈاکٹر محمد فضل خان سعیدی صاحب تشریف لائے تو مفتی صاحب نے فرمایا: ''مولانا آپ کی شوگر کا کیا ہے؟''

ڈاکٹر صاحب نے کہا: ''جی! نارمل ہے۔'' پھر ڈاکٹر صاحب نے کہا: ''ماشاءاللہ! آپ کی صحت قابل رشک ہے۔'' مفتی صاحب نے فرمایا: ''میں نے خود کو دین کا درد لگا یا ہوا ہے اس لیے اور کسی درد کا احساس ہی نہیں ہوتا۔''[3]

جو لوگ دین کے ساتھ وابستہ تھے اور پسماندہ علاقوں میں علم دین کی اشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہوتے تھے آپ ان پر بہت شفقت فرماتے ان کو وعظ و نصیحت اور بہترین مشوروں سے نوازتے مالی اس کے ساتھ ساتھ آپ ان سے مالی تعاون بھی فرماتے تھے وصال سے چند روز پہلے ہی آپ نے مختلف مدارس کا دورہ کیا تھا اور تقریباً پندرہ لاکھ روپے ان مدارس میں تقسیم کر کے واپس آئے تھے۔[4]

ملک پاکستان میں تو مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ہر لحاظ سے مدارس اور علما کی سرپرستی اور ہر ممکن تعاون فرمانے کی کوشش کرتے ہی تھے لیکن دیگر ممالک میں بھی اگر علما کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو آپ کی ان کی بھی ہر ممکن مدد فرماتے اس سلسلہ میں علامہ سردار احمد حسن سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

''علامہ ڈاکٹر عبدالناصر لطیف، مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی نے مفتی اعظم پاکستان کی مسلکی خدمات اور جہد مسلسل کا

---

۱ مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص: ۱۹۹

۲ القادری، محمد تنویر، مفتی، مفتی اعظم پاکستان کا انداز تربیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۳۴۔۱۳۵

۳ ایضاً

۴ سعیدی، سردار احمد حسن، مفتی اعظم پاکستان......ایک مثالی شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۴۳۔۱۴۴

ذکر کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ ان کے والد قاری عبداللطیف علیہ الرحمہ دبئ (DUBAI) کے محکمہ اوقاف میں خطیب تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اَسی (۸۰) کی دہائی میں دبئ اور ابوظہبی کے اخبارات میں اہل سنت کے خلاف ایک خطرناک مہم چلی، اخبارات وجرائد خصوصاً ''الاتحاد'' اور ''الہدیٰ'' میں ایسے مضامین شائع ہوتے جس میں عقائد اہل سنت پر سخت اعتراضات کیے گئے، کنزالایمان پر پابندی اور محکمہ اوقاف سے سنی آئمہ وخطبا کو نکالنے کا مطالبہ کیا گیا۔ مجبور ہوکر وہاں کے محکمہ اوقاف نے کنزالایمان پر پابندی لگادی اور سنی خطبا کو نکالنے کی سفارش وزارۃ الشؤن الاسلامیہ کو بھیج دی۔ محترم قاری عبداللطیف مرحوم نے مفتی اعظم سے رابطہ کیا اور تمام صورتحال بیان کردی اور یہ بھی بتایا کہ ہمارے عقائد کو کیسے غلط رنگ دیا جارہا ہے۔ مفتی اعظم پاکستان نے اس موقع پر جو بھرپور کردار ادا کیا وہ واقعی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھنے جانے کے قابل ہے آپ نے اس مقصد کے لیے ''منظمۃ الدعوۃ الاسلامیہ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا اور پھر اپنی تمام صلاحیتوں کو اس نیک مقصد کے لیے استعمال کر ڈالا۔ آپ نے اخبار ''الاتحاد'' اور ''الہدیٰ'' کے ایڈیٹروں اور ذمہ دار افراد کو براہ راست خطوط تحریر فرمائے جس میں اہل سنت کے عقائد کی توضیح وتشریح فرمائی، دلائل بھی ارسال فرمائے۔ دوسری طرف آپ نے قاری عبدالطیف مرحوم کی بھرپور معاونت کی، انھیں اعتراضات کے مکمل جواب مع دلائل ارسال کیے مزید یہ کہ آپ نے ضروری کتب، ان کے متعلقہ صفحات اور سرورق کے فوٹوسٹیٹ بھی ارسال کیے تاکہ مخالفین کی مہم کا بھرپور جواب دیا جاسکے اور اہل سنت کے خلاف ہونے والی سازش کو ناکام بنایا جا سکے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ! جب دبئ کی کورٹ میں مقدمہ چلا اور اہل سنت نے عدالت میں مخالفین کے اعتراضات کے منہ توڑ جواب دیے اور اپنے عقائد کو قرآن وحدیث کے مطابق ثابت کرکے دکھایا تو عدالت کے مصری جج نے مخالفین کے اعتراضات کو رد کرتے ہوئے اور سنیوں کو صحیح العقیدہ قرار دیتے ہوئے اہل سنت کے حق میں فیصلہ سنادیا۔ آج دبئ اور ابوظہبی میں اہل سنت کو جو آزادی حاصل ہے اور انہیں اپنے عقائد کی ترویج کی جو اجازت ملی ہوئی ہے تو اس میں سب سے اہم کردار مفتی اعظم پاکستان کا ہے۔''[1]

۱۵۔ حق گوئی

حضرت پروفیسر محمد مسعود احمد تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ عاجزوں کے ساتھ عاجز اور قاہروں کے ساتھ قاہر تھے بے باک، حق گو، بھری مجلس میں علما کو ٹوک دیا کرتے تھے بڑے بڑے علما ان کے سامنے بات کرتے ہوئے جھجکتے تھے، وہ سلف صالحین کا نمونہ تھے ان کے قہر میں بھی محبت تھی، وہ سلف صالحین کی پیروی میں نجات سمجھتے تھے، صاحبِ استقامت تھے ڈانواں ڈول نہ تھے۔''[2]

مفتی محمد تنویر القادری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ''**ولا یخافون لومۃ لائم**''[3] کا مصداق تھے اور جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق وبے باکی آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ ایک مرتبہ سابق صدر پاکستان جنرل (ر) پرویز مشرف نے علماء کو جمع کیا اور اپنے خطاب میں دھمکی دی کہ میں تمام مدارس کو تالا

---

۱ سعیدی، سردار احمد حسن، مفتی اعظم پاکستان اور جہد مسلسل، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۵۲۔ ۱۵۳

۲ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، مفتی اعظم پاکستان......ایک دیدہ ور شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء ص: ۲۴

۳ المائدہ ۵: ۵۴

لگوادوں گا، مفتی صاحب نے سب باتیں سننے کے بعد فرمایا: ''صدر صاحب آپ کی نظر میں مدرسے ان عمارتوں کا نام ہیں جن میں ہم لوگ بیٹھ کر پڑھتے پڑھاتے ہیں؟ آپ اپنی خواہش پوری کرلیں، انھیں بند کردیں۔ یاد رکھیں! مدرسہ استاذ اور طلبہ کا نام ہے ہم راوی کے کنارے بیٹھ کر کلاسیں لگالیں گے۔''[1]

قبلہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ انتہائی بے داغ اور صاف ستھرے کردار کے مالک تھے آج کے دور میں جب سفارش، رشوت، کرپشن اور ناجائز تعاون ایک فیشن کی صورت اختیار کر چکا ہے آپ نے اپنے صاف ستھرے دامن کردار کو ان تمام آلائشوں سے محفوظ رکھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی وفات کے موقع پر آپ سے نظریاتی اختلاف رکھنے والے علما بھی نہ صرف آپ کے نماز جنازہ میں شریک ہوئے بلکہ انہوں نے آپ کے کردار کی بہت تعریف کی۔ آپکے قریبی بہت سے لوگ اس بات سے آگاہ ہیں کہ مشرف حکومت کے ابتدائی دور میں جب حکومت کو علما میں سب سے زیادہ باکردار، اصول پرست، محنتی، محب وطن اور کلین شخص کی ضرورت محسوس ہوئی تو صرف آپ کا نام ہی سامنے آیا۔[2]

ایک سابق حکومت میں جب صوبے کی سب سے طاقتور شخصیت نے زکوۃ کونسل کے ایک ارب روپے کسی دوسری مد میں لگانے کی کوشش کی تو وہ مفتی صاحب ہی تھے جنہوں نے ایک مفتی اور ذمہ دار کی طرح برملا کہا: ''یہ روپے اس جگہ خرچ نہیں ہو سکتے۔'' اور پھر اس بل پر دستخط کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ انہوں نے آپ کو خریدنے کی کوشش کی اس طریقے سے وہ کئی پھنے خاں قسم کے مومنوں کے ایمان کا ستیاناس کر چکے تھے، اس مقصد کے لیے انہوں نے ضلع راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے ایک ایم این اے (MNA) کی ڈیوٹی لگائی کہ اس بندے کو اپنے جال میں لانا ہے، اس نے سمجھا کہ یہ شاید مولانا ڈی ڈی ٹائپ کے مولوی ہیں لہٰذا ایک تقریب میں وہ مفتی صاحب سے ایک خیر خواہ کے طور پر ملا، بڑی عقیدت کا اظہار کیا اور پھر آپ کو لاہور اور اسلام آباد میں ادارے بنانے کے لیے ایکڑوں کے حساب سے اراضی دینے کی پیشکش کی آپ نے معذرت کر لی۔ قبلہ مفتی صاحب نے تو زمانے کا سرد و گرم دیکھ رکھا تھا، اور آپ مومن کی فراست رکھتے تھے سمجھ گئے کہ یہ مجھے داغدار کرنے کی سازش ہے۔

ایک اور تقریب میں جب اس نے دوبارہ پیشکش کی اور بہت زیادہ اصرار کیا تو مفتی صاحب نے غصے میں، بلکہ اپنے خاص سٹائل میں اسے مخاطب کر کے کہا کہ ''تم مجھے بکاؤ مولوی سمجھتے ہو؟ اگر آئندہ تم نے مجھ کو خریدنے کی کوشش کی تو یاد رکھو میں کوئی لحاظ نہیں کروں گا اور لوگوں کے سامنے ایسی کھری کھری سناؤں گا کہ تم زندگی بھر نہیں بھولو گے۔'' نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شخص آپ کا خالص عقیدت مند بن گیا۔ اسی ایم این اے (MNA) کی ایک مرتبہ صاحبزادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی مدظلہ سے ملاقات ہوئی، جب اسے معلوم ہوا کہ آپ مفتی صاحب کے صاحبزادے ہیں تو اس نے آپ کو بہت عزت دی اور کہا کہ ''میں نے اپنی ساری زندگی مفتی صاحب جیسا کھرا، سچا اور سُچا آدمی نہیں دیکھا۔''[3]

---

۱ القادری، محمد تنویر، مفتی، مفتی اعظم پاکستان کا انداز تربیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۳۳

۲ سعیدی، سردار احمد حسن، مفتی اعظم پاکستان...... ایک مثالی شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۴۱۔۱۴۲

۳ ایضاً، مفتی اعظم پاکستان اور جہد مسلسل، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۵۹

۱۶۔جرأت و بے باکی

مفتی اعظم پاکستان کی جرأت بے باکی مسلّمہ تھی آپ فرماتے تھے کہ ابتدائی دور میں کچھ مخالفین دُعا کے بہانے مجھے ایک گھر لے گئے اور خطرناک ہتھیار دکھا کر کہنے لگے ''تم یہ علاقہ چھوڑ کر جاؤ گے یا پھر ہم تمہیں جان سے مار ڈالیں۔'' میں نے ان کو جرأت اور انتہائی جذبے سے بھرپور جواب دیا کہ ''اگر دینِ حق کی راہ میں مجھے موت آ جائے تو تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہوگی۔'' میرا یہ جواب سن کر اُن کی ہمت جواب دے گئی اور میرا کچھ نہ بگاڑا۔''[۱]

۱۷۔فقید المثال منتظم

شیخ الحدیث ڈاکٹر فضل حنان سعیدی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''آپ فقید المثال منتظم تھے آپ کے اس وصف کا منہ بولتا ثبوت جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/شیخوپورہ اور اہل سنت و جماعت کے مدارس کی تنظیم ''تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان'' ہے۔ میں نے حضرت مفتی اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے علاوہ مدارس کے مہتمم حضرات میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو صبح اسمبلی سے پہلے جامعہ میں حاضر ہوتا ہو، تمام اساتذہ اور طلبا کو صبح اسمبلی سے پہلے جامعہ میں حاضری کا پابند بناتا ہوں، دیگر اساتذہ سے زیادہ اسباق پڑھاتا ہو، ظہر تا عصر فتویٰ نویسی کرتا ہو، نماز مغرب پڑھ کر روزانہ گھر جاتا ہو، گھر جا کر رات گئے تک جو اسباق صبح پڑھانے میں اُن کا مطالعہ کرتا ہو اور جمعۃ المبارک تعطیل کے روز بھی جامعہ میں حاضر ہو۔'' [۲]

مولانا سردار احمد حسن سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

''قبلہ مفتی صاحب انتظامی معاملات میں بہت سخت تھے اور کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے ساتھ کام کرنے والے لوگ ہمہ وقت چاق و چوبند اور ذہنی اور جسمانی لحاظ سے ہر وقت متحرک رہتے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف ادارے اور تنظیم کی کارکردگی بہت شاندار ہوئی بلکہ آپ کے زیر سایہ کام کرنے والوں کو انفرادی طور پر بھی اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے بھرپور مواقع ملتے۔ جامعہ نظامیہ کے بہت سے اساتذہ کا انفرادی تحریری و تقریری کام آپ کی اس سخت گیری کا مرہون منت ہے۔''[۳]

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت قبلہ مفتی صاحب اَن گنت اوصافِ حمیدہ و کمالاتِ جمیلہ سے مرصع تھے۔ آپ کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے انتظام و انصرام میں بڑی دور اندیشی اور مہارت تامہ سے کام لیتے رہے، انتظامی امور میں ہر ایک شعبہ سے جو صاحب منسلک ہے اسے اپنے شعبہ کو خوش اسلوبی سے چلانے کی مکمل آزادی دی، حضرت مولانا غلام فرید ہزاروی صاحب شعبہ امور تعلقات عامہ سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ حضرت مولانا حافظ عبدالستار سعیدی صاحب ناظم تعلیمات جامعہ ہونے کی حیثیت سے بڑے احسن

---

۱ مفتی اعظم پاکستان ایک مثالی شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۱۴۱

۲ سعیدی، فضل حنان، ڈاکٹر، مفتیٔ اعظم پاکستان......ایک ہمہ جہت شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص:۳۸۔۳۹

۳ سعیدی، سردار احمد حسن، مفتی اعظم پاکستان......ایک مثالی شخصیت، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۴۳

پیرائے میں آپ کی معاونت فرماتے رہے، جامعہ کے مدرسین واساتذہ کرام پر مفتی صاحب کو اتنا اعتماد تھا کہ شاذ و نادر ہی کسی جماعت میں دورانِ اسباق جا کر جائزہ لیا ہو یہی وجہ ہے کہ اساتذہ کرام بڑی جانفشانی اور محنت سے تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں لطف کی بات تو یہ ہے کہ جامعہ کے اساتذہ زیادہ تر مفتی صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، یہی وجہ تھی کہ حضرت مفتی صاحب اطمینان قلب سے جامعہ کے داخلی وخارجی معاملات کو سرانجام دیتے رہے۔'' [1]

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کے مختلف مناصب

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ جامعہ نظامیہ رضویہ کے مہتمم ہونے کے علاوہ درج ذیل مناصب پر فائز رہے:

۱۔ ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (۱۹۷۴ء تا ۲۰۰۱ء)

۲۔ صدر تنظیم المدارس (۲۰۰۱ء تا ۲۰۰۳ء)

۳۔ صدر جمعیت علما پاکستان لاہور

۴۔ مرکزی ناظم نشر واشاعت جمعیت علما پاکستان لاہور

۵۔ رکن پنجاب زکوٰۃ کونسل (۶ سال)

۶۔ رکن مرکزی زکوٰۃ کونسل (۶ سال)

۷۔ ممبر ایڈوائزری کونسل آف وزارتِ داخلہ

۸۔ چیئرمین سپریم کونسل آف جماعت اہلسنت

دینی اور ملی تحاریک میں حصہ

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ تحریک بحالی جمہوریت، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفی میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ کلیدی کردار ادا کیا جس کا تفصیلی ذکر آگے کیا جائے گا۔

حج وعمرہ اور تبلیغی دورے

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک حج اور ایک عمرہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ ۱۹۸۸ء میں برطانیہ تشریف لے گئے وہاں سے حج کے لیے روانہ ہوئے اور حج کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۹۶ء میں آپ پھر برطانیہ تشریف لے گئے اور وہاں سے آگے عمرہ کی سعادت حاصل کر کے واپس پاکستان تشریف لائے۔

علاوہ ازیں ۱۹۹۸ء میں لیبیا کے صدر ''کرنل معمر قذافی'' کی دعوت پر محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کے لیے تشریف

[1] جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص:۱۸

لے گئے اور وہ بھی چندروزہ دورہ تھا جو طلبہ کے اسباق میں رکاوٹ نہ بنا۔[1]

حیاتِ مستعار کا آخری دن اور وفات

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ حسب معمول ۲۶ اگست ۲۰۰۳ء بروز منگل جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری دروازہ گئے اپنے حصے کے اسباق پڑھائے، نماز ظہر پڑھی اور اس کے بعد جامعہ کے ناظم مولانا غلام فرید صاحب کو فرمانے لگے میں جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ جانا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا کہ آپ کے صاحبزادے عبدالمجتبیٰ (المعروف صاحبزادہ حافظ نصیر احمد ہزاروی) موجود ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ گھر سے گاڑی لے آئیں۔

مفتی صاحب نے کہا: ''ایک آدمی کے لیے گاڑی لے کر جانا مناسب نہیں ہے، ہاں عبدالمجتبیٰ کو کہیں کہ وہ مجھے بتی چوک تک چھوڑ آئے۔ اندازہ فرمائیں کہ انہیں ادارے کی کفیات شعاری کا کتنا خیال تھا؟ ستر سال کی عمر، ٹانگوں میں کسی کسی وقت کھینچاؤ کی کیفیت، ایسے حالات میں میں آدمی آرام کا طلب گار ہوجاتا ہے۔ مگر پھر آپ ویگن پر سوار ہوکر تنہا شیخوپورہ گئے، سرگودھا روڈ پر واقع جامعہ نظامیہ رضویہ میں تشریف لے گئے، اساتذہ سے ملے، کچھ ہدایات دیں پھر پورے مدرسے کا چکر لگایا اور عصر کے قریب وہاں سے واپس ہوئے تو اپنے صاحبزادے مولانا عبدالمصطفیٰ ہزاروی کو ساتھ لیتے آئے، جب راوی کے بتی چوک پر اترے تو عبدالمصطفیٰ صاحب کو کہا کہ ''میرے سینے میں بائیں طرف درد ہو رہی ہے، میں گھر جاتا ہوں، تم راستے سے لیموں لیتے آنا۔ گھر پہنچ کر مغرب کی نماز پڑھائی، اس کے بعد قہوہ منگوایا، قہوے میں لیموں کو نچوڑا، ان کا خیال تھا کہ گیس کا عارضہ ہے قہوہ پینے سے طبیعت ٹھیک ہوجائے گی، لیموں نچوڑتے ہی چارپائی پر لیٹ گئے، ان کی بہو نے کہا: لیموں اور نچوڑوں؟ مفتی صاحب نے فرمایا: ''بس جتنا نچوڑنا تھا نچوڑ لیا۔'' اس کے ساتھ ہی اللہ کا نام لیا اور دنیا سے رخصت ہوگئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔[2]

نماز جنازہ اور آخری آرامگاہ

حضرت علامہ مولانا مفتی اعظم پاکستان مورخہ ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۶ اگست ۲۰۰۳ء بروز منگل بعد از نماز مغرب خالق حقیقی کو جا ملے۔ اگلے دن بروز بدھ ۲ بجے عتیق اسٹیڈیم نزد بادشاہی مسجد لاہور میں پچاس ہزار سے زائد علماو مشائخ پاکستان کے علاوہ ہزاروں لوگوں نے مولانا شاہ احمد نورانی کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب مفتی صاحب کا جنازہ لے کر روانہ ہوئے تو ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی اور یہ سلسلہ بُڈھے دریا تک جاری رہا گویا کہ یہ ربّ کریم کی طرف سے اس شخصیت کے لیے ابتدائی انعام تھا جس نے تمام زندگی قال اللہ وقال الرسول کے لیے وقف کر رکھی تھی۔[3]

مولانا پروفیسر عون محمد سعیدی تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] سیدی مفتی اعظم، ص:۵۱
[2] مقالات مفتی اعظم، ص: ۱۳
[3] ایضاً، ص: ۱۴

''جب میں اور میرا شاگرد اللہ داد مفتی صاحب کے گھر پہنچے تو جنازہ آ رہا تھا، ہم بھی جنازے کے ہجوم میں شامل ہو گئے اور جو منظر میں نے دیکھا اس کی طرف مولانا اللہ داد کو بھی متوجہ کیا، جنازے کے عین اوپر ابرِ رحمت سایہ فگن تھا، جنازے پر ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی میں نے دائیں بائیں دُور دُور تک نظر دوڑائیں جنازے کے سوا کہیں بادل نہ تھا، میں نے مولانا اللہ داد سے کہا کہ ''دیکھو! مجاہد کا جنازہ کس شان سے جا رہا ہے۔؟ کہیں بھی بادل نہیں ہے مگر جنازے کے عین اوپر رحمتیں برس رہی ہیں۔''[1]

تھی جنازے پر ترے رحمت کی بارش ہر طرف
اس کے ہیں شاہد سبھی پیر و جواں عبدالقیوم
چھوڑ کر تابش قصوریؔ کو غم و آلام میں
خامشی سے چل دیئے سوئے جناں عبد القیوم [2]

عتیق اسٹیڈیم میں نمازِ جنازہ کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ جنازہ لے جایا گیا اور پھر پانچ بجے جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ میں ہزار ہا لوگوں نے استاذ العلما حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب کی اقتدا میں نمازِ جنازہ ادا کی اور بعد نمازِ عصر آپ کو جامع مسجد رضا کے جنوبی مینار کے زیرِ سایہ مزارِ اقدس میں اتار دیا گیا۔[3]

تصنیفات و تالیفات

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے خود تو کثیر تعداد میں کتب تصنیف نہ فرمائیں۔ البتہ آپ نے سینکڑوں مصنفین ضرور پیدا کیے۔ جب مفتی صاحب سے ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے انٹرویو لیتے ہوئے سوال کیا تصنیف و تالیف کے حوالے سے آپ کی خدمات؟ تو مفتی صاحب نے جواب دیا: ''کیا خدمات ہیں میری؟ اللہ تعالیٰ اسی تدریس اور جامعہ کے کام میں برکت دے اور میرے لیے یہ کافی ہے۔ میں تو بس شب و روز اسی میں مصروف رہتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کام جو کر رہا ہوں یہ کس نے کیا؟ جامعہ نظامیہ ہے تنظیم المدارس ہے اور پھر فتاویٰ رضویہ کا کام ہے۔ میری زندگی کے لیے تو فتاویٰ رضویہ کا کام ہی کافی ہے۔ تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں میرا شوق ہے کہ اپنے ساتھیوں کو آگے لاؤں۔ میری کئی کتب میرے ساتھیوں کے نام پر چھپی ہیں [4]

مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے درج ذیل کتب تصنیف فرمائی ہیں:

۱۔ التوسل (عربی)

---

۱ سعیدی، عون محمد، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان...... یادیں ان کی باتیں اُن کی، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۲۸
۲ تابش قصوری، محمد منشا، علامہ، منقبت در شانِ مفتی اعظم پاکستان، مشمولہ: مجلہ: النظامیہ، ستمبر اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص: ۲۶۰
۳ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۲۴
۴ قادری، ملک محبوب الرسول، مفتی اعظم پاکستان کا چشم کشا انٹرویو، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۲۴۶

۲۔ تاریخ نجد وحجاز

۳۔ مقالات مفتی اعظم

۴۔ امام اعظم کے اجتہادی قواعد واصول

۵۔ العقائد والمسائل (عربی) [1]

فتاوٰی جات

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ تحقیق پر مبنی ہوتے تھے نہ تو اسلاف کی راہ کو دقیانوسی قرار دے کر جدت کا شکار ہوتے اور نہ ہی لکیر کے فقیر والی صورت اختیار کرتے، اسلاف کی سوچ اور فکر کے امین تھے اور حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ کے فتاوی نے کئی مسائل میں عدالتوں کی رہنمائی کی اور اہل اسلام کو ان فتاوی سے اجتماعی فائدہ ہو۔ [2] مفتی صاحب علیہ الرحمۃ فتوی دینے میں نہایت محتاط تھے حضرت علامہ پروفیسر محمد عطاء الرحمن رضوی تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی صاحب اگرچہ عظیم محدث، کہنہ مشق مدرس، بالغ نظر فقیہہ اور بہترین مصنف تھے لیکن آپ کی شہرت مفتی ہونے کے حوالے سے ہے اسی لیے اہل سنت کے اکابر علما نے آپ کو مفتی اعظم پاکستان کے لقب سے پکارا اور یاد کیا۔ آپ کے فتاویٰ کی خصوصیات تو کوئی فاضل ہی بیان کریں گے مجھ بے بضاعت نے جو اہم خصوصیت دیکھی وہ فتوی نویسی میں آپ کی احتیاط ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ ایک نوجوان اپنے ہمراہیوں کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہے اور یہ مسئلہ بیان کر کے فتوی کا طالب ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تھی لیکن میرے وکیل نے تین طلاقیں لکھ کر بھیج دیں جواباً مفتی صاحب نے فرمایا:

''وکیل تو بہت ہوشیار لوگ ہوتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ ایک طلاق دیں اور وہ تین طلاقیں لکھ دے؟ ہم آپ کے سوال کے مطابق فتویٰ لکھ کر تو دے سکتے ہیں لیکن اگر آپ نے تین دی ہیں تو یاد رکھیں کہ آپ کا بیوی کو گھر میں رکھنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہوگی۔'' یہ فرما کر دیر تک خوف خدا اور فکر آخرت یاد دلاتے رہے پھر نوجوان کے ہمراہیوں سے فرمایا: ''اسے باہر لے جا کر سمجھاؤ!'' کچھ دیر کے بعد وہ نوجوان اشکبار آنکھوں سے حاضر ہوا اور اعتراف کیا کہ ''میں نے واقعی تین طلاقیں دی تھیں۔''

غور فرمایئے! کوئی اور مفتی ہوتا تو فتوی دے کر فارغ ہو جاتا، لیکن مفتی صاحب اپنی محتاط روش اور فراست سے بھانپ گئے کہ سائل سوال کرتے وقت کچھ چھپا رہا ہے اور یوں اُس کی صحیح رہنمائی فرما کر اُسے شریعت کی خلاف ورزی سے بچا لیا۔'' [3]

مفتی صاحب کی زندگی کا آخری فتویٰ

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے قلم سے ہزارہا فتاویٰ جاری ہوئے لیکن افسوس کے اکثر فتاویٰ محفوظ نہ رہ سکے تاہم اب بھی اگر آپ

---

۱ سعیدی، محمد عبدالستار، حافظ، مرآۃ التصانیف، لاہور: مکتبہ قادریہ، مطبوعہ ثانی: ۱۹۹۸ء، ص: ۳۰۹

۲ سیدی مفتی اعظم، ص: ۵۲

۳ رضوی، محمد عطاء الرحمن، پروفیسر، مفتی اعظم پاکستان...... یادوں کے نقوش، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۱۱۳۔ ۱۱۴

کے باقی ماندہ فتاویٰ کو کوئی محقق اکٹھا کرے تو ایک ضخیم مقالہ اور تاریخی دستاویز تیار ہو سکتی ہے۔ تاہم یہاں آپ کی زندگی کا آخری فتویٰ نقل کیا جاتا ہے جو آپ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پہلے تحریر فرمایا۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے سورۃ فتح کی آیت مبارکہ "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" کے تحت علامہ الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی اور غزالئ زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہما الرحمۃ کے تراجم کی بابت سوال کیا گیا کہ دونوں میں تفاوت کیوں ہے تو مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے مستفتی کے جواب میں ارشاد فرمایا:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی اور غزالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہما اللہ عالم اسلام کی مقتدر علمی شخصیات اور اہل سنت و جماعت کے مقتداو پیشوا ہیں اور ان دونوں بزرگوں نے مسلمانوں کو تقدیس خداوندا ور عظمت رسول ﷺ کے آئینہ دار تراجم قرآن کا عطیہ دے کر امت پر احسان عظیم کیا۔

لفظ ذنب جو بظاہر گناہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور بلاشبہ قرآن مجید میں اس لفظ کی اضافت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہے۔ علماء اہل سنت نے یہاں اس کی مختلف توجیہات کی ہیں تا کہ عصمت رسول ﷺ کی طیب و طاہر چادر پر کوئی دھبہ نہ آئے۔ چنانچہ سورۂ فتح کی آیت کریمہ "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لم يكن للنبي ﷺ ذنب، فما ذا يغفر له، قلنا (الجواب) عنه قد تقدم مرار من وجوه (احدها) المراد ذنب المؤمنين، (ثانيها) المراد ترك الافضل، (ثالثها) الصغائر الخ۔ (تفسیر کبیر، جز:۲۷، ص:۷۸)

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

احتج المخالف بما نقل من اقاصيص الأنبياء وما شهد بهٗ كتاب الله من نسبة المعصية والذنب اليهم ومن توبتهم و استغفارهم و امثال ذلك والجواب عنه اجمالا فهو ان ما نقل اٰحاد امردود وما نقل متواترا او منصوصا في الكتاب محمول على السهو والنسيان او ترك الاولىٰ الخ۔ (شرح مقاصد، جلد:۲، ص:۱۹۲)

وہ مزید فرماتے ہیں:

واما في حق نبينا فمثل "اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ"... "وَلَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ"... "و ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك"، فمحمول على ما فرط منه من الزلة و ترك الافضل۔ (ایضا، ص:۱۹۷)

اور "عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ" کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

تلطف في الخطاب و عتاب على ترك الافضل و ارشاد في الاحتياط في تدبير الخيرات۔ (ايضاً)

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم شریف میں فرمایا:

(قد غفر الله له ما تقدم من ذنبه و ما تاخر) هذا مما اختلف العلماء في معناه قال القاضي: قيل المتقدم ما كان قبل النبوة والمتاخر عصمتك بعدها و قيل المراد به ذنوب امته صلى الله عليه وسلم،

قلت فعلى هذا يكون المراد الغفران لبعضهم او سلامتهم من الخلود في النار، و قيل المراد ما وقع منه صلى الله عليه وسلم عن سهو و تأويل حكاه الطبري واختاره القشيري، و قيل ما تقدم لابيك آدم و تأخر من ذنوب أمتك، و قيل المراد أنه مغفور لك غير مؤاخذ بذنب لو كان، و قيل هو تنزيه له الذنوب صلى الله عليه وسلم، والله اعلم۔ (شرح مسلم، ج:۱، ص:۱۰۹)

جب ان اکابر اور اسلاف کی عبارات سے واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصیت و ذنب سے معصوم ہیں اور قران میں ذنب کی نسبت کا انبیاء خصوصاً حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف ہونا بالاجماع مؤول ہے تو اب ہر ایسی تاویل جس سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت محفوظ اور ثابت رہے وہ تاویل جائز اور مستحسن قرار پائے گی لہٰذا یہ بحث کرنا کہ اسلاف کی تاویلات میں سے کون سی جائز اور کون سی ناجائز ہے یہ محض وقت کا ضیاع اور انتشارِ طبع ہے ورنہ اسلاف کی مسلمہ حیثیت کو مجروح کرنا اور اپنی ناقص رائے کو مسلّط کرنا بدقسمتی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

جس طرح ان بزرگوں نے ''ذنب'' کا معنی ترک افضل کیا یا مومنین کے گناہ مراد لیئے اسی طرح امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ نے یہ دونوں باتیں ذکر کی ہیں اگرچہ آپ نے ترجمہ قرآن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلوں پچھلوں کے گناہ مراد لیے لیکن دوسرے مقامات پر ترک افضل بھی مراد لیا (جیسا کہ مستفتی نے نہایت عرق ریزی سے ان حوالہ جات کو یکجا کیا ہے، فجزاھم اللہ منامۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احسن الجزاء)

اور غزالئ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ نے ترکِ اولیٰ (ترکِ افضل) مراد لیا ہے لہٰذا دلائل کی روشنی میں دونوں تراجم میں کوئی اختلاف نہیں اور یہ دونوں تراجم نہایت عمدہ، درست اور باہم مطابق ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی
ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/شیخوپورہ[1]

نسبی و روحانی اولاد

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی چار صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے ہیں صاحبزادوں کے نام علی الترتیب درج ذیل ہیں:

۱۔ جناب صاحبزادہ محمد سعید احمد صاحب
۲۔ صاحبزادہ مولانا عبدالمصطفیٰ ہزاروی صاحب، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
۳۔ صاحبزادہ مولانا عبدالمجتبیٰ صاحب نصیر احمد، ناظم اعلیٰ مدرسہ نور شاہدرہ لاہور
۴۔ مولانا عبدالمرتضیٰ، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ

آپ کی روحانی ومعنوی اولاد جس نے آپ سے اکتساب فیض کیا اس کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی ہے تاہم یہاں چند ارشد تلامذہ

[1] مفتی اعظم پاکستان کا آخری فتوی، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۳ء ص:۴۱۰ تا ۴۱۲

کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں جو اپنی دینی، علمی، تحقیقی، تصنیفی و تدریسی خدمات کے باعث بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں:

۱۔ ادیب شہیر حضرت مولانا علامہ عبدالحکیم شرف قادری، سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۲۔ حضرت علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی صاحب، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور

۳۔ حضرت علامہ مفتی فضل سبحان قادری، شیخ الحدیث و بانی و سرپرست ام المدارس جامعہ قادریہ مردان

۴۔ حضرت مولانا مفتی محمد صدیق ہزاری، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور

۵۔ حضرت مولانا علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۶۔ سید غلام مصطفی شاہ بخاری عقیل، مہتمم جامعہ مدینۃ العلم، لاہور و سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۷۔ حضرت مولانا مفتی محمد منیب الرحمن، چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان

۸۔ حضرت علامہ غلام فرید ہزاروی صاحب، ناظم اعلی امور تعلقات عامہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۹۔ حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری صاحت مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور

۱۰۔ حضرت مولانا ظہور احمد جلالی صاحب، مہتمم جامعہ محمدیہ مانگا منڈی

۱۱۔ حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی، شیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

۱۲۔ حضرت علامہ شیخ فرید صاحب، سابق مفتی محکمہ اِفتا آزاد کشمیر

۱۳۔ حضرت مولانا ڈاکٹر پروفیسر ضیاء المصطفیٰ قصوری، سابق لیکچرار جی سی یونیورسٹی لاہور

۱۴۔ حضرت علامہ مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب، پروفیسر منہاج یونیورسٹی لاہور

۱۵۔ مناظر اسلام مولانا عبدالتواب صدیقی صاحب، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۱۶۔ حضرت علامہ خادم حسین رضوی صاحب، سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۱۷۔ حضرت علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی صاحب، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۱۸۔ حضرت علامہ محمد ظہیر بٹ صاحب، شیخ الحدیث جامعہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۱۹۔ حضرت علامہ طاہر تبسم قادری صاحب، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و چیئرمین نیشنل علماء کونسل پاکستان

۲۰۔ حضرت علامہ مولانا محبوب احمد چشتی صاحب، شیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

۲۱۔ علامہ سید مزمل حسین شاہ صاحب

۲۲۔ علامہ مفتی محمد ہدایت اللہ پسروری

۲۳۔ حضرت علامہ سردار احمد حسن سعیدی، سابق نظام تعلیمات جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

۲۴۔ حضرت مولانا مفتی محمد تنویر القادری صاحب، مفتی دارالافتا جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۲۵۔ حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مرتضائی صاحب، سجادہ نشین آستانہ عالیہ مرتضائیہ قلعہ شریف و مہتمم جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف

۲۶۔ حضرت صاحبزادہ علامہ مولانا مفتی محمد انوار الرسول مرتضائی صاحب ،صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان و ڈائریکٹر اقراء مدینۃ الاطفال الجدیدۃ الاسلامیہ، پاکستان

۲۷۔ صاحبزادہ علامہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۲۸۔ مولانا محمد جنید صاحب، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ

۲۹۔ حضرت علامہ مفتی محمد اکمل قادری مدنی، QTV کراچی

۳۰۔ حضرت مولانا خلیل احمد قادری، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ داتادربار لاہور

۳۱۔ مفتی محمد قاسم عطاری صاحب، شیخ الحدیث والتفسیر ورئیس دارالافتاء اہلسنت

۳۲۔ حضرت علامہ مولانا دل محمد چشتی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۳۳۔ حضرت علامہ مولانا قاری احمد رضا سیالوی صاحب، نائب ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۳۴۔ حضرت علامہ مولانا واحد بخش سعیدی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۳۵۔ حضرت علامہ مولانا رمضان سیالوی صاحب، خطیب جامع مسجد داتادربار لاہور

۳۶۔ حضرت علامہ مولانا ریاض احمد اویسی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۳۷۔ حضرت علامہ مولانا عمران الحسن فاروقی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۳۸۔ حضرت علامہ مولانا فاروق شریف صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۳۹۔ حضرت علامہ مولانا اکرام اللہ بٹ، چیف لائبریرین جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۴۰۔ مولانا محمد طفیل، بانی شمس العلوم جامعہ رضویہ کراچی

حیات مفتی اعظم پاکستان کے ماہ وسال ایک نظر میں

شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب نے مفتی صاحب کی سوانحی خاکہ ترتیب دیا ہے جس میں ایک ہی نظر میں حیات وخدمات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ولادت	۲۹ شعبان ۱۳۵۲ھ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۳ء
مقام ولادت	میرا کلاں
وطن اصلی سے نقل مکانی	۱۹۴۰ء
آغاز تحصیل علم دین	۱۹۴۳ء
محدث اعظم علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر بیعت	۱۹۵۳ء
تکمیل علوم ودورۂ حدیث	۱۹۵۵ء

آغاز تدریس	۱۹۵۵ء
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور آمد	۱۹۵۶ء
بطور ناظم اعلیٰ ذمہ داری سنبھالی	۱۹۶۲ء
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی نئی عمارت کا آغاز	۱۹۷۲ء
دورۂ حدیث کا آغاز	۱۹۷۴ء
تنظیم المدارس کے ناظم اعلیٰ کی ذمہ داری	۱۹۷۴ء تا ۲۰۰۱ء (۲۸ سال میں ۹ مرتبہ بلا مقابلہ انتخاب)
پہلا دورۂ برطانیہ اور سعادت حج	۱۹۸۸ء
دوسرا دورۂ برطانیہ اور سعادت عمرہ	۱۹۹۶ء
صدر قذافی کی دعوت پر لیبیا میں محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرکت	۱۹۹۸ء
تنظیم المدارس کی صدارت	۲۰۰۱ء
وصال	۲۶ اگست ۲۰۰۳ء
عمر مبارک	۷۰ سال ۷ ماہ ۲۹ دن
زمانہ تعلیم وتحصیل	۱۲ سال
زمانہ تدریس	۴۹ سال تقریبا
باقی بچپن	۹ سال

تاسیسِ جامعہ نظامیہ رضویہ کے بعد درپیش مسائل

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کی ۱۹۵۶ء میں بنیاد رکھی گئی اور اسباق کی افتتاح بھی کر دیا گیا لیکن ساتھ ہی جامعہ کو دو طرح کے مسائل سے سابقہ پڑا:

۱۔ جامعہ کے اندرونی مسائل

۲۔ مقامی مسائل

جامعہ کے اندرونی مسائل

جامعہ کے اندرونی وذاتی مسائل میں طلباء ومدرسین کی رہائش واقامت کا مسئلہ، کتب کی فراہمی، طلبا کے خورد ونوش کا انتظام مدرسین کا انتظام اور سرمایہ کی فراہمی سرفہرست مسائل تھے۔

(i) رہائش کا مسئلہ

یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جہاں طلبا و مدرسین کے طعام و قیام کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو وہاں طلبا پوری دلجمعی کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے اور نہ مدرسین ہی سکون و اطمیان سے اپنا فرض ادا کر سکتے ہیں اور یہاں یہ حالت تھی کہ طلبا کی رہائش گاہیں تو کجا وقتی طور پر دھوپ سے بچاؤ کے لیے کوئی کمرہ تک موجود نہ تھا۔ دھوپ کی شدت کے اثرات سے بچنے کے لیے چوہدری چراغ دین صاحب کی وساطت سے میاں ظہور احمد صاحب، مالک ظہور سنز سے ایک مستعمل سائبان حاصل کیا گیا اور سائبان کے نیچے درس نظامی کی کلاسیں اور حفظ القرآن کے طلباء کی کلاس مسجد خراسیاں میں قائم کر دی گئی۔ مزید یہ کہ وہ طالب علم جو مختلف مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے، انہوں نے حسب گنجائش اپنے ساتھیوں کی رہائش کا انتظام اپنے ہاں کر لیا، باقی ماندہ مسجد خراسیاں ہی میں معتکف رہتے بعض طلبا اساتذہ کرام کے ہاں ہی مساجد میں رات بسر کرتے۔

حضرت مہتمم صاحب جامع مسجد خراسیاں سے ملحقہ مختصر سے مکان میں بمعہ اہل وعیال گزر اوقات کرتے، حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب پہلے پہل مسجد خراسیاں میں طلبا کے ساتھ رات بسر کرتے رہے بعد ازاں اپنے ایک ساتھی مولانا غلام مصطفی جو اس وقت جامعہ کے طالب علم تھے اور مسجد محلّہ پیر گیلانیاں کے امام بھی تھے آپ کو اپنے پاس مسجد میں لے گئے وہاں ایک چھوٹے سے حجرے مین دو تین سال راتیں بسر کیں۔

قاری محمد حنیف صاحب مدرس شعبہ حفظ القرآن موچی دروازہ کے اندر ایک مسجد میں امام لگے تو انہوں نے درجہ حفظ کے بیرونی طلبا کو اپنے پاس شام کے وقت لے جانا معمول بنالیا۔ درس نظامی کے دوسرے مدرس مولانا حافظ محمد علی صاحب پسروری چند دن مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب کے ساتھ مسجد محلہ پیر گیلانیاں میں اقامت پذیر رہے، بعد میں جامع مسجد بیڈن روڈ کی خطابت سے سرفراز ہوئے تو وہ بھی چند طلبا سمیت وہاں منتقل ہو گئے یوں عارضی طور پر طلبا کی رہائش کا انتظام ہوتا رہا۔

اور اِدھر حضرت مہتمم صاحب باغیچی نہال چند کے شمال مغربی حصہ میں پرانے اور بوسیدہ تین کمروں کو قابل استعمال بنائے کے لیے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے رہے آخر ایک سال بعد کمروں پر قابض ناپسندیدہ افراد کو وہاں سے نکالنے اور بعض حضرات کے تعاون سے کمروں کو دوبارہ تعمیر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔[۱] پانی، غسل خانے، طہارت خانے اور لاہور ایسے گنجان شہر میں جہاں لیٹرین کا ہونا از بس ضروری ہے یہاں بالکل انتظام نہ تھا کون کرتا؟ لاچار غسل کے لیے تو مسجد کے غسل خانے کا سہارا ڈھونڈ نکالا جس سے کئی سال تک استفادہ جاری رہا۔ مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مہتمم صاحب نے ایک چھوٹا سا بیت الخلا تیار کروایا مگر اس پر اہل محلہ اور بازار کے شرفا نے قبضہ جمالیا ان سے جان چھڑانے کی ایک ہی صورت نظر آئی وہ یہ کہ بیت الخلا ختم کر دیا گیا۔ بعد ازاں معاونین کے خصوصی تعاون سے مزید دو کمرے بھی تعمیر کر دیے گئے۔[۲]

۱ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۵۴۔۵۵

۲ ایضاً، ص: ۵۸

شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول رضوی صاحب کے فیصل آباد تشریف لے جانے کے بعد حضرت مفتی صاحب نے مدرسین کی تعداد بڑھنے پر مزید چھ کمرے تعمیر کرائے جدید تقاضوں کے مطابق ہر مدرس کی درس گاہ پر تعارفی تختی لگادی گئی ساتھ ہی ساتھ ہر مدرس کے لیئے تکیہ، دری اور ایک ایک ڈیکس مہیا کر دیا گیا۔[1]

(ii) کتب کی فراہمی

طلبا و مدرسین کے لیے کتب کا مسئلہ نہائیت پیچیدہ تھا کیونکہ تعلیم و تعلّم کے لئے کتب بنیادی حیثیت رکھتی ہیں سرمایہ نہ ہونے کے باعث فوری طور پر کتابیں خریدنا جامعہ کے بس کی بات نہ تھی، اس مسئلہ کا حل یوں کیا گیا کہ کچھ کتابیں جامعہ رضویہ لائل پور (فیصل آباد) سے عاریۃً حاصل کی گئیں اور وقتی طور پر کچھ حضرت مہتمم اور ناظم صاحبان نے اپنی ذاتی کتب طلبا کے حوالے کر دیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ استاذ اور شاگرد باری باری کتاب کا مطالعہ کر کے ایک دوسرے تک پہنچا دیتے اس طرح صبح تک سبق کی تیاری ہو جاتی، ساتھ ہی حسب ضرورت کتب کی خریداری کی کوسش بھی جاری رہی[2] اور کچھ عرصہ بعد مستعار شدہ کتابیں واپس کر دی گئی اور جامعہ نے اپنی کتابیں خرید لیں۔ جامعہ مسجد خراسیاں سے تار کے ذریعے روشنی کا انتظام بھی کر لیا گیا اور حضرت شیخ الحدیث کے جانے کے بعد عموماً جامعہ کا کتب خانہ درسی کتب تک محدود تھا ضرورت تھی کہ افتا میں مسائل کی تحقیق و جستجو کے لئے اچھا خاصا ذخیرہ کتب حاصل کیا جائے مگر جامعہ میں اتنی استطاعت نہ تھی تاہم فتاویٰ اور تفاسیر پر مشتمل چند کتابیں خرید لی گئیں، ساتھ ساتھ درسی اور فنی کتب کے شروح و حواشی خریدنے کی بھی کوشش جاری رہی۔ گو جامعہ کے شایان شان تو کتب خانہ قائم نہ ہو سکا مگر ضروری کتب کی فراہمی نے پریشانی سے قدرے نجات دی۔[3]

(iii) طلبا کے لیے خورد و نوش کا انتظام

طلبا کے خورد و نوش کا باضابطہ انتظام ابتدائی طور پر بالکل ناممکن تھا تاہم ان ناگفتہ بہ حالات میں طلبا کو صرف آٹھ آنے (پچاس پیسے) یومیہ صبح و شام کی خوراک کے لیے دیئے جاتے جس سے دونو وقت بھوک کی شدت کم کرتے۔ کچھ عرصہ بعد جامعہ کے معاونین حضرات کی طرف سے آٹے کی سپلائی شروع ہوگئی، حضرت مہتمم صاحب اپنے گھر کھانا تیار کرواتے اور بڑی شفقت سے طلبا کو کھلاتے یہ سلسلہ بدستور کئی سال تک جاری رہا۔[4] حضرت شیخ الحدیث صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد مفتی صاحب نے بھی طلباء کے طعام کا انتظام گھر پر ہی کیا۔ آٹا اور لکڑی وغیرہ گھر بھیج دی جاتی کھانا تیار ہو کر جامعہ آ جاتا ایک سال تک یہی نظام قائم رہا، بعدہٗ دار العلوم میں مطبخ اور باورچی کا انتظام ہوا۔[5]

---

۱ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۴۷

۲ ایضاً، ص: ۵۳۔ ۵۴

۳ ایضاً، ص: ۶۷

۴ ایضاً، ص: ۵۶

۵ ایضاً، ص: ۴۷

(iv) مدرسین کا انتظام

ابتداءً حضرت العلام مولانا غلام رسول صاحب مہتمم وصدر مدرس اور حضرت مفتی صاحب عبدالقیوم ہزاروی مدرس وناظم مقرر ہوئے مولانا حافظ محمد علی صاحب پسروری کی بھی مدرس کے طور پر خدمات حاصل کی گئی اور شعبہ حفظ میں قاری محمد حنیف صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں اور ۱۹۵۷ء میں مولانا اللہ بخش واہ بچھراں والے بھی کچھ عرصہ کے لیے جامعہ میں تدریس فرماتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد جامعہ کی شہرت کی وجہ سے طلبا کی تعداد میں دن بدن اضافہ کی وجہ سے مدرسین کی تعداد میں حسب ضرورت اضافہ کرنا پڑا شعبہ حفظ میں چار تک اور درسیات میں پانچ تک کی تعداد رکھنی پڑی۔[1]

حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت مفتی صاحب نے ملتان سے حضرت مولانا علامہ محمد انوار الاسلام صاحب کو فوری طور پر طلب کیا مولانا انوار الاسلام ملتان سے لاہور تشریف لائے اور جامعہ نظامیہ رضویہ میں تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔ بعد ازاں مفتی صاحب نے حضرت علامہ غلام رسول صاحب کے خلا کو اپنی ذات سے پُر کیا اور اپنی جگہ مولانا انوار الاسلام صاحب کو ناظم اعلیٰ کے فرائض سونپ دے۔ باقی کمی کو پورا کرنے کے لیے دو اور مدرس مقرر کئے۔ شعبۂ حفظ وتجوید کے لئے تین مدرسین کا تقرر بھی عمل میں آیا۔ مولانا غلام رسول صاحب کے تشریف لے جانے تک کل پانچ مدرس تھے بعدہ اس تعداد میں نو تک کا اضافہ ہوا پھر ضرورت پڑنے پر یہ تعداد بارہ تک کر دی گئی۔[2]

(v) سرمایہ کی فراہمی

سرمایہ کے لحاظ سے دو صورتیں ہی بنتی ہیں یا تو حسب ضرورت سرمایہ فراہم ہوجائے یا پھر اخراجات کو سرمایہ کے مطابق کیا جائے۔ ابتدائی طور پر حسب ضرورت سرمایہ کی فراہمی کی کوئی صورت نہ تھی تاہم دوسری شق کو اختیار کیا گیا حضرت مہتمم اور ناظم صاحبان کے علاوہ شعبۂ تدریس کے دیگر مدرس بغیر وظیفہ لئے خدمات انجام دے رہے تھے البتہ دو وقت کا کھانا وظیفہ میں شامل کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہاں شعبہ حفظ وناظرہ کے مدرس کی خدمت میں یک صد روپے ماہانہ پیش کر دیئے جاتے، پہلا سال یونہی اختتام پذیر ہوا۔ دوسرے سال بعض خیر خواہان ادارہ کے تعاون سے تقریباً اڑھائی صد روپے ماہوار وصول ہونے پر چالیس اور ساٹھ روپے وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت مہتمم صاحب اور علامہ ابوسعید محمد عبدالقیوم صاحب نماز عصر کے بعد اہل محلہ سے کسی معاون کو ساتھ لے کر مختلف بازاروں میں معاونین کی تلاش میں سرگرداں رہتے حتیٰ کہ کسی واقف کے ذریعے دُور دُور تک پہنچتے مگر مؤثر گفتگو نہ کرسنے کی وجہ سے بہت کم حوصلہ افزائی ہوتی پھر بھی دو تین سال کی تگ ودو کے نتیجہ سے ماہانہ چندہ تقریباً تین صد تک وصول ہوجاتا۔[3]

یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا حتیٰ کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب فیصل آباد تشریف لے گئے بعدہٗ حضرت مفتی صاحب اس مسئلہ کے حل کے لیے کمر بستہ ہوگئے اسباق سے فارغ ہو کر آرام کرنے کے بجائے اپنے رفیقِ کار مولانا انوار الاسلام کو ہمراہ لئے احباب ورفقا اور

---

۱ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۶۲۔ ۶۳

۲ ایضاً، ص: ۷۱

۳ ایضاً، ص: ۶۰

جامعہ کے سابق معاوین کے ہاں تشریف لے جاتے دارالعلوم کے لئے دامے درمے قدمے سخنے امداد کی اپیل کرتے یہ تجربہ کامیاب ہوا اور آہستہ آہستہ متعارفین کا حلقہ وسیع ہوتا چلا گیا۔مخیر حضرات نے اس طرف دلچسپی لینا شروع کی، انہوں نے نہ صرف اپنی ذاتی خدمات سے جامعہ کو نوازنا شروع کیا بلکہ اپنے متعلقین کو بھی جامعہ کی طرف متوجہ کرانے میں اہم کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ سرمایہ کی فراہمی کا اہتمام ہوتا چلا گیا۔حاجی شیخ فیض محمد، شیخ محمد دین، شیخ مہر الدین، حاجی محمد شفیع اور حاجی رفیق الدین صاحب کے انتہائی خلوص نے جامعہ کو نئی زندگی بخشنے میں اہم کردار ادا کیا۔معاونین کرام کی حوصلہ افزائی کے بعد مدرسین وطلبا کی دیرینہ تکالیف کی طرف قدم بڑھایا گیا اور چھ ماہ کی قلیل مدت میں پانی، بجلی، غسل خانے، بیت الخلا، چارپائیوں اور چٹائیوں کا وافر مقدار میں انتظام کر دیا گیا۔[1]

(vi) دفتری نظام

حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی صاحب کے ہوتے ہوئے تو باقاعدہ دفتری نظام شروع نہ ہو سکا تاہم حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ مدرسین و ملازمین اور طلبا کرام کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر باقاعدہ دفتر کا قیام عمل میں لائے۔مولانا انوارالاسلام صاحب کو ناظم دفتر نامزد کرنے کے ساتھ ساتھ ایک کمرہ دفتر کے لیے مختص کر دیا گیا۔مولانا الموصوف داخلی انتظامات کو نہایت خوش اسلوبی سے چلاتے رہے۔حساب کو باقاعدہ رجسٹرڈ کرنے کے لیے ایک قابل منشی کی خدمات حاصل کی گئیں وہ روزانہ باضابطہ حساب کو رجسٹر میں داخل کرتے ماہانہ چندہ کی رسیدیں اجرا کرتے اور معاونین کی سال بھر کی فہرست تیار کرتے۔[2]

مقامی مسائل

(i) اہل محلہ کی جانب سے درپیش مسائل

جس جگہ جامعہ کی بنیاد رکھی گئی اس کا نام باغیچی نہال چند تھا، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا اس مقام پر ایک مدرسہ قائم تھا لیکن جب سکھ گردی نے لاہور کی تاریخی مساجد اور مدارس اسلامیہ کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا تو کھڑک سنگھ نامی سکھ نے قرآن وحدیث کی اس درس گاہ پر بھی اپنا دست استبداد دراز بڑھایا، درس گاہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور مزید برآں اس جگہ کو گھوڑوں کا اصطبل بنا دیا بعدازاں وہ جگہ برباد ہو کر ملبہ کا ڈھیر ہو گئی حتی کہ انگریز دور آنے پر نرسنگھ داس ہندو نے اس کو دوامی پٹہ پر حاصل کر کے اس رقبہ سے ملبہ وغیرہ دور کر کے اپنے باپ نہال چند کے نام پر اسکا نام باغیچی نہال چند رکھ دیا۔[3]

جس وقت اِس مقام (باغیچی نہال چند) پر جامعہ کی بنیاد رکھی گئی اس وقت یہ اوباش قسم کے لوگوں کا اکھاڑہ بنی ہوئی تھی، چرس، شراب اور دوسرے جرائم کی یہ آماجگاہ ان کے ناجائز تصرف کی منہ بولتی تصویر تھی، اہل محلہ کے لیے یہ اخلاقی جرائم ایک کلنگ کے ٹیکہ کی حیثیت رکھتے تھے مگر چرسیوں اور شرابیوں کو للکارنا کسی کے بس کا روگ نہیں تھا مدافعت کی جرأت کرتے تو کیسے؟ بعض افراد کے لیے تو اپنے

---

[1] جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۲۷۔ ۴۳

[2] ایضاً، ص: ۴۷، ۵۷

[3] ایضاً، ص: ۴۸

مخصوص مقاصد کے پیش نظر باغیچی دلچسپی کا مرکز بن چکی تھی اور اس کے مالکانہ حقوق کے لئے در پردہ کوشش بھی جاری کئے ہوئے تھے کیونکہ ایسی مرکزی جگہ جس کا رقبہ دو کنال سترہ مرلہ تھا مفت میں ہاتھ لگ جانا کوئی معمولی بات نہ تھی، لہٰذا جامعہ کی بنیاد کے ساتھ ہی اہل محلہ نے شدید مخالفت شروع کر دی۔ [1]

(ii) کارپوریشن کی مداخلت

جب باغیچی نہال چند کے شمالی حصے پر عارضی دارالاقامت تعمیر کر دی گئی اور یہ قطعۂ زمین پوری طرح جامعہ کے تصرف میں آ گیا اور ناعاقبت اندیش افراد کی تمام ظاہری اسکیمیں بری طرح ناکام ہو گئی تو انہوں نے باغیچی کی اراضی کے حصول کے لیے لاہور کارپوریشن کے حکام سے رابطہ کیا۔ لاہور کارپوریشن کا عملہ جامعہ آیا، آتے ہی پلانٹ تیار کرنا شروع کر دیئے۔ دوسرے روز باغیچی کے کنوئیں کو ایک بیل چلا رہا تھا، مالی کیاریاں درست کرنے کے ساتھ ساتھ پودے گھاس وغیرہ لگانے کے ساتھ ساتھ خاردار تار سے ان مصنوعی پھولوں کے پودوں کی حفاظت کی خاطر باڑ بھی لگائے جا رہا تھا، جامعہ کے کمروں کے سوا تمام جگہ ان کے دستِ ابتداد کا نشانہ بن کر رہ گئی، تین چار ماہ بعد یہاں کے لئے پرائمری سکول کی منظوری کے ساتھ ہی ایک افسر، چند ماسٹر، پچاس ساٹھ بچے اور علاقہ کے وہی شرفا جن کا تذکرہ شروع سے چلا آ رہا ہے آ دھمکے، چند بااثر افراد آگے بڑھے اور شریفانہ انداز سے مخاطب ہوئے۔ مولانا! فلاں جگہ کارپوریشن کا سکول تھا جو گر گیا ہے اور فوری طور پر بچوں کے بیٹھنے کے لئے جگہ نہیں لہٰذا چند روز عارضی طور پر ماسٹر صاحبان بچوں کو یہاں پڑھایا کریں جب سکول کے لئے بلڈنگ حاصل کر لی جائے گی تو عملہ اس میں منتقل ہو جائے گا۔

سبحان اللہ! اور یہاں کون سی بلڈنگ تیار تھی؟ خیر! ایسی صورت میں جامعہ کی انتظامیہ نے اس بے جا مداخلت پر کوئی مدافعانہ قدم نہ اُٹھایا، جب معلوم ہوا کہ جامعہ کو ہڑپ کرنے کی عیّار لوگوں نے ایک گھناؤنی سازش تیار کی ہے اور کارپوریشن سے تمام رقبہ امپروومنٹ ٹرسٹ کی نزول برانچ سے دس روپے ماہوار کرایہ پر حاصل کر لیا ہے اور کارپوریشن نے بھی ان کی پشت پناہی کی خاطر اپنے پاؤں پھیلانے شروع کر دیے ہیں تو مہتمم صاحب نے بھی اس تمام کارروائی کو صبر و تحمل سے برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ اس قطعۂ زمین کی اصل پوزیشن تک پہنچنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ [2]

(iii) عدالتوں اور دفاتر کے چکر

۱۹۶۰ء کی ابتدا کے ساتھ ہی مہتمم صاحب نے دفاتر میں آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا، امپروومنٹ ٹرسٹ کی نزول برانچ سے اراضی کا خسرہ نمبر حاصل کیا گیا پھر ریونیو بورڈ کی طرف رجوع کیا گیا، وکلا سے رابطہ کیا گیا، بار بار کچہری کا طواف کیا گیا بالآخر ۱۰ نومبر ۱۹۶۱ء کو پٹہ دوامی کی نقل حاصل کر کے چیف سیٹلمنٹ کمشنر (Chief Settlement Commissioner) کی طرف رجوع کیا گیا پھر اس کے کہنے پر گورنر مغربی پاکستان سے رابطہ کیا گیا، گورنر صاحب کے حکم سے چیف سیٹلمنٹ کمشنر نے حقوق دوامی پٹہ جامعہ کے نام منتقل کر دیئے اور فروری ۱۹۶۲ء کو آڈر جاری کر دیا، پھر کیس ڈپٹی سیٹلمنٹ کمشنر کی طرف منتقل ہو گیا! آڈر پر بحث و تمحیص شروع ہوئی اور تاریخ پر

---

[1] جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۵۰

[2] ایضاً، ص: ۶۵۔۶۶

تاریخ شروع ہوگئی۔ ادھر محدث اعظم پاکستان سردار احمد صاحب کا انتقال ہوگیا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب مسلسل ایک ہفتہ کے اصرار کے بعد مفتی صاحب کو یہ عظیم ذمہ داری سونپ کر فیصل آباد تشریف لے گئے۔[۱]

(iv) مفتی صاحب، مدرسین اور طلبا پر مظالم

حضرت شیخ الحدیث کے جانے کے ساتھ ہی اہل محلہ کے بااثر طبقہ نے اعلانیہ طور پر دارالعلوم اور انتظامیہ کے خلاف محاذ کھڑا کر دیا، عملاً شریر نوجوانوں اور بچوں کے ذریعے مدرسین وطلبا کو تنگ کرنا شروع کر دیا گیا گالی گلوچ اور مار پیٹ ان کا محبوب مشغلہ بن گیا حضرت مفتی صاحب کی ذات ان کا اصلی ٹارگٹ تھی جن پر الزام تراشیوں کی انتہا ہوگئی۔ توہین وتنقیص، بے ادبی و گستاخی ان کا معمول بن چکا تھا۔ ایسا وقت بھی آیا کہ حضرت مفتی صاحب پر پیہم دست درازی شروع ہوگئی حتی کہ مفتی صاحب کو گالی دینے کے لیے ایک لاوارث بوڑھے کو مقرر کر دیا گیا، انہی گالیوں سے جو معاوضہ پاتا اسی سے گزر اوقات کرتا، صبح بطور ناشتہ ناظم اعلیٰ کو گالیاں دیتا، درس گاہوں کے درمیان جواریوں کو جُوا کھیلنے کی ترغیب دیتا حتی کہ طالب علموں اور مدرسین کو مظالم کا نشانہ بنایا جاتا تو مفتی صاحب فرماتے:

''ظالمو! جو تکلیف دینا چاہتے ہو مجھے دے لو، میرے ان مہمانوں کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچاؤ''

ایک دفعہ اہلِ محلہ نے بھر پور حملہ کیا اینٹوں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی اور درس گاہوں میں داخل ہوکر علما وطلبا کو پیٹنا شروع کر دیا اس وقت حضرت مفتی صاحب نے قانونی چارہ جوئی کی کوشش کی لیکن آپ سے ان کے لواحقین نے معذرت کر کے قانونی کارروائی سے روک دیا۔

حضرت مفتی صاحب کو سب سے بڑا صدمہ اس وقت ہوا جب ۱۹۶۵ء میں باغیچی کے مشرقی حصہ میں نئے تعمیر شدہ چھ کمروں اور باورچی خانہ کارپوریشن کے ساتھ ساتھ مل کر ایک سازش کی ذریعے گرا دیا۔ بعدازاں جامعہ میں مویشی باندھ دیے اور ایک طرف چھپر ڈال لیا۔ پھر محاذ آرائی پر اُتر آئے، ایک لاوارث شخص کو اپنا کارمختار بنایا، ذرا سی بات پر علما طلبا پر آوازے کسے جاتے، نقلیں اتاری جائیں، گالیاں ان کا شیوہ بن کر رہ گیا۔ جب حضرت مفتی صاحب نے جامعہ کے احاطے سے نکالنے کی کوشش کی تو انہوں نے عدالت سے حکم امتناعی حاصل کر لیا۔ مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی اور چند ماہ بعد حکم امتناعی خارج ہوا تو انہوں نے خود ہی مداخلت ختم کر دی مگر جامعہ پر مکمل کنٹرول تعمیر کے بغیر ناممکن تھا اور تعمیر کی اجازت فوری طور حاصل نہیں ہوسکتی تھی تاہم تعمیر کی اجازت اور نقشہ کی منظوری حاصل کرنے میں دس سال کا وقت صرف ہوا۔[۲]

(v) جامعہ کی اراضی کی ملکیت کے حصول کے لیے دس سالہ مسلسل جدوجہد

اراضی کا کیس ڈپٹی کمشنر کے پاس تھا۔ مفتی صاحب کا معمول دفتر یا وکیل کے پاس آنا جانا تھا۔ سماعتیں ہوتی رہیں، کاغذات میزوں کی سیر کرتے رہے، تاریخ پر تاریخ گھومتی رہی، کارپوریشن نے فریق ثانی ہونے کا دعویٰ اگل دیا۔ بالآخر ڈپٹی صاحب نے ۱۹۶۴ء

---

۱ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص:۶۶ تا ۶۸ ملخصاً

۲ ایضاً، ص:۶۷ تا ۸۳ ملخصاً

کے وسط میں تاریخ ساز ظریفانہ فیصلہ سنا دیا کہ مذکورہ اراضی کا نصف حصہ جامعہ کی ملکیت قرار دیا جاتا ہے جب کہ نصف حصہ کا کوئی مالک نہیں ہے۔ اس پر مفتی صاحب نے ایڈیشنل سیٹلمنٹ کمشنر کے ہاں اپیل کر دی کیس نے دوبارہ تحقیقی مراحل طے کرنا شروع کر دیئے پھر ایک ریٹائرڈ سیٹلمنٹ کمشنر نے مشورہ دیا کہ پریشانی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں آپ جو چاہتے ہیں وہ تو مل چکا ہے۔ اُس حقوق دوامی پٹہ (جو چیف سیٹلمنٹ کمشنر نے جامعہ کے نام ۱۹۶۲ء کو منتقل کر دیئے تھے) سے زیادہ محکمہ کو اختیار نہیں اس لیے آپ اراضی کے مالک محکمہ کی طرف رجوع کریں اور اس حقوق دوامی پٹہ کے آرڈر کی تصدیق کرائیں۔ چنانچہ حقوق دوامی پٹہ کے آڈر کی تصدیق کے لیے مغربی پاکستان ریونیو بورڈ کی طرف رجوع کیا گیا آخر کار ۱۹۶۶ء میں سیکرٹری کالونیز نے جامعہ نظامیہ رضویہ کے لئے اراضی باغیچی نہال چند کے رقبہ ۲ کنال ۱۷ مرلہ کے حقوق پٹہ دوامی منظور کر کے کارپوریشن اور امپرومنٹ کو عدم مداخلت کی ہدایت کر دی۔[1]

(vi) نقشہ کی منظوری کے لیے جدو جہد

مفتی صاحب نے مسمار شدہ کمروں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے عارضی طور پر چار کمرے باورچی خانہ دوبارہ تعمیر کروائے۔ ساتھ ہی عالی شان عمارت کا نقشہ بنوا کر کارپوریشن کی منظوری کے لیے معہ ضروری کاغذاتِ اراضی بطور ثبوت پیش کر دیا گیا، کارپوریشن نے نقشہ کی منظوری سے انکار کر دیا، مفتی صاحب وکیل کے ہمراہ ۴ جنوری ۱۹۶۷ء کو وزیر تعمیر و بلدیات جناب یٰسین خان صاحب وٹو سے ملے اور صورتِ حال واضح کی، انہوں نے چیئرمین کارپوریشن کو نقشہ کی منظوری کا حکم دیا۔ جب مفتی صاحب چیئرمین کے پاس پہنچے تو چیئرمین نے کہا جب تک گورنمنٹ اجازت نہ دے اس اراضی پر تعمیر نہیں کر سکتے۔

گورنمنٹ سے اجازت کے لیے دوڑ دھوپ شروع ہوئی، سیکرٹری کالونیز ریونیو کو درخواست دی انہوں نے پھر چیف سیٹلمنٹ کمشنر کی طرف رجوع کرنے کا کہا، کارپوریشن نے ڈپٹی سیٹلمنٹ کمشنر کو درخواست دے دی کہ اس اراضی پر کارپوریشن کا سکول ہے بناء علیہ یہ اراضی کارپوریشن کو الاٹ کر دی جائے۔ مفتی صاحب نے حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی اور قاضی محمد فضل رسول صاحب کے ہمراہ بصورتِ وفد چیف سیٹلمنٹ کمشنر سے ملاقات کی چنانچہ اپریل ۱۹۶۹ء میں چیف صاحب کی طرف سے تعمیر کی اجازت ہوئی جبکہ اس سے پہلے مارچ ۱۹۶۹ء میں ریونیو بورڈ کی طرف سے بھی اجازت مل چکی تھی۔ ۱۹۷۰ء میں جب نقشہ بنوا کر کارپوریشن کو منظوری کے لیے بھیجا گیا پھر دوبارہ مخالفین کی مداخلت کی وجہ سے کارپوریشن نے نقشہ نامنظور کر دیا۔ نقشہ کی منظوری چونکہ کارپوریشن آفس سے ہی ہونا تھی اس لیے مجبوراً پھر دوبارہ کارپوریشن آفس نقشہ کی منظوری کے لیے درخواست دائر کروائی گئی آخر کار ۲۰ جولائی ۱۹۷۱ء کو مفتی صاحب جامعہ میں اپنی مسند پر جلوہ افروز درس و تدریس میں مشغول تھے کہ شاداں و فرحاں وکیل صاحب تشریف لائے اور آتے ہی مسکراہٹ کے عالم میں پکار اُٹھے:

مولانا! مبارک ہو جامعہ کا نقشہ منظور ہو گیا ہے۔''

مفتی صاحب پروقار انداز میں زیرِ لب مسکراتے ہوئے گویا ہوئے: ''الحمدُ للہ علی منّہٖ و کرمہٖ''۔ ایک ماہ بعد چیئرمین

---

[1] جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۸۵ تا ۸۷ ملخصاً

ایڈمنسٹریٹر کارپوریشن کے فیصلہ کے مطابق نقشہ کی منظوری ہوگئی اور یہ مشکل ترین مرحلہ ۱۲ اگست ۱۹۷۱ کو کامیابی سے ہمکنار رہوا۔[1]

تعمیر جدید کے لیے مشاورت

مفتی صاحب نے تعمیر کے لیے مجلس مشاورت طلب کی اجلاس ہوا۔ حاجی فیض محمد، حاجی مہرالدین، حاجی محمد دین اور چوہدری دین محمد صاحبان اجلاس میں شریک ہوئے، تعمیر کا منصوبہ طے ہوگیا۔ مخالفین نے کئی مہینوں کی ٹال مٹول کے بعد اپنا چھپڑ گرادیا، پھر کام شروع ہوا تو مخالفین نے مزدوروں کو روک دیا، مفتی صاحب نے تین دفعہ ڈی ایس پی (DSP) سے ملاقات کی پھر جا کر امداد کے احکام جاری ہوئے تو جامعہ کے احاطہ کے درخت کٹوانے کے لیے گورنمنٹ کے محکمہ نزول سے اجازت کا مسئلہ آڑے آ گیا محکمہ نزول کا عملہ جب جامعہ آیا تو فریق مخالف سول عدالت کا حکم اتناعی لے آئے جب کئی ماہ کے بعد حکم امتناعی ختم کروایا گیا تو مخالفین نے ایک عورت کی طرف سے تمام دفاتر میں درخواستیں دے دیں کہ میں مہاجرہ بیوہ ہوں، ۱۹۴۷ء سے پہلے کی یہ جگہ میرے قبضہ میں ہے اور میری رہائش کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

اس کی درخواست پر ایک کمیشن جامعہ آیا تو فریق مخالف نے جامعہ کے تنور والے کمرہ کو اس عورت کی رہائش گاہ دکھانے کے لیے کچھ سامان کے ساتھ اپنی والدہ کو لا بٹھایا اور وہاں تازہ کھرلی بھی بنا ڈالی۔ جلدی میں سامان بھی درست نہ کر سکے تو دورکنی کمیشن نے حالات و کوائف کا جائزہ لے کر (کہ سامان بکھرا پڑا ہے اور تازہ کھرلی بھی بنی ہوئی ہے) رپورٹ عدالت میں پہنچادی کہ یہ محض ڈرامہ ہے تو حکم امتناعی ختم ہوگیا۔ حکم امتناعی کے باوجود تازہ کُھرلی بنانے پر توہین عدالت کا نوٹس بھی فریقِ مخالف کے ہاتھ لگا۔ (انہوں نے اس سے پہلے حضرت مفتی صاحب پر مقدمات بھی دائر کروائے تھے مگر مفتی صاحب کی گرفتاری عمل میں نہ آسکی) جب توہین عدالت کا نوٹس جاری ہوا تو وہ حواس باختہ ہوگئے اور صلح کی پیش کش کی، مفتی صاحب مشروط صلح پر آمادہ ہوئے کہ وہ مدرسہ کے خلاف تمام مقدمات واپس لے لیں۔ ۳۱ مئی ۱۹۷۲ء کو صلح نامہ تحریر کیا گیا حتیٰ کہ انہوں نے جامعہ کو دس ہزار روپے دینے کی پیش کش بھی کردی جب انہوں نے روپے پیش کیے تو مفتی صاحب نے فراست سے کام لیتے ہوئے نصف رقم 5000 واپس کردی اور صلح کے بعد تعمیر کا کام شروع ہوا۔ یوں روڑے اٹکانے والوں کو بالآخر ذلیل ہوکر خود صلح کرنا پڑی۔[2]

جامعہ کی جدید عمارت

۵ جون ۱۹۷۲ئ بمطابق ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳۹۲ھ بروز سوموار ایک سادہ تقریب کے انعقاد میں جامعہ کی عظیم الشان نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور ایک سال کے مختصر عرصہ میں دومنزلہ عمارت کا نصف حصہ مکمل ہوگیا جو وسیع برآمدوں کے ساتھ ۲۳ کمروں اور دیگر متعلقہ ضروریات پر مشتمل تھا۔ اس عمارت کو دیکھنے والا یوں محسوس کرتا ہے کہ اس کی تکمیل پر کسی قسم کی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہوگا مگر اس کے پیچھے ۱۷ سال کی مسلسل محنت موجود ہے۔[3]

---

۱ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۸۸ تا ۹۲ ملخصاً

۲ ایضاً، ص: ۹۳ تا ۹۸ ملخصاً

۳ ایضاً، ص: ۹۹

جامعہ نظامیہ رضویہ کے تعلیمی وغیر تعلیمی شعبے

جامعہ نظامیہ رضویہ میں اس وقت درج ذیل شعبے موجود ہیں:

۱۔ حفظ القرآن

۲۔ تجوید القرآن

۳۔ دار الفنون (شعبہ فارسی اور درسِ نظامی)

۴۔ دار الحدیث (افتتاح مورخہ ۱۱ شوال ۱۳۹۴ھ/ ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

۵۔ دار الافتا

۶۔ شعبۂ تصنیف و تالیف

۷۔ دار الاشاعت (رضا فاؤنڈیشن)

۸۔ دار الاقامہ

۹۔ دفاتر

۱۰۔ دار الکتب (۱۔ درس نظامی لائبریری ۲۔ دومنزلہ رضا لائبریری)

۱۱۔ بزمِ طلبا (بزمِ رضا)

۱۲۔ کمپیوٹر لیب

جامعہ نظامیہ رضویہ کی برانچیں

۱۔ جامعہ نظامیہ رضویہ (نبی پورہ سرگودھا روڈ شیخوپورہ)

۲۔ مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضوریہ (بارہ دری روڈ فرخ آباد شاہدرہ، لاہور)

۳۔ مدرسۃ الاسلام جامعہ نظامیہ رضوریہ (منظور کالونی کاکول روڈ گرگا، ایبٹ آباد)

۴۔ جامعہ حنفیہ غوثیہ (بیرون بھاٹی گیٹ، لاہور)

۵۔ جامعہ غوثیہ نوریہ (جامع مسجد تاجدارِ انبیاء لیاقت چوک سبزہ زار سکیم موڑ لاہور)

۶۔ جامعہ نظامیہ انوارِ مصطفیٰ (جامع مسجد النجم، ٹوکے والا چوک راج گڑھ چوبر جی، لاہور)

۷۔ جامعہ نظامیہ انوارِ مصطفیٰ (گلی نمبر 14 الحبیب روڈ نزد مسجد ثریا گندیاں بندیاں بند روڈ، لاہور)

۸۔ جامعہ فارقیہ رضوریہ (1-F-289 نزد پانی والی ٹینکی قبرستان سمسانی پنڈ جوہر ٹاؤن لاہور)

۹۔ مدرسہ برکات العلوم (پرانا حزب الاحناف جامع مسجد سید دیدار علی شاہ، دہلی گیٹ، لاہور)

۱۰۔ جامعہ اسلامیہ رضوریہ (R2-401 نزد شوکت خانم ہسپتال جوہر ٹاؤن لاہور)

۱۱۔ ادارہ تعلیمات نبویہ (جامع مسجد المدینۃ المنورۃ نزد کھوکھر ٹاؤن سٹاپ بند روڈ، لاہور)

۱۲۔ ادارہ غوثیہ (مرکزی جامع مسجد یارسول اللہ، مون مارکیٹ گلشن راوی، لاہور)

۱۳۔ جامعہ کنزالقرآن (نزد عائشہ ڈگری کالج کوٹ خواجہ سعید لاہور)

۱۴۔ جامعہ یوسفیہ) جامع مسجد محمد ابوبکر صدیق چائنہ سکیم لاہور)

۱۵۔ جامعہ غوثیہ عزیزیہ (پیراں والی گلی محلہ غوثیہ آباد مین بازار نین سکھ پھول منڈی لاہور)

۱۶۔ جامعہ محمدیہ سیفیہ مطلوب الاسلام (فضل حق کالونی گلی نمبر 3 میٹرو سٹیشن نمبر 22 فیروز پور روڈ لاہور)

۱۷۔ جامعہ نقشبندیہ رضوریہ (جامع مسجد چٹی صرافہ بازار چونیاں سٹی 2 ضلع قصور)

۱۸۔ جامعہ مرتضائیہ (قلعہ شریف نزد شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ)

۱۹۔ جامعہ اسلامیہ (جی ٹی روڈ، کھاریاں)

جامعہ نظامیہ رضویہ کی جملہ برانچوں کا تعارف کروانا ممکن نہیں ہے یہاں صرف جامعہ ھذا کی مین برانچ جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کا تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ نظامیہ رضویہ کی تعمیر وترقی کے لئے دن رات ایک فرما دیئے تکالیف برداشت کیں حتیٰ کہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کو ملک بھر میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہوگئی۔ جامعہ نظامیہ رضویہ ایک ایسی درسگاہ ہے جس کی ہر ہر اینٹ میں ایک دیوانے کا جذبہ رچا ہوا ہے۔ اندرون لوہاری گیٹ کے پرشور ماحول میں ایک مرد درویش نے جگر کے ٹکڑے جوڑ جوڑ کر محلہ خراسیاں کی ایک چھوٹی سی مسجد سے جب علم ودانش کا ہنگامہ اٹھایا تو اس پھول کی خوشبو نے جہاں لاہور کے صحرا کو لالہ زار بنایا وہاں اس گلشن کے پھولوں کی مہک پوری دنیا میں پھیل گئی لیکن ازل سے جس خطہ کی قسمت میں علمی شمع بننے کی سعادت آنا تھی وہ شیخوپورہ کی سرزمین تھی جہاں قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خون سے سینچے ہوئے گلشن جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کی بنیاد رکھی گئی۔ ۸۴ کنال رقبے پر پھیلا ہوا یہ علمی چمن جہاں مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم کارنامے کی یاد دلاتا ہے وہاں علم کی تشنگی رکھنے والوں کے دل ودماغ کو علمی مہک سے بھی نوازتا ہے۔ اس باغ کے باغباں نے علم کے اس عظیم مرکز کے حصول میں اپنی کاوشوں کو اپنی خودنوشتہ میں یوں تحریر فرمایا:

''درس نظامی یا دینی تعلیم کے لئے خاموش، پرسکون اور پرامن ماحول کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ اندرون لوہاری گیٹ کے تنگ وتاریک بازار اور آوارہ بدمعاش ماحول میں یہ چیز ناممکن تھی۔ شروع میں تو جہ بٹی ہوئی تھی میری دیرینہ آرزو تھی کہ کچھ حالات مزید بہتر ہوں تو پھر طلبہ کیلئے ایسی جگہ تلاش کروں کہ جہاں انہیں پڑھائی کے لحاظ سے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ اٹھانا پڑے، اور طلبہ دل لگا کر اپنی ساری توجہ اپنے اسباق میں خرچ کریں اور ملک پاکستان میں اہم کارنامے سرانجام دیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں سرخروئی حاصل کریں۔[1] ۱۹۸۲ میں خیالات کا ورود شروع ہوا اور ۱۹۸۳ میں اس کہکشاں کے لئے راستہ تلاش کرنے کی سعی کی۔ ریونیو آفیسرز نے لاہور کی درخواستیں مسترد کردیں، اور شیخوپورہ میں کوشش کرنے کا نہ صرف مشورہ دیا بلکہ درخواست منظور کرتے ہوئے ۲۵ فیصد رعائت پر ایک پلاٹ کی منظوری دے دی یوں ۷ جنوری ۱۹۸۵ کو رجسٹری ہوگئی۔

اب صرف ایک پریشانی تھی کہ اراضی کے درمیان پٹی کی صورت میں تین کنال رقبہ سابق قابضین نے الاٹ کرار کھا تھا۔ جس کی وجہ سے چاردیواری کے اندر مداخلت ہوتی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس مسئلہ کا حل بھی نکل آیا کہ محکمہ متروکہ اوقاف نے ان لوگوں کے خلاف فراڈ کا مقدمہ دائر کردیا اور یوں مقدمے کے دباؤ میں آکر انہوں نے تین کنال رقبہ مدرسہ کو فروخت کردیا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک[2]

---

[1] ہزاروی، محمد عبدالقیوم، مفتی، خودنوشتہ ڈائری، غیر مطبوعہ، ص:۲۹

[2] ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، مقالات تعارف، لاہور: فقیہ ملت فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء، ص: ۲۳

جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کی عمارات

مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس جامعہ کی تعمیر کے عظیم منصوبے کو اپنی زیر نگرانی تکمیلی صورت دی۔ اڑتالیس کنال پر پھیلے ہوئے اس رقبہ میں چھ بلڈنگز تعمیر ہو چکی ہیں جو طلبا کے ہوسٹل، ہوسٹل برائے طالبات، اساتذہ کی کالونی، حفظ بلاک، ایڈمن بلاک اور مطبخ پر مشتمل ہے۔ ایک بہت بڑی مسجد اس کے علاوہ ہے ان بلڈنگز میں سے ہر بلاک نہایت خوبصورت اور وسیع ہے۔[1]

مسجد رضا

ابتدائے اسلام سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ جہاں اسلامی، دینی و علمی مراکز تعمیر کئے جاتے ہیں، مسجدیں ساتھ ہی ملحق ہوتی ہیں۔ اصحاب صفہ کے چبوترے مسجد نبوی شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں اس صورت کو اجاگر کرتے ہیں۔ مفتی صاحب نے شاہی مسجد لاہور کے نقشہ پر ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی جس کا نام آپ نے امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسم مبارک پر ''مسجد رضا''، رکھا۔ جس پر آنے والے اخراجات کا اندازہ کم وبیش ڈیڑھ کروڑ روپیہ ہے۔[2] یہ دو منزلہ مسجد ۳۰×۶۰ کے بڑے ہالوں پر مشتمل ہے تین گنبد اور دو عظیم مناروں کے ساتھ مینارۂ نور کا کام دیتی ہے۔[3]

ایڈمن بلاک

یہ بلاک ۲۰۱۰ء کو تعمیر کیا گیا جو کہ دفتر، میٹنگ رومز اور پریس کانفرنس روم پر مشتمل ہے اور اسکی بالائی منزل پر ایک نہائت خوبصورت لائبریری بین الاقوامی معیار کے مطابق تعمیر کی گئی ہے۔ جس سے علما، طلبا اور ریسرچر افادہ اور استفادہ کرتے ہیں۔

فری ڈسپینسری

۲۰۱۳ء میں جامعہ میں ایک فلاحی ٹرسٹ ڈسپینسری کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں جامعہ کے طلبا، طالبات، اساتذہ اور اہل محلہ کے لوگوں کا فری میں علاج معالجہ کیا جاتا ہے۔ یہ جامعہ کے مین گیٹ کے متصل واقع ہے۔

حفظ بلاک

۲۰۱۸ء کو جامعہ نظامیہ شیخوپورہ میں ایک جدید وسیع و عریض حفظ بلاک تعمیر کیا گیا۔ جس میں حفظ القرآن کی کلاسز کے ساتھ ساتھ حفظ کے طلبہ کے لئے الگ ھاسٹل کا انتظام بھی کیا گیا ہے جو کہ (۶۰) کمروں پر مشتمل ہے۔

اساتذہ کالونی

جامعہ کے اساتذہ کے لئے ایک الگ رہائشی کالونی تعمیر کروائی گئی۔ جو طلباء کے ہوسٹل سے ذرہ ہٹ کر ہیں تاکہ اساتذہ کرام پر

---

[1] ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، تعارف جامعہ نظامیہ رضویہ (لاہور/شیخوپورہ)، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، نومبر۔ دسمبر ۲۰۰۱ء، ص: ۶۱

[2] مقالات تعارف، ص: ۳۵

[3] تعارف جامعہ نظامیہ رضویہ (لاہور/شیخوپورہ)، ص: ۶۱

سکون ماحول میں مطالعہ اورگزر بسر کرسکیں۔

طلبا ہوسٹل

طلبا کا ہوسٹل پچاس کمروں اور تین بڑے ہالوں پر مشتمل ہے۔

مدرسۃ البنات

جامعہ نظامیہ رضویہ میں قوم کی بیٹیوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے طالبات کے ہوسٹل کی صورت میں ایک عظیم الشان بلاک تعمیر کیا گیا۔ جو بتیس کمروں اور دو ہالوں پر محیط ہے جہاں طالبات کو درس نظامی کے ساتھ ساتھ دیگر کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ کے ۱۹۵۶ء سے ۲۰۱۹ء تک فارغ التحصیل طلباء

علماء کرام	۴۴۳۴
قراء عظام	۶۱۵۹
حفاظ کرام	۲۶۰۹

جامعہ نظامیہ رضویہ کے متعلق بین الاقوامی شخصیات کے تاثرات

مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے پودے جامعہ نظامیہ رضویہ کے متعلق ملک وبیرون ملک کی اہم شخصیات کے تاثرات میں سے چند کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

الشیخ ابوبکر القادری، مدیر مجلۃ الایمان الرباط ورئیس النہضۃ الاسلامیۃ المغرب (مراکش)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین

لقد هيأت لنا الاقدار زيارة هذه الجامعة النظامية الرضوية فوجدنا بين جدرانها طلبة واساتيذ مقبلين على تعاطى العلوم الاسلامية بجزم ونشاط كما اطلعنا المسؤلون عن تيسيرها على كيفية تيسيرها وسير الدروس فيها ونوع الشهادات والاجازات التى ينالها المتخرج منها ولقد زاد فى سرورنا ان الجامعة لاتهتم بالدروس العلمية فحسب وانما تعطى اهمية خاصة لتقويم الخلقى والاصلاح النفسانى فجزالله

العالمين بهذه الجامعة والساهرين على تيسيرها وبارك فى عملهم وجعلهم سائرين دائما فى خط السلف الصالح. والله هو الموفق وهو حسبنا ونعم الوكيل وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

(ربیع الاول ۱۳۹۵ھ/ مارس 1975ء) [1]

حمد وصلوٰۃ کے بعد! خوش قسمتی سے ہمیں جامعہ نظامیہ رضویہ کو دیکھنے کا موقع ملا تو ہم نے اس میں طلبہ اور اساتذہ کو علوم اسلامیہ کی تعلیم وتعلم میں پوری جدوجہد کے ساتھ مصروف پایا۔ جیسا کہ منتظمین مدرسہ نے ہمیں انتظامات وتعلیمی نظام کے بارے میں بتایا اور فارغ التحصیل فضلاء کو دی جانے والی مختلف شعبہ جات کی سندات دکھائیں۔ ہمیں یہ بات جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ جامعہ میں صرف تعلیمی نصاب پڑھانے پر ہی توجہ نہیں دی جاتی بلکہ اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفس کو بھی خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جامعہ کے منتظمین اور کارکنوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کے عمل میں برکت دے اور انہیں سلف صالحین کے نقش قدم پر ہمیشہ چلنے کی ہمت دے۔ والله هو الموفق وهو حسبنا ونعم الوكيل وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

الفاضل الشہیر مولانا الشیخ محمد بن عبد القادر المنونی الرباط المغرب (مراکش)

بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد لله والصلوة والسلام على مولانا رسول الله وآله وصحبه من حسن حظ الاسلام ان هيأ الله سبحنه فى كل عصر وجيل جماعة ينشرون هداية ويبثون معارفه وكان لبلاد الباكستان فى هذا ارتجاه النصيب الكبير والحظ الموفور وقد اسعدنى الحظ بزيارة الجامعة النظاميه

[1] جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۱۲۵۔۱۲۶

الرضویه ببلدۃ لاهور حیث طفت طوافا سریعا علی بعض حجراتها واجتمعت ببعض شیوخها فرأیت وسمعت مایقر العین وینشف الاذن ویثلج الصدر جماعة مؤمنة وطلبة موفورون یتلقون علوم القرآن والحدیث وسائر المواد الدینیة حتیٰ اذا تموا دراستهم یحرزون علی إجازات من نفس الجامعة لیقوموا من جهتهم ینشر الدین وعلومه حتی یتحد حبل العلم ویمتد سنده مابقیت الدنیا .بارك الله سبحانه فی الجامعة وشیوخها وطلابها وفی کل من یعینهم فی مسعاهم الحمید وعملهم المجید،والسلام

(فی لیلۃ الاثنین سابع ربیع النبوی الانور عام ۱۳۹۶ھ/ مارس ۱۹۷۶ء) [1]

حمد وصلوۃ کے بعد! دین اسلام کی خوش قسمتی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے اور ہر قوم میں ایسی جماعت تیار کردی جو اس کے پیغام کو پھیلائے اور اس کی تعلیمات کو عام کرے، خطہ پاکستان کو اس سلسلہ میں بہت بڑا حصہ حاصل ہے، خوش بختی سے مجھے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جب میں نے بڑی عجلت میں اس کے کچھ کمرے دیکھے اور جامعہ کے بعض اساتذہ سے ملاقات کی تو میں نے وہ کچھ دیکھا اور سنا جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک، کانوں کو فرحت اور دل کو انبساط حاصل ہوا۔ متدین طلباء کی بڑی تعداد قرآن وحدیث اور دیگر علوم دینیہ کی تحصیل میں مصروف ہے، جب وہ اپنی تعلیم مکمل کر لیتے ہیں تو انہیں جامعہ کی طرف سے سند دی جاتی ہے تاکہ وہ دین کی تبلیغ اور علوم دینیہ کی ترویج کا کام انجام دے سکیں، اس طرح علمی سلسلہ کی سند رہتی دنیا تک مربوط طور پر برقرار رہ سکے گی۔ اللہ تعالیٰ جامعہ کے اساتذہ ،طلبہ اور معاونین کی مساعیٔ جمیلہ اور قابل قدر عمل میں برکت عطا فرمائے۔

ناصر الشریعۃ الاسلامیۃ الشیخ طٰہٰ یاسین عباس الحسناوی بغداد (عراق)

بسم الله الرحمن الرحیم .الحمد لله والصلوۃ والسلام علی نبینا محمد وآله الطیبین الطاهرین وعلی صحبه الکرام والتابعین له باحسان الی یوم الدین وبعد فقد تشرفت بزیارۃ الجامعة النظامیه الرضویة فی لاهور وتجولت فی اقسامها ومکتبها ومسجدها واجتمعت بالاساتذہ الفضلاء والمشائخ العلماء و وقفت علی بعض دروس وعرفت احوال طلابهم فوجدت حیرتی فی وصفه واذهلنی فی ذکرہ اذرایت الاساتذہ مکبین علی الدرس والتدریس وانها وان کانت دروسهم وتدریسهم علی القاعدۃ القدیمة الاانها تبشر بالخیر وتنبیء عن حسن قیامهم بمهمتهم الدینیة الشریعة وهکذا المشائخ الکرام فانهم مجددون ومجتهدون فی شرح السنة والحدیث وتدریسها لمتنبی الجامعة وتفهیمها لغیرهم عند الحاجة فجزاهم الله خیر الجزاء واوفر لهم المثوبة والعطاء۔

وانی اذا کتبت کلمتی هذہ فی سجل الزیارات ادعوا الله العلی القدیر ان یأخذ بایدی العاملین من اجل خدمة الدین الإسلامی الحنیف ونشر علوم الشریعة السمحاء وان یوفق الباذلین والمتبرعین

[1] جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۱۲۷۔۱۲۸

لمساعدة هذه الجامعة امدّهم الله بلطفه وتوفيقه هدانا الله جميعا الى الصراط المستقيم ونفعنا ببركة الاسلام ونبوة سيد الانبياء وخاتم المرسلين محمد وآله الطيبين وصحبه الصالحين۔

(۱۰ جمادی الاولیٰ، ۱۳۹۶ھ) [1]

حمد وصلوۃ کے بعد............ میں جامعہ نظامیہ رضویہ کی زیارت سے مشرف ہوا اور میں نے اس کے شعبہ جات، کتب خانہ اور مسجد کو چل پھر کر دیکھا اور جامعہ کے فاضل اساتذہ اور علماء کرام سے ملا اور بعض اسباق پر آگاہی حاصل کی اور طلبہ کے کوائف معلوم کئے۔

میں اساتذہ کرام کا درس وتدریس میں انہماک دیکھ کر حیران اور دم بخود رہ گیا، ان کے درس وتدریس کا طریقہ اگرچہ قدیم ہے تاہم یہ خیر وبرکت کی بشارت ہے، اور مقاصد شرعیہ کی بہترین ادائیگی کی علامت ہے، اسی طرح جامعہ کے مشائخ کرام کو میں نے طلبہ کے لئے حدیث وسنت کی تشریح وتدریس اور بوقت ضرورت دوسروں کو سمجھانے میں کوشاں پایا، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاء اور بے حساب اجر وثواب سے نوازے۔

میں معائنہ بک میں یہ الفاظ لکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ دین اسلام کی خدمت اور علوم شرعیہ کی اشاعت کی بناء پر اراکین جامعہ کی دستگیری فرمائے، اور ارباب ثروت کو اس جامعہ کی امداد کی توفیق دے، ان معاونین کو اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے نوازے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور حضور ﷺ کی نبوت کی برکت سے ہم سب کو راہ راست پر ثابت قدم رکھے۔ (آمین)

الشیخ الاستاذ العلامۃ عبد الجواد خلف عبد الجواد} (من علماء الازہر الشریف، مصر

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وسلام على رسول الله وبعد فانه من حسن الصدق ان يعيش الانسان دائما فى رحاب العلم والعلماء ولقد سعدت اليوم بزيارة جامعتكم العظيمة الجامعة النظامية وتشرفت بحضور ختام البخارى الشريف زادكم الله من انواره شرفا وتكريما زيادة فى ايمانكم وتوفيقا فى اعمالكم ومضاعفة لاجركم وامتدادا لرزقكم واموالكم واولادكم وامدكم بفضله الكريم بقدر ماتتأملون فى خزائن الله التى لاتنفذ الى يوم القيامة۔

وانى لارجو الله تعالىٰ ان يعز بكم وبمدارسكم وجامعاتكم الاسلام وان يرفع بكم شان المسلمين فى كل ارجاء الدنيا ،هذا وبالله التوفيق۔ (تحریر انی ۲۵ رجب ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) [2]۔

حمد وصلوۃ کے بعد............ کسی انسان کی یہ خوش قسمتی ہے کہ وہ اہل علم اور علماء حضرات میں اپنی زندگی بسر کرے۔ آج میں نے آپ کے عظیم جامعہ، جامعہ نظامیہ کی زیارت کی سعادت حاصل کی اور بخاری شریف کے ختم میں حاضری سے مشرف ہوا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں

---

[1] جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۱۲۹۔ ۱۳۰

[2] ایضا، ص: ۱۳۱۔ ۱۳۲

اپنے انوار سے ایسا مشرف ومکرم فرمائے کہ اس سے آپ کے ایمان میں زیادت، اعمال کی توفیق اور اجر میں اضافہ، رزق، مال اور اولاد میں وسعت ہو۔ اور جب تک آپ حضرات اللہ تعالیٰ کے لافانی خزانوں میں غور وفکر کرتے رہیں، اس وقت تک وہ اپنے فضل وکرم سے آپ کی امداد فرمائے۔

مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ آپ اور آپ کے مدارس کے سبب اسلام کو سربلند فرمائے گا اور تمہاری وجہ سے اطرافِ عالم کے مسلمانوں کو رفعتِ شان عطا فرمائے گا۔

السید یوسف ہاشم الرفاع (سابق وزیر اوقاف، کویت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی نسلم علی رسولہ الکریم فقد وفقنی اللہ تعالیٰ لزیارۃ ھذہ الجامعۃ الاسلامیۃ المعروفۃ بالجامعۃ النظامیۃ الرضویۃ بلاھور ۔ باکستان فزرت بمشاھدت ورایت من علماء عاملین وصلبۃ مجتھدین بتحصیل العلوم الشرعیۃ الشریفۃ فادعو اللہ تعالی لھذہ الجامعۃ والقائمین علیھا بمزید التوفیق لما یحبہ اللہ تعالی ویرضاہ فی خدمتہ الدین الحنیف وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم (۹ ذوالحجۃ ۱۴۰۴ھ/ ۲۶ ستمبر ۱۹۸۴ء)[۱]

اللہ کے نام سے ابتدا جو نہایت مہربان رحم والا۔ ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم درود وسلام بھیجتے ہیں اس کے مکرم رسول پر۔ تو تحقیق اللہ تعالی اس جامعہ اسلامیہ جو کے معروف ہے ''جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان'' کے نام سے۔ اس کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے کئی مشاھدات نظر سے گزرے۔ اور میں نے بہت سے علماء اور مجتہدین کو دیکھا جو علوم شرعیہ کی تحصیل میں کام کرتے ہیں۔ تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں اس جامعہ کے لئے اور جامعہ میں دن رات صرف کرنے والوں کے لئے زیادہ توفیق کی۔ اللہ انہیں اپنا محبوب بنائے اور اللہ کریم دین حنیف کی خدمت پر ان راضی ہو۔ آمین! اور اللہ کریم درود وسلام نازل فرمائے ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور آپ کی اٰل و اصحاب پر۔

علامہ ارشد القادری (انڈیا)

حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری اور مولانا محمد منشاء تابش قصوری کی معیت میں جامعہ نظامیہ رضویہ حاضر ہوا۔ جامعہ کے سربراہ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کے الطاف کریمانہ سے جامعہ کی تفصیلی زیارت حاصل ہوئی۔ بالغ نظر اساتذہ، صاف ستھرا نظم ونسق، طلبہ کا ہجوم، شائستہ وقابل تحسین تعلیمی نظام، وسیع کتب خانہ، درسگاہ اور دار الاقامۃ کی عظیم عمارات، جامعہ کے متعدد ذیلی شعبہ جات بالخصوص شعبہ تصنیفات، ان ساری چیزوں کے گہرے نقوش میرے قلب وذہن پر ثبت ہوئے۔

اپنی ان خصوصیات کے ساتھ بلاشبہ جامعہ اپنی نوعیت کا منفرد ادارہ ہے۔ دراصل جامعہ کی یہ ساری بہاریں ناظم جامعہ حضرت مولانا عبدالقیوم ہزاروی اور ان کے گرانقدر، سراپا اخلاص وفعال رفقاء کی لگاتار قربانیوں اور پرخلوص جدوجہد کا ثمرہ ہیں۔[۲]

---

۱ قصوری، محمد منشاء تابش، علوم اسلامیہ کا بحر بیکراں، بریڈفورڈ (برطانیہ): سنی ٹائمز، نومبر ۲۰۰۲ء، ص: ۳۶

۲ ایضاً، ص: ۳۷

مختارالدین احمد (صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، بھارت)

حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے حکم کی تعمیل میں پروفیسر محمد اسلم کی معیت میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ یہاں کے منتظم اعلیٰ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور دوسرے اساتذہ کرام سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان حضرات سے بھی ملا جن کی وجہ سے سلسلہ تالیف وتصنیف یہاں جاری ہوا اور اب برابر ترقی کر رہا ہے۔

جامعہ کو خدا مزید ترقی عطا فرمائے اور مصنفین کو خوش رکھے کہ وہ سلسلہ تصانیف جاری رکھیں۔ ان حضرات خاص طور پر مولانا عبد الحکیم شرف قادری صاحب سے مل کر بہت مسرور ہوا خدا انہیں جزائے خیر دے کہ یہ بڑا علمی کام کرتے ہیں۔ کتب خانہ کی کچھ کتابیں بھی دیکھیں اچھا سرمایہ جمع کر دیا گیا ہے۔ آئندہ سال یہاں آنے کی توفیق ہوئی تو ان شاء اللہ اس کتب خانے کو وسیع تر پاؤں گا۔

جامعہ کے منتظمین کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں۔ مولیٰ انہیں صحت وسکون کی دولت سے مالا مال فرمائے کہ یہاں کے لوگ ان سے بار بار مستفید ہوتے رہیں۔ [1]

ڈاکٹر چائس ایور (لندن)

میں نے یہاں ہر طرف نئی اور حیرت انگیز چیزیں دیکھی ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں جس نے تین عظیم جامعات عطا فرمائے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اتنی محنت اور ذمہ داری نبھاتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا جتنی محنت ومشقت ولگن سے یہاں کے اساتذہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کوشاں ہیں۔ نئی مسجد خدا کی نعمتوں، رحمتوں اور اس کی عبادت کرنے کے لئے بہت ہی خوبصورت جگہ ہے۔

مجھے لڑکیوں کے مدرسۃ البنات کے بارے میں بہت خوشی ہوئی ہے، جو کہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ علم تمام مسلمانوں کی میراث ہے اور اس میں مسلمان عورتیں بھی شامل ہیں، مغرب میں مسلمانوں کے بارے میں جو غلط نظریات اور شکوک وشبہات پیدا ہو گئے ہیں وہ تب ہی دور ہو سکتے ہیں اگر مسلمان (مرد وعورت) اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں گے، اور ان میں عقل وشعور وتقوٰی پیدا ہوگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جامعہ کے طلبہ وطالبات اور اساتذہ کی صحیح راہنمائی فرمائے۔ [2]

جامعہ نظامیہ رضویہ کے متعلق پاکستان کی چند اہم شخصیات کے تأثرات

استاذ العلماء مولانا غلام رسول رضوی (شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین...امابعد

[1] قصوری، محمد منشاء تابش، علوم اسلامیہ کا بحر بیکراں، بریڈ فورڈ (برطانیہ): سنی ٹائمز، نومبر ۲۰۰۲ء، ص: ۳۷

[2] ایضاً ص: ۳۸

آج ۱۵ رمضان المبارک جامعہ نظامیہ رضویہ حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔عزیزم فاضل نوجوان محمد عبدالقیوم سلمہ کی مساعی جمیلہ سے مسرت ہوئی ،عمارات ،حسن اہتمام اور مدرسہ کے جملہ ضروریات کی تکمیل میں بڑی ہمت کی ۔علاوہ ازیں دینی خدمات کا جزبہ ان کے دل ودماغ میں موجزن ہے اور مشعل احیاء ملت سے عوام وخواص کو بیدار کرنا ان کا مشغلہ ہے ۔جامعہ نظامیہ کے ارتقاء اور ارتقاع میں کافی سے زیادہ مستعد ہیں ۔اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر اجرعظیم عطا فرمائے ۔ بتاریخ ۷۵/۹/۱۲ [۱]

شیخ الحدیث استاذ الاساتذہ حضرت علامہ سید ابوالبرکات صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

مجھے جامعہ نظامیہ رضویہ ،لاہور کو دیکھنے کا اتفاق ہوا بحمدہ تعالیٰ بہترین عمارت ،عمدہ نظم ونسق اور درس وتدریس کے اچھے انتظام سے دلی مسرت ہوئی ۔مولائے کریم جل مجدہ العظیم اہل سنت وجماعت کی اس عظیم درس گاہ کو تا قیامت قائم ودائم رکھے اور مسلک اہل سنت کی بیش از بیش خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور دشمنوں کی نگاہِ بد سے محفوظ رکھے [۲]

غزالئی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی ،شیخ الحدیث انوار العلوم (ملتان)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم والہ وصحبہ اجمعین۔

امابعد......فقیر ناکارہ آج ۹ ربیع الآخر ۱۳۹۵ / بمطابق ۲۲ اپریل ۱۹۷۵ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور حاضر ہوا۔مدرسہ نظامیہ کو دیکھ کر نہایت مسرت ہوئی ۔حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم مدظلہم العالی اس جامعہ کے سربراہ ہیں ۔نہایت ذی خلق ،کریم النفس اور بہترین عالم وفاضل ہیں ۔۔الحمدللہ !اس جامعہ نظامیہ رضویہ کے مختلف شعبوں مثلاً حفظ قرآن مجید ،تجوید وقرأت ،درس نظامی میں مجموعی طور پر چودہ مدرس ہیں ۔تین سو کے قریب طلباء ہیں ،مطبخ ،دارالاقامہ ،کتب خانہ ،دارالافتاء ،درس گاہوں کے علاوہ ہیں ۔مدرسہ کا حسن انتظام دیکھا ،طبیعت بہت خوش ہوئی ،بفضلہٖ وکرمہ تعالیٰ تصنیف وتالیف کا معتدبہ کام بھی جامعہ نظامیہ رضویہ میں ہورہا ہے ۔جس کا سہرا مہتمم صاحب موصوف اور حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب مدرس اعلیٰ کی جبین سعادت پر ہے ۔اللہ تعالیٰ اہل سنت کی اس عظیم درس گاہ کو اس سے اور زیادہ قوت واستحکام عطا فرمائے ۔(آمین) [۳]

رئیس المدرسین علامہ الحاج حافظ عطا محمد چشتی گولڑوی (بندیال شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم امابعد....

---

۱ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ ،ص:۱۳۵۔۱۳۶

۲ ایضاً ،ص:۱۳۳

۳ ایضاً ،ص:۱۳۳۔۱۳۴

یہ فقیر بہت مدت سے جامعہ نظامیہ سے متعارف ہے۔جامعہ موصوف جس طرح روحانی اور جسمانی طور پر ترقی پذیر ہے، بندہ اس سے بے حد متأثر ہے۔روحانی کامیابی تو یہ ہے کہ جامعہ نظامیہ درس نظامی کی تدریس وتعلیم میں نہایت تیزی سے کوشش کرنے کی وجہ سے اسم بامسمّٰی ہے۔اور بندہ بھی علوم اسلامیہ کی ترقی کو فی الحقیقت صرف درس نظامی کی ترویج میں مضمر سمجھتا ہے۔

ہمارے علماء اہل السنہ نے جوشہرۂ آفاق ترقی حاصل کی ہے تو اس کی وجہ صرف ان کی اسی درس نظامی میں مہارت ہے۔اوثر اسی نظام تعلیم کی وجہ سے انہوں نے بے بہا اسلامی خدمات کی ہیں ،ان علماء کی شہرت کسی مغربی تعلیم اور جدت کی مرہون منت نہیں ہے۔اور جامعہ نظامیہ کی جسمانی ترقی یہ ہے کہ بے شمار مشکلات اور نہایت کمزور وسائل کے باوجود ایک عالی شان عمارت قائم کی ہے جو کہ کرامت کا درجہ رکھتی ہے اور اس فقیر کو ان تمام مواقع اور مشکلات کا پورا علم ہے۔بندہ یہی دعا کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ بجاہ نبیہ ﷺ جامعہ موصوف کو اس روحانی اور جسمانی ترقی میں مزید کامیابی سے سرفراز فرمائے اور معاونین جامعہ کو اس کار خیر میں حصہ لینے کی زیادہ توفیق عطا فرمائے ۔خصوصاً عزیز القدر جناب علامہ مولوی عبدالقیوم صاحب کی کوشش اور سعی کو قبول فرما کر مزید توفیق خیر رفیق ارزانی فرمائے ۔کیونکہ علامہ موصوف کی جدوجہد جامعہ کی ترقی میں مرکزی نقطہ کا کردار انجام دے رہی ہے۔ (۱۴ ذوالحج ۱۳۹۶ھ/ ۹ جنوری ۱۹۷۶ء) [۱]

قائد اہلسنت علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الذی لانبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ ومن والاہ۔

آج دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ میں حاضر ہوا۔دارالعلوم کی عظیم الشان عمارت واقامت گاہ اور پھر طلباء سے ملاقات کا موقع میسر ہوا۔حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی مساعی قابل مبارک باد ہیں۔جامعہ نظامیہ اہل سنت کے ایک عظیم الشان مرکزی دارالعلوم کی حیثیت سے ابھر رہا ہے اور انشاء اللہ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی سرپرستی میں مزید ترقی کے مدارج طے کرے گا۔مولیٰ تعالیٰ جامعہ نظامیہ کو تاابد اہلسنت کے مرکز کی حیثیت سے قائم رکھے۔آمین ثم آمین۔ **بتاریخ:۱۹۹۵/۱۲/۲۸** [۲]

مجاہد ملت مولانا عبدالستار نیازی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جامعہ نظامیہ رضویہ مدبر،مخلص اور باوقار انتظامیہ کی نگرانی میں برق رفتاری کے ساتھ ترقی کی منازل طے کر رہا ہے،اس کے تمام شعبے مثالی درجہ رکھتے ہیں۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم ہذا کو تعلیم وتدریس کی دنیا میں مینارۂ نور بنائے اور نظامیہ بغداد کے نقش قدم پر عالم اسلام کے لئے بہ ہمہ وجوہ مرکز رشد وہدایت بنائے۔آمین **بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وسلم بتاریخ:۱۹۷۶-۲-۲۶** [۳]

---

۱ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ،ص:۱۳۴-۱۳۵

۲ ایضاً،ص:۱۳۷-۱۳۸

۳ ایضاً،ص:۱۳۸

استاذ العلماء مولانا علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور)

آج لاہور کی عظیم الشان اور پروقار تقریب بسلسلہ ختم بخاری شریف میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ بحمدہ تعالیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ اہل سنت کی ایک معیاری درس گاہ ہے، کثیر طلبہ اور فاضل اساتذہ سے مل کر نہایت مسرت وانبساط حاصل ہوا، حضرت العلام مفتی محمد عبدالقیوم صاحب ناظم اعلیٰ دارالعلوم ہذا کا حسن انتظام اور ان کی پرخلوص محنت وجانفشانی کے ثمرات جامعہ نظامیہ رضویہ کی عظیم الشان عمارت کی صورت میں عوام وخواص اہل سنت کے سامنے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ مزید خیر وبرکت کا فیضان فرمائے۔ آمین [1]

حضرت علامہ مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد۔ فقد وفقنی اللہ تعالیٰ، اوّل مرۃ بزیارۃ الجامعۃ النظامیۃ الرضویۃ الکائنۃ ببلدۃ لاھور و کنت لاازال اسمع منذ مدۃ طویلۃ اسمھا ولکن مافزت فی زیارتھا قبل ۸ نومبر انی رأیت الجامعۃ مملوئۃ غنیۃ محلاۃ بالمحاسن الصوریۃ والمعنویۃ لاریب ان الجامعۃ بھذہ المثال مرھونۃ بمساعی المتابعۃ والجھد المسلسل من العلامۃ مولانا المفتی محمد عبد القیوم زید مجدہ وعم نفعہ ومشارکت معاضدیہ ومعاونیہ فی ھذا الامر المھم ومن المسئول ان یوفق العلامۃ الی مزید ومن اللہ التوفیق۔ ۸ نومبر ۱۹۷۳ [2]

پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی (سجادہ نشین گولڑہ شریف)

جامعہ نظامیہ رضویہ کا خدمت قرآن کا چالیس سالہ سفر شاندار اور حوصلہ افزاء ہے۔ میں جامعہ کے مہتمم مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں کہ سالوں پہلے جو پودا انہوں نے لگایا تھا وہ آج اللہ کے فضل وکرم اور اس کے محبوب کریم کے لطف واحسان سے ایک تناور درخت بن گیا ہے۔ مفتی صاحب کی نتائج بھری اور ثمر آور خدمات کو دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے۔ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس دینی مرکز کو آباد رکھے۔ [3]

شیخ الحدیث علامہ محمد شریف رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جامعہ نظامیہ رضویہ کی موجودہ عمارت سے پہلے بھی بندہ متعدد مرتبہ حاضر ہوا ہے۔ قلیل مدت میں جامعہ کی شاندار ترقی اور یہ عظیم الشان عمارت، طلباء کی کثرت، حسن انتظام، مدرسین وطلباء کا اخلاص واخلاق جامعہ کے ناظم اعلیٰ حضرت علامہ مولانا استاذ العلماء مفتی محمد

---

۱ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۱۳۷

۲ ایضاً، ص: ۱۳۹۔ ۱۴۰

۳ علوم اسلامیہ کا بحر بیکراں، ص: ۴۱

عبدالقیوم صاحب ہزاروی کی انتظامی قابلیت اور بہترین تربیت اور شبانہ روز محنت کی غماز ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ بجاہ حبیبہ علیہ الصلوۃ والتسلیم جامعہ کو مزید ترقی عطا فرمائے اور حضرت مولانا موصوف کے علم وفضل، خلوص وایثار میں برکت عطا فرمائے۔[۱]

علامہ پیر علاؤالدین صدیقی (آستانہ عالیہ نیریاں شریف)

عہد حاضر کے زوال پذیر معاشرے میں ایسے ادارے غنیمت ہیں جو مسلمان نوجوانوں کو دین کی تعلیم سے آراستہ کر کے انہیں غلامئ رسول ﷺ کی حسین منزلوں کا مسافر بنانے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کا شمار بھی ایسے ہی اداروں میں ہوتا ہے۔ اس جامعہ سے جو مصطفائی مجاہد پیدا ہو رہے ہیں وہ ان شاء اللہ دنیا میں مصطفائی ورلڈ آرڈر نافذ کر کے دم لیں گے۔[۲]

شارح صحیح مسلم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی

آج مورخہ ۲۵ رجب ۱۳۹۶ھ کو دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں ختم بخاری شریف کی تقریب سعید میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کو میں اپنے طالب علمی کے دور سے دیکھ رہا ہوں اور اکثر وبیشتر یہاں حاضر ہوتا رہتا ہوں۔ بحمدہ تعالیٰ یہ جامعہ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم صاحب دامت برکاتھم العالیہ کے زیر اہتمام روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ حضرت علامہ مفتی صاحب کی پر خلوص اور بے لوث خدمات اور مسلک وملت کے درد کے سبب جامعہ کا تعلیمی معیار بہت بلند ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کی مساعی کو قبول ومشکور فرمائے اور اس جامعہ کو علم وعرفان کا ایک عظیم مینار بنائے اور ان کے عظیم مقاصد کی تکمیل کے لئے انہیں بہترین وسائل عطا فرمائے۔[۳]

استاذ العلماء علامہ مفتی محمد وقارالدین رحمۃ اللہ علیہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج دوسری مرتبہ مجھے جامعہ نظامیہ رضویہ میں آنے کا اتفاق ہوا، عمارت کی خوبی ومتعلقین جامعہ کی حسن کارکردگی کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا یہ تمام ترقیاں نتیجہ ہیں مولانا محمد عبدالقیوم صاحب کے خلوص وبے انتہاء مسلسل جانفشانی سے کوششوں کی۔ خاص طور پر مولانا موصوف نے اس اجتماع منتظمین مدارس کے موقع پر جس خلوص ومحبت سے مہمان نوازی فرمائی اس کی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ میری دعائیں ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ جامعہ کو مرکز علوم بنائے اور مولانا عبدالقیوم صاحب ودیگر مدرسین وطلبہ ومتعلقین جامعہ کی مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم[۴]

---

۱ علوم اسلامیہ کا بحر بیکراں، ص: ۱۴۱

۲ ایضاً

۳ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۱۴۰۔۱۴۱

۴ ایضاً ص: ۱۳۶۔۱۳۷

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی علمی خدمات

جامعہ نظامیہ رضویہ نے تحریر وتقریر، تصنیف وتالیف، درس وتدریس، تبلیغ واشاعت، افتاء واستفتاء غرضیکہ ہر شعبہ میں گلہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں یہاں چند پہلوؤں کا تفصیلی ذکر کیا جاتا ہے۔

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کی نشاۃِ ثانیہ

کوئی فرد ہو یا ادارہ، اُس کی کامیابی، منزل تک رسائی، اجتماعیت اور اہداف کا حصول تنظیم کا متقاضی ہوتا ہے اِسی بنیاد پر اکابر اہلسنت نے مدارس دینیہ کو ایک نظام میں مربوط کرنے اور باہمی ربط وتعلق کو مضبوط کرنے کے لیے تنظیم المدراس کا قیام ضروری خیال کیا اور اس عظیم مقصد کے لیے شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ مطابق یکم فروری ۱۹۶۰ء بروز سوموار جامعہ معینیہ، ڈیرہ غازی خان میں استاذ العلما حضرت علامہ مولانا غلام جہانیاں رحمہ اللہ کی سرپرستی میں تنظیم المدارس کے نام سے مدارس اہل سنت کی تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا جس کی مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس ۵، ۶ شوال المکرم، ۱۳۷۹ھ بمطابق ۲، ۱۳ اپریل ۱۹۶۰ء کو جامعہ نعیمیہ، لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں ۲۵ رکنی نصابی کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کمیٹی نے جامع نصاب ترتیب دیا جو مئی ۱۹۶۰ء میں نافذ ہوا۔

اس تنظیم کے سربراہ غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ نے اَن تھک محنت کی۔ پرچہ جات تیار کرنا، خود مدارس تک پہنچانا، رزلٹ وصول کرنا، نتائج تیار کرنا، سند کا اجرا اور ان تمام امور کے لیے خود فنڈ کا بندوبست کرنا آپ کے خلوص ،للّٰہیت اور مسلک اہل سنت کی ترقی اور فروغ کے لیے آپ کے لازوال جذبے کی عکاسی کرتا ہے لیکن بوجوہ یہ سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا حتی کہ چودہ سال کا عرصہ گزر گیا اور ایک مرتبہ پھر اکابر علمائے اہل سنت نے تنظیم المدارس کو وقت کی ضرورت خیال کرتے ہوئے اس تنظیم کی نشاۃ ثانیہ کی ضرورت محسوس کی اور ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ بمطابق ۹ جنوری ۱۹۷۴ء بروز بدھ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں منعقدہ اجلاس میں تنظیم المدراس اہل سنت پاکستان کے نام سے ۱۹۶۰ء میں قائم کی گئی تنظیم کی نشاۃ ثانیہ ہوئی اور اس تنظیم کو بام عروج تک پہنچانے کے لیے قرعہ فال حضرت مفتی اعظم فقیہہ ملت استاذ العلما شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ کے نام نکلا۔ آپ کو تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کا پہلا ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا اس وقت تنظیم المدارس کے صدر استاذ الاساتذہ مفتی اعظم محدث کبیر حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد رحمہ اللہ تھے۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ۲۷ سال کا عرصہ بطور ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس کی ذمہ داریوں کو باحسن طریق انجام دیا۔ اس دوران حضرت مفتی اعظم ابوالبرکات سید احمد، غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی، شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمہم اللہ اور جانشین غزالی دوراں علامہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ تنظیم المدارس کے صدور رہے اور پھر اکتوبر ۲۰۰۱ء سے ۲۶ اگست ۲۰۰۳ء تک ایک سال دس ماہ کا عرصہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تنظیم المدارس کے صدر رہے اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید رحمہ اللہ ناظم رہے۔[1]

---

[1] ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، مفتیٔ اعظم اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص: ۶۱۔ ۶۲

تنظیم المدارس ترقی کی راہ پر گامزن

حضرت مفتی صاحب نے نظامت علیا کے منصب کو عزت بخشی تو اس وقت جب کہ آپ کو کسی قابل اعتماد نائب کی سہولت حاصل نہ تھی خود اپنے ہاتھوں سے تمام اُمور انجام دیے۔ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ میں تنظیم کی تشکیل نو کے صرف آٹھ ماہ میں درجہ عالیہ کے امتحانات مکمل کر لیے اور شعبان المعظم ۱۳۹۴ھ میں امتحان کا انعقاد ہو گیا اور آئندہ سال یعنی ۱۹۷۵ء میں سالانہ امتحان میں مقالہ بھی شامل کر دیا اور اسی قلیل عرصے میں نصاب تعلیم تیار ہو گیا، دستور مرتب ہو گیا، سند کا خاکہ منظور ہو گیا، الحاق فارمز اور دیگر ضروری لٹریچر طباعت کے بعد منظر عام پر آ گیا۔[۱]

سندھ اور بلوچستان کا دورہ

آپ نے مئی ۱۹۷۶ء میں صوبہ بلوچستان کا دورہ کیا جس کے نتیجے میں وہاں تنظیم المدارس کو فعال بنانے میں مدد ملی۔ ۵ فروری ۱۹۷۸ء کو آپ نے تنظیم المدارس کو مزید فعال بنانے کے لئے کراچی میں مدارس سندھ کا اجلاس بلایا اور تنظیم المدارس کی کارکردگی مزید موثر بنانے پر زور دیا اور کراچی کے تمام سنی مدارس کا معائنہ فرمایا، ممتاز شخصیات سے ملاقات کی اور سنی رسائل و جرائد کی ضرورت و اشاعت کا احساس دلایا۔ اس دورے میں حضرت علامہ غلام رسول سعیدی، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد منشاء تابش قصوری آپ کے ہمراہ تھے اس دوران سنی رسائل نے آپ سے دینی مدارس کی اہمیت اور دیگر معاملات پر انٹرویو لیے۔[۲]

شہادۃ العالمیہ کی سند کے معادلہ کے لیے جدوجہد

شہادۃ العالمیہ کی منظوری کا مرحلہ بہت کٹھن تھا مفتی صاحب فرماتے تھے ''صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کے بار بار بلانے کے باوجود یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے عربی و اسلامیات کے سربراہان اسلام آباد اجلاس میں شرکت کے لیے آمادہ نہ ہوئے تھے۔ جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ وہ اپنی یونیورسٹیوں کی طرف سے تنظیم المدارس اور دیگر وفاقوں کی اسناد کا معادلہ پسند نہیں کرتے تھے لیکن جب حکومتی نمائندہ وفد ''ڈاکٹر ہالے پوتا'' کی قیادت میں جامعہ نظامیہ رضویہ آیا اور اس نے تنظیم المدارس کا تمام ریکارڈ چیک کیا تو اس وفد کو اقرار کرنا پڑا کہ یہ نظام امتحان اور نصاب کسی بھی طرح یونیورسٹیوں کے نظام سے کم نہیں حالانکہ وہاں سرکاری وسائل پانی کی طرح بہائے جاتے ہیں۔''[۳]

مفتی صاحب نے اپنے انٹرویو میں بیان کیا:

''میں چھ سال پنجاب زکوۃ کونسل اور چھ سال مرکزی زکوۃ کونسل کا رکن رہا اور وہاں جانے کا مقصد اہل سنت کے حقوق کو قائم رکھنا اور حاصل کرنا تھا۔ اسی مقصد کے لئے میں نے تنظیم المدارس کو فعال بنانے کا بیڑا اٹھایا۔ ہم نے بھٹو دور میں مولانا شاہ احمد نورانی صاحب (جو اس وقت قومی اسمبلی کے رکن تھے) کے ذریعے جدوجہد کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ بالآخر جنرل ضیاء الحق کے دور میں ہم نے باقاعدہ جنگ لڑی اپنے حقوق

---

۱ ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، مفتیٔ اعظم اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء، ص: ۶۴

۲ سیدی مفتیٔ اعظم، ص: ۴۵

۳ ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، مفتیٔ اعظم اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۶۵۔۶۶

کے تحفظ کی، میں نے کوئٹہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری اور پشاور یونیورسٹی سے شعبہ اسلامیات کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر قاضی غلام مصطفی پر مشتمل قائم کئے گئے بورڈ کے ساتھ مدارس عربیہ کی اہمیت پر گفتگو کی۔

بالآخرانہوں نے تسلیم کیا اوراپنی رپورٹ میں لکھا کہ درس نظامی کے طلبہ جامع العلوم ہوتے ہیں اس کے علاوہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد سے پروفیسر ڈاکٹر محمد افضل کی رپورٹ بھی آ گئی جو مدارس نظامیہ کے حق میں تھی اس پر جنرل ضیاء الحق نے درسِ نظامی کے فضلاء کو ڈبل ایم اے کے مساوی قرار دیا۔'' [1]

آپ نے نچلے درجات ثانویہ عامہ، ثانویہ خاصہ اور عالیہ کی اسناد کے معادلہ کے لیے بھرپور کوشش جاری رکھی۔ اورآپ نے مدارس کے لیے زکوۃ فنڈ کے حصول کی خاطر بھرپور کردار ادا کیا۔

تنظیم المدارس کے پلیٹ فارم کا مثبت استعمال

آپ نے تنظیم المدارس کو اہل سنت کے وسیع تر مفاد میں استعمال کیا چونکہ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ملک بھر اور آزاد کشمیر سے بھی علمائے کرام تشریف لاتے تھے اور بھرپور اجلاس ہوتے اس لیے آپ اس موقع پر حضرت علامہ شاہ احمد نورانی اور حضرت علامہ عبدالستار خان نیازی رحمہما اللہ کو دعوت دیتے اور بالخصوص صوبہ بلوچستان اور صوبہ سرحد کے علما کی ان قائدین کے ساتھ الگ نشست رکھتے تا کہ ان پسماندہ علاقوں میں جمعیت علمائے پاکستان کو فروغ حاصل ہو۔ اسی طرح تنظیم المدارس کے اسٹیج سے آپ نے اہل سنت کو میدان تحریر کی طرف متوجہ کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی الحمدللہ اس وقت اہل سنت اس میدان میں قابل فخر کام سرانجام دے رہے ہیں۔ [2]

رضا فاؤنڈیشن کا قیام

جامع نظامیہ رضویہ اُن مدارس میں سے ایک عظیم جامعہ ہے جو فکری اعتبار سے مجدد دین وملت حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ کی نسبت سے پہنچانے جاتے ہیں۔ اس لیے جامعہ نظامیہ رضویہ انگریزی سازش کے نتیجے میں برصغیر میں اسلامی فکری اعتقادی تبدیلیوں کے خلاف حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کی تحقیقات انیقہ ورفقہی دنیا میں اُن کے تہلکہ خیز فتاویٰ رضویہ کا امین ہے۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ نے جامعہ نظامیہ رضویہ میں مارچ ۱۹۸۸ء میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ اوراس کا سب سے اہم منصوبہ ''**العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه**'' المعروف بہ ''فتاویٰ رضویہ'' کی عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ جدید طباعت کو قرار دیا۔ اگرچہ ضمناً اس فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام کئی دیگر کتب بھی نہایت عمدہ اندازِ طباعت کے ساتھ شائع کی گئیں اور بعض کتابوں کی طباعت میں آپ نے بیروت کے معیار کو پیش نظر رکھا تا کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی یہ تحقیقی کتب جو عربی زبان میں ہیں دیگر اسلامی ممالک میں جائیں تو وہاں کے معتدل مزاج اہل علم ودانش ان کتب کے مطالعہ سے حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کی عظیم المرتبت شخصیت سے آگاہ ہوں اور مخالفین کے جھوٹے پروپیگنڈہ کا بھی ازالہ ہو۔ رضا فاؤنڈیشن کے تحت فتاویٰ

---

[1] قادری، ملک محبوب الرسول، مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کا چشم کشا انٹرویو، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، ص: ۲۴۶ ـ ۲۴۷

[2] ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، مفتیٔ اعظم اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان، مشمولہ: مجلہ النظامیہ ص: ۶۷ ـ ۶۸

رضویہ کے علاوہ درج ذیل کتب زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں:

۱۔ الدّولة المكيّة بالمادّة الغيبيّة

۲۔ انباء الحيّ أنّ كلامه المصون تبيان لكل شيئ

۳۔ الرّسائل

۴۔ ألدّعوة الى الفكر

۵۔ بركات الامداد لأهل الاستمداد

۶۔ حيات الموات في سماع الأموات

۷۔ الأجازات المتينة لعلماء بكة والمدينة

۸۔ حسام الحرمين على منحر الكفر والمين

۹۔ كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدراهم

۱۰۔ بساتين الغفران

۱۱۔ الامام الاكبر المجدد الشيخ محمد احمد رضا خان والعالم العربي

۱۲۔ فوائد تفسیریہ

۱۳۔ ردمرزائیت

۱۴۔ حیات محدث اعظم پاکستان

اِن کتب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ آپ نے اصل منصوبہ فتاویٰ رضویہ کی جدید اشاعت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی حتی کہ آپ نے اپنے مزاج کے خلاف صرف اس مقصد کے لیے دو مرتبہ انگلینڈ کا دورہ کیا تا کہ فتاوی رضویہ جدید انداز میں طبع ہو سکے، چنانچہ آپ کی للّٰہیت اور اخلاص کا نتیجہ ہے کہ آپ کی زیر نگرانی فتاویٰ رضویہ کی جدید ۲۴ جلدیں منظر عام پر آ گئیں اور باقی ۹ جلدیں آپ کے وصال کے بعد آپ کے علمی جانشین فاضل نوجوان حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی کی نگرانی میں طباعت کے مراحل سے گزر گئیں۔ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ بمطابق مارچ ۱۹۹۰ء میں فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا آغاز ہوا اور ۲۰۰۶ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ کی گولڈن جوبلی کے موقع پر ۱۶ سال کے عرصہ میں ۳۳ جلدوں پر مشتمل ''فتاوی رضویہ'' منظر عام پر آ گیا۔[1]

شعبۂ تصنیف و تالیف کا قیام

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی صاحب نے تصنیف و تالیف کا بھی ایک باقاعدہ شعبہ جامعہ نظامیہ رضویہ میں قائم فرمایا جس میں تا حال مختلف موضوعات پر تحقیقی کام ہو رہا ہے، اس کے قیام نے اہل سنت و جماعت کو ایک تازہ ولولہ بخشا مختصر مدت میں

---

[1] ہزاروی، محمد صدیق، مفتیٔ اعظم پاکستان اور رضا فاؤنڈیشن، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، اگست ۲۰۱۸ء ص: ۶۹ تا ۷۱ ملخصاً

اس شعبہ نے اتنا مؤثر کام کیا کہ اپنے رطب اللسان اور مخالف حیران و ششدر رہ گئے۔ اس شعبہ کے نگران اعلیٰ صاحب طرز محقق حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف القادری بنائے گئے جن کی خدمات جلیلہ پر سنیت کو ناز ہے۔ پھر اس شعبہ کو اہل سنت و جماعت کی ممتاز شخصیت مکرم جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کی سرپرستی میں مزید فعال اور متحرک بنایا گیا جس میں علمی، ادبی، فنی اور درسی کتب پر تحقیقی کام ہوا ضروری کتب کے اردو تراجم بھی کیے گئے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے۔[1]

دارالافتاء کا قیام

یوں تو ہر شعبہ کی اہمیت و ضرورت اپنی اپنی جگہ مسلم ہے مگر اس الحاد و دہریت اور مادہ پرستی کے بھیانک دور میں عام مسلمانوں کو صحیح احکام اسلام معلوم کرنے کی سہولت کے پیش نظر دارالافتا کا قیام بہت ضروری ہو جاتا ہے خصوصاً جب کوئی ادارہ اپنی انفرادیت سے گزر کر آفاقی سطح پر ہمہ گیر مقبولیت حاصل کر چکا ہو تو وہاں سے فتاویٰ کا اجرا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر جامعہ نظامیہ رضویہ میں دارالافتا کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جہاں سے تاہنوز پوری ذمہ داری سے فتاویٰ جاری کیے جاتے ہیں۔ اس عظیم منصب کی تمام تر ذمہ داری حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ نے اپنی حین حیات سنبھالے رکھی۔ ملک اور بیرون ملک سے آنے والے ہر قسم کے سوالات کے مدلل جوابات نہایت تحقیق سے دیے۔ ''فتویٰ'' شرعی ذمہ داری کے باعث نہایت احتیاط سے جاری کیا اکابر اہل سنت نے آپ کے تحقیقی فتاویٰ کو بہ نظر استحسان دیکھا۔[2]

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد آپ کے تلمیذ رشید مفتی محمد تنویر القادری صاحب نے منصب افتا کو رونق بخشی اور تاہنوز آپ یہ ذمہ داری بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں آپ کے ساتھ معاون مفتی، مفتی محمد اکمل صاحب بھی یہ ذمہ داری بخوبی نبھا رہے ہیں اور اس وقت تک ہزاروں تحقیقی فتاویٰ ''جامعہ نظامیہ رضویہ'' سے جاری ہو چکے ہیں۔

مجلس علماء نظامیہ پاکستان

حضرت مفتی اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کی خواہش پر جامعہ نظامیہ رضویہ کے فضلا کو مربوط اور منظم کرنے کے لیے جامعہ نظامیہ رضویہ کے فضلا کی تنظیم ''مجلس علماء نظامیہ پاکستان'' ۱۹۹۵ء میں قائم کی گئی جس کے تانے بانے تو ۱۹۹۳ء میں بنے جانے لگے تھے، تاہم اس کا پہلا اجلاس ۱۷ جولائی ۱۹۹۵ء کو منعقد ہوا جیسا کہ مولانا قاری فیاض الحسن جمیل الازہری کا بیان ہے:

''۱۹۹۳ء میں جب ہماری کلاس دورہ حدیث شریف سے فارغ ہوئی تو قبلہ مفتی صاحب مفتیٔ اعظم پاکستان جناب مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی نے فرمایا کہ میری دیرینہ خواہش ہے کہ آپ لوگ اپنے سابقہ فضلا سے مل کر ایک تنظیم بناؤ جس سے تمام ابنائے جامعہ کا باہم رابطہ ہو اور مل کر دینی خدمت کو نئے ولولہ کے ساتھ سرانجام دو، یہ بات ہم سب کو بھی مفتی صاحب کا ہمنوا بنا گئی لہٰذا کئی ایک مشاورتی اجلاس کے بعد ابنائے جامعہ کی ایک تنظیم بنا دی گئی جس کا نام ''مجلس علماء نظامیہ'' رکھا گیا، ازاں بعد ایک چار رکنی عاملہ کمیٹی بنا کر انہیں یہ ذمہ

[1] جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص:۱۱۰

[2] ایضاً، ص:۱۰۹-۱۱۰

داری سونپی گئی کہ تمام سابقہ علماءِ جامعہ کو بلا کر آئندہ کا لائحہ عمل تیار کیا جائے۔

اس چار رکنی کمیٹی کا ناظم بندہ ناچیز کو مقرر کیا گیا، لہٰذا کمیٹی نے جامعہ کے موجودہ ریکارڈ سے علماء جامعہ کے ایڈریس حاصل کر کے انہیں دعوت نامے بھیجے اور اس طرح ۱۷ جولائی ۱۹۹۵ء کو سالانہ جلسۂ ختم بخاری شریف پر ابنائے جامعہ کا پہلا تنظیمی کنونشن بلایا گیا، ابنائے جامعہ نے بھرپور شرکت کی، اس کے دو اجلاس ہوئے جن میں باہم تعارف اور اغراض و مقاصد بتائے گئے۔ تمام شرکاء نے نہ صرف اس اقدام کو پسند کیا بلکہ اشد ضرورت محسوس کرتے ہوئے اپنی طرف سے مکمل تعاون کی یقین دہانی بھی کروائی، دوسرے اجلاس میں ایک مشاورتی کونسل تشکیل دی گئی، اور اسی طرح مجلس کی عاملہ کمیٹی بھی بنائی گئی تاکہ آئندہ باہم رابطہ مزید مستحکم ہو سکے، نیز آئندہ سال کو رابطہ کا سال قرار دیا گیا، مشاورتی کونسل اور عاملہ کمیٹی کے اجلاس جاری تھے رابطہ ہو رہا تھا کہ ناچیز قرأت عشر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ از ہر مصر چلا گیا لہٰذا یہ معاملہ پھر سے سرد پڑ گیا۔

ستمبر ۲۰۰۰ء میں جب واپس آیا تو پھر سے اس ٹوٹے ہوئے تعلق کو جوڑنا چاہا، چند ایک ملاقاتوں میں سب نے اس بات کی اجازت دی کہ یہ رابطہ بحال کیا جائے لہٰذا ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۰ء کو سالانہ ختم بخاری شریف و جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر مجلس علماء نظامیہ کا دوبارا اجلاس بلایا گیا، کافی احباب نے تشریف لا کر حوصلہ افزائی فرمائی، اس دفعہ ایک اجلاس ہوا جس میں یہ طے ہوا کہ اس سال کو رکنیت سازی کا سال قرار دیا جائے اور گزشتہ سالوں کی طرح مجھے ہی مجلس عاملہ کا ناظم بنایا گیا، ناچیز نے اپنے ساتھی ارکانِ مجلس سے مل کر شرکاء اجلاس کو مختلف اوقات میں حسب ضرورت رکنیت فارم نیز اجلاس کی کاروائی اور شرکت پر شکریہ کے خطوط لکھے۔ دوران سال کئی ساتھیوں کے خطوط آتے رہے، کئی علماءِ کرام نے رکنیت فارم پُر کر کے بھیجے، بعض نے اجلاس کے وقت ہی فارم پُر کر دیے تھے ان سب کو چندہ اور رکنیت فیس کی رسیدیں ارسال کیں، یوں تقریباً ایک سو ابنائے جامعہ اب تک مجلس کے رکن بن چکے ہیں۔[1]

مجلس علماء نظامیہ کے تحت حضرت علامہ مفتی محمد طاہر تبسم قادری صاحب کی قیادت میں ۳ عظیم الشان مفتی اعظم سیمینارز منعقد کیے گئے پہلے مفتی اعظم سیمینار منعقدہ ۸ اگست ۲۰۰۴ء کی مختصر روئیداد سید غلام مصطفی ریاض بخاری کی زبانی یہاں بیان کی جاتی ہے:

''مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، ملی، علمی اور عملی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے مجلس علماء نظامیہ پاکستان نے مؤرخہ ۸ اگست ۲۰۰۴ء بروز اتوار کو الحمرا ہال نمبر ا میں مفتی اعظم سیمینار کا انعقاد کیا۔

سیمینار کا آغاز وقت مقررہ ٹھیک دو بجے رب ذوالجلال کے بابرکت کلام سے قاری محمد عالم چشتی سیالکوتی زیدہ مجدہ' کی تلاوت سے ہوا مولانا حافظ محمد نواز بشیر جلالی حفظہ اللہ تعالیٰ اور عزیزم محمد بشیر سیالوی زیدہ مجدہ' کی مسحورکن آوازوں سے کلام اعلیٰ حضرت اور کلام امام حسن رضا بریلوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے سامعین کے ذوق میں مزید اضافہ کر دیا۔ ناظم اسٹیج مولانا محمد طاہر تبسم قادری اطال اللہ عمرہ مرکزی ناظم اعلیٰ مجلس علماءِ نظامیہ پاکستان کی شخصیت تو باکمال ہے ہی مگر آج اندازِ تکلم اور لفاظی بھی بڑی شُستہ اور جاندار اور نکتۂ عروج کو پہنچی ہوئی تھی

[1] الازہری، فیاض الحسن جمیل، قاری، مجلس علماء نظامیہ ایک نظر میں، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، جلد: ۲، شمارہ: ۵، اکتوبر ۲۰۰۱ء، ص: ۴۱-۴۲

انتہائی قلیل وقت میں مختصر مگر جامع جملے ان کی ذہانت وفطانت پر دلالت کرتے ہیں۔

خطبۂ استقبالیہ ادیب شہیر رئیس التحریر علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہٗ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور وممبر سپریم کونسل مجلس علماء نظامیہ پاکستان نے پڑھا۔ آپ نے خطبۂ استقبالیہ میں مفتی اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ کی مساعیٔ جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی حیاتِ طیبہ کے ماہ وسال سے پردہ اُٹھایا۔ اس سیمینار میں چار قراردادیں پیش ہوئیں پہلی قرارداد علامہ فضل حنان سعیدی مدظلہ العالی رکن سپریم کونسل مجلس علماء نظامیہ پاکستان ومدرس جامعہ نظامیہ لاہور نے پیش کی۔

اس کے بعد محفل کا رنگ بدلنے کے لیے برطانیہ سے آئے ہوئے مہمان سید فرید شاہ صاحب نے امام الکلام سنایا۔ جناب نذیر احمد غازی ایڈووکیٹ اور ڈاکٹر طاہر رضا بخاری نے بعد ازاں خطابات کیے پھر حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے نعت رسول مقبول پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں مجاہد اول سردار عبدالقیوم خان سابق صدر آزاد کشمیر، قادری زوار بہادر، جسٹس نذیر اختر، ڈاکٹر اشرف آصف جلالی، صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، مولانا غلام محمد سیالوی، صاحبزادہ عتیق الرحمن آف ڈھانگری شریف، پروفیسر مفتی منیب الرحمن، پیر سید صابر حسین شاہ اور علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب نے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمات کو سراہا۔

مجلس علماء نظامیہ کے مرکزی صدر مولانا محمد اسلام سعیدی نے اپنی اور پوری مجلس علماء نظامیہ پاکستان کی طرف سے ہدیہ تشکر پیش کیا اور جگر گوشہ غزالی زماں علامہ سید مظہر سعید کاظمی امیر جماعت اہل سنت پاکستان نے صدارتی خطبہ دیا۔ آخر میں جگر گوشۂ مفتی اعظم پاکستان صاحبزادہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی سرپرست اعلیٰ مجلس علماء نظامیہ پاکستان وناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ نے شرکائے سیمینار اور اراکینِ مجلس علماء نظامیہ کا جامع اور شاندار الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔

وہ سرکردہ علماء ومشائخ اور زعمائے ملت جو سیمینار میں تشریف لائے لیکن خطاب نہیں فرمایا ان میں شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مفتی ہدایت اللہ پسروری، پیر سید شفیق حسین بخاری، شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی، علامہ غلام فرید ہزاروی، علامہ مفتی محمد خان قادری، علامہ قاضی عبدالوحید ہزاروی، علامہ قاضی مظفر اقبال رضوی، صاحبزادہ رضائے مصطفی رضوی، مولانا حافظ عبدالرحیم رضوی، سید شمس الدین بخاری، علامہ مفتی محمد اقبال چشتی، علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، علامہ خادم حسین رضوی، علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ حافظ غلام حیدر خادمی، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، علامہ غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی، علامہ قاری محمد عارف سیالوی اور علامہ محمد فاروق نقشبندی شامل ہیں۔''[1]

مجلس علماءِ نظامیہ کے اغراض ومقاصد

مجلس علماء نظامیہ کے اغراض ومقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ مجلس علماء نظامیہ کے قیام کا اولین مقصد جامعہ نظامیہ رضویہ سے فارغ التحصیل علماءِ کرام کو منظم کرکے ان کی صلاحیتوں کو تعلیمی، تحقیقی اور تصنیفی میدان میں مذہب، معاشرے اور ملک وملت کے لئے بروئے کار لانا۔

[1] البخاری، سید غلام مصطفی ریاض، روئیداد مفتی اعظم سیمینار، مشمولہ: مجلۃ النظامیہ، جلد:۵، ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۴ء، ص:۴۸ تا ۵۱ ملخصاً

۲۔ علماءِ نظامیہ کو منظم کر کے اسلام اور نظریہ پاکستان کے خلاف مصروف عمل کفار، مستشرقین اور نام نہاد مسلمانوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنانا۔

۳۔ اہلسنت وجماعت کے امام مولانا شاہ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء اہلسنت کے نظریات اور دینی خدمات کی نشر و اشاعت کے لیے علما کو تیار کرنا۔

۴۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کے جواں سال فضلا کو عملی زندگی میں تصنیف وتالیف، تدریس اور خطابت کے سلسلے میں درپیش مسائل میں ممکنہ تعاون کرنا۔

۵۔ مجلس کے ممبران میں سے کسی کے ساتھ ناگہانی حادثہ پیش آنے کی صورت میں ممکن تعاون کرنا۔

۶۔ ملک کے طول وعرض میں ''النظامیہ لائبریری'' کے نام سے سٹڈی سنٹرز (لائبریریاں) قائم کرنا جن میں اسلاف اور موجود جید علماء اہلسنت کی کتب اور خصوصاً جامعہ سے شائع ہونے والی کتب رکھنا۔

۷۔ بچوں کے لیے ''مدینۃ الاطفال'' اور بڑوں کے لیے ''فہم دین کورس'' کے نام سے شارٹ کورسز شروع کروانا۔

۸۔ مجلس کے تحت شعبہ تصنیف وتالیف قائم کر کے علماءِ نظامیہ کو جدید موضوعات پر لکھنے کی دعوت دینا اور ان کی عربی، اردو اور انگلش نگارشات کو بہتر انداز میں منظر عام پر لانا۔

الحمد للہ ''مجلس علماءِ نظامیہ پاکستان'' اپنے اہداف ومقاصد کے حصول میں دن رات کوشاں ہے اور ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

بزم رضا جامعہ نظامیہ رضویہ

طلبا کی ذہنی، فکری اور تحقیقی آبیاری کرنے کے لیے جامعہ میں بزم رضا کے نام سے طلبا کی ایک بزم کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے صدر استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ محمد عبد الستار صاحب سعیدی دامت برکاتہم العالیہ ہیں جبکہ سرپرست اعلیٰ حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی مدظلہ ہیں۔

بزمِ رضا کے تحت ہفتہ وار پروگرام ہوتا ہے جس میں طلبا مختلف موضوعات پر تحقیقی گفتگو کرتے ہیں اور ان کو اپنی صلاحیتیں اُجاگر کرنے کے مواقع میسر آتے ہیں اِس کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً تربیتی نشستوں کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ بزم رضا کے تحت خصوصی ایام مبارکہ منانے کے ساتھ ساتھ سالانہ مسابقۂ حسن قرات، مسابقۂ حسن نعت اور سابقہ حسن تقریر کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔

بزم رضا کے تحت مختلف کتب کی اشاعت کا اہتمام بھی وقتاً فوقتاً کیا جاتا ہے مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

نام کتاب	مصنف	سن اشاعت	سیکرٹری بزم
۱۔مقالات مفتی اعظم	مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی	۲۰۰۷ء	حافظ محمد حبیب احمد سعیدی ،قاری محمد طاہر عزیز باروی
۲۔گستاخِ رسول کی سزا اور فقہائے احناف	مفتی محمد تصدق حسین	۲۰۱۳ء	مولانا اکرام حسین رضوی ،مولانا فرمان صاحب
۳۔رسالۂ جامعہ ترجمہ عجالۂ نافعہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مترجم: مولانا فاروق شریف	۲۱۰۳ء	مولانا اکرام حسین رضوی ،مولانا فرمان صاحب
۴۔امام احمد رضا محدث بریلوی اور تحریک پاکستان	سید صابر حسین شاہ بخاری	۲۱۰۳ء	مولانا اکرام حسین رضوی ،مولانا فرمان صاحب
۵۔اکسیر معظم مع شرح مجیر معظم	مولانا امام احمد رضا خان مترجم: مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی	۲۰۱۴	مولانا احمد رضا نظامی،مولانا فخر حیات
۶۔دعوت فکر	مولانا تابش قصوری	۲۰۱۵	مولانا فاقت حسین قادری،مولانا ظفر سلطانی
۷۔جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ	مولانا تابش قصوری	۲۰۱۵ء	مولانا فاقت حسین قادری،مولانا ظفر سلطانی

ماہنامہ مجلہ النظامیہ کا اجراء

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے ربیع الاوّل ۱۴۲۱ھ/ جون ۲۰۰۰ء کو علمی و تحقیقی اور فنی و ادبی موضوعات پر مشتمل ماہنامہ مجلہ ''النظامیہ'' کا آغاز ہوا جس کے پہلے مدیر ادیب شہیر شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ نے پہلے اداریے میں تحریر فرمایا:

''جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/شیخوپورہ سے ماہنامہ نظامیہ کا اجراء چند جواں سال اور جواں ہمت علمائکی کوشش سے کیا جا رہا ہے اس کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو بارہ ربیع الاوّل ۱۴۲۱ھ کے مبارک موقع پر شائع کیا جا رہا ہے تا کہ اسلام کا پیغام تحریر کے ذریعے

عوام وخواص تک پہنچایا جائے اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق دین کے مختلف پہلوؤں سے قارئین کو روشناس کرایا جائے اور اعلاء کلمۃ اللہ کا فریضہ انجام دیا جائے ، اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ مجلہ با قاعدگی کے ساتھ جاری رہے اور کامیابی کی منزلیں طے کرتا رہے۔'' [1]

شرف ملت کے بعد ادیبِ اہل سنت شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی، خطیب اہل سنت حضرت علامہ محمد نواز بشیر جلالی اور نوجوان مذہبی سکالر استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد طاہر تبسم قادری مجلہ کے مدیر رہے اور اب ۲۰۱۵ء تا حال شیخ الحدیث حضرت علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی مجلہ کے مدیر اعلیٰ جبکہ حضرت علامہ مولانا فاروق شریف رضوی صاحب اور حضرت علامہ مولانا شکور احمد ضیاء سیالوی صاحب معاون مدیران ہیں۔

اس مجلہ میں فضلاء جامعہ نظامیہ رضویہ کے علاوہ ملک کے طول وعرض کی علمی شخصیات کے تحقیقی مضامین شائع ہوتے آ رہے ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف بین الاقوامی شہرت کی حامل شخصیات کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان کے خدمات کو سراہنے کے لیے ''مجلہ النظامیہ'' کے خاص نمبرز بھی جاری کیے جاتے ہیں، جن میں ''جامعہ نظامیہ رضویہ نمبر'' (نومبر۔دسمبر ۲۰۰۰ء)، ''مفتی اعظم نمبر'' (ستمبر ۲۰۰۳ء اور اگست ۲۰۱۸ء)، ''شرفِ ملت نمبر'' (مولانا عبدالحکیم شرف قادری اکتوبر ۲۰۰۷ء)، ''شہیدِ ملت نمبر'' (مفتی محمد سرفراز نعیمی شہید جولائی ۲۰۰۹ء)، ''تاج الشریعہ نمبر'' (مفتی اختر رضا خان ستمبر ۲۰۱۸ء) اور ''امام احمد رضا نمبر'' (دسمبر ۲۰۱۸ء) سرفہرست ہیں۔

مجلہ النظامیہ میں **النظامیہ نیوز** کے عنوان سے مختلف خبریں بھی شائع ہوتی رہی ہیں جن میں جامعہ میں تشریف لانے والی شخصیت، تقاریبِ تعزیت وایصال ثواب، احتجاجی جلوس، الوادعی تقاریب طلباءِ درجہ حدیث، اعزازاتِ طلبا جامعہ نظامیہ رضویہ اور جامعہ میں منعقدہ ششماہی اور سالانہ امتحان کے نتائج کے عنوانات سے نیوز کا اہتمام کیا جاتا رہا۔ یہاں ششماہی امتحان منعقدہ ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ جولائی کی ایک نیوز ریکارڈ کے طور پر ذکر کی جاتی ہے جس میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے موجودہ اساتذہ کی دورِ طالبہ علمی میں نمایاں پوزیشنز دیکھی جاسکتی ہیں:

''فارسی کے گروپ (الف) سے شکور احمد نے اوّل، محمد رضا نے دوم، نوید احمد نے سوم جبکہ گروپ (ب) سے محمد عبدالستار نے اول، عبدالستار چشتی نے دوم اور مسعود احمد بلوچ نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ درجہ ثانیہ کے گروپ (الف اور ب) سے صفدر علی خان اور خضر حیات نے پہلی، محمد افضل اور محمد عامر نے دوسری جبکہ شبیر احمد چشتی اور محمد نعیم نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ درجہ ثالثہ کے گروپ (الف اور ب) سے محمد اسلم اسعد، محمد افضال نے اوّل، غلام رسول اشرفی، محمد افتخار الحسن اور عبدالستار قادری نے دوم اور محمد لطیف، غلام یسین نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ درجہ رابعہ سے محمد ابراہیم نے اوّل، سلطان زاہد نے دوم، تصدق حسین نے سوم اور درجہ خامسہ سے محمد اعجاز الحبیب رضوی، محمد اسحاق سکندری نے اول، محمد اقبال نے دوم جبکہ محمد ناصر شاہ نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ درجہ سادسہ کے رسول بخش نے اوّل، غلام رسول نے دوم اور طالب حسین نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ درجہ سابقہ کے محمد شریف بلوچ نے اول، محمد فہیم قادری نے دوم اور محمد ریاض اویسی نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ درجہ حدیث شریف سے محمد جنید نے اول، دل محمد چشتی نے دوم اور احمد رضا سیالوی سوم رہے۔ تجوید سالِ اول کے گروپ (الف۔ب) سے محمد جمال اور صداقت علی اول، محمد اصغر، حضور بخش اور محمد عرفان دوم جبکہ محمد ارشد اور محمد شوکت علی سوم رہے۔ تجوید

[1] شرف قادری، محمد عبدالحکیم، علامہ، بنام جہاں دار دو جہاں آفریں، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، جلد: ۱، شمارہ: ۱، جون ۲۰۰۱ء، ص: ۳

سالِ دوم گروپ (الف ۔ب) سے محمد طاہر عزیز باروی اور محمد عرفان جمیل اول، عبد المجید اور عبد الرسول شاہ دوم جبکہ محمد ادریس قادری، محمد عمران صفدر اور جاوید اختر سوم رہے۔تقریب کے آخر میں طلبا اور جامعہ کے لیے دعائے خیر کی گئی۔'' [1]

دور طالب علمی میں پوزیشنز لینے والے مولانا محمد جنید، مولانا دل محمد چشتی، مولانا احمد رضا سیالوی، مولانا محمد ریاض اویسی، مولانا غلام رسول، مولانا محمد افضال اور مولانا شکور احمد ضیاء سیالوی بعد میں جامعہ ھذا کے قابل صد افتخار اساتذہ بنے۔

اس مجلہ میں ''جامعہ نظامیہ رضویہ'' کے طلبا کے مضامین بھی شائع کیے جاتے ہیں جن سے ان کو اپنی صلاحیتیں اجاگر کرنے کے مواقع میسر آتے ہیں۔

رضا لائبریری کا قیام

۱۹۵۶ء میں جامعہ کی تشکیل ہوئی تو اس وقت ذاتی طور پر جامعہ کے پاس مدرسین اور طلبا کے لیے ایک کتاب بھی موجود نہ تھی وقتی طور پر جامعہ رضویہ فیصل آباد سے کتابیں مستعار لی گئی اور کچھ مدرسین کے ذاتی کتب خانہ سے استفادہ کیا جاتا رہا بعد ازاں مفتی صاحب نے جامعہ کی عارضی تعمیر کے ساتھ ساتھ دار الکتب کا ایک شعبہ قائم کر دیا اور آہستہ آہستہ کتابیں حاصل کرنا شروع کیں۔آپ کی محنت سے کثیر تعداد میں کتب کا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ [2]

۲۰۰۶ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ میں دو منزلہ رضا لائبریری تعمیر کی گئی جس میں اس وقت تقریباً پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) کے کتب موجود ہیں۔تمام علوم وفنون کے علاوہ مخطوطات اور نایاب کتب بھی اس لائبریری کی زینت ہیں جن سے علما وطلبا اور مدرسین و محققین استفادہ کرتے ہیں۔

فضلاءِ جامعہ نظامیہ رضویہ کی دینی وتبلیغی سرگرمیاں

جامعہ نظامیہ رضویہ کے ہزاروں فضلا نہ صرف ملکِ پاکستان کے طول وعرض میں دینی وتبلیغی سرگرمیاں سرانجام دے رہے ہیں بلکہ دیگر ممالک میں بھی جامعہ کے کثیر فضلا علمی ودینی خدمات میں مصروف عمل ہیں۔جامعہ کے فضلا نے جابجا ادارے قائم کیے، مساجد بنائیں، پہلے سے قائم اداروں کو جلا بخشی نیز دعوت وارشاد، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، خطابت اور جدید پرنٹ والیکٹرانک میڈیا کو ابلاغِ دین کے لیے مہارت کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں۔ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری تحریر فرماتے ہیں:

جامعہ نظامیہ رضویہ میں امت مسلمہ کے نونہالوں کی تعلیم کے تین شعبے حفظ، تجوید وقراءت اور درس نظامی ساٹھ برس سے زیادہ عرصے سے پورے عزم وجزم کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔جامعہ کے فیض یافتگان جہاں امامت، خطابت، فتاویٰ نویسی، تحریر، تحقیق، حفظ ،تجوید وقراءت اور درس نظامی کی تدریس میں مشغول ہیں وہاں جدید تعلیم کی جامعات یعنی یونیورسٹیوں سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل

---

۱ النظامیہ نیوز، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، جلد: ۲، شمارہ: ۳، اگست ۲۰۰۱ء، ص: ۸ ۴ ملخصاً

۲ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۱۱۲

کرنے والوں کی ایک تعداد بھی موجود ہے۔فضلائے جامعہ نظامیہ کا یہ بھی اعزاز ہے کہ دنیاوی تعلیم کی سب سے اعلیٰ ڈگری (Ph.D.) حاصل کرنے کے بعد بھی نظامیہ کے ان بیٹوں نے دینی تعلیم کی ترویج واشاعت سے منہ نہیں موڑا بلکہ اسلاف کی بوریا نشینی کے طریق کو ہی اپنی پہچان بنائے رکھا ہے۔

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اُن چند اساتذہ میں ہوتا ہے جن کے براہ راست اور بالواسطہ ان کے پوتے شاگرد، ایسے تلامذہ کی تعداد ایک ہاتھ کی انگلیوں سے زیادہ ہے جنہوں نے وطن عزیز اور بیرون ملک یونیورسٹوں سے پی ایچ۔ڈی۔کی ڈگری حاصل کی۔

دکاترۂ جامعہ نظامیہ رضویہ

ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری نے دکاترۂ جامعہ نظامیہ رضویہ کا مختصر تعارف اپنے مضمون ''استاذ الاساتذہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ایک بے مثال منتظم، کہنہ مشق اُستاذ اور عدیم النظیر محقق'' کے ضمن میں کروایا ہے۔ذیل میں اُن دکاترۂ جامعہ نظامیہ کے اسماء اور ان کے ڈاکٹریٹ کے تحقیقی مقالات کے عنوانات کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے:

☆ **ڈاکٹر اشفاق احمد جلالی**

عنوان مقالہ: الزُّلالُ الأنقی من بحر سبقة الأتقی (۲۰۰۸)

ادارہ: پنجاب یونیورسٹی

☆ **ڈاکٹر محمد اکرم ورک**

عنوان مقالہ: صحاح ستہ کی احادیث پر منکرین حدیث اور مستشرقین کے اعتراضات کا علمی جائزہ (۲۰۰۸)

ادارہ: پنجاب یونیورسٹی

☆ **ڈاکٹر محمد اکرم نظامی**

عنوان مقالہ: الشیخ غلام مرتضیٰ....حیاته ومؤلفاته مع تحقیق مخطوطه کتاب المعراج (۲۰۱۳)

ادارہ: پنجاب یونیورسٹی

☆ **ڈاکٹر مفتی حق النبی سکندری، الازہری**

عنوان مقالہ: فتح المنان فی اثبات مذهب النعمان (۲۰۱۵)

ادارہ: جامعۃ الازھر

☆ **ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری**

عنوان مقالہ: "A critical study of Abdulah Yusaf Ali's Translation and Commentary of the Qur'an and Its Effects on Posterity"(2016)

ادارہ: منہاج یونیورسٹی، لاہور

☆ **ڈاکٹر محمد فضلِ حنان سعیدی**

عنوان مقالہ: تحقیق و دراسۃ نقدیہ للمخطوط دیوان کشاجم (۲۰۰۸)

ادارہ: پنجاب یونیورسٹی

☆ **ڈاکٹر قاری فیاض الحسن جمیل الازہری**

عنوان مقالہ: شرح الشاطبیہ للسیوطی (دراسۃ و تحقیق) (۲۰۱۴)

ادارہ: گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

☆ **ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی**

عنوان مقالہ: العلامہ محمد فضل الحق الخیر آبادی، حیاتہ و شعرہ العربی (دراسۃ تحلیلیۃ نقدیۃ)

ادارہ: جامعۃ الازھر

☆ **ڈاکٹر غلام مصطفی انجم**

عنوان مقالہ: مفاہیمِ حدیث میں تطبیق: علماءِ برصغیر کی کاوشیں (تجزیاتی مطالعہ)

ادارہ: یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی[1]

☆☆☆

[1] قادری، حافظ خورشید احمد، ڈاکٹر، استاذ الاساتذہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ایک بے مثال منتظم، کہنہ مشق اُستاذ اور عدیم النظیر محقق، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، جلد:۱۹، شمارہ:۱۰، اکتوبر ۲۰۱۹ء، ص: ۳۵ تا ۵۴ ملخصاً

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی سیاسی وملی خدمات

جامعہ نظامیہ رضویہ محض ایک مکتب اور مدرسہ کا نام نہیں کہ جہاں صرف درس وتدریس کا کام ہوا، بلکہ جامعہ نظامیہ رضویہ نے ہر قسم کے قومی اور ملی امور میں شرکت کو بھی اپنا فرض سمجھا اور ہر اسلامی تحریک میں جامعہ نظامیہ رضویہ کی خدمات بڑی واضح اور روشن ہیں تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفی میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے طلبا و مدرسین نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں جو تاریخ کا ایک روشن باب بن چکے ہیں۔

حضرت مولانا صدیق ہزاروی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ''قومی اور ملی امور میں شرکت کیا کرو۔'' چنانچہ آپ نے خود بھی اس ہدایت پر عمل فرمایا اور جب بھی وطن عزیز میں نظریہ پاکستان کے خلاف اور بیرونی دنیا میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف شیطانی سازشوں کا جال بچھایا گیا تو آپ نے ان سازشوں کے خلاف تحریکوں میں شرکت کو اپنا فرض منصبی سمجھا، فتویٰ جاری کرنا پڑا تو کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی، خود ذاتی طور پر شریک ہونے کی ضرورت محسوس کی تو پس وپیش سے کام نہ لیا اور حکمت کا تقاضا ہوا کہ خود پسِ پردہ رہ کر اس تحریک کی آبیاری کی جائے تو یہ راستہ اختیار کیا اور جامعہ کے طلبہ واساتذہ کو میدان عمل میں بھیجا۔''[1]

جمعیت علماءِ پاکستان کی تنظیمِ نو میں جامعہ نظامیہ رضویہ کا کردار

علمائے اہل سنت نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لے کر اُسے کامیابی سے ہمکنار کیا، یوں برصغیر کے مسلمانوں کو انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات حاصل ہوئی اور دنیا کے نقشہ پر ایک عظیم اسلامی مملکت پاکستان کے نام سے وجود میں آئی۔ انہی علماء اہلسنت نے جب دیکھا کہ برسر اقتدار جماعت (مسلم لیگ) مسلمانوں کے خون اور علماء ومشائخ اہل سنت کی مساعی سے غداری کر کے پاکستانی مسلمانوں کو ''نظام مصطفی ﷺ'' کی برکات سے محروم رکھ رہی ہے تو انہوں نے ایک سیاسی جماعت تشکیل دی۔[2]

جامعہ انوار العلوم ملتان میں علماء ومشائخ اہل سنت کا عظیم کنونشن

حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ نے ۲۶۔۲۷۔۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان میں علماء ومشائخ اہل سنت کا ایک عظیم کنونشن بلایا جس میں ''جمعیت علماء پاکستان'' کے نام سے سیاسی مذہبی جماعت تشکیل دی گئی غازی کشمیر حضرت علامہ سید ابوالحسنات رحمہ اللہ کو جمعیت علماءِ پاکستان کا پہلا صدر جب کہ حضرت غزالی دوراں رحمہ اللہ کو اس جماعت کو پہلا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔[3]

---

[1] سیدی مفتی اعظم، ص: ۵۱
[2] ایضاً، ص: ۳۳
[3] ایضاً

جامعہ نعیمہ لاہور میں علماء ومشائخ اہلسنت کا عظیم الشان کنونشن

وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ جب ایوب خان کا دورِ اقتدار آیا تو کچھ لوگوں نے جمعیت علماء پاکستان کو ذاتی اغراض کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا اور یوں وہ جماعت جس کے سر آزادیٔ پاکستان کا سہرا سجا تھا اس کا کردار داغدار ہونے لگا تو مخلص علماء اہلسنت اسے برداشت نہ کر سکے اور ۱۹۶۸ء میں جمعیت کی تطہیر کے لیے تحریک چلائی گئی۔

استاذ الاساتذہ مفکر اسلام علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمہ اللہ اس تحریک کے کنوینز مقرر کیے گئے اُس وقت حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ نے جامعہ نظامیہ رضویہ کی مشکلات اور تدریسی و انتظامی ذمہ داریوں کے باوجود اس اہم قومی و ملی فریضہ کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی اور کمزوری کا مظاہرہ نہ کیا اور جامعہ نظامیہ رضویہ کی بھرپور نمائندگی فرمائی۔ آپ نے شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی، مفکر اسلام حضرت قاضی علامہ عبدالنبی کوکب، استاذ العلما حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی، حضرت صاحبزادہ قاضی فضل رسول، علامہ احمد علی قصوری اور دیگر علما کے ساتھ مل کر ملک گیر دورے کیے اور پھر جامعہ نعیمیہ، لاہور میں علماء و مشائخ اہل سنت کا عظیم الشان کنونشن منعقد ہوا جس میں شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ کو صوبائی صدر اور حضرت علامہ عبدالحامد بدایونی رحمہ اللہ کو مرکزی صدر منتخب کیا گیا۔ اس کنونشن میں حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ کو جمعیت علماء پاکستان لاہور کا صدر اور مرکزی ناظم نشر و اشاعت مقرر کیا گیا۔[1]

بحالی جمہوریت میں جامعہ نظامیہ رضویہ کا کردار

جب جمعیت علماء پاکستان کا نیا ڈھانچہ کھڑا ہو گیا اور جمعیت کو ایسے لوگوں سے پاک کر دیا گیا، جنہوں نے اس جماعت کو حکومتی جماعت کا بغل بچہ بنا رکھا تھا تو اس وقت بحالی جمہوریت کی تحریک شریک ہوئی، جس میں جمعیت علماء پاکستان نے بھرپور حصہ لیا۔ اس سلسلے میں مختلف مقامات سے جلوس نکالے گئے لیکن مرکزی جلوس جامعہ نظامیہ رضویہ سے ۱۷ جنوری ۱۹۶۹ء کو نکالا گیا جس کی قیادت حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ نے فرمائی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ بلاناغہ اسباق پڑھاتے اور پھر مختلف شہروں میں تشریف لے جاتے اور جامعہ نظامیہ رضویہ کی نمائندگی کرتے ہوئے بھرپور کردار ادا کرتے۔[2]

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ کا کردار

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کا پس منظر

۲۵ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر امتِ مرزائیہ نے نہتے طلبا پر حملہ کر دیا، دو گھنٹے تک ریل پر قبضہ جمائے رکھا گویا کہ مرزائیوں نے مسلمانوں کو چیلنج کیا اور وہ مسلمانوں کو آزمانا چاہتے تھے کہ کیا ان کی غیرت وحمیت مر چکی ہے یا زندہ ہے۔ اس سانحہ کا ظہور پذیر ہوتا تھا کہ مسلمانانِ پاکستان نے اپنی غیرت وحمیت کا ایسا ناقابل فراموش مظاہرہ کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ سوادِ اعظم کے ساتھ دوسرے

---

[1] سیدی مفتی اعظم، ص: ۳۳۔ ۳۴ ملخصاً
[2] ایضاً، ص: ۳۴۔ ۳۵ ملخصاً

فرقوں نے بھی اتفاق واتحاد سے اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی بھرپور معاونت کی ملک میں مرزائیوں سے بائیکاٹ کی اسکیم بڑی کامیابی سے چلی، امتِ مرزائیہ کواندرون وبیرونِ ملک چلنا دوبھر ہو گیا، عوام وحکام، حزب اقتدار وحزب اختلاف نے بڑی سنجیدگی سے اس ناسور کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا تہیہ کرلیا البتہ مولوی عبدالحکیم ہزاروی دیوبندی، مولوی غلام غوث ہزاروی دیوبندی اوران کے چند حواریوں کے سوا پاکستان میں ایک بھی ایسا آدمی نہ تھا جو اس تحریک کی راہ میں روڑا بنا ہو۔ [۱]

عاشقانِ مصطفیٰ کی گرفتاریاں

اسمبلی کے اندر اور باہر ملک کے ہر شہر اور قصبہ میں تحریک زوروں پر چل رہی تھی، حکومت نے گرفتاریوں کا وسیع سلسلہ شروع کر رکھا تھا، سینکڑوں عاشقانِ مصطفی جیلوں میں ٹھونس دیے گئے، کئی خوش قسمت پروانہ وارشمع نبوت پر جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے شہادت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے۔ [۲]

جامعہ نظامیہ رضویہ کا کی مساعیٔ جمیلہ

لاہور میں تحریک کو نہایت کامیابی سے چلانے کا سہرا جامعہ نظامیہ رضویہ کے باہمت اور غیور مدرسین وطلبا کے سر ہے، جن کے شب وروز اس مشن کی تکمیل کے لیے وقف تھے، حکومت کی نظر میں جامعہ کا یہ اقدام نا قابل برداشت تھا چنانچہ عذاب نازل ہوا اور پہلی فرصت میں جامعہ کے ممتاز علما میں سے مولانا سید غلام مصطفی عقیل، مولانا غلام ربانی قمر اور مولانا حافظ منظور الحق ہاشمی کو گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا گیا مولانا محمد اسماعیل ہزاروی کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے ابھی اُن کے جیل جانے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حکومت نے تحریک ختم نبوت کی کامیابی کو محسوس کرلیا کیونکہ حکومت قید وبند کی صعوبتوں اور گولیوں سے عاشقان مصطفی کے جذبات کو ٹھنڈا نہ کرسکی بلکہ حکومت کے اس اقدام ہی نے اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔

حضرت مولانا محمد صدیق ہزاروی مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ مجلس تحفظ ختم نبوت لوہاری منڈی کے سربراہ کی حیثیت سے اپنی مساعیٔ جمیلہ بڑے احسن طریقہ سے بروئے کار لاتے رہے قومی اسمبلی میں جمیعت علماء پاکستان کے نمائندوں کو بعض کتب کی ضرورت پڑی تو جامعہ نے بڑی مستعدی سے یہ فریضہ بھی انجام دیا۔ مئی ۱۹۷۴ء سے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء تک جامعہ ہذا نے اس تحریک کو کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بجاہِ حبیبہ الاعلیٰ اس تحریک کو ایک مثالی کامیابی عطا فرمائی اور مسلمانانِ پاکستان کو ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء/ ۹ شعبان ۱۳۹۴ھ بروز ہفتہ وہ مبارک اور تاریخی لمحہ نصیب ہوا جس میں متفقہ طور پر قومی اسمبلی میں چودہویں صدی کے اس دجال وکذاب مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا اور آئین پاکستان میں نئی دفعات کا اضافہ کیا گیا۔ [۳]

مجاہدینِ ختمِ نبوت کا جامعہ نظامیہ رضویہ میں استقبال

قائد اہل سنت مولانا الحاج الحافظ شاہ احمد نورانی صدیقی صدر جمیعت علماء پاکستان، مجاہد ملت مولانا الحاج عبدالستار خاں

---

۱ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۱۱۷

۲ ایضاً

۳ ایضاً ص: ۱۱۷۔ ۱۱۸

نیازی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا سید محمود احمد رضوی، مولانا سید محمود شاہ گجراتی رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر اکابر اہلسنت نے قومی اسمبلی کے اندر اور باہر اس تحریک میں عدیم النظیر کردار انجام دیا تھا اس لیے ان اکابر کی خدمت میں جامعہ نظامیہ رضویہ نے ہدیہ تبریک پیش کرنے کے لیے دعوتِ استقبالیہ کا اہتمام کیا اور مؤرخہ ۲۰ شوال ۱۳۹۴ھ/ ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۴ء جامعہ میں عظیم الشان اجتماع ہوا، پاکستان کے چاروں صوبوں کے علاوہ آزاد کشمیر کے نمائندوں اور سوادِ اعظم کے عوام وخواص نے اپنے قائدین کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ جامعہ کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ مثالی اجتماع تھا جس میں اہل سنت و جماعت کے اکابر علما کثیر تعداد میں تشریف لائے قائدین جمعیت علماء پاکستان نے حاضرین سے تین گھنٹے تک خطابات فرمائے۔[1]

تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ کا کردار

تحریک نظام مصطفیٰ کا پس منظر

مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخاب میں جناب ذوالفقار علی بھٹو نے جب دھاندلی سے کام لیتے ہوئے پیپلز پارٹی کو کامیابی سے ہمکنار کیا تو قومی اتحاد پاکستان نے ۱۴ مارچ ۱۹۷۷ء کو تحریک چلانے کا اعلان کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تحریک نظام مصطفیٰ نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا پورے پاکستان میں ہر چھوٹے بڑے شہر اور قصبے یہاں تک کہ گاؤں گاؤں، قریہ قریہ، بستی بستی، تحریک سے مسحور ہوئی گئی۔ کراچی، لاہور، ملتان، حیدر آباد، سیالکوٹ، فیصل آباد، گوجرانوالہ، راولپنڈی، اسلام آباد اور پشاور خصوصی طور پر تحریک کے مرکز بنائے گئے۔[2]

جامعہ نظامیہ رضویہ کی مساعی

تحریک نظام مصطفیٰ میں لاہور کا کردار حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی قائدانہ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جو ہر غیرت مند لاہوری پر واضح ہے۔ اہل سنت و جماعت کی عظیم الشان مرکزی درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے مدرسین وطلباء کرام نے جس جانفشانی و جانثاری کا مظاہرہ کیا اس میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خصوصی تربیت کارفرما تھی۔ جیسے ہی پاکستان قومی اتحاد نے تحریک نظام مصطفیٰ کا اعلان کیا لوگ فوج درفوج، خاص و عام میدان عمل میں کود پڑے اس جہاد میں جامعہ کے اساتذہ طلبا نے حضرت مفتی صاحب کے فرمان پر تن من دھن کی بازی لگا دی۔

یہ تحریک ۱۴ مارچ ۱۹۷۷ء سے لیکر ۵ جولائی ۱۹۷۷ء تک بڑی شان وشوکت سے جاری رہی، حضرت مفتی اسلام اور اساتذہ کرام نے اس ابتلاؤ آزمائش کے دنوں میں بھی اسباق کا ناغہ نہیں ہونے دیا۔ حضرت مفتی صاحب اور مدرسین دوران تحریک اپنے تعلیمی فرائض سے باحسن وجوہ عہدہ برآ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے تحریکی جلوسوں کی رونق بڑھاتے رہے جنہیں دیکھ کر خاص و عام اور لیڈر حضرات دم بخود تھے۔ یوں تو جامعہ کا ہر مدرس اور ہر ایک طالب علم تحریک نظام مصطفیٰ کا حصہ بنا مگر بعض مدرسین اور طلبا خصوصی طور پر

---

۱ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص: ۱۱۸۔۱۱۹

۲ ایضاً، ص: ۲۵

پیش پیش رہے جن میں اولیت کا شرف حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو حاصل ہے۔[1]

جامعہ نظامیہ رضویہ کا تحریکِ نظام مصطفی ﷺ کی حمایت میں فتویٰ

تحریک نظام مصطفی کے شروع ہوتے ہی مدرسین وطلبا کو آپ نے اسے کامرانی سے ہمکنار کرنے کی سختی سے ہدایت فرمائی اور خود بھی میدان عمل میں ایک غیرت مند مجاہد کی حیثیت سے شامل رہے۔ بھٹو صاحب نے جب عوامی مارشل لاء نافذ کیا تو شہریوں کا اپنے گھروں سے باہر نکلنا دوبھر ہو گیا تھا مگر اس انتہائی نازک مرحلہ میں مفتی صاحب باقاعدہ جامعہ سے گھر اور گھر سے جامعہ کرفیو کے باوجود آتے جاتے رہے، بڑی بصیرت اور فراست سے جامعہ کے انتظام کی نگہداشت فرمائی، مدرسین وطلبا کے کردار سے ہر روز ایک نیا جذبہ اور تازہ ولولہ پاتے اور پھر مزید ہدایات سے نوازتے، طلبا کرام اور مدرسین نے تحریک نظام مصطفی میں جو سرفروشانہ کردار سرانجام دیا وہ آپ ہی کی اعلیٰ تربیت کا ثمرہ اور من وجہ وہ آپ ہی کا کردار تھا۔ تحریک نظام مصطفی کے لئے علمائے اسلام نے جو فتوی جاری فرمایا (فتوی کا مضمون ادیب شہیر حضرت علامہ شرف قادری صاحب نے ترتیب دیا) اس پر آپ نے بھی دستخط فرمائے۔[2]

جامعہ نظامیہ میں عارضی ہسپتال کا قیام

ان عالی قدر علماء، طلباء کی فہرست بہت طویل ہے جنہوں نے تحریک کی ابتدا سے انتہا تک ایثار وقربانی کے روشن باب مرتب کیے چاہیے تو یہ تھا کہ ان کی بھی انفرادی کارگزاری کا خاکہ پیش کر دیا جاتا مگر اختصار ملحوظ خاطر ہے اس لیے ان مجاہد علماء طلباء کے اسماء گرامی درج کرنے پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے جنہوں نے لاہور میں نکلنے والے ہر مرکزی جلوس میں ہراول دستہ کا کردار ادا کیا۔ مسلم مسجد کے ہنگامہ کا راز تھا کہ داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے مزارِ پرانوار پر رضا کارانہ گرفتاریوں کا سلسلہ، نسبت روڈ پر گولیوں اور لاٹھیوں کا سامنا تھا کہ پیلی بلڈنگ کا سانحہ، چیمبر کراس کا معرکہ تھا کہ رتن سینما کا ہنگامہ، انارکلی میں حفاظِ کرام کی تڑپتی ہوئی لاشیں تھیں کہ سنہری مسجد کی شیلنگ، ہر جگہ جامعہ نظامیہ رضویہ کے ہونہار اور جانباز تحریک نظام مصطفی کو کامیابی تک پہنچانے میں مصروف دکھائی دیتے رہے ان میں متعدد علماء کو گرفتار کیا گیا۔ جنکو کیمپ جیل، کوٹ لکھپت جیل، تھانہ جلوموڑ، تھانہ سٹی کوتوالی، تھانہ مستی گیٹ، لوہاری گیٹ اور شہر کی مختلف جیلوں میں محبوس رکھا۔[3]

لاہور میں انارکلی اور مسلم مسجد تحریک نظام مصطفی کا مرکز بن چکی تھی۔ ۳۱ مارچ کو مسلم مسجد میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے طلبا و مدرسین پولیس اور دیگر فورسز کی گولیوں سے بڑی مقدار میں زخمی ہوئے تو جامعہ نظامیہ رضویہ میں ایمرجنسی ہسپتال قائم کر دیا گیا، جہاں طلباء و مدرسین کے لئے مرہم پٹی کے علاوہ ادویات کا اعلیٰ انتظام تھا، باقاعدہ تجربہ کار ڈاکٹرز کی خدمات حاصل کی گئیں، جو طالب علم زیادہ زخمی ہوتا اسے شہر کے دیگر ہسپتالوں میں لے جایا جاتا۔[4]

ذیل میں ان مجاہدین غازیان تحریک کے نام درج کیے جاتے ہیں جو جامعہ کے ہنگامی ہسپتال میں زیر علاج رہے:

---

[1] جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص:۲۶۔۲۷

[2] ایضاً

[3] تابش قصوری، محمد منشا، علامہ، تحریک نظام مصطفی اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، لاہور: رضا اکیڈمی، س۔ن، ص:۵۹

[4] جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، ص:۲۷۔۲۸

۱۔ حضرت علامہ غلام فرید ہزاروی (ٹانگ پر گولیاں لگیں)

۲۔ حضرت مولانا محمد صدیق ہزاری صاحب

۳۔ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی (گھٹنہ شدید زخمی ہوا)

۴۔ حضرت مولانا رشید نقشبندی

۵۔ حضرت مولانا قاری نذیر احمد قادری (سر پھٹ گیا اور جسم پر ۳۵ کے قریب زخم آئے)

۶۔ حضرت مولانا سیف الرحمن چترالی (زخموں سے بے ہوش ہو گئے اور دائیں آنکھ کی بصارت کم ہو گئی)

۷۔ حضرت مولانا محمد جعفر ضیائی (زخمی ہوئے اور ۱۵ روز جیل میں محبوس رہے)

۸۔ مولانا حافظ عبدالرشید شاہ (آنکھ پر شدید زخم آئے اور سات روز کوٹ لکھپت جیل رہے)

۹۔ مولانا محمد حنیف کشمیری

۱۰۔ مولانا حافظ محمد اعظم (پندرہ ۱۵ روز جیل میں رہے)

۱۱۔ مولانا ظہور احمد جلالی صاحب

۱۲۔ مولانا حافظ عاشق حسین صاحب (شیلوں سے ہاتھ جل گئے۔ سینے، پنڈلی اور پشت پر کاری زخم آئے)

۱۳۔ مولانا حافظ عبدالخالق اعوان صاحب (سر پھٹ گیا جسم پر ۱۷ زخم آئے)

۱۴۔ مولانا حافظ محمد حلیم صاحب (شدید زخمی ہوئے آٹھ روز مسلسل زیر علاج رہے)

۱۵۔ حافظ محمد یوسف قاسمی (کئی دن بے ہوش رہے)

۱۶۔ مولانا حافظ محمد خان سیالکوٹی

۱۷۔ مولانا محمد یونس چکوالی (۳۵ دن قید رہے)

۱۸۔ مولانا محمد احسان اللہ ہزاروی (شیلنگ سے آنکھیں متاثر ہوئیں) [1]

---

[1] تحریک نظام مصطفی اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ص: ۲۸ تا ۵۹ ملخصا

جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ کا تعارف

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی بنیاد (۱۹۵۶ء) سے تا حال (۲۰۱۹ء) دوسوتیس (۲۳۰) اساتذہ نے جامعہ ہذا میں پڑھانے کی خدمات سرانجام دی ہیں جن میں ایک سو (۱۳۳) اساتذہ درس نظامی کے ہیں جبکہ اٹھائیس (۲۹) اساتذہ تجوید کے اور اُنہتر (۶۹) اساتذہ حفظ القرآن کے ہیں۔ اس فصل میں دو چیزوں کا ذکر کیا جائے گا:

۱۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ کے اسماء کی فہرست

۲۔ مصنفین اساتذہ کرام کے حالات

جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ کے اسماء

۱۔ درس نظامی کے اساتذہ:

۱۔ شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی صاحب
۲۔ حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی صاحب
۳۔ حضرت مولانا اللہ بخش صاحب (واں بچھراں)
۴۔ حضرت مولانا محمد علی پسروری صاحب
۵۔ حضرت مولانا شمس الزمان قادری صاحب
۶۔ حضرت مولانا عبد القادر صاحب
۱۱۔ حضرت مولانا پیر بخش صاحب
۱۲۔ حضرت مولانا حافظ رحمت علی صاحب
۱۳۔ حضرت مولانا قاری محمد افضل صاحب
۱۴۔ حضرت مولانا سید نذر حسین شاہ صاحب
۱۵۔ حضرت مولانا گل احمد عتیقی صاحب
۱۶۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب
۱۷۔ حضرت مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب
۱۸۔ حضرت مولانا عطا محمد متین صاحب
۱۹۔ حضرت مولانا محمد رشید نقشبندی صاحب
۲۰۔ حضرت مولانا عبد اللطیف جلالی صاحب
۲۱۔ حضرت مولانا محمد صادق علوی صاحب
۲۲۔ حضرت مولانا محمد مہر دین جماعتی صاحب
۲۳۔ حضرت مولانا حسن الدین ہاشمی صاحب
۲۵۔ حضرت مولانا علی اکبر صاحب
۲۶۔ حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل صاحب
۲۷۔ حضرت مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی صاحب
۲۸۔ حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب
۲۹۔ حضرت مولانا مفتی محمد غلام سرور قادری صاحب
۳۰۔ حضرت مولانا چراغ دین صاحب
۳۱۔ حضرت مولانا علی احمد سندھیلوی صاحب
۳۲۔ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب (سمندری والے)
۳۳۔ حضرت مولانا عبد الحی چشتی صاحب
۳۴۔ حضرت مولانا محمد نصر اللہ خان لطفی صاحب
۳۵۔ حضرت مولانا حافظ محمد خان قادی صاحب
۳۷۔ حضرت مولانا محمد امین مدنی صاحب
۳۸۔ حضرت مولانا حافظ محمد اکبر القادری صاحب

۳۹۔حضرت مولانا عبید اللہ جان قادری افغانی نقیبی صاحب
۴۰۔حضرت مولانا عبدالکریم افغانی نقیبی صاحب
۴۱۔حضرت مولانا محمد عبدالوحید صاحب ہزاروی
۴۲۔حضرت مولانا عبدالمجید افغانی صاحب
۴۳۔حضرت مولانا مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی صاحب
۴۴۔حضرت مولانا عبدالحق افغانی صاحب
۴۵۔حضرت مولانا عبدالعزیز نقیبی صاحب
۴۶۔حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب
۴۷۔حضرت مولانا محمد طفیل صاحب
۴۸۔حضرت مولانا عبدالقیوم قادری صاحب
۴۹۔حضرت مولانا احمد ہشام ہاشمی صاحب (تیونس)
۵۰۔حضرت مولانا ماسٹر محمد رمضان رضوی صاحب
۵۱۔حضرت حافظ محمد جہانگیر صاحب (ٹیچر)
۵۲۔حضرت مولانا قاری جان محمد صاحب
۵۳۔حضرت مولانا عبدالشکور قادری صاحب
۵۴۔حضرت مولانا اللہ رکھا چشتی صاحب
۵۵۔حضرت مولانا محمد سلیمان سعیدی صاحب
۵۶۔ماسٹر برکات احمد صاحب (ٹیچر)
۵۷۔حضرت مولانا غلام نصیر الدین چشتی صاحب
۵۸۔حضرت مولانا شیخ فرید صاحب
۵۹۔ماسٹر روحیل انور صاحب (ٹیچر)
۶۰۔حضرت مولانا حمید اللہ جان افغانی صاحب
۶۱۔حضرت مولانا ظہور احمد جلالی صاحب
۶۲۔حضرت مولانا سید اول شاہ رضوی صاحب
۶۳۔حضرت مولانا گل حسین صاحب
۶۴۔حضرت مولانا فضل حنان سعیدی صاحب
۶۵۔حضرت مولانا خادم حسین رضوی صاحب
۶۶۔حضرت مولانا محمد فاروق نقشبندی صاحب
۶۷۔حضرت مولانا محمد یاسین شطاری صاحب
۶۸۔جناب مامون مرغوب صاحب (ٹیچر)
۶۹۔حضرت مولانا مفتی یار محمد صاحب
۷۰۔حضرت مولانا پروفیسر میاں محمد سلیم اللہ اویسی صاحب
۷۱۔جناب عبدالجبار صاحب (ٹیچر)
۷۲۔حضرت مولانا عبدالحی افغانی صاحب
۷۳۔مولانا محمد ممتاز احمد سدیدی صاحب
۷۴۔حضرت مولانا غلام محمد شرقپوری صاحب
۷۵۔مولانا محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری صاحب
۷۶۔حضرت خواجہ عبدالمجید سعیدی صاحب (ٹیچر)
۷۷۔جناب محمد یوسف صاحب (ٹیچر)
۷۸۔حضرت محمد اعظم صاحب (ٹیچر)
۷۹۔شیخ حازم مصری صاحب
۸۰۔حضرت مولانا حافظ محمد صدیق صاحب
۸۱۔حضرت مولانا قاری ملازم حسین سعیدی صاحب
۸۲۔حضرت مولانا محمد سعید صاحب
۸۳۔حضرت مولانا لیاقت علی سرداری صاحب (ٹیچر)
۸۴۔حضرت مولانا محمد سعید تونسوی صاحب
۸۵۔حضرت مولانا محمد شفیق الرحمن صاحب
۸۶۔حضرت مولانا محمد ہاشم علی صاحب
۸۷۔حضرت مولانا منیر احمد سعیدی صاحب (ٹیچر)
۸۸۔حضرت مولانا محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی صاحب
۸۹۔حضرت مولانا محمد طاہر تبسم قادری صاحب
۹۰۔حضرت حضرت محمد طاہر صاحب (ٹیچر)

۹۱۔حضرت مولانا نصراللہ جان ہزاروی صاحب
۹۲۔شیخ یاقوت غریب یاقوت المصری
۹۳۔شیخ حمدون عبدالرحیم المصری
۹۴۔حضرت مولانا محمد عبدالتواب صدیقی صاحب
۹۵۔حضرت مولانا محمد حنیف کشمیری صاحب
۹۷۔حضرت مولانا قاری محمد ظہیر بٹ صاحب
۹۸۔حضرت مولانا خلیل احمد قادری صاحب
۹۹۔حضرت مولانا واحد بخش سعیدی صاحب
۱۰۰۔حضرت مولانا دل محمد چشتی صاحب
۱۰۱۔حضرت مولانا نور محمد قادری صاحب
۱۰۲۔ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب (ٹیچر)
۱۰۳۔حضرت مولانا سید حسین احمد گیلانی صاحب
۱۰۴۔حضرت مولانا سید محمد عاصم شہزاد صاحب
۱۰۵۔حضرت مولانا مدد علی قادری صاحب
۱۰۶۔حضرت مولانا محمد امجد قصوری صاحب
۱۰۷۔حضرت مولانا غلام مصطفی انجم صاحب
۱۰۸۔حضرت مولانا قاری احمد رضا سیالوی صاحب
۱۰۹۔جناب محمد خورشید نقشبندی صاحب (ٹیچر)
۱۱۰۔حضرت مولانا شبیر حسین صاحب
۱۱۱۔حضرت مولانا محمد شہزاد صاحب (کمپیوٹر ٹیچر)
۱۱۳۔حضرت مولانا محمد عمران الحسن فاروقی صاحب
۱۱۴۔حضرت مولانا محمد اکرام اللہ بٹ صاحب
۱۱۵۔حضرت مولانا قاری محمد رمضان سیالوی صاحب
۱۱۶۔حضرت مولانا غلام رسول نقشبندی صاحب
۱۱۷۔حضرت مولانا ریاض احمد اویسی صاحب
۱۱۸۔حضرت مولانا محمد افضال صدیقی صاحب
۱۱۹۔حضرت مولانا محمد عبداللہ چشتی صاحب
۱۲۰۔جناب محمد فہیم صاحب (ٹیچر)
۱۲۱۔حضرت مولانا محمد بخش رضوی صاحب
۱۲۲۔حضرت مولانا محمد فاروق شریف صاحب
۱۲۳۔حضرت مولانا محمد حسن رضا سیالوی صاحب
۱۲۴۔حضرت مولانا شکور احمد ضیاء سیالوی صاحب
۱۲۵۔حضرت مولانا محمد تنویر قادری صاحب
۱۲۶۔مولانا اللہ بخش قاری تونسوی صاحب
۱۲۷۔حضرت مولانا محمد عمران صاحب (ٹیچر)
۱۲۸۔مولانا خالد عمران صاحب (ٹیچر)
۱۲۹۔جناب محمد علی صاحب (ٹیچر)
۱۳۰۔حضرت مولانا بہرام شاہد صاحب (ٹیچر)
۱۳۱۔قاری محمد اسلام صاحب (ٹیچر)
۱۳۲۔حضرت مولانا مفتی محمد تنویر صاحب
۱۳۳۔حضرت مولانا سید متین حماد بخاری صاحب
۱۳۴۔حضرت مولانا محمد عاصم محبوب رضوی صاحب

۲۔ تجوید وقرأت کے اساتذہ:

۱۔قاری فضل دین صاحب
۲۔قاری عبداللطیف صاحب
۳۔قاری سید بزرگ شاہ صاحب
۴۔قاری محمد حسین رفاعی صاحب
۵۔قاری محمد یوسف سیالوی صاحب
۶۔قاری غلام محمد صاحب
۷۔قاری محمد ابراہیم صاحب
۸۔قاری الٰہی بخش صاحب

۹۔قاری محمد کرداد فاروقی صاحب
۱۰۔قاری منیر احمد صاحب
۱۱۔قاری غلام مصطفی صدیقی صاحب
۱۲۔قاری عبدالرشید صاحب
۱۳۔قاری عبدالرزاق صاحب
۱۴۔قاری غلام مرتضیٰ شاہ صاحب
۱۵۔قاری نور محمد صاحب
۱۶۔قاری محمد یوسف بغدادی صاحب
۱۷۔قاری ظہور احمد سیالوی صاحب
۱۸۔قاری محمد ظفر صاحب
۱۹۔قاری عبدالغفار قادری جہلمی صاحب
۲۰۔قاری محمد یار صاحب
۲۱۔قاری ذوالفقار احمد برسالوی صاحب
۲۲۔قاری محمد اکرم نقشبندی رنگیل پوری صاحب
۲۳۔قاری محمد فیاض الحسن جمیل صاحب
۲۴۔قاری محمد اقبال صاحب
۲۵۔قاری ملازم حسین سعیدی صاحب
۲۶۔قاری یٰسین حبیب چودھری صاحب
۲۷۔قاری عبدالرشید صاحب
۲۸۔قاری غلام مصطفیٰ قادری صاحب
۲۹۔قاری محمد طاہر منور سیالوی صاحب

۳۔ حفظ القرآن کے اساتذہ:

۱۔قاری محمد حنیف صاحب
۲۔قاری احمد بخش صاحب
۳۔قاری محمد عارف صاحب
۴۔قاری محمد انور صاحب
۵۔حافظ امجد علی شاہ صاحب
۶۔حافظ عبدالحکیم صاحب
۷۔حافظ عبدالمجید صاحب
۸۔حافظ غلام سرور صاحب
۹۔قاری اللہ رکھا صاحب
۱۰۔قاری اظہار الحق صاحب
۱۱۔قاری شاہ محمد صاحب
۱۲۔قاری محمد یونس صاحب
۱۳۔قاری خورشید احمد صاحب
۱۴۔قاری عنائت اللہ صاحب
۱۵۔قاری محمد ابراہیم صاحب
۱۶۔قاری ظہور احمد سیالوی صاحب
۱۷۔قاری محمد ارشد چشتی صاحب
۱۸۔قاری محمد ظفر قریشی صاحب
۱۹۔قاری محمد نذیر احمد قادری صاحب
۲۰۔قاری محمد سلیمان احمد تونسوی صاحب
۲۱۔قاری محمد عبداللہ سیالوی صاحب
۲۲۔قاری باباشاہ جی صاحب
۲۳۔قاری عبدالعزیز صاحب
۲۴۔قاری محمد اقبال سیالوی صاحب
۲۵۔قاری محمد فیروز صاحب
۲۶۔قاری محمد اشرف سیالوی صاحب
۲۷۔قاری غلام رسول سیالوی صاحب
۲۸۔قاری سعید احمد سیالوی صاحب

۲۹۔قاری محمد قاسم سیالوی صاحب
۳۰۔قاری امتیاز احمد صاحب
۳۱۔قاری محمد شفیق صاحب
۳۲۔قاری شیر محمد سیالوی صاحب
۳۳۔قاری محمد یوسف صاحب
۳۴۔قاری محمد آصف صاحب
۳۵۔قاری محمد مالک صاحب
۳۶۔قاری مشتاق احمد صاحب
۳۷۔قاری محمد یاسین صاحب
۳۸۔قاری محمد فاروق سیالوی صاحب
۳۹۔قاری حفیظ الرحمن ہزاروی صاحب
۴۰۔قاری محمد شریف صاحب
۴۱۔قاری علی حسین صاحب
۴۲۔قاری خالد حسین صاحب
۴۳۔قاری محمد ارشاد شکوری صاحب
۴۴۔قاری خالد محمود سیالوی صاحب
۴۵ قا۔ری عبد اللطیف صاحب
۴۶۔قاری محمد امین صاحب
۴۷۔قاری محمد اکرام الحق صاحب
۴۸۔قاری خادم حسین صاحب
۴۹۔قاری عبد الغفور صاحب
۵۰۔قاری محمد نواز نقیبی صاحب
۵۱۔قاری محمد اسلم ساجد صاحب
۵۲۔قاری محمد نسیم صاحب
۵۳۔قاری عبد الرشید قادری صاحب
۵۴۔قاری غلام سرور صاحب
۵۵۔قاری عبد الحمید سعیدی صاحب
۵۶۔قاری احمد شاہ صاحب
۵۷۔قاری محمد شعیب صاحب
۵۸۔قاری نوید احمد چشتی صاحب
۵۹۔قاری اصغر علی چشتی صاحب
۶۰۔قاری محمد افضل صاحب
۶۱۔قاری محمد اشرف صاحب
۶۲۔قاری محمد دلپزیر صاحب
۶۳۔قاری شفقت محمود صاحب
۶۴۔قاری حاجی احمد صاحب
۶۵۔قاری چمن زیب ہزاروی صاحب
۶۶۔قاری شیر زمان صاحب
۶۷۔قاری محمد تنویر صاحب
۶۸۔قاری حق نواز صاحب
۶۹۔قاری فاروق احمد صاحب [1]

مصنفین اساتذہ کرام کے حالات

جامعہ نظامیہ رضویہ میں سینکڑوں آفتاب طلوع ہوئے اور علم کی ضیا پاشیاں بکھیر کر ظلمت کدہ جہاں کو نور علم سے منور کر گئے، گلستان علم میں ہر سو نئے پھول بکھیرے اور فضا کو اپنی عطر بیزیوں سے معطر کر گئے۔حق تو یہ تھا کہ تمام اساتذہ کی زیست کے تذکرہ سے روشنی لی

[1] سیالوی، احمد رضا، ریکارڈ اساتذۂ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، غیر مطبوعہ، ص:۱ تا ۳

جائے لیکن عنوان اس کا متحمل نہیں لہٰذا صرف ان اساتذہ کے احوال پر اکتفا کیا جائے گا جنہوں نے تصانیف کی صورت میں آبدار موتی اور تابدار گوہر عطا کیے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا پیر محمد چشتی

عمدۃ المدرسین حضرت علامہ مولانا پیر محمد چشتی بن محمد رحیم بن نام رحیم بن عبدالکریم بن غوث بن میر ملک بن ڈھویا بن قلب حسین ۲۸ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ/ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں بمقام شاہ گروم علاقہ تریچ تحصیل ملکھو ضلع چترال (صوبہ سرحد) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جداعلیٰ قلب حسین بدخشاں سے ہجرت کر کے چترال آئے، چترال کے اصل باشندے انہی کی اولاد ہیں۔ انگریزی دورِ حکومت سے لیکر اب تک دفاتر میں اولادِ قلب حسین کوشری قوم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپ کے خاندان کا اصل پیشہ زمینداری ہے اور سات پشتوں سے ہرن کا شکار خصوصی مشغلہ رہا ہے جو نہایت شہرت کا حامل رہا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد نشانہ بازی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔[۱]

ابتدائی تربیت

حضرت علامہ پیر محمد چشتی نے پانچ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی مولانا شیر محمد اور چچازاد بھائی میر محمد کے ہمراہ اپنے ایک چچا گل محمد سے قرآن پاک کا کچھ حصہ پڑھا جبکہ قرآن پاک کا ایک معتد بہ حصہ اپنے ایک جدّ امجد مولانا حوالہ خان سے پڑھا۔ مولانا حوالہ خان رحمہ اللہ نہایت متقی اور پرہیز گار عالم تھے۔ علاقہ کی پسماندگی کی وجہ سے تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا اس لیے آپ قرآن پاک پڑھنے کے بعد اپنے آبائی پیشہ اور مشغلہ زمینداری اور شکار کے ساتھ منسلک ہو گئے۔[۲]

علوم اسلامیہ کی تحصیل

۱۹۵۳ء میں آپ اپنے برادر اکبر مولانا شیر محمد اور چچازاد بھائی میر محمد کے ہمراہ پشاور آئے اور انگور کلی چارسدہ میں مولانا عبد العزیز نحوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔ دو سال تک یہاں فارسی، صرف، نحو اور فقہ کی ابتدائی کتب پڑھتے رہے بعدازاں آپ پشاور آ گئے اور دارالعلوم سرحد واقع مسجد غلام جیلانی میں داخلہ لیا۔ یہیں پر ابتدائی کتابیں حضرت مولانا عبداللطیف، حضرت مولانا پائندہ محمد عرف کابل استاذ اور حضرت مولانا محمد عمر چکسر جیسے کہنہ مشق و مشفق اساتذہ سے پڑھیں۔ یہاں طلبہ میں آپ کی امتیازی حیثیت تھی ہر امتحان میں اچھی پوزیشن حاصل کرنے کے علاوہ آپ سالانہ جلسہ میں عربی زبان میں تقریر بھی کیا کرتے تھے یہاں آپ دو سال (۵۶۔۱۹۵۵ء) زیر تعلیم رہے۔

یہاں اوسط تک کتابیں پڑھنے کے بعد اُس وقت کے جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد لاہور چلے آئے لیکن لیٹ پہنچنے کی وجہ سے داخلہ نہ مل سکا تو مدرسہ تعلیم القرآن، راجہ بازار راولپنڈی میں داخلہ لیا لیکن اسباق تسلی بخش نہ ہونے کی وجہ سے حضرت استاذ العلما مولانا اللہ بخش رحمہ اللہ (واں بچھراں) کی خدمت میں دارالعلوم احسن المدارس (راولپنڈی) حاضر ہوئے۔ وہاں ایک سال تک مولانا اللہ بخش اور سید عارف

---

۱ ہزاروی، محمد صدیق، تعارف علماء اہلسنت، لاہور: مطبع ملی پرنٹرز، ۱۹۸۹ء، ص: ۶۲

۲ چشتی، پیر محمد، اصول تکفیر، پشاور: گلف پبلشرز، ۲۰۱۶ء، ص: ۱۴ تا ۱۶

اللہ شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرف تلمذ کیا۔ سالانہ ماہ رمضان کی تعطیلات میں دورہ تفسیر پڑھنے کے لیے وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ حضرت ابو الحقائق مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درس تفسیر میں شامل ہوئے۔

اگلے سال ۱۹۵۸ء میں آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں استاذ العلما مولانا غلام رسول رضوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک سال تک استفادہ کرتے رہے۔ اس دوران مولوی رسول خان صاحب کے پاس قاضی مبارک کے سبق میں بھی شریک ہوتے رہے۔

۱۹۵۹ء میں آپ سیال شریف چلے گئے اور حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی سے پڑھتے رہے پھر ۱۹۶۰ء میں حضرت علامہ بندیالوی کے بندیال تشریف لے جانے پر ان کے ساتھ بندیال جا کر فنون کی تکمیل کی۔ آپ کے رفقاء میں صاحبزادہ عبدالحق بندیالوی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی اور شیخ المعقولات والمنقولات مولانا غلام محمد تونسوی شامل تھے۔

۱۹۶۱ء میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی سے دورۂ حدیث پڑھا اور تنظیم المدارس الاسلامیہ کے تحت کل پاکستان امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی۔[1]

اساتذہ

آپ نے اپنے زمانہ کے جلیل القدر اساتذہ سے اکتساب فیض کیا جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ چچا گل محمد ۲۔ جد امجد مولانا حوالہ خان ۳۔ مولانا عبدالعزیز نحوی ۴۔ مولانا عبداللطیف ۵۔ مولانا پائندہ محمد ۶۔ مولانا محمد عمر چکسر ۷ مولانا اللہ بخش (واں بچھراں) ۸۔ سید عارف اللہ شاہ ۹۔ مولانا عبدالغفور ہزاروی ۱۰۔ شارح بخاری مولانا غلام رسول رضوی ۱۱۔ مولانا رسول خان ۱۲۔ مولانا عطاء محمد بندیالوی ۱۳۔ غزالی زماں سعید احمد سعید شاہ کاظمی ۱۴۔ سراج الفقہاء حافظ سراج احمد خانپوری[2]

تدریس

حضرت علامہ پیر محمد چشتی اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے مشہور تھے اس لیے فراغت کے بعد بہت سے مدارس خصوصاً دار العلوم غوثیہ بھیرہ، دار العلوم جامعہ نعیمیہ لاہور، دار العلوم غوثیہ کہروڑ پکا اور ادارہ عربیہ سراج العلوم خان پور کی طرف سے پیشکش کی گئی لیکن آپ نے حضرت غزالی زماں کے حکم پر خان پور سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ یہاں آپ نے سراج الفقہاء حافظ سراج احمد خانپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تبرکاً چند اسباق پڑھے۔

۱۹۶۴ء میں جامعہ عباسیہ بہاولپور اسلامی یونیورسٹی میں تبدیل ہوا تو تخصص فی التفسیر والحدیث کے لیے امیدواروں کو بلایا گیا تو تین سو پچاس طلبا میں سے صرف چالیس کامیاب ہوئے آپ نے ۲۰۰ میں سے ۱۹۰ نمبر لے کر پہلی پوزیشن حاصل کی۔ یہاں چھ ماہ پڑھنے کے بعد اپنے استاذ مکرم غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ کے حکم پر مدرسہ عربیہ انوار العلوم میں تدریسی فرائض سرانجام دینے شروع کیے۔

اس دروان حرارت جگر کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو لاہور میں پیر کرم شاہ صاحب کے برادر کی نگرانی میں میو ہسپتال میں تین ماہ تک

[1] اصول تکفیر، ص: ۱۶ تا ۱۹ ملخصاً

[2] ایضاً، ص: ۱۴ تا ۱۹

زیرعلاج رہے اس دورانیہ میں جامعہ نظامیہ رضویہ میں رہائش اختیار کی اور تدریسی امور بھی سرانجام دیتے رہے۔ رمضان میں تعطیلات گھر پر گزاریں۔

دس شوال المکرم کو حضرت غزالیٔ زماں کے مکتوب گرامی پر بہاول پہنچے اور دوبارہ ایک سال مدرسہ عربیہ انوار العلوم میں ایک سال تک تدریس کی بعدازاں استاذ گرامی کے حکم پر جامعہ غوثیہ رضویہ، سکھر میں دوسال تک علوم اسلامیہ کا فیضان جاری رکھا۔[1]

پشاور میں آمد اور دارالعلوم کا قیام

۱۱۴ کتوبر ۱۹۶۴ء بروز ہفتہ صبح ۹ بجے مسجد مہربانیاں سبزی منڈی میں جامعہ غوثیہ معینہ کے نام سے دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ یکم جولائی ۱۹۶۸ء میں دین بہار کالونی چارسدہ میں زمین کا ٹکڑا خرید کر دارالعلوم وہاں منتقل کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک نیک سیرت خاتون نے بیرون یکہ توت نہ صرف دو کنال زمین کا ٹکڑا دارالعلوم کے لیے دیا بلکہ ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے دے کے مسجد اور دارالعلوم کی تعمیر کروائی۔ اسی مدرسہ میں آپ زندگی کے آخرلمحوں تک علوم اسلامیہ کی تدریس فرماتے رہے۔[2]

تلامذہ

آپ کے چند مشہور تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا ڈاکٹر صدیق علی چشتی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد ۲۔ مولانا سید محمد فاروق القادری، سجادہ نشین خانقاہ قادریہ غفوریہ گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان ۳۔ مولانا سید محمد عرفان المشہدی ۴۔ مولانا حبیب احمد نقشبندی، شیخ الحدیث جامع نوریہ کوئٹہ بلوچستان ۵۔ مولانا شاہ منیر چشتی، شیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ جنیدیہ کارخانو خیبر روڈ پشاور ۶۔ مولانا محمد صدیق نقشبندی، شیخ الدرس دارالعلوم غوثیہ خالو غازی ہری پوری[3]

بیعت

آپ کو حضرت شیخ المشائخ پیر امام شاہ صاحب رحمہ اللہ مہر آباد شریف لودھراں سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ آپ نے ان سے ''فصوص الحکم'' کا درس بھی پڑھا۔[4]

وفات

آپ کا وصال ۶ فروری ۲۰۱۶ء کو ہوا۔[5]

---

۱ اصول تکفیر، ص:۱۹ تا ۲۲ ملخصاً

۲ ایضاً، ص: ۲۳

۳ ایضاً، ص: ۲۳ تا ۲۵

۴ یضاً، ص: ۲۱

۵ رضوی، مظفر اقبال، قاضی، شیخ الحدیث علامہ پیر محمد چشتی، https://www.nawaiwaqt.com.pk/10-Feb-2017/564674، بتاریخ: ۶۔ ۰۴۔ ۲۰۲۰

تصانیف

حضرت علامہ پیر محمد چشتی علیہ الرحمۃ نے عام موضوعات سے ہٹ کر علمی و تحقیقی موضوعات پر کتب تصنیف فرمائیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ مدارج العرفان فی مناھج کنز الایمان (۳ جلدیں)

۲۔ الفداء والجھاد

۳۔ اصول تکفیر

۴۔ اصولِ ترجمہ

۵۔ اسباب زوالِ امت

۶۔ شرح فصوص الحکم

۷۔ الرسائل والمسائل (مقالات ۳ جلدیں)[1]

☆☆☆

مفتی محمد عبدالغفور شرقپوری

مولانا محمد عبدالغفور شرقپوری بن میاں تاجدین بن میاں مہنگا ۱۹۳۸ء میں دو گیج ٹاؤن نزد رینجرز ہیڈ کوارٹر (علامہ اقبال ایئر پورٹ) ضلع لاہور میں پیدا ہوئے آپ کا نسبی تعلق ارائیں فیملی سے تھا۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والد میاں تاج الدین کے ہاں دو بیٹے یکے بعد دیگر پیدا ہو کر انتقال کر گئے اس کے بعد انہوں نے داتا گنج بخش سید علی ہجویری کے آستانہ پر حاضر ہو کر منت مانی اور دعا کی ''اے اللہ! مجھے اپنے ولی کے تصدق سے بیٹا عطا فرمامیں اسے دینی تعلیم دلاؤں گا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے محمد عبدالغفور کی صورت میں بیٹا عطا فرمایا۔ ۱۹۵۲ء میں آپ شرقپور شریف میں خانقاہ سے ملحقہ مدرسہ ''جامعہ حضرت میاں صاحب'' میں داخل ہوئے۔ جہاں کریما سے لے کر موقوف علیہ تک تمام کتابیں پڑھیں اور زیادہ تر استفادہ حضرت علامہ حافظ محمد علی پسروری سے کیا پھر دورۂ حدیث ۱۹۵۸ء میں دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ سے کیا۔

اساتذہ کرام

آپ کے اساتذہ کرام میں درج ذیل اہل علم و فضل کے اسماء گرامی شامل ہیں:

۱۔ مولانا اللہ بخش ۲۔ حاجی احمد شاہ گجراتی ابن پیر ولایت شاہ گجراتی ۳۔ قاضی محمد یوسف یاغستانی ۴۔ علامہ حافظ محمد علی پسروری ۵۔ مولانا نور محمد آف میانوالی ۶۔ علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری ۷۔ مولانا مفتی محمد مہر الدین جماعتی

[1] انٹرویو: مولانا محمد داؤد صاحب، بمقام: نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار لاہور، بوقت: 2:00PM، بتاریخ: ۳۱ اگست ۲۰۱۹ء

تدریس

دورۂ حدیث کے بعد آپ نے شرقپور شریف میں بطور شیخ الحدیث پڑھانا شروع کیا، یہاں چند سال پڑھانے کے بعد گھنگ شریف میں میاں رحمت علی سرکار خلیفہ مجاز میاں شیر محمد شرقپوری کے مدرسہ جامعۃ الرحمت میں پڑھایا اس کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لوہار میں دو سال (٦٦ ـ ١٩٦٥) پڑھاتے رہے۔ آپ نے ١٩٦٨ء میں جامعہ فاروقیہ رضویہ، پنج پیر روڈ گجر پورہ گھوڑے شاہ کی بنیاد رکھی۔ تادم آخر (٢٠٠٧ء) یہیں تدریس فرماتے رہے۔ آپ کے پڑھانے اور سمجھانے کا انداز نہایت دلنشین آسان فہم اور سادہ تھا۔ خاص کر دوران تدریس اشعار کی مناسبت سے ایک روحانی وجدانی حال طاری ہوتا، بار بار سبحان اللہ فرماتے۔

تلامذہ

آپ کے نامور شاگردوں کے اسماء درج ذیل ہیں:

١۔ مفتی محمد اشرف نقشبندی (شارح مرقاۃ وحسامی) ٢۔ مولانا مفتی محمد یونس نعیمی ٣۔ مولانا محمد امین صاحب نقشبندی ٤۔ صاحبزادہ محمد فاروق نقشبندی ٥۔ صاحبزادہ عبدالرؤف نورانی ٦۔ پروفیسر ڈاکٹر سلمٰی سیہول ٧۔ مولانا یسین قصوری ٨۔ شیخ الحدیث مولانا غلام رسول نقشبندی

امامت وخطابت

شرقپور شریف کے زمانہ تدریس میں جامع مسجد شیر ربانی محلہ دھول پورہ شرقپور شریف میں پھر گھنگ شریف میں تدریس کے دوران جامع مسجد کاہنہ نو میں خطابت فرماتے رہے جبکہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس کے دوران آپ نے لال مسجد شاد باغ نزد چوک ناخدا لاہور میں امامت وخطابت کا آغاز کیا اس کے بعد سید والی چوک شوالا باغبان پورہ لاہور میں امامت وخطابت فرماتے رہے اور پھر جامعہ فاروقیہ رضویہ گھوڑے شاہ کے قیام کے بعد تادم وصال وہیں امامت وخطابت کا سلسلہ جاری رکھا۔

جمعیت علماء پاکستان سے وابستگی

آپ نے زندگی بھر تدریسی اور دینی مصروفیات کے ساتھ قومی وسیاسی تحریکات میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ آپ اُن علما میں صف اول میں رہے جنہوں نے جمعیت علماء پاکستان اور حضرت علامہ الحافظ حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی صدیقی سے قلبی وابستگی اور دلی رغبت سے تعلق اور ادب کا رشتہ قائم وبرقرار رکھا۔ ١٩٧٠ء میں بحیثیت ممبر قومی اسمبلی قائد اہلسنت جامعہ فاروقیہ تشریف لائے بعد میں کئی دفعہ یہاں تشریف لاکر جمعۃ المبارک کا خطبہ بھی دیا۔ ١٩٨٢ء میں آپ کی ہمراہی میں علامہ سید یوسف الرفاعی ہاشمی کویت سے تشریف لائے خطاب بھی فرمایا اور علامہ شبیر احمد ہاشمی نے ان کی تقریر کی ترجمانی کا فریضہ انجام دیا۔

١٥ اکتوبر ١٩٨٥ء/ ١٩ محرم الحرام ١٤٠٥ھ میں جامع مسجد فاروقیہ رضویہ کا توسیع کے لیے سنگ بنیاد قائد اہل سنت نے اپنے دست مبارک سے رکھا۔ ١٩٨٩ء میں یہاں انجمن طلبہ اسلام کا پاکستان لیول کا مرکزی طلبہ کنونشن منعقد ہوا۔ علامہ سید عرفان شاہ صاحب مشہدی نے درس قرآن دیا، ڈاکٹر محمد طفیل سالک نے انقلابی خطاب فرمایا، سفیر عراق المخلف عباس سامرائی نے عربی میں خطاب فرمایا اور علامہ شاہ احمد

نورانی صدیقی صدر جمعیت علماء پاکستان نے بھی پر مغز صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا۔اے این آئی (ANI) نے بھی اپنے کئی اجتماعات چوہدری حمایت شہید کی قیادت میں کیے۔حضرت مولانا عبدالغفور شرقپوری کی حضرت قائد اہل سنت سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ وضو میں رہ کر حضرت کی دست بوسی فرماتے اور حضرت سے آپ نے دلائل الخیرات کی اجازت بھی حاصل کی۔ ۱۸ شعبان ۱۴۲۲ھ/ ۵ نومبر ۲۰۰۲ء بروز پیر مفتی صاحب کے بڑے بیٹے عبدالرؤف نورانی کا نکاح پڑھایا حق مہر گیارہ سو گیارہ روپے مقرر فرمایا۔نکاح فارم بھی خود پُر کیا اور دولہا کی طرف سے وکیل بھی خود بنے۔

بیعت

۱۹۵۲ء میں آپ کے دادا جان نے حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ (المعروف حضرت ثانی) کے دست اقدس پر بیعت کروایا۔

اجازت و خلافت

مولانا مفتی محمد عبدالغفور صاحب کو اِن حضرات سے اجازت وخلافت حاصل تھی:

۱۔ ابوالبرکات علامہ سید احمد قادری علیہ الرحمۃ

۲۔ حافظ مفتی عزیز احمد بدایونی (مدرس جامعہ نعیمہ، مرادآباد)

زیارت حرمین

۱۹۸۳ء میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

وصال

آخری عمر میں آپ آپ ہیپا ٹائٹس کے مریض ہو گئے تھے علاج ومعالجہ کے ساتھ ساتھ دینی ذمہ داریاں بھی ادا کرتے رہے اور بالآخر اپنی عمر عزیز کے ۶۹ برس اس جہانی فانی میں گزار کر ۲۷ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ/ ۱۰ ستمبر ۲۰۰۷ء کو وصال فرما گئے۔نماز جنازہ مفتی عبدالطیف جلالی صاحب نے پڑھائی اور تدفین قبرستان شاہ بدر دیوان میں ہوئی۔

اولاد

آپ کی تین صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے (مولانا محمد عبدالرؤف نورانی، ناظم جامعہ فاروقیہ رضویہ اور حضرت علامہ محمد فاروق نورانی) ہیں۔

تصانیف

آپ کے قلم سے دو تحقیقی کتب رقم ہوئیں:

۱۔ نمازی کے پاس بآواز ذکر جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ درود ابراہیمی کی افضلیت [1]

---

[1] قادری، خالد محمود، تذکرہ مفتی محمد عبدالغفور شرقپوری، مشمولہ: احوال وآثار (سہ ماہی)، اسلامک ریسرچ سنٹر، جلد ا، شمارہ نمبر ۱۱ جولائی تا ستمبر، ۲۰۱۹ء، ص ۳۸ تا ۴۴ ملخصاً (ii) سیہول، انجینئر بابر سعید، نور چراغ، لاہور: جامعہ فاروقیہ رضویہ، ۲۰۱۹ء، ص ۲۱۴ تا ۲۱۷ ملخصاً

شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری بن مولوی اللہ بن نور بخش ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ/ ۱۳ اگست ۱۹۴۴ء بروز اتوار کو مرزا پور ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔[۱] مولانا کے والد گرامی ایک سیدھے سادھے مذہب پسند، پابند صوم وصلوٰۃ بزرگ تھے آپ کی والدہ ماجدہ بھی صبر وشکر کا پیکر، نیک پارسا عبادت گزار خاتون تھیں یومیہ قرآن مجید کی تلاوت ان کا معمول تھا رمضان المبارک کے دنوں میں کثرت سے تلاوت کا یہ عالم ہوتا کہ ایک مہینے کے اندر کبھی بیس (۲۰) ختم قرآن کر لیتیں۔[۲]

تعلیم وتربیت

آپ نے پرائمری تعلیم کا آغاز سات سال کی عمر میں ۱۹۵۱ء سے کیا۔ تحصیل علم کے لیے ایم۔ سی پرائمری سکول انجن شیڈ، لاہور میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۵ء تک یہاں زیر تعلیم رہے اور پرائمری کا امتحان پاس کیا۔[۳]

مولانا اکثر بچپن میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مولانا غلام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور وہ انہیں پیار سے ''علامہ'' اور ''فاضل لاہوری'' کہا کرتے تھے اور یہ ان کی زبان ہی کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں واقعی علامہ بنا دیا۔ پرائمری کے بعد شرف صاحب کو ان کے والد ماجد نے ۱۳ برس کی عمر میں جامعہ رضویہ لائلپور میں داخل کرا دیا، جہاں وہ حضرت شیخ الحدیث قبلہ مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہ کی زیر نگرانی پڑھتے رہے اور خود ان سے بھی منطق کے ابتدائی رسالہ ''صغریٰ'' کو پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ جن اساتذہ سے مولانا نے وہاں تعلیم حاصل کی ان میں مولانا حافظ احسان الحق، مولانا سید منصور شاہ، مولانا حاجی محمد حنیف، مولانا حاجی محمد امین اور مولانا محمد عبداللہ جھنگوی رحمۃ اللہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

حضرت شرف صاحب اسی دوران مولانا جھنگوی کے ساتھ دار العلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف گئے اور وہاں مولانا صوفی حامد صاحب علیہ الرحمۃ، مہتمم مدرسہ نعمانیہ رضویہ لیہ (مظفر گڑھ) سے نحو میر پڑھی۔

ابتدائی کتب لائلپور میں پڑھنے کے بعد متوسط کتب کی تعلیم کے لیے شرف صاحب شوال ۱۳۷۶ھ/مئی ۱۹۵۷ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب رضوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علمی استفادہ کیا۔[۴]

یہاں مولانا شمس الزمان قادری، مولانا غلام مصطفیٰ (سمندری)، مولانا نور محمد قادری (وار برٹن) اور مولانا حافظ محمد ایوب ہزاروری سے درس نظامی کی ابتدائی اور متوسط کتابیں پڑھیں۔ حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب سے ''کافیہ'' اور ''شرح تہذیب'' پڑھی مفتی

---

۱ محمد عبدالستار طاہر، محسن اہل سنت لاہور: رضا دار الاشاعت، ۱۹۹۹ء، ص: ۳۱

۲ محمد ہارون، علامہ، حالاتِ مصنفین درسِ نظامی لاہور: مکتبہ نعیمیہ جامعہ نعیمیہ، ۲۰۱۹ء، ص: ۱۱۳

۳ محسن اہل سنت، ص: ۳۸

۴ شرف قادری، عبدالحکیم، علامہ، تذکرہ اکابر اہلسنت، لاہور: کتب خانہ امام احمد رضا، س۔ن، ص: ۲۰

صاحب بڑی محنت سے پڑھاتے تھے اور سنتے بھی تھے اکثر و بیشتر کتابیں حضرت مولانا شاح بخاری غلام رسول رضوی سے پڑھیں۔[1]

یہاں آپ اکتوبر ۱۹۶۱ء تک پڑھتے رہے۔ بعدازاں منتہی کتب پڑھنے کے لیے ۱۹۶۱ء میں مولانا شرف صاحب بندیال میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ عطا محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے مولانا نے تقریباً ہر فن میں حضرت سے استفادہ کیا ہے۔ نحو میں عبدالغفور و تکملہ، بلاغت میں مختصر المعانی و مطول، منطق میں ملا جلال، رسالہ قطبیہ، قاضی اور حمد اللہ، فلسفہ میں میبذی، صدرا اور شمس بازغہ، علم ہیئت میں تصریح، ہندسہ میں اقلیدس، فقہ میں ہدایہ مکمل، اصول فقہ میں حسامی، مسلم الثبوت، حدیث میں مشکوۃ و ترمذی اور تفسیر میں بیضاوی پڑھی۔ ان کے علاوہ بعض کتابوں کا سماع بھی کیا ہے جن میں بدیع المیزان، مرقاۃ، قال اقول، شرح تہذیب، قطبی مع میر، ملاحسن اور رشیدیہ شامل ہیں۔[2]

اسی دوران آپ ۱۹۶۳ء کو دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف میں تین ماہ تک علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب سے استفادہ کرتے رہے۔[3] حضرت ملک المدرسین کی خدمت میں درس نظامی کی تکمیل کی اور ۱۹۶۴ء میں سند فراغت حاصل کی۔ علاوہ ازیں آپ نے خطیب پاکستان مولانا غلام الدین علیہ الرحمۃ امام جامع مسجد صدیقیہ، انجن شیڈ، لاہور سے ''بدائع منظوم'' پڑھی نیز ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ سے سند حدیث کے اجرا کے وقت تبرکاً زانوائے تلمذ طے کیا اور ترمذی شریف سے کچھ احادیث پڑھ کر سنائیں۔[4]

اساتذہ

شیخ الحدیث علامہ شرف قادری صاحب نے پاکستان کے نامور مدرسین و متبحرین سے شرف تلمذ پایا ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

۱۔ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رضوی ۲۔ مولانا حاجی مفتی محمد امین نقشبندی ۳۔ مولانا حافظ احسان الحق ۴۔ سید منصور حسین شاہ ۵۔ مولانا محمد عبداللہ جھنگوی ۶۔ مولانا صوفی حامد علی، مظفر گڑھ ۷۔ علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی ۸۔ علامہ مولانا غلام رسول رضوی ۹۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۱۰۔ مولانا نور محمد قادری وار برٹن ۱۱۔ مولانا حافظ محمد ایوب ہزاروی ۱۲۔ مولانا شمس الزمان قادری ۱۳۔ مولانا غلام مصطفی سمندری ۱۴۔ ملک المدرسین علامہ حافظ عطا محمد چشتی ۱۵۔ خطیب پاکستان مولانا غلام الدین [5]

تدریس

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''مولانا شرف صاحب نے جنوری ۱۹۶۵ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۶۶ء میں اُن کے مربی اور مشفق استاذ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم صاحب نے انہیں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں بلا لیا۔ پھر ۱۹۶۷ء تک وہیں پڑھاتے رہے دسمبر

---

۱ محسن اہل سنت، ص: ۴۳
۲ تذکرہ اکابر اہل سنت، ص: ۲۰
۳ مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف (شرف ملت نمبر)، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۳۴
۴ محسن اہل سنت، ص: ۵۳
۵ ایضاً، ص: ۳۹-۴۰

۱۹۶۶ء سے جنوری ۱۹۶۷ء تک آپ نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف ڈیڑھ ماہ (نصف شعبان اور مکمل رمضان المبارک) تدریس کی۔ ۱۹۶۸ء میں جامعہ رحمانیہ، ہری پور کے ناظم اعلیٰ جناب صاحبزادہ طیب الرحمن صاحب بصد اصرار مولانا کو مفتی صاحب سے اجازت لے کر ہری پور لے گئے۔

شرف صاحب چار سال تک ہری پور پڑھاتے رہے وہاں پر مولانا صدر مدرس تھے علاوہ ازیں افتا کا کام بھی مولانا کے سپرد تھا...... چار سال بعد دسمبر ۱۹۷۱ء میں مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال کے منتظمین کی ضرورت اور ان کے شدید اصرار پر چکوال چلے گئے اور وہاں تدریس اور تبلیغ کا کام شروع کر دیا......مولانا نے اگرچہ چکول میں تھوڑا عرصہ قیام کیا اور دو ہی سال بعد وہاں سے لاہور آ گئے لیکن اس عرصہ میں وہاں کے لوگوں میں سنیت اور رضویت کی روح پھونک دی......تبلیغ واشاعت کو وسعت دینے کے ارادے سے مولانا ۱۹۷۳ء میں لاہور (جامعہ نظامیہ رضویہ) آ گئے۔''(۲۲)) [۱]

سال ۲۰۰۲ء تک آپ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس فرماتے رہے۔ وصال سے چند سال پہلے جب آپ اندرون شہر سے لالہ زار کالونی ٹھوکر نیاز بیگ میں منتقل ہوئے تو کچھ عرصہ ستمبر ۲۰۰۴ء تک جامعہ اسلامیہ میں علمی فیضان جاری رکھا لیکن اس کے بعد علالت کی وجہ سے تدریسی سلسلہ منقطع ہو گیا۔ [۲]

تلامذہ

آپ کے چند تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ مولانا حافظ خان محمد قادری ۲۔ مولانا محمد صدیق ہزاروی ۳۔ مولانا حافظ عطا محمد، مہتمم مدرسہ خوشاب ۴۔ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۵۔ مولانا خادم حسین رضوی ۶۔ قاری عبدالرسول، کوٹ اڈو ۷۔ مولانا عبدالرشید صاحب ۸۔ مولانا غلام نصیرالدین چشتی ۹۔ مولانا غلام نبی صاحب، صدر مدرس مدرسہ حنفیہ سراج العلوم گوجرانوالہ ۱۰۔ مولانا احمد دین صاحب، صدر مدرس تو گیرہ شریف ۱۱۔ مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ۱۲۔ علامہ محمد ظہیر بٹ صاحب [۳]

بیعت

۱۷ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ/ ۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء بروز بدھ مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ [۴]

آپ کو ۵ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء کو حضرت علامہ مولانا ریحان رضا خان بریلوی سے اجازت وخلافت ملی۔ [۵]

---

۱ تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۲۱۔ ۲۲
۲ ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، تحقیق وتدقیق کی دنیا کے دُرّ یکتا، مشمولہ: مجلہ النظامیہ (شرف ملت نمبر) جلد: ۸ شمارہ: ۱۱۔ ۱۲، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۱۱
۳ محسن اہل سنت، ص: ۸۵۔ ۸۶
۴ محسن اہل سنت، ص: ۱۷
۵ مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۳۷

اداروں کا قیام

آپ نے ۱۹۶۰ء کو مکتبہ رضویہ، انجن شیڈ لاہور کا قیام کیا۔ ۱۹۶۸ء کو جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پوری میں مکتبہ قادریہ کا قیام کیا اور پھر مکتبہ قادریہ لاہور کا قیام ۱۹۷۴ء کے اوائل میں ہوا۔ ادیبِ شہیر شرف ملت تحریر فرماتے ہیں:

''۱۹۷۴ء میں راقم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریسی خدمات پر مامور ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ و تنظیم المدارس، مولانا محمد منشا تابش قصوری، مولانا محمد جعفر قادری اور راقم نے مل کر مکتبہ قادریہ کا آغاز کیا۔ ہم چاروں افراد ماہانہ پچاس (۵۰) روپے جمع کرتے اور جب کچھ رقم جمع ہو جاتی تو کوئی رسالہ یا کتاب شائع کر دیتے۔ یہ اشتراک اور تعاون سالہا سال جاری رہا اور متعدد اہمیت کی حامل کتابیں مثلاً باغی ہندوستان، یادِ اعلیٰ حضرت، اَغثنی یارسول اللہ، تذکرہ اکابر اہل سنت، تعارف علماء اہل سنت، مرآۃ التصانیف، نغمۂ توحید اور تاریخ تناولیاں وغیرہ شائع ہوئیں۔ اس دور میں مولانا محمد منشا تابش قصوری ہفتے میں ایک دو مرتبہ مرید کے سے لاہور آتے اور بعض اوقات رات بھی مکتبہ قادریہ میں قیام کرتے کسی کتاب کی تصحیح کی جاتی، کسی کی کاپیاں جوڑی جاتیں آئندہ شائع کی جانے والی کتابوں کے بارے میں صلاح مشورہ ہوتا، سرگرمی اور فعالیت کے اعتبار سے وہ دور مکتبہ قادریہ کا زرّیں دور تھا کاش کہ وہ دوبارہ لوٹ آئے۔ اور ۱۹۹۷ء کو الممتاز پبلی کیشنز، لاہور کا قیام کیا۔[۱]

تنظیمات کا قیام

حضرت علامہ شرف صاحب نے ۱۹۶۹ء کو ہری پور ہزارہ میں ''جمعیت علماءِ سرحد، پاکستان'' کا قیام کیا اور پھر ۱۹۷۲ء کو چکوال میں ''جماعت اہل سنت'' کا قیام کیا۔[۲]

اداروں سے وابستگی

حضرت شرف صاحب کا ۱۱ شعبان ۱۴۰۰ھ کو سنی رائٹر گلڈ کے صدر کی حیثیت سے دو سال کے لیے چناؤ ہوا۔ دسمبر ۱۹۸۶ء کو رضا اکیڈمی، لاہور کے سرپرست مقرر ہوئے۔ ۱۹۹۷ء کو مرکز تحقیقات اسلامیہ، لاہور کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۹۹ء کو جماعت اہل سنت پاکستان میں بحیثیت ناظم شعبۂ تعلیم و تربیت تقرر رہا۔[۳]

زیارت حرمین شریفین

حضرت شرف صاحب کو ۱۹۸۱ء میں پہلی بار حج و زیاراتِ مقدسہ کی سعادت ملی جبکہ ۱۹۹۴ء کو دوسری بار والد ماجد کی طرف سے حج بدل کیا اس سال حج اکبر کی سعادت نصیب ہوئی اور آپ نے ستمبر ۲۰۰۶ء کو عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی۔[۴]

---

۱ حالاتِ مصنفین درس نظامی، ص: ۱۱۶

۲ مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۳۵۔۳۶

۳ مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۳۷۔۳۹۔۴۰

۴ ایضاً ص: ۳۷۔۳۹۔۴۶

بیرون ملک دورے

آپ نے ۲۴ تا ۲۸ اپریل ۱۹۹۲ء کو جلال آباد، افغانستان کا دورہ کیا پھر ۲۵ تا ۳۰ اگست ۱۹۹۲ء کو عرس مبارک امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ، سرہند شریف میں شرکت کی۔ حضرت شرف صاحب نے اکتوبر ۱۹۹۸ء کو ہندوستان کا دوسرا سفر کیا اور ممبئی، دہلی، بریلی شریف، مبارکپور اور اجمیر شریف حاضری دی۔[1]

آپ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ/ ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو سترہ روز کے لیے جامعہ الازہر، مصر گئے۔[2] بعدازاں آپ نے ۲۶ اگست ۲۰۰۱ء کو امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس بریڈفورڈ میں شرکت کی اور مقالہ بھی پڑھا۔ اس کے بعد پونے چار ماہ پیر سید معروف حسین قادری کے پاس بریڈفورڈ میں قیام کیا۔ آپ نے ہندوستان کا تیسرا سفر ۲۰۰۲ء کو کیا وہاں مارہرہ شریف، دہلی، بریلی، بنارس، مبارکپور اور کچھوچھہ شریف حاضری دی۔ پھر ۱۵ فروری ۲۰۰۴ء کو دوسری بار دورۂ مصر کیا، متعدد محدثین سے سندِ اجازت کا حصول ہوا اور آپ نے خود ایک سو کے قریب مختلف ممالک کے فضلا کو سند حدیث دی یہ دورہ تقریباً ۱۴ روزہ تھا۔[3]

گولڈ میڈلز اور ایوارڈز

حضرت شرف ملت کو ۱۹۹۱ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے لاہور کانفرنس میں ''امام احمد رضا گولڈ میڈل'' پیش کیا۔ یکم مئی ۲۰۰۵ء کو برکاتی فاؤنڈیشن، کراچی کی طرف سے مسلک اہل سنت کی علمی اور تحقیقی خدمات کے اعتراف میں گولڈ میڈل اور خصوصی ایوارڈ دیا گیا۔ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء کو صفہ فاؤنڈیشن، لاہور کی جانب سے علمی و تدریسی خدمات کے اعتراف میں ''سیدنا ابوہریرہ ایوارڈ'' اور ایک لاکھ روپے کا چیک دیا گیا اور ۱۶ اگست ۲۰۰۶ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کی طرف سے ''مفتئ اعظم گولڈ میڈل'' دیا گیا۔[4]

ازدواجی زندگی اور اولاد

علامہ شرف صاحب کی شادی ۱۳۸۳ھ/ مارچ ۱۹۶۳ء میں ہوئی۔ آپ کی اولاد میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔

۱۔ مولانا ممتاز احمد سدیدی ۲۔ مولانا مشتاق احمد قادری ۳۔ حافظ نثار احمد قادری[5]

وفات

آپ کا وصال ۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ/ یکم ستمبر ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ کو ہوا۔[6]

---

[1] مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۳۹۔۴۰

[2] شرف قادری، عبدالحکیم، علامہ، تین مصری دانشوروں کے اعزاز میں تقریب، لاہور: رضا اکیڈمی، ۲۰۰۵ء، ص: ۳

[3] مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۴۲ تا ۴۴ ملخصاً

[4] ایضاً، ص: ۳۸۔۴۵۔۴۶

[5] محسن اہل سنت، ص: ۶۵۔۱۶۰

[6] مسعودی، محمد عبدالستار طاہر، سوانحی خاکہ، مشمولہ: ماہنامہ الشرف، اکتوبر ۲۰۰۷ء، ص: ۴۶

تصانیف

جس چیز نے آپ کوتصنیف وتالیف کی طرف تحریک دی وہ ضیاء القاسمی کی تقریر ہے یہ مکمل واقعہ مجلہ النظامیہ(شرف ملت نمبر) نومبر ۲۰۰۷ء میں حضرت علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے خود شرف صاحب نے بھی اس واقعہ کو ایک مقام پر تحریر فرمایا ہے:

''اہل سنت و جماعت کے مخالف ایک واعظ (ضیاء القاسمی) کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا، جس کی آواز جامعہ امدادیہ (مظہریہ بندیال) میں صاف سنائی دے رہی تھی۔

اس نے اہل سنت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''علماء دیوبند نے تعلیمی، تبلیغی اور تصنیفی میدان میں فلاں فلاں خدمات انجام دی ہیں یہاں تک کہ تمہارے مدارس میں وہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن پر ہمارے علما نے حواشی لکھے ہیں تمہارے علما نے علماء دیوبند کی مخالفت کے علاوہ کیا ہے؟''

سچی بات یہ ہے کہ اُس کے اِن کلمات نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا اس لیے نہیں کہ علماء اہل سنت نے کوئی کام نہیں کیا علمائے اہل سنت کے کارنامے تو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں......اس صورتِ حال کے پیش نظر میرے اندر یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اللہ نے چاہا تو خود بھی لکھوں گا اور علماء اہل سنت کی قیمتی اور نایاب تصانیف بھی منظر عام پر لانے کی کوشش کروں گا۔''[1]

محترم مولانا عبدالستار طاہر صاحب نے اپنی تصنیف ''محسن اہل سنت'' میں آپ کی کتب کی تفصیلات رقم کیں ہیں جن کے مطابق آپ کی عربی کتب ومقالات کی تعداد ۱۳، عربی کتب پر حواشی کی تعداد ۷، عربی کتب پر مقدمات کی تعداد ۲۲، اردو سے عربی تراجم کی تعداد ۳، عربی سے اردو تراجم کی تعداد ۱۹، عربی مقالات کے تراجمِ اردو کی تعداد ۲۲، فارسی کتب پر مقدمات کی تعداد ۵، فارسی کتب کے اردو تراجم کی تعداد ۷ اور فارسی کتب پر اردو حواشی کی تعداد ۵ ہے جبکہ آپ کی اردو زبان میں مطبوعہ کتب اور مقالات کی تعداد ۷۴، رسائل میں مطبوعہ اردو مقالات ومضامین کی تعداد ۹۰، مقدمات، تقریظات وپیشلفظ کی تعداد ۱۵۹ جبکہ مختلف تقاریب میں پڑھے گئے مقالات کی تعداد ۱۸ ہے۔[2]

یہاں صرف آپ کی اردو کتب اور مقالات کی تفصیل درج کی جاتی ہے:

۱۔ یادِ اعلیٰ حضرت ۲۔ احسن الکلام فی مسئلۃ القیام۔ ۳۔ مسائل اہل سنت ۴۔ غایۃ الاحتیاط فی جواز مسئلۃ الاسقاط ۵۔ سوانح سراج الفقہا ۶۔ تذکرہ اکابر اہل سنت پاکستان ۷۔ سنی کانفرنس ملتان کا پس منظر۔ ۸۔ دو اہم فتوے ۹۔ سنی کانفرنس ملتان کی روئیداد ۱۰۔ قطب مدینہ ۱۱۔ حضرت علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی ۱۲۔ تعریفات نحو ۱۳۔ ندائے یا رسول اللہ ۱۴۔ امام احمد رضا اپنوں اور غیروں کی نظر میں ۱۵۔ شیشے کے گھر ۱۶۔ اندھیرے سے اجالے تک۔ ۱۷۔ امام احمد رضا اور ردِ شیعہ ۱۹۔ نعرۂ رسالت ۲۰۔ ترجمان قرآن امام احمد

۱ نور نور چہرے ص: ۵ تا ۷
۲ محسن اہل سنت، ص: ۱۹۸ تا ۲۲۱ ملخصاً

رضا بریلوی ۲۱۔امام ابوحنیفہ اورعلم حدیث ۲۳۔مطالب قرآن (فہرست مضامین) ۲۴۔خزائن العرفان علی کنز الایمان ۲۵۔غایۃ التحقیق فی فضائل سیدنا صدیق ۲۶۔قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ ۲۸۔البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ۲۹۔مقالات سیرتِ طیبہ ۳۰۔امام احمد رضا پر ایک الزام کی حقیقت ۳۱۔تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا ۳۲۔پیکرِ نور ۳۳۔فتاوی رضویہ کی انفرادی خصوصیات ۳۴۔اصول ترجمہ قرآن کریم ۳۵۔شہر یار علم ۳۶۔کراماتِ اولیاء کرام اوران کے وصال کے بعد استمداد۔۳۶۔روح اعظم کی کائنات میں جلوہ گری ۳۷۔ کل پاکستان سنی کانفرنس، لاہور ۳۸۔نورنور چہرے ۳۹۔دوقومی نظریہ (حضرت مجدد الف ثانی اورعلامہ اقبال کی نظر میں) ۴۰۔مسلک شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ ۴۱۔معارف امام ابوحنیفہ ۴۲۔لمعاتِ امام ربانی ۴۳۔آئینہ شرف (مقدمات کا بسیط مجموعہ) ۴۴۔مقالات رضویہ ۴۵۔مقدمات رضویہ ۴۶۔عظمتوں کے پاسباں ۴۷۔عقائد ونظریات ۴۸۔ترجمہ قرآن کریم [1]

☆☆☆

شیخ الحدیث مفتی گل احمد عتیقی

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی گل احمد عتیقی بن علی حیدر خان ۱۹۴۹ء کو آزاد کشمیر مظفر آباد تحصیل ہٹیاں کے گاؤں سربن میں پیدا ہوئے۔ چھوٹے چچا راجہ محمد ایوب خان نے پہلے آپ کا نام بدرالزمان خان رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ اس علاقہ میں اس نام کا ایک اور شخص بھی ہے اس لیے بدل کر گل احمد خان رکھا گیا اور ۱۹۶۵ء میں دورانِ تعلیم حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عقیدت کی بنا پر خود ہی مولانا نے ساتھ ''عتیقی'' بھی شامل کرلیا۔

آپ کے دادا زبردست خاں متبع شریعت تھے تہجد کے پابند بزرگ تھے۔گاہے ساری رات نوافل میں گزار دیتے۔مولانا عتیقی اکثر ان کے پاس بیٹھے رہتے وہ آپ کو کھانا بھی اپنے ساتھ کھلاتے اور کھانے پینے کے آداب بتاتے۔پھر ان کے بعد دادی، والد، والدہ اور تایا ابراہیم خان بھی خصوصی تربیت فرماتے رہے۔

آپ کے گھر اکثر علماء ومشائخ کی آمد ورفت رہتی علمی بحث مباحثے ہوتے رہتے حتی کہ پوری پوری رات مختلف مسائل پر بحث چلتی۔مولانا عتیقی دوران تعلیم جب کبھی گھر جاتے تو آپ کی والدہ مرحومہ اور تایا راجہ محمد ابراہیم خان مرحوم امتحاناً ان سے مسائل پوچھتے رہتے ایک دفعہ آپ کی والدہ مرحومہ نے پندنامہ کے مصرعہ ''قول اورالحن نے آوازے نے'' کا مطلب پوچھا تو آپ کما حقہ اس کی وضاحت نہ کر سکے اور پھر تایا صاحب نے بھی اتفاقاً اسی مصرعہ کا مطلب پوچھا جو آپ کو نہ آیا تو علیحدہ لے جا کر فرمایا: ''بیٹے! یک من علم رادہ من عقل باید''[2]

تعلیم وتربیت

ناظرہ قرآن اپنی مسجد کے امام ملا محمد شریف اور اپنے گھر کے افراد سے پڑھا۔پرائمری تک سکول کی تیاری اپنے چچا راجہ محمد ایوب خان سے کی اور پرائمری کا امتحاں سکول بانڈی سیداں میں دیا پھر اسی سکول کے لوئر مڈل ہونے کی وجہ سے ساتویں جماعت تک اسی سکول

---

۱ محسن اہل سنت،ص: ۲۰۴ تا ۲۰۶

۲ عتیقی، محمد گل احمد، توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ، کراچی، مکتبہ غوثیہ، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۴ تا ۱۶ ملخصاً

میں تعلیم حاصل کی۔ جب چھٹی جماعت کا امتحان پاس کیا تو والد صاحب کا سایہ سر سے اُٹھ چکا تھا آپ بانڈی سکول کے ماسٹر صدرالدین اور ماسٹر علی حیدر صاحب سے بہت متاثر ہیں۔

۱۹۵۸ء میں والدہ ماجدہ مرحومہ مغفورہ اور والد محترم کی وصیت کے مطابق سکول کی تعلیم چھوڑ کر جامعہ تعلیم الاسلام پہنچے چونکہ داخلے کا وقت نہیں تھا اس لئے رختِ سفر باندھ کر لاہور پہنچے اور جامعہ گنج بخش میں داخلہ لے کر قاری محمد طیب صاحب سے قرآن پاک کا تلفظ ٹھیک کیا اور ان سے سورۃ یٰسین، سورہ ملک اور تیسویں پارے کا نصف آخر یاد کیا۔

پھر صوفی محمد بشیر صاحب کے مشورہ کے مطابق گوجرانوالہ جا کر حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب کے مدرسہ سراج العلوم میں داخلہ لے کر سکندر نامہ تک فارسی حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ سے پڑھی اور صرف کی ابتدائی کتب مولانا عبداللطیف سے پڑھیں پھر جامعہ غوثیہ، بھابڑا بازار میں داخلہ لے کر حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب سے رسائل منطق وغیرہ اور مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب سے مراح الارواح وغیرہ کتب پڑھیں، اور اسی سال جامعہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ میں شیخ الحدیث علامہ مولانا پیر سید زبیر شاہ صاحب سے علم الصیغہ، ہدایۃ النحو، نور الانوار اور مولانا عبدالعزیز صاحب سے کچھ قانونچہ اور اوسط وغیرہ کتب پڑھیں اور اسی سال کے آخر میں مدرسہ انوریہ، ڈھینڈاں ہری پور میں مولانا محمد الیاس کاشمیری سے قدوری، قانونچہ اور نظم مأۃ کے چند اسباق پڑھے۔ چھٹیوں کے بعد گھر پہنچے پھر دوبارہ مولانا الیاس سے مزید پڑھنا چاہا تو گھر والوں نے کہا یہ بدعقیدہ ہے اس سے نہ پڑھو۔

اسی سال رمضان کی چھٹیوں میں بوسال سکھا گجرات پہنچ کر نظم مأۃ مع ترکیب اور قانونچہ کامروی اور سات پارے ترجمہ مولانا فضل الرحمن ہزاروی سے پڑھے، پھر دوبارہ گوجرانوالہ میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبداللہ مردانوی سے ادیب عالم کی غرض سے شرح تہذیب وشرح عقائد وغیرہ کتب پڑھیں پھر دوبارہ لاہور پہنچ کر جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخلہ لے کر شیخ الحدیث والتفسیر جامع المعقول والمنقول علامہ غلام رسول رضوی سے رسائل منطق تا مرقات، کافیہ وکنز الدقائق اور بقیہ نور الانوار وغیرہ کتب پڑھیں اور مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی سے جام، میبذی اور شرح تہذیب کے چند اسباق پڑھے اور پھر جامعہ نظامیہ سے جامعہ مظفریہ واں بچھراں مولانا اللہ بخش کی خدمت میں حاضر ہو کر بقیہ جامی، قطبی، میر قطبی اور مقامات وغیرہ کتب پڑھیں اور مولانا محمد عبداللہ جھنگوی سے شرح وقایہ وغیرہ کتب پڑھیں۔

پھر اسی سال سالانہ تعطیلات میں جامعہ قاسمیہ فیصل آباد میں سہ ماہی تبلیغی کورس کیا پھر ۱۹۶۳-۶۴ء میں چوکیرہ مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ میں مولانا عبدالرشید جھنگوی کے دس سالہ استاذ مولانا سید احمد شاہ چوکیروی سے حسامی، ہدایہ اولیں، شرح عقائد، عبدالغفور، متن متین وغیرہ کتب پڑھیں اور مولانا عبدالرشید جھنگوی کے دوسرے استاذ مولانا قطب الدین صاحب سے سلم، مسلم الثبوت، میبذی، ملاحسن، صدرا، حمد اللہ اور شمس بازغہ وغیرہ کتب پڑھیں اور مولانا سید محمد حسین شاہ سے مختصر المعانی اور مطول وغیرہ کتب پڑھیں جبکہ مولانا سید احمد شاہ سے اہل تشیع سے مناظرہ وغیرہ کی تربیت حاصل کی۔

پھر گوجرانوالہ جا کر قلعہ دیدار سنگھ میں مولانا قاضی عصمت اللہ صاحب سے دورۂ قرآن پڑھا پھر نصرت العلوم میں داخلہ لیا مگر مدرسہ عربیہ، جھوک وینس سے تمام اسباق شروع کرانے کی یقین دہانی پر وہاں چلے گئے اور مولانا محمد امیر صاحب سے توضیح، قاضی، امور عامہ،

خیالی، ہدایہ آخریں اور بیضاوی وغیرہ اسباق پڑھے اور اسی دوران حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی سے جلالین کے چند اسباق پڑھے۔

جھوک وینس میں شدید ترین بیماری کی وجہ سے جب بظاہر بچنے کی امید نہ رہی تو نذر مانی کہ ''صحت یابی کی صورت میں آئندہ سال دورۂ حدیث شریف پڑھنا ہے'' پھر جس دن زندگی سے نا اُمید ہو کر دوائیاں باہر پھینکوائیں اسی دن سے صحت یابی شروع ہوگئی۔ شفا بخشی پر جامعہ رضویہ، فیصل آباد دورے کے لئے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے بظاہر ان سے داخلہ ملنے کی امید معلوم نہ ہوئی تو لاہور آ گئے اور جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لے کر مشہور منطقی استاذ مولانا رسول خاں سے ترمذی، مولانا ادریس صاحب سے بخاری، مولانا محمد عبداللہ صاحب سے طحاوی، مولانا عبدالرحمن صاحب سے مسلم اور مفتی محمد جمیل احمد سے ابو داؤد، قراء سے قرأت اور قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند سے مؤطا امام محمد کی چند احادیث پڑھیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس کے دوران ۱۹۷۲ء میں رمضان المبارک کی تعطیلات میں استاذ الاساتذہ ملک المدرسین علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی کے کاشانۂ اقدس میں پہنچ کر علوم وفنون میں استفادہ کیا۔ ۱۹۷۲-۷۳ء میں جامعہ نظامیہ اور نعمانیہ میں تدریس کے وران بعد نماز عصر وعشاء مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث سید ابوالبرکات کی خدمت میں حاضر ہو کر صحاح ستہ کا درس لے کر سند حدیث حاصل کی اور تنظیم المدارس کے عالمیہ کے امتحان میں ممتاز مع الشرف کے درجہ میں کامیاب ہو کر اعلیٰ پوزیشن حاصل کی۔[1]

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ دادا راجہ زبردست خان۔ ۲۔ تایا راجہ محمد ابراہیم خان ۳۔ چچا راجہ محمد ایوب خان ۴۔ علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی ۵۔ علامہ غلام رسول رضوی ۶۔ علامہ سید محمد زبیر شاہ ۷۔ علامہ سید غلام محی الدین ۸۔ علامہ سید حسین الدین شاہ ۹۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۱۰۔ ماسٹر صدر دین ۱۱۔ ماسٹر علی حیدر ۱۱۔ مولوی محمد شریف ۱۲۔ علامہ مفتی محمد عبداللہ مردانوی ۱۳۔ علامہ اللہ بخش واں بچھراں ۱۴۔ علامہ مفتی محمد عبداللہ مردانوی ۱۵۔ شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی ۱۶۔ مولانا غلام رسول خاں ۷۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۸۔ مفتی جمیل احمد تھانوی ۱۹۔ مولانا محمد عبید اللہ ۲۰۔ مولانا عبدالرحمن اشرفی ۲۱۔ مولانا سید احمد شاہ چوکیروی ۲۲۔ مولانا قطب الدین اُچھالوی ۲۳۔ مولانا محمد امیر ۲۴۔ مولانا عبدالقادر ملتان [2]

تدریس

اپنوں اور بیگانوں کی شدید مخالفت کے باوجود جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد سے بحیثیت صدر مدرس تدریس کا آغاز کیا۔ ڈیڑھ سال تک وہاں تدریس فرماتے رہے پھر ۱۹۶۹ء سے ساڑھے چار سال تک جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس فرمائی۔ اس کے بعد ڈیڑھ سال جامعہ نعمانیہ، لاہور میں اور پھر دوبارہ ایک سال ۱۹۷۵ء کو جامعہ نظامیہ لاہور میں مدرس رہے۔ بعد ازاں تقریباً دس سال تک

۱ توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ، ص:۱۶ تا ۲۰ ملخصاً

۲ ایضاً، ص:۲۱۔۲۲

دوبارہ جامعہ رضویہ فیصل آباد میں تدریسی جوہر دکھائے۔آپ وہاں صدر مدرس اور نائب مفتی کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ نے جامع ترمذی پڑھانے میں حد درجہ محنت کی۔کیونکہ آپ نوجوان تھے اور دیگر شیوخ کو کتب احادیث پڑھاتے ہوئے ایک عمر گزر چکی تھی تاہم آپ نے محنت سے اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا۔پھر تقریباً دو سال دوبارہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں اور دو سال جامعہ ریاض المدینہ، گوجرانوالہ میں تشنگانِ علم کو سیراب فرماتے رہے۔تیسری بار ۱۹۸۹ء میں ایک سال جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں پڑھانے کے بعد جامعہ فاروقیہ رضویہ، فاروق آباد میں تشریف لے گئے۔وہاں شیخ الحدیث اور صدر المدرسین کے منصب پر فائز ہوئے۔[۱]

وہاں آپ چار سال تک تدریس فرماتے رہے۔وہاں سے واپس جامعہ نظامیہ تشریف لے آئے اور تک تدریس فرمائی۔پھر آپ آزاد کشمیر تشریف لے گئے وہاں چار سال تک رہے۔اور ۲۰۰۶ء میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ، لاہور آ گئے وہاں آپ تا حال تدریس فرما رہے ہیں اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ساتھ ہی تقریباً ۲۰۰۶ء سے تا حال جامعہ ہجویریہ، داتا دربار لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور عرصہ ۱۳ سال سے بخاری شریف پڑھانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔[۲]

تلامذہ

اب تک آپ سے سینکڑوں علما نے فیض حاصل کیا چند مشہور زمانہ تلامذہ کے نام یہ ہیں:

۱۔شیخ الحدیث حافظ عبد الستار سعیدی ۲۔شیخ الحدیث مولانا صدیق ہزاروی ۳۔مولانا سید غلام مصطفیٰ بخاری عقیل۔ ۴۔مولانا محمد صادق علوی ۵۔مولانا شیر محمد رضوی ۶۔مولانا غلام یسین رضوی ۷۔مولانا محمد سعید قمر ۸۔مولانا خواجہ وحید احمد ۹۔مولانا پیر سید فیض محی الدین شاہ ۱۰۔مولانا کمال الدین ۱۱۔مولانا محمد احسان اللہ ۱۲۔مولانا محمد اظہار اللہ ۱۳۔مولانا حبیب الرحمن ۱۴۔مولانا قاضی وحید احمد ۱۵۔مولانا محمد آصف ہزاروی ۱۶۔مولانا الطاف حسین نیروی ۱۷۔مولانا سید شاہد حسین شاہ ۱۹۔مولانا نعمت اللہ خاں ضیائی ۱۹۔مولانا عبد الوحید ۲۰۔مولانا محمد صدیق زاہد عرفانی [۳]

فتویٰ نویسی

جامعہ رضویہ فیصل آباد میں دس سالہ تدریس کے دوران آپ نہایت محنت کے ساتھ نو سال فتوی نویسی کی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔آپ سردیوں میں بھی رات دو بجے تک جاگتے رہتے نو سال میں آپ نے ہزاروں فتاویٰ لکھے اگر انہیں محفوظ کر لیا جاتا تو یہ ایک عظیم فتاوی کتابی صورت میں موجود ہوتا۔[۴]

بیعت

شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی گل احمد عتیقی ۱۹۵۹ء کو گوجرانوالہ سراج العلوم میں تعلیم کے دوران شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ابو

---

۱ توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ، ص:۲۰۔۲۱ ملخصاً

۲ انٹرویو: شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی، بمقام: بلال گنج لاہور، بوقت: 06:33PM، بتاریخ: ۱۲۷ کتوبر ۲۰۱۹ء

۳ توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ، ص: ۲۳۔ ۲۴

۴ ایضاً ص:۲۱

الفضل محمد سردار احمد قادری چشتی محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔[1]

ازدواجی زندگی اور اولاد

علامہ عتیقی کی شادی ۱۹۹۲ء کو ہوئی۔ آپکے دو بیٹے اور ایک بیٹی اللہ کو پیارے ہو گئے جبکہ دو بیٹے اور ایک بیٹی بقید حیات ہیں۔ بڑا بیٹا محمد عزیر احمد انجینئرنگ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا ہے جبکہ چھوٹا بیٹا محمد عمیر احمد سنٹرل ماڈل میں میٹرک کا طالب علم ہے۔[2]

دینی وملی تحاریک میں حصہ

آپ نے طالب علمی کے زمانہ سے ہی تحریکات میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا چنانچہ شورش کاشمیری نے کانگریسی علما کے کہنے پر علماء اہل سنت کے خلاف جو تحریک شروع کی تھی آپ نے اپنے ساتھیوں مولانا سیف الرحمن چترالی اور مولانا غلام مرتضیٰ ہزاروی کے ساتھ مل کر اس تحریک کو کچلنے کے لئے بھرپور کردار ادا کیا، یہ تینوں ساتھی مل کر رات کو مخالفین کے اشتہار پھاڑتے اور اپنے اشتہار لگاتے اور علماء اہل سنت کے جلسے کرواتے اس طرح چند دنوں میں کانگریسی علما کی تحریک دم توڑ گئی اور وہ دفاع پر مجبور ہو گئے ۱۹۷۰ء میں بھٹو شاہی کے خلاف تحریک میں حصہ لیا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت لاہور میں سب سے پہلے جلوس کی قیادت آپ نے مولانا محمد رشید نقشبندی، مولوی محمد ابراہیم دیوبندی اور مولانا علی احمد سندیلوی کے ساتھ کی۔ اس کے علاوہ آپ نے علامہ سید محمود احمد رضوی اور نوابزادہ نصر اللہ خان کے ساتھ مل کر لاہور میں کئی جلسوں سے خطاب کیا اور راولپنڈی کے مدرسہ تعلیم میں بہت بڑے اجتماع میں شرکت کی۔ اسی طرح آپ نے ایک مرتبہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے رات کے وقت دینی طلبہ کا جلوس نکال کر اس وقت کے لاہور کے ڈی سی اور وزیر اعلیٰ پنجاب محمد حنیف رائے کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

آپ نے ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا آپ اس وقت جامعہ رضویہ فیصل آباد میں صدر مدرس اور مفتی تھے اور لاہور سمن آباد میں جمعہ پڑھاتے تھے۔ فیصل آباد میں زاہد سرفراز جیسے لیڈر کے جلوس نہ نکال سکنے کے بعد تحریک کی باگ دوڑ مکمل طور پر جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان حضرت صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم صاحب کے ہاتھ تھی اور مولانا عتیقی صاحب آپ کے مشیر خاص تھے اور تحریک کی تمام کاروائیاں قومی اتحاد کے فیصلوں سے ہٹ کر مولانا عتیقی صاحب کے مشورہ پر ہی ہوتیں آپ اس تحریک میں چند گھنٹے گرفتار بھی رہے نیز لاہور مسلم مسجد کی ہنگامہ خیزی میں بھی آپ موجود تھے۔[3]

سیاست میں حصہ

آپ کے کشمیر خاندان کا شمار حکمران خاندانوں میں ہوتا ہے جو عرصہ دراز تک سیاسی اُفق پر چھایا رہا اس لئے سیاست آپ کو وراثتاً

---

[1] توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ، ص: ۲۰

[2] انٹرویو: شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی، بمقام: بلال گنج لاہور، بوقت: 06:33PM، بتاریخ: ۲۷ اکتوبر ۲۰۱۹ء

[3] توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ، ص: ۲۴۔۲۵

ملی ہے۔آزاد کشمیر کے معروف سیاستدان راجہ علی حیدر خان مرحوم بن راجہ فاروق حیدر خاں سابق صدر مسلم کانفرنس آپ کی برادری میں سے ہیں۔آپ دو مرتبہ جمعیت علماء جموں وکشمیر کے سینئر نائب صدر اور ایک مرتبہ نائب صدر دوم اور ایک مرتبہ ۱۹۷۰ء میں لاہور ڈویژن کے صدر رہ چکے ہیں اور ۱۹۸۴ء میں جمعیت علماء پاکستان وسطی لاہور کے صدر اور کنویئر رہ چکے ہیں۔مرکزی مجلس شوریٰ جمعیت علماء پاکستان کے رکن بھی رہے ہیں۔رابطۃ المعلمین مدارس عربیہ پاکستان کے رکن اور اخوان المؤمنین پاکستان کے معاون اور سنی علماء کونسل، فاروق آباد کے سرپرست بھی رہ چکے ہیں۔نیز آپ انجمن طلبہ مدارس عربیہ اور سنی جمعیت علماء جموں وکشمیر کے سرپرست رہ چکے ہیں۔[1]

اسفار

آپ نے طالب علمی کے زمانہ میں تحصیل علم کے لیے کئی پیدل سفر بھی کئے مگر دو بڑے سفر یہ ہیں:

۱۔گجرات بسال سکھا سے گوجرانوالہ تک ۲۔گوجرانوالہ سے واں بچھراں تک

نیز آپ طالب علمی کے زمانے میں ہاتھ پھیلانے کی بجائے قرض لیکر پڑھتے رہے جو آپ نے تدریس کے دوران اتارا۔[2]

تصانیف

آپ کی تصانیف کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ ۲۔عتیقیہ ترجمہ شریفیہ ۳۔العتیقیہ مافی الرشیدیہ ۴۔توضیحات عتیقیہ برجامع ترمذی ۵۔خلاصۂ مضامین سور قرآن ۶۔شرح میبذی ۷۔شرح مسلم الثبوت ۸۔ الاسراو المعراج (ترجمہ) ۹۔المولد الروی (ترجمہ) ۱۰۔نشری تقریریں ۱۱۔سیدنا امام حسین ۱۲۔سیدنا ابوبکر صدیق (مختصر) ۱۳۔محدث اعظم پاکستان ۱۴۔ازواج مطہرات ۱۵۔توضیح الکامل لحل المحصول والحاصل ۱۶۔۱۷۔شرح تفسیر بیضاوی ۱۷۔شرح مختصر المعانی ۱۸۔شرح مطوّل ۱۹۔شرح قطبی ۲۰۔شرح میر قطبی ۲۱۔شرح شرح عقائد ۲۲۔شرح شرح عقائد خیالی ۲۳۔شرح میبذی ۲۴۔شرح شرح جامی ۲۵۔شرح حسامی ۲۶۔غنیۃ الطالبین (ترجمہ) ۲۷۔شرح حمد اللہ (اردو) ۲۸۔شرح امورِ عامہ ۲۹۔حضرت داتا گنج بخش ۳۰۔سید الانام غوث اعظم ۳۱۔شرح حمد اللہ (فارسی) ۳۲۔حضرت سیدنا ابوبکر صدیق (مفصل) ۳۳۔مقدمہ مرقات شرح اردو مرقات ۳۴۔مقدمہ جامی شرح اردو جامی ۳۵۔عظمت شان صدیق ۳۶۔شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری ۳۷۔ اعلیٰ حضرت کا نظریہ تعلیم ۳۹۔امامت کبریٰ (۳مقالے) [3]

---

۱ توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ، ص:۲۵

۲ ایضاً، ص:۲۶

۳ (i) مرآۃ التصانیف، ص:۳۰۹-۳۱۰

(ii) توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ، ص:۲۵-۲۶

(iii) انٹرویو: شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی، بمقام: بلال گنج لاہور، بوقت: 06:33PM، بتاریخ: ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۹ء

شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی بن مولانا محمد عبداللہ موضع چھپڑ ھ ڈاک خانہ چٹہ بٹہ ضلع مانسہرہ، ہزارہ ڈویژن صوبہ کے پی کے میں ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا محمد عبداللہ آپ کے بچپن میں وفات پا گئے انہوں نے اپنے گاؤں میں مدرسہ قائم کیا تھا۔

تعلیم و تربیت

آپ نے مڈل، گورنمنٹ مڈل سکول عطر شیشہ سے کیا نویں جماعت گورنمنٹ ہائی سکول مانسہرہ سے اور میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۲ ایبٹ آباد سے کیا اور پشاور بورڈ سے مڈل اور میٹرک کی اسناد حاصل کیں۔ فاضل عربی اور ایف اے (FA) لاہور بورڈ سے جبکہ بی اے (BA) پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔

میٹرک کا امتحان دینے کے بعد درس نظامی کا آغاز جامعہ رحمانیہ ہری پور سے کیا اس کے بعد قلعہ دیدار سنگھ، گوجرانوالہ اور خانیوال کے مدارس میں زیر تعلیم رہے اور آخر میں تکمیلِ درسِ نظامی اور دورۂ حدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے کیا۔

۱۹۷۵ء میں تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے تحت الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ کا امتحان دیا اور ملک بھر میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

روایتِ حدیث کی اسناد

غزالئ زماں رازئ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی نے حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' پڑھا کر روایت حدیث کی سند عطا کی علاوہ ازیں مفتئ جمہوریہ مصر (۲۰۰۴ء) ڈاکٹر علی جمعہ اور ان کے بعد ڈاکٹر سعد اسعد جاویش (جامعہ ازھر) نے بھی آپ کو روایت حدیث کی سند عطا کی۔

اساتذہ کرام

آپ کے اساتذہ میں سے چند معروف اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ یادگارِ اسلاف علامہ مہر الدین جماعتی، لاہور ۲۔ علامہ سید زبیر شاہ ۳۔ مفتی ریاض الدین، اٹک ۴۔ مفتی عبدالقیوم ہزاروی، لاہور ۵۔ ادیب شہیر علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور ۶۔ علامہ مولانا غلام فرید ہزاروی، سابق ایم پی اے گوجرانوالہ ۷۔ علامہ محمد شریف ہزاروی گوجرانوالہ ۸۔ علامہ مولانا نور احمد ریاض، ملتان ۹۔ شیخ الحدیث مولانا گل احمد عتیقی، لاہور

تدریس

فراغت (۱۹۷۵ء) سے ۲۰۰۷ء تک جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ ۲۰۰۰ء سے تا حال جامعہ ہجویریہ مرکز معارف اولیا دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں علاوہ ازیں جامعہ تاجدار مدینہ،

لاہور میں بھی تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں اس کے علاوہ بیدیاں روڈ لاہور میں ائمہ مساجد اور عوام الناس پر مشتمل ہفتہ وار حدیث کی کلاس بھی جاری ہے۔

تلامذہ

آپ کے چند معروف تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔حضرت مولانا ظہیر بٹ صاحب ، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۲۔مولانا مفتی محمد اکمل قادری ، QTV کراچی ۳۔مولانا محمد قاسم قادری، مفتیٔ دعوت اسلامی کراچی ۴۔مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۵۔مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ورک، پروفیسر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج گوجرانوالہ ۶۔مولانا مفتی قاضی عبدالوحید ہزاروی، سابق خطیب مرکزی جامع مسجد واہ کینٹ راولپنڈی ۷۔مولانا عمر فاروق سعیدی، صوبائی ناظم تنظیم المدارس پاکستان (صوبہ کے پی کے) ۸۔مولانا دل محمد چشتی، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۹۔مولانا ڈاکٹر محمد سلیمان، مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور ۱۰۔مولانا عبداللطیف چشتی، خطیب بلجیم۔ ۱۱۔مولانا مفتی محمد رمضان سیالوی، خطیب جامع مسجد داتا دربار لاہور ۱۲۔مولانا قاری احمد رضا سیالوی ، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

خطابت

۱۹۷۰ء سے ۲۰۰۷ء تک (۳۷ سال) محکمہ اوقاف کے تحت جامعہ نظامیہ رضویہ سے متصل جامع مسجد خراسیاں میں خطابت کا فریضہ انجام دیا اب بھی اس مسجد میں بطور اعزازی خطیب ذمہ داری نبھا رہے ہیں علاوہ ازیں جامعہ مسجد آمنہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور اور جامعہ مسجد قادریہ شاہ عالمی لاہور میں بھی خطابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں آپ کو بیک وقت تینوں مساجد میں جمعہ کے دن خطاب کی سعادت حاصل ہے۔

سیمینارز و کانفرنسز میں شرکت

ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے تحت کئی پروگراموں میں علمی مقالات پیش کر چکے ہیں، بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیاریاں شریف آزاد کشمیر، ہائی ٹیک یونیورسٹی ٹیکسلا، کراچی یونیورسٹی کے شیخ زید اسلامی سنٹر اور ادارہ مرکز التحقیق فیصل آباد کے تحت متعدد منعقدہ سیمینار میں علمی فکری موضوعات پر مقالہ جات پیش کر چکے ہیں۔

بیرونی دورے

آپ نے ۲۰۰۴ء میں جامعہ ازھر شریف قاہرہ مصر میں تین ماہ پر مشتمل تدریب الائمہ کورس میں شرکت کی، ۲۰۰۹ء میں لیبیا انٹرنیشنل کانفرنس میں اور ۲۰۱۲ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے ترکی کا دورہ کرنے والے فرد میں شرکت کی۔

تنظیم المدارس کی ذمہ داریاں

آپ نے تقریباً پچیس سال تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے مرکزی دفتر میں بطور ناظم کام کیا اور اب تنظیم کے مرکزی عہد یداروں میں بطورِ ناظم مالیات شامل ہیں۔ تنظیم المدارس کی دفتری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ آپ نے تنظیم المدارس کے لئے نصابی کتب تیار کیں جن میں سرفہرست ''مطالعہ پاکستان'' ہے۔

جامعات کا قیام

آپ نے اپنے علاقہ مانسہرہ میں بچوں کے لیے ''جامعہ اسلامیہ حنفیہ'' کے نام سے اور بچیوں کے لیے ''جامعہ عائشہ الصدیقہ'' کے نام سے دو ادارے قائم کئے۔

سرکاری مناصب

آپ تین سال وفاقی شرعی عدالت کے مشیر رہ چکے ہیں اور زونل رویت ہلال کمیٹی کے ممبر، اتحاد بین المسلمین کمیٹی پنجاب کے رکن اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر رہ چکے ہیں۔

بیعت

علامہ ہزاروی کو حضرت غزالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہے۔

تصانیف وتراجم

آپ کی علمی کاوشوں میں عربی کتب کے اردو تراجم اور تالیفات وتصنیفات شامل ہیں جن کی تعداد تقریباً اسی (۸۰) کے قریب ہے۔ کتب کے اسماء درج ذیل ہیں:

حدیث (تراجم):

۱۔صحیح مسلم ۲۔جامع ترمذی ۳۔سنن ابی داؤد ۴۔شرح معانی الاثار (ترجمہ وتلخیص ابواب) ۵۔کتاب الاثار ۶۔مسند اسحاق بن راھویہ ۷۔ریاض الصالحین ۸۔اربعین نووی (ترجمہ وتشریح) ۹۔مطالعہ مسلم (دوسری جلد کا خلاصہ) ۱۰۔سنن دارمی ۱۱۔حصن حصین ۱۲۔شمائل ترمذی

تصوف (تراجم):

۱۳۔احیاء العلوم ۱۴۔رسالہ قشیریہ ۱۵۔تنبیہ المغترین ۱۶۔غنیۃ الطالبین ۱۷۔کتاب الکبائر

۱۸۔جلاء الافہام ۱۹۔آدابِ مرید کامل

فقہ:

۲۰۔نورالایضاح (ترجمہ وحاشیہ)۲۱۔خلاصہ الہدایہ(چندابواب کا خلاصہ)۲۳۔تحقیق طلاق ۲۴۔تین طلاقیں ۲۵۔ تحقیق حلالہ ۲۶۔تجہیز وتکفین ۲۷۔تقسیم وراثت ۲۸۔مقدسۃ المیر اث (عربی)۲۹۔تجلیات اعتکاف ۳۰۔تعلیم نماز ۳۱۔اعضاء کی پیوندکاری ۳۲۔قربانی صرف تین دن ۳۳۔فرض نماز کے بعد دعا ۳۴۔قواعد فقہیہ ۳۵۔قربانی فضائل ومسائل

طلباء وطالبات کی نصابی کتب:

۳۶۔تفہیم النحو(ترجمہ ہدایۃ النحو)۳۷۔تفہیم البلاغہ ۳۸۔صرف بھترال (ترجمہ وترتیب)۳۹۔شرح عامل (ترجمہ) ۴۰۔ انتخاب جلالین ومشکوۃ (منتخب سورتیں وابواب)۴۱۔مطالعہ پاکستان ۴۲۔اصول الشاشی (سوالاً جواباً) ۴۳۔مراح الارواح (سوالاً جوابا)۴۴۔تفہیم البیضاوی (سوالاً جواباً)۴۵۔حسامی (سوالا جواباً)۴۶۔تلخیصِ مطول ۴۷۔عقائد نسفی (خلاصہ)۴۸۔شرح عقود رسم المفتی (سوالاً جواباً)۴۹۔التبیان فی علوم القرآن (ترجمہ)۵۰۔تلخیص اصول الشاشی

دیگر کتب:

۵۱۔سنتوں کی بہار ۵۲۔دعا اور قرآن وسنت سے علاج ۵۳۔رسول اکرم کی وصیتیں ۵۴۔مضامین رمضان ۵۵۔خطبات و مقالات ۵۶۔سجدۂ تعظیمی (تحقیق رسالہ اعلیٰ حضرت)۵۷۔قرآن سے علاج۔۵۸۔سیرت کوئز ۵۹۔تعارف علماء اہل سنت۔۶۰ سیدی مفتی اعظم ۶۱۔میلاد النبی اور علماء عرب ۶۲۔سنت وبدعت ۶۳۔علمی نشری تقریریں ۶۴۔عقائد وعبادات ۶۵۔توسل کی شرعی حیثیت ۶۶۔بابرکت راتیں ۶۷۔دو نامور مجاہد (نورانی و نیازی) ۶۸۔دلوں کو موم کرنے والی باتیں ۶۹۔مقالات تعارف (جامعہ نظامیہ رضویہ) ۷۰۔سنتوں کی بہار ۷۱۔کنزالایمان تفاسیر کی روشنی میں ۷۲۔حضرت پیر مہر علی شاہ اور روحانیت ۷۳۔قرآن پر اجتماعی قرآن خوانی ۷۴۔مجموعہ رسائل ۷۵۔مقدمۃ المناظرہ ۷۶۔عرفان القرآن ۷۷۔حضرت امام ابو یوسف [1]

☆☆☆

مظہر المعقول والمنقول علامہ محمد رشید نقشبندی

علامہ محمد رشید نقشبندی بن خواجہ احمد علی بن حبیب اللہ بن خدا بخش ۳۱ دسمبر ۱۹۴۹ء کو ڈبسی تحصیل فتح پور تھکیالہ (نکیال) ضلع کوٹلی آزاد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ حد متارکہ پر واقع ہے آپ کا آدھا گھر آزاد کشمیر اور آدھا گھر مقبوضہ کشمیر میں ہے باؤنڈری لائن آپ کے گھر کے درمیان سے گزرتی ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ناظرۂ قرآن مجید اپنی والدہ ماجدہ، بڑے بھائی اور گاؤں کے امام صوفی محمد حسین صاحب سے پڑھا۔اور پرائمری تک

[1] حالاتِ مصنفین درسِ نظامی، ص: ۵۴ تا ۶۴ ملخصا

تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول ڈبسی سے ماسٹر لعل محمد اور ماسٹر خوشی محمد سے حاصل کی۔ بعد ازیں جہلم اپنے پیر خانے کی درسگاہ مدرسہ مشین محلہ نمبر ۲ میں تشریف لے گئے اور چند ماہ وہاں رہ کر مولانا قاضی سلطان محمود اور قاضی محمود ہزاروی سے ابتدائی کتب فارسیہ پڑھیں۔ دوسرے سال عالم اسلام کی مرکزی دینی درسگاہ دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں داخلہ لیا۔ شرح جامی اور ابتدائی کتب حضرت علامہ عبدالغفور صاحب رحمہ اللہ اور سید احمد شاہ صاحب سے پڑھیں شرح وقایہ اور قطبی علامہ محمود احمد رضوی شارح بخاری سے پڑھیں۔

پھر آپ نے امام المدرسین الاستاذ المطلق کا شہرہ سن کر عالم اسلام کی مرکزی دینی درسگاہ جامعہ بندیال میں داخلہ لیا اور امام المناطقہ سند المحققین حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی بندیالوی اور تاج العلما حضرت علامہ عبدالحق بندیالوی کی خدمت میں حاضر ہو کر ۱۹۷۲ء تک تمام علوم وفنون کی تکمیل وہیں کی جبکہ درمیان میں ایک سال بیمار بھی رہے۔ بیمار رہنے کی وجہ سے پڑھائی کا سلسلہ معطل رہا اور ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ میں (بعد از سقوط ڈھاکہ) دارالعلوم امجدیہ کراچی جانے کا بھی اتفاق ہوا لیکن چند ماہ ہی وہاں رہے اور حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری سے درس حدیث لیا۔

کراچی کی آب وہوا موافق نہ آئی جس کی وجہ سے پھر واپس بندیال شریف آ گئے اور بخاری شریف وغیرہ علامہ عطا محمد بندیالوی صاحب سے پڑھیں اور درجہ حدیث کا امتحان جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، فیصل آباد اور جامعہ نعمانیہ، لاہور میں دیا اور علی الترتیب حضرت علامہ شیخ الحدیث غلام رسول رضوی صاحب اور حضرت علامہ شیخ الحدیث مہر دین جماعتی سے سند فراغت حاصل کی۔ جامعہ نظامیہ رضویہ میں تدریس اور قیام کے دوران ۱۹۷۹ء میں عربی فاضل اور ۱۹۸۰ء میں میٹرک کیا نیز ۱۷ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ/ ۲۸ ستمبر ۱۹۸۰ء کو تنظیم المدارس کے زیر اہتمام مدارس کے لیے کیے جانے والے انٹرویو میں شریک ہوئے اور درجہ اول میں کامیابی حاصل کر کے سند حاصل کی۔ انٹرویو لینے والے حضرت شیخ الحدیث عبدالحی چشتی اور مفتی محمد حسین نعیمی صاحب تھے۔

اساتذہ

۱۔ علامہ عبدالغفور صاحب ۲۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب ۳۔ علامہ سید محمود رضوی صاحب ۴۔ علامہ عطا محمد چشتی ۵۔ علامہ محمد عبدالحق بندیالوی ۶۔ علامہ غلام رسول رضوی ۷۔ علامہ مہر الدین جماعتی ۸۔ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری ۹۔ علامہ سعید احمد نقشبندی ۱۰۔ علامہ جلال الدین شاہ صاحب ۱۱۔ علامہ غلام نبی، گکھڑ منڈی لاہور ۱۲۔ مولانا قاضی سلطان محمود ۱۳۔ قاضی محمود ہزاروی

تدریس

۲۹ شوال ۱۳۹۲ھ بمطابق ۴ دسمبر ۱۹۷۲ء بروز بدھ جامعہ نعمانیہ اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور میں تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور شعبان ۱۳۹۴ھ تک جامعہ نعمانیہ میں رہے پھر حیدر آباد جانے کا ارادہ تھا کہ بذریعہ مفتی گل احمد عتیقی مخدوم اہلسنت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی نے جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ میں تقرری فرمادی۔

یکم شوال ۱۳۹۴ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۷۴ء کو حضرت علامہ محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ جامعہ نظامیہ میں تشریف لائے اور ۱۹۸۷ء تک تدریس فرماتے رہے۔ اگست ۱۹۸۸ء میں آزاد کشمیر گورنمنٹ کے تحت اڑھائی سال تحصیل قاضی رہے۔ منصب قضا سے معزول

ہونے کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اور کچھ عرصہ ادارہ تعلیمات مجددیہ، شادمان کالونی لاہور میں پڑھاتے رہے۔

آپ دوبارہ ۱۹۹۳ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں مسند تدریس پر فائز ہوئے اور اس احسن انداز سے تدریس فرمائی کہ آپ کو میدانِ تدریس کا شہسوار کہا جانے لگا۔ قبل از وصال شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہو کر مسلم شریف بھی پڑھاتے رہے۔ علاوہ ازیں آپ نے جامع مسجد داتا گنج بخش علی ہجویری، جامعہ نعمانیہ لاہور اور جامع اویسیہ گوہریہ، سیالکوٹ میں دورۂ تفسیر القرآن بھی پڑھایا۔

مسندِ تدریس کا شہسوار

فاضل ذی شان تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور ہر علم میں اپنے رفقا اور اقران سے برتر و فائق تھے۔ جو فن بھی پڑھاتے ایسا لگتا تھا کہ آپ اس فن کے موجد وامام ہیں، آپ منطق اور فلسفہ کی گتھیاں سلجھاتے، متکلمین کی موشگافیاں بھی بیان کرتے، فقہی جزئیات پر عالمانہ نگاہ رکھتے اور احادیث کی تفسیر وتوضیح اور تطبیق وترجیح میں محققانہ اور فاضلانہ انداز اپناتے، علم تفسیر پڑھاتے ہوئے قرآن کو دستورِ حیات کے طور پر پڑھاتے۔ علوم وفنون کی جو کتاب بھی پڑھاتے تو ایسے معلوم ہوتا کہ شاید آپ ہی اس کتاب کے مصنف ہیں یہی وجہ ہے کہ ملک التدریس حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی جن مخصوص تلامذہ کو اہمیت دیتے تھے ان میں علامہ مقصود سابق خطیب جامع مسجد داتا دربار کے علاوہ آپ بھی سرفہرست ہیں۔ جب ملک التدریس سے اپنے قابل فخر تلامذہ کے بارے ایک انٹرویو میں پوچھا گیا تو آپ نے قابل فخر تلامذہ میں فاضل موصوف کا تذکرہ بھی فرمایا۔

منطق وفلسفہ پر آپ کو بڑا عبور حاصل تھا اس لیے اگر آپ کو اپنے دور کا علوم خیر آباد کا وارث کہا جائے تو مبالغہ نہیں آپ اپنے مشفق اور مربی محسن استاذ ملک التدریس کا مظہر اور عکس جمیل تھے اور استاذ محترم کی طرح معقول کو محسوس کر کے سمجھانا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

تلامذہ

آپ کے چند معروف تلامذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ علامہ حافظ محمد خان قادری ۲۔ شیخ الحدیث حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۳۔ مولانا خادم حسین رضوی ۴۔ علامہ طاہر تبسم قادری۔ ۵۔ شیخ الحدیث علامہ غلام نصیر الدین چشتی ۶۔ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ۷۔ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ۸۔ علامہ محمد ظہیر بٹ ۹۔ علامہ ظہور احمد جلالی۔ ۱۰۔ مفتی اکمل عطاری مدنی ۱۱۔ علامہ مفتی لیاقت ازہری ۱۲۔ مفتی محمد انوار الرسول مرتضائی ۱۳۔ مفتی محمد خلیل احمد مرتضائی ۱۴۔ علامہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی ۱۵۔ صاحبزادہ زاہد سلطانی، سجادہ نشین گلہار شریف

منصبِ قضاء

اگست ۱۹۸۸ء کو اسوقت کی آزاد کشمیر حکومت کے وزیر اعظم سردار سکندر حیات اور صدر محمد عبدالقیوم کی خواہش پر آپکی تحصیل قاضی کے طور پر ایڈھاک تقرری عمل میں آئی۔ ۱۰ اگست ۱۹۸۸ء کو آپنے اپنے آبائی ضلع کوٹلی کی بار سے خطاب کیا اور اپنے فرائض انجام دینے شروع کیے دسمبر ۱۹۹۰ء تک آپ اس منصب پر فائز رہے اس طرح اڑھائی سال آپنے قاضی کے طور پر فرائض سرانجام دیئے۔

میدان سیاست کے شہسوار

آپ جیسے میدان تدریس کے شہوار تھے اسی طرح میدان سیاست کے بھی شہسوار تھے اور جیسے منطقی اور فلسفی گتھیاں سلجھاتے اسی طرح سیاسی گتھیاں بھی سلجھاتے۔ اسی لئے آپ عرصہ دراز تک جمعیت علما جموں وکشمیر کے مرکزی نائب ناظم اعلیٰ رہے اور ناظم اعلیٰ کی ذمہ داریاں بھی آپ کو ہی نبھانی پڑتیں۔ بوقت وصال آپ جمعیت کے سینئر نائب صدر تھے اور جمعیت علمائے پاکستان صوبہ پنجاب کی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔

نیز آزاد کشمیر کی جس سنی تنظیم کو نئے دستور کی ضرورت پڑتی تو فاضل موصوف اس کی دستور کمیٹی کے چیئر مین ہوتے۔ آپ آل جموں وکشمیر سنی جہاد کونسل کے رکن، مرکزی رہنما اور دستور کمیٹی کے رکن تھے آپ کے بارے میں مجاہد تحریک آزادی کشمیر حضرت صاحبزادہ محمد عتیق الرحمن، زیب آستانہ عالیہ ڈھانگری وصدر جمعیت علمائے جموں کشمیر اکثر فرمایا کرتے کہ ''مولانا ہمارے وزیر قانون ہیں۔''

ازدواجی زندگی

۹ نومبر ۱۹۸۷ء کو آپ کی شادی ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ہوئی آپ کے تین صاحبزادے ہیں جن کے نام یہ ہیں: ۱۔ محمد سعید ۲۔ محمد ایاز۔ ۳۔ مولانا محمد ارشد (جامعہ ہجویریہ میں درس نظامی کی تحصیل میں مشغول ہیں)

فریضۂ حج

۲۳ اپریل ۱۹۹۳ء میں فریضہ حج کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے اور ۶۰ دن تک وہاں قیام فرمایا۔

امامت وخطابت

فخر الفضلا علامہ محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ نے محکمہ اوقاف کے سایہ میں مندرجہ ذیل مساجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے:

۱۔ مسجد مزار شریف، لنڈا بازار لاہور ۲۔ جامع مسجد حضرت ایاز، رنگ محل لاہور ۳۔ دربار شاہ محمد غوث، لاہور ۴۔ مسجد غلہ منڈی، شیخوپورہ۔ ۵۔ جامعہ مسجد سعدیہ، مرید کے ۶۔ جامع مسجد بلال، مصری شاہ لاہور (جہاں تادمِ آخر خطابت وامامت فرماتے رہے)

آپ کچھ عرصہ علامہ مقصود صاحب کی جگہ حصرت داتا گنج بخش علی ہجویری کی مسجد میں بھی خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔

بیعت

آپ قاضی محمد صادق المعروف خواجہ عالم گلہار شریف کوٹلی والے کے دست اقدس پر شرف بیعت رکھتے تھے۔

وصال

۱۵ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو پہلی مرتبہ بیمار ہوئے لیکن درس وتدریس سے لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ اگر تھوڑا سا بھی افاقہ ہوتا تو فوراً جامعہ پہنچ جاتے اور سبق پڑھانا شروع کر دیتے پھر آخری دفعہ ۲۵ جولائی کو بیمار ہوئے اور اس بیماری میں شدید علالت کے بعد یکم ستمبر ۱۹۹۷ء بروز پیر صبح تقریباً پونے چھ بجے کے قریب اس دارِفانی سے رخصت فرما گئے۔

تصانیف

آپ کی مندرجہ ذیل تصانیف یادگار ہیں:

۱۔اسلام میں ووٹ کی حقیقت اور ووٹرز کی شرعی ذمہ داری ۲۔التوسل (ترجمہ) ۳۔اثبات المولد والقیام (ترجمہ) ۴۔امام شرعی کون؟ (مقالہ) ۵۔مضامین قرآن اور منصب امامت ۶۔مقدمہ علیٰ کشف المحجوب ۷۔اعلی حضرت کے پیغامات علماء ومشائخ کے نام ۸۔خلاصۂ تلخیص المفتاح

اس کے علاوہ آپ نے جواہر البحار کے اردو ترجمہ پر تعارف لکھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کے رسالہ ''مشعل ہدایت'' پر دیباچہ رقم فرمایا۔ احکام طہارت (مفتی علیم الدین نقشبندی) پر بسیط مقدمہ تحریر فرمایا۔ ''الکلمۃ الملہمہ'' (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ) پر مقدمہ لکھا۔ نشری تقریریں (مفتی گل احمد عتیقی) اور تاسیس النظر پر تعارف لکھا۔ مزید برآں رضائے مصطفی گوجرانوالہ، امروز لاہور اور جنگ لاہور میں مختلف مضامین شائع ہوئے۔[1]

☆☆☆

شیخ الحدیث مفتی عبداللطیف جلالی

شیخ الحدیث مفتی عبدالطیف جلالی بن حافظ محمد صدیق ۱۹۴۵ء میں مانگٹ ضلع گجرات حال منڈی بہاؤالدین میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ۱۹۵۰ء میں سکول کی دوسری کلاس تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں کے سکول میں حاصل کی پھر بارہ سال کی عمر میں مدرسہ سہروردیہ میں حفظ شروع کیا اور ڈیڑھ سال میں حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔ بعد ازاں اپنے گاؤں ہی کے ایک مدرسہ ''جامعہ سلمانیہ رضویہ مانگٹ'' میں حضرت علامہ مولانا سعید صاحب کے پاس فارسی کی کتب پڑھیں۔ پھر جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف تشریف لے گئے اور ۱۹۶۹ء میں جملہ علوم وفنون میں مہارت حاصل کر کے سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

اساتذہ

آپ کے چند مشہور اساتذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔سید جلال الدین شاہ صاحب ۲۔حضرت علامہ مولانا نواز صاحب ۳۔حضرت مولانا نذیر صاحب ۴۔حضرت مولانا کریم بخش صاحب ۵۔حضرت علامہ مولانا یوسف افغانی ۶۔حضرت علامہ مولانا سعید صاحب

---

[1] (i) شرقپوری، غلام محمد، مفتی، قرۃ عیون الاقبال فی تذکرۃ فضلاء البندیال، بندیال شریف: جامعہ مظہریہ امدادیہ، ۲۰۱۰ء، ص: ۳۶۳ تا ۳۷۳

(ii) تبسم قادری، طاہر، علامہ، عہد ساز شخصیت (استاذ العلماء علامہ محمد رشید نقشبندی)، مشمولہ: مجلہ النظامیہ، جلد ا، شمارہ: ۴، ستمبر ۲۰۰۰ئ ء، ص: ۳۰ تا ۴۰ ملخصا

(iii) انٹرویو: خواجہ خالد محمود (برادرزادہ علامہ محمد رشید نقشبندی) وصاحبزادگان علامہ محمد رشید نقشبندی، بمقام: مغلپورہ، رہائش گاہ علامہ محمد رشید نقشبندی، بوقت: 09PM:10، بتاریخ: ۱۹ ستمبر ۲۰۱۹ء

تدریس

آپ نے تدریس کی ابتدامدرسہ عیدگاہ'' جامعہ رضویہ ضیاء القرآن'' ڈنگہ،ضلع گجرات سے کی اور دوسال تک وہاں تدریسی فرائض سرانجام دیے۔ پھر فیصل آباد میں مفتی امین صاحب کے مدرسہ'' جامعہ امینیہ'' میں تین سال تک تشنگان علم کو سیراب کیا بعدازاں آپ لاہور تشریف لے آئے اور ایک سال (۱۹۷۳ء) جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دیں پھر جامعہ نعیمیہ تشریف لے گئے اور ۲۰۱۱ء تک جملہ فنون اور کتب احادیث کی تدریس کا شرف حاصل کیا بعدازاں آپ جامعہ مدینۃ العلم، گوجرانوالہ تشریف لے گئے اور ۲۰۱۸ء تک وہاں تدریس فرماتے رہے۔

تلامذہ

آپ کے چند مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔شیخ الحدیث غلام نصیر الدین چشتی، جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور ۲۔پیر سید کرامت شاہ صاحب، آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف ۳۔پیر معظم الحق صاحب، آستانہ عالیہ معظّمہ آباد سرگودھا ۴۔صاحبزادہ افتخار احمد حبیبی شہید، ناظم اعلیٰ جامعہ نوریہ رضویہ کوئٹہ ۵۔صاحبزادہ اسرار احمد حبیبی، ناظم اعلیٰ جامعہ نوریہ رضویہ کوئٹہ ۶۔مفتی ظہور احمد جلالی، مانگا منڈی ۷۔مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی ۸۔قاری خالد صاحب، ناظم اعلیٰ جامعہ مدینۃ العلم ۱۰۔مولانا یوسف رضوی المعروف ٹو کے والی سرکار ۱۱۔ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید، سابق ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ لاہور ۱۲۔ڈاکٹر راغب حسین نعیمی، ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ لاہور ۱۳۔شیخ الحدیث رضائے مصطفیٰ نقشبندی ۱۴۔پیر مختار شاہ، امریکہ ۱۵۔میاں تنویر احمد نقشبندی، کوٹلہ شریف

امامت وخطابت

آپ نے جامعہ مسجد چٹی، شمس آباد محلہ مصری شاہ سے امامت وخطابت کا آغاز فرمایا اور سولہ سال تک وہاں یہ فرائض سرانجام دے پھر آپ جامع مسجد صدیقہ رضویہ، انجن شیڈ گڑھی شاہو لاہور میں چار پانچ سال امامت وخطابت فرماتے رہے بعدازاں آپ جامع مسجد حنفیہ غوثیہ، شادباغ میں ۱۹۹۲ء کو تشریف لے آئے اور تاحال وہاں خطابت فرما رہے ہیں۔

بیعت

آپ حضرت علامہ پیر سید جلال الدین شاصاحب، آستانہ عالیہ بھکی شریف کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔

اولاد واحفاد

آپ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔آپ کے صاحبزادوں کے اسماء یہ ہیں:

۱۔محمد عبدالسبحان ۲۔احمد رضا ۳۔محسن رضا ۴۔محمد انیس حیدر

تصنیف

آپ نے تدریسی مصروفیات کی بناء پر تصنیف وتالیف کی طرف توجہ نہ دی تاہم ایک کتاب تصنیف فرمائی: ۱۔علم غیب [1]

[1] انٹرویو: صاحبزادہ انیس حیدر بن مفتی عبداللطیف جلالی، بمقام: جامع مسجد حنفیہ غوثیہ، شادباغ، بوقت: 09:44PM، بتاریخ: ۲ ستمبر ۲۰۱۹ء

شیخ الحدیث مولانا محمد مہر دین جماعتی

حضرت علامہ مولانا محمد مہر الدین جماعتی بن چوہدری روشن دین صاحب بن چوہدری بہاول خان صاحب کی ولادت باسعادت زمیندار راجپوت گھرانے میں ۱۹۰۰ء [۱] میں بمقام خاصہ ضلع امرتسر ننھیال کے ہاں ہوئی۔

تعلیم وتربیت

ابھی آپکی سوا سال کی عمر تھی کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا اور پھر موضع لبان والا کے سکول میں چار جماعت ہی پڑھنے پائے تھے کہ ۱۹۰۹ء والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔مزید پڑھائی جاری نہ رکھ سکے ۱۸ سال کی عمر تک کاشتکاری کرتے رہے بعد ازاں دو سال محکمہ راشن سے منسلک رہے اور یوں عمر عزیز کے بیس سال گزر گئے۔

۱۹۲۰ء میں ملازمت کو خیر باد کر اجمیر شریف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کے دربار اقدس پر پہنچے وہاں علم دین کے حصول کا شوق پیدا ہوتو لاہور آ گئے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ یہاں آپ کی ملاقات حضرت مولانا صوفی غلام رسول صاحب (بلند پایہ بزرگ موضع موچھل ضلع امرتسر) سے ہوگئی۔ان سے ملاقات کر کے ماجرا بیان کیا تو وہ پڑھانے پر راضی ہوگئے۔ ۱۰ ماہ کے عرصے میں سات سپاروں کا ترجمہ پڑھ لیا۔ایک دفعہ خویش واقارب سے ملنے گھر آئے تو جی میں آیا کہ اس طرح پڑھنے کے لئے تو مدت درکار ہے اس لیے کسی اور جگہ جانا چاہیے۔آپ گوجرانوالہ کی جامع مسجد کھوجیاں والی میں پہنچے اور مولوی محمد ابراہیم سے چار پانچ ماہ میں قرآن مجید کا ترجمہ مکمل پڑھ لیا۔ان دنوں وہاں مولوی عبدالعزیز جامع مسجد کے خطیب تھے ان سے ترجمہ قرآن مجید کی تکمیل کرنے کے بعد درسیات کی ابتدا کی بعد ازاں جامعہ نعمانیہ لاہور پہنچے امتحان دے کر اچھے نمبروں میں کامیابی حاصل کر کے داخلہ لے لیا لیکن شہری فضا ساز گار نہ دیکھ کر جامعہ فتحیہ اچھرہ میں چلے گئے اور یہاں زرادی، زنجانی، فصول اکبری اور ترکیب پڑھی۔ پھر مدرسہ کریمیہ جالندھر پہنچ گئے وہاں مولوی محمد عبداللہ صاحب ہوشیار پوری اور مولوی احمد بخش صاحب [۲] سے ایک سال میں کافیہ، قدوری وغیرہ کتب پڑھیں۔

اگلے سال جامعہ فتحیہ اچھرہ میں واپس آ گئے اور مولوی ابراہیم صاحب، مولوی محمد چراغ صاحب اور مولوی حبیب شاہ صاحب خطیب مصری شاہ سے اس سال شرح وقایہ، ہدایہ اوّلین وغیرہ کتب پڑھیں۔ بعد ازاں استاذ الاساتذہ مولانا مہر محمد صاحب تلمیذ مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ، بہاولپور سے دورۂ حدیث کے علاوہ باقی کتب مثلاً ملاحسن، حمداللہ، مختصر المعانی، مطول، خیالی، صدرا، شمس بازغہ وغیرہ پڑھیں۔ دردۂ حدیث پڑھنے کے لیے امام المحدثین موالنا سید دیدار علی شاہ الوری، بانی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور اور ان کے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کیا اور ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۶ء [۳] کو سندِ فراغت

[۱] تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی میں سن ولادت ۱۹۰۱ء بتایا گیا ہے۔
[۲] تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور میں ان کا نام احمد بخش لکھا گیا ہے۔
[۳] تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور اور تذکرہ علمائے اہلسنت (محمود احمد قادری) میں ۱۹۲۹ء درج ہے۔

حاصل کی۔صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی صاحب تفسیر خزائن العرفان سے بھی سند حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

دارالعلوم حزب الاحناف ہی میں مولانا حبیب شاہ صاحب سے کتب طب موجز، قانونِ شیخ اور قانونچہ طب کا درس لیا اور ۱۹۵۴ء میں دارالعلوم طب جدید، مشرقی شاہدرہ لاہور سے امتحان دے کر افتخار الاطباء کی سند حاصل کی۔

اساتذہ

آپ کے جلیل القدر اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔صوفی غلام رسول صاحب موچھلی ۲۔مولوی محمد ابراہیم ۳۔مولوی عبد العزیز ۴۔مولوی محمد عبداللہ صاحب ہوشیار پوری ۵۔مولوی احمد بخش صاحب ۶۔مولوی چراغ صاحب ۷۔مولوی حبیب شاہ صاحب ۸۔مولانا مہر محمد صاحب اچھروی ۹۔مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب ۱۰۔ابوالبرکات سید احمد قادری صاحب

تدریس

آپ ایک سال ہرسہ کوٹ لائلپور، سات سال جامعہ نعمانیہ لاہور، دو سال مسجد شکر خاں احمد آباد یوپی، دس گیارہ سال حزب الاحناف لاہور میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔شاہ عالم مارکیٹ لاہور کے نزدیک نیویں مسجد نیا بازار میں مدرسہ غوثیہ لاثانیہ قائم کیا چار سال کے بعد اسے کراؤن چوک کے گڑھی شاہو کی جامع مسجد منتقل کر دیا وہاں حالات اور زیادہ ناساز ہو گئے جس کی بنا پر مدرسہ سے دستبردار ہونا پڑا۔

پھر ایک سال تک برکات العلوم مغلپورہ، لاہور اور ایک سال جامعہ حنفیہ قصور پڑھاتے رہے۔ ۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۶ء جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شیخ الحدیث رہے۔اس اثنا میں چونکہ آپ مستقل طور پر مصری شاہ قیام پذیر ہو گئے تھے اس لیئے اپنے گھر پر ہی غوثیہ لاثانیہ کے نام سے مدرسہ قائم فرما کر سلسلۂ تدریس شروع فرمایا جہاں تا دمِ آخریں تدریس فرماتے رہے۔

تلامذہ

آپ کے چند معروف تلامذہ کے اسماء ذکر کیے جاتے ہیں:

۱۔سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر صاحب، کوٹلی لوہاراں سیالکوٹ ایڈیٹر ماہنامہ ماہِ طیبہ ۲۔خطیب پاکستان مولانا غلام الدین، انجن شیڈ لاہور ۳۔شیخ الحدیث مولانا سید محمود احمد رضوی، مدیر رضوان لاہور ۴۔مولانا محمد عبداللہ صاحب، مہتمم جامعہ حنفیہ قصور ۵۔مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ۶۔مولانا محمد عالم صاحب، سیالکوٹ ۷۔مولانا انوار الاسلام صاحب، ناظم مکتبہ حامدیہ لاہور ۸ صاحبزادہ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی ۹۔مولانا باغ علی نسیم صاحب ۱۰۔مولانا مظفر اقبال رضوی صاحب، لاہور ۱۱۔سید مزمل حسین شاہ صاحب، لاہور ۱۲۔مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی، خطیب مسجد داتا صاحب لاہور ۱۳۔مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی ۱۴۔مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی ۱۵۔مولانا سید غلام مصطفی بخاری عقیل

بیعت

آپ ۱۹۳۱ء میں امیر طریقت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔[1]

تصانیف

حضرت مولانا مہر الدین نقشبندی جماعتی رحمہ اللہ نے تبلیغی اور تدریسی مصروفیات کے باوجود چند ایک نہایت قابل قدر کتب تصنیف فرمائیں جن کے اسماء یہ ہیں:

۱۔تسہیل المبانی شرح اردو مختصر المعانی (تکمیل ۱۹۵۵ء) ۲۔فیصلہ شرعیہ بر حرمتِ تعزیہ ۳۔حل قطبی (اردو) ۴۔مسائل رمضان ۵۔النداء بحرف الیاء ۶۔مسائل شب برأت ۷۔ردِّ خاکسار ۸۔مفہوم بدعت ۹۔عقیدہ حیات مسیح اور فتنہ مرزائیت ۱۰۔شفاعت کی حقیقت ۱۱۔بہارِ جنت ۱۲۔مقالاتِ مولانا محمد مہر الدین ۱۳۔حیاتِ جاوداں [2]

شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی صاحب نے بیان فرمایا:

''جب تسہیل المبانی چھپ کر آئی حزب الاحناف میں سالانہ جلسہ ہو رہا تھا حضرت علامہ عبد الغفور ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریر فرما رہے تھے اور حضرت علامہ مہر الدین صاحب بھی تشریف فرماتے تھے حضرت ہزاروی صاحب کو کسی نے وہ کتاب پیش کی تو آپ نے تقریر میں فرمایا:

''لوگ آکھدے نیں علامہ تفتازانی فوت ہوگیا اے! کون آکھدا اے فوت ہوگیا اے؟ اے تکّو نے علامہ تفتازانی بیٹھے نے (حضرت مہر الدین صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا)۔اے اِس دی گواہی اے (کتاب کو بلند کرکے کہا) میں تکیا اے اِس نوں دو چار مقامات توں، انہاں نے موتی پروئے نیں۔لوگ آکھدے نیں علامہ تفتازانی فوت ہوگیا اے، علامہ تفتازانی اے بیٹھے نیں کسے نے تکنا ہوئے تو اِس نوں تک لوّے۔'' [3]

وفات

آپ کا وصال ۱۲ ربیع الاوّل......کو ہوا۔حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی بیان فرماتے ہیں:

''آپ کا وصال ۱۲ ربیع الاوّل کو مصری شاہ میں ہوا اُس روز تمام علمائے کرام اور طلبا اپنے اپنے علاقوں میں گئے ہوئے تھے اور اس وقت رابطے کے اتنے انتظامات بھی نہ تھے۔جس طرح آپ شہرت کو ناپسند فرماتے تھے اور ساری عمر عزلت نشینی میں گزار دی آپ کا جنازہ بھی ویسا ہی ہوا۔حضرت مفتی عبد القیوم ہزاروی صاحب نے تین چار تانگے لوہاری سے کروائے اور علماء کرام اور طلبہ آپ کے جنازہ میں پہنچے۔بعد ازاں جامع کے رضا ہال (جہاں اب رضا لائبریری موجود ہے) میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ختم چالیسواں کروایا

[1] شرف قادری، عبد الحکیم، علامہ، عظمتوں کے پاسباں، المتاز پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص: ۲۹۸ تا ۳۰۴ ملخصاً
[2] جماعتی، محمد مہر الدین، مولانا، عقیدہ حیات مسیح اور فتنہ مرزائیت لاہور: مکتبہ جمال کرم، ۲۰۰۲ء، ص ۱۲
[3] انٹرویو: شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی، بمقام: جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور، بوقت: 09:30AM، بتاریخ: ۴ اگست ۲۰۱۹ء

جس میں شیخ الحدیث علامہ سید محمود احمد رضوی، مولانا سلطان باہو (پسر حضرت علامہ محمد عمر اچھروی) اور مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب نے خطابات فرمائے''۔[1]

☆☆☆

شیخ الحدیث والفقہ حسن الدین ہاشمی

شیخ الفقہ والقانون حضرت علامہ مولانا حسن الدین ہاشمی بن فرید العصر مولانا فرید الدین (متوفی ۷ شوال ۱۳۹۲ھ/ ۱۴ نومبر ۱۹۷۲ء) بن حضرت مولانا احمد الدین بن مولانا امیر حمزہ قدست اسرارھم ۲۱ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ/ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۰ء کو قصبہ بھوئی گاڑ ضلع کیملپور کے مقام پر پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلہ نسب امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے اور آپ کا علمی خاندان پورے علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے آپ کے والد ماجد حضرت مولانا فرید الدین تایا حضرت علامہ مولانا محب النبی اور جد امجد مولانا احمد الدین متبحر علما تھے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم بھیرہ ضلع سرگودھا میں مولانا محی الدین بھیروی سے حاصل کی پھر صرف ونحو کی کتب اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے منڈی وار برٹن ضلع شیخوپورہ میں پڑھیں دیگر علوم فنون کی کتب اہل سنت کی مرکزی درسگاہ مدرسہ عربیہ انوار العلوم، ملتان میں پڑھنے کے بعد کتب احادیث جامعہ غوثیہ، گولڑہ شریف میں اپنے عمّ استاذ العلما حضرت مولانا محب النبی قدس سرہ العزیز (متوفی ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ/ ۲۲ مارچ ۱۹۷۶ء) سے پڑھ کر سند فراغت ودستارِ فضیلت حاصل کی۔

اساتذہ

آپ کے جلیل القدر اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔مولانا محی الدین بھیروی ۲۔فرید العصر مولانا فرید الدین ۳۔استاذ العلما حضرت مولانا محب النبی

تدریس وخطابت

آپ فراغت کے بعد دار العلوم حزب الاحناف، لاہور میں مسند تدریس پر فائز ہوئے اور ساتھ ہی مسجد شمس الدین، مصری شاہ میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا کچھ عرصہ دار العلوم انجمن نعمانیہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

[1] انٹرویو: شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی، بوقت: 10:00AM، بتاریخ: ۲۹ ستمبر ۲۰۱۹ء

سابق صدر پاکستان محمد ایوب خان کے دورِ اقتدار میں جب جامعہ عباسیہ (جامعہ اسلامیہ) بہاولپور کو سرکاری تحویل میں لیا گیا تو آپ جامعہ میں فقہ وقانون کے استاذ مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف لاہور میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ اور پھر ۱۹۷۴ء میں دوبارہ جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) بہاول پور تشریف لے گئے۔

۱۹۷۵ء میں جب جامعہ اسلامیہ (اسلامی یونیورسٹی) سے رخصت پر آئے تو لاہور میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے طلبا کو درس حدیث دینا شروع کیا اور ڈھائی تین ماہ بعد واپس جامعہ اسلامیہ تشریف لے گئے بعد ازاں آپ امریکہ تشریف لے گئے اور تا حال وہیں مقیم ہیں۔

تلامذہ

آپ کے چند مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی صدیق ہزاروی ۲۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبدالستار سعیدی ۳۔ حضرت علامہ سید غلام مصطفی بخاری عقیل ۴۔ علامہ غلام رسول صدیقی ۵۔ علامہ محمد بشیر نقشبندی ۶۔ علامہ غلام حیدر تونسوی ۷۔ علامہ سید محمد حنیف شاہ بخاری ۸۔ علامہ حافظ محمد امین ۹۔ علامہ حافظ احسان اللہ ہزاروی۔ ۱۰۔ علامہ حافظ عبدالقیوم

تصانیف

حضرت علامہ سید حسن الدین ہاشمی نہ صرف کامل مدرس ہیں، صاحب قلم بھی ہیں۔ لاہور میں تدریس وخطابت کے دوران آپ نے ماہنامہ ''ترجمان حقیقت'' جاری فرمایا نیز جامعہ اسلامیہ بہاول پور کے مجلہ کی ادارات بھی فرماتے رہے۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ البیان المعقول شرح قال اقول ۲۔ شرح سبہ معلقات ۳۔ دیوبندی دھرم [1]

☆☆☆

مولانا سید غلام مصطفی بخاری عقیل

مولانا سید غلام مصطفی بخاری عقیل ۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء کو آزاد کشمیر سابقہ ضلع پونچھ حال ضلع حویلی کے مرکزِ رشد وہدایت جبی سیّداں المعروف چھوٹا مکہ میں سید بہادر شاہ صاحب مرحوم کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ماں باپ دونوں کی طرف سے تقریباً ۲۸ واسطوں برصغیر کے عالمی شہرت یافتہ ولی اللہ سات سلاطینِ ہندوستان کے مرشد جلال الدین حسین مخدوم جہانیاں جہاں گشت (اوچ شریف) اور ان کے توسط سے اہل بیت کے آٹھویں امام، امام علی النقی اور پھر امام حسین تک پہنچتا ہے یوں مولانا نجیب الطرفین سادات میں سے ہیں۔

تعلیم وتربیت

---

۱ (i) تعارف علماء اہلسنت، ص: ۹۱ تا ۹۳ ملخصاً
(ii) فاروقی، اقبال احمد، پیرزادہ، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت لاہور، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۹۸۷ء، ص: ۴۲۲

آپ نے قرآن پاک اور ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی۔سکول کی تعلیم کے لیے مقامی گورنمنٹ پرائمری سکول میں داخلہ لیا۔کلاس چہارم تک تمام علاقائی سکولوں میں (جن میں مقامی ہائی سکول بھی شامل تھا) اول آتے رہے۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں انڈیا نے درہ حاجی پیر کے علاقہ پر قبضہ کر لیا جس کی وجہ سے اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کر کے پلندری تحصیل سدھنوتی چلے آئے یہاں مقامی ہائی سکول میں پانچویں کلاس میں داخلہ لیا لیکن مقامی طلبہ کے متعصّبانہ سلوک سے دلبرداشتہ ہو کر سکول چھوڑ دیا اور ایک بڑے مقامی مدرسہ تعلیم القرآن، پلندری (جو کہ دیوبندی مکتبہ فکر کا مدرسہ تھا کیونکہ اہل سنت کا ان دنوں کشمیر میں سرے سے کوئی مدرسہ نہ تھا) میں داخلہ لے کر قرآن کریم حفظ کرنا شروع کر دیا اور ایک ماہ میں ڈھائی پارے حفظ کر لیے۔مگر چونکہ آپ کا ذاتی رجحان درسِ نظامی کی طرف تھا لہٰذا نیا سال شروع ہونے پر ۱۹۶۶ء میں مولانا نے درس نظامی میں داخلہ لے لیا اور ۱۹۶۸ء تک تین سال اول پوزیشن میں امتحان پاس کرتے رہے اور ہر سال صدر آزاد کشمیر خان عبدالحمید خان صاحب (جو ہر سال جامعہ کے سالانہ جلسہ کے آخری اجلاس کے مہمان خصوصی ہوتے تھے اور جامعہ کو بھاری امداد دیا کرتے تھے) سے انعام حاصل کرتے رہے۔جامعہ کے سالانہ امتحان میں ہر سال اور جامعہ کے اندرونی امتحان میں مسلسل بے مثال کامیابی حاصل کرنے کی بناء پر مقامی سدھن برادری کے طلبہ شدید حسد کا شکار ہو گئے (کہ یہ غیر مقامی کسی کو آگے نکلنے نہیں دیتا) اور آپکو کو جان سے مارنے کی دھمکیاں دینے لگے جس کی وجہ سے آپ کو یہ مدرسہ چھوڑنا پڑا۔

آپ نے ۱۹۶۹ء میں جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام، عباس پور میں داخلہ لے لیا اور دو سال تعلیم حاصل کی۔۱۹۷۰ء میں آپکو آپ کے والد (جو اہل سنت بریلوی مکتبہ فکر کے مشائخ میں سے تھے) لاہور لے آئے اور جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج میں داخلہ دلوایا۔آپ نے یہاں دسمبر ۱۹۷۱ء تک تعلیم حاصل کی اور دسمبر ۱۹۷۱ء میں جب سقوط ڈھاکہ کی جنگ پورے شباب پر تھی آپ جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں جامعہ رسولیہ شیرازیہ کے مہتمم جناب مولانا محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ کی اجازت سے داخل ہو گئے جہاں پر مولانا نے ایک نمایاں کارکردگی کے حامل طالب علم کے ساتھ ساتھ ایک طالب علم لیڈر کا کردار بھی بخوبی ادا کیا ۱۹۷۵ء میں سند فراغت حاصل کی۔آپ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے دورۂ حدیث کی پہلی کلاس میں شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبدالستار سعیدی اور شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب کے ہم جماعت ہیں۔

اساتذہ

آپ کے چند مشہور اساتذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔شرف ملت مولانا عبدالحکیم شرف قادری ۳۔مولانا مفتی گل احمد عتیقی ۴۔مولانا حسن الدین ہاشمی ۵۔مولانا مہر الدین جماعتی علیہ الرحمۃ ۶۔مولانا عطا محمد متین ۷۔مولانا محمد علی نقشبندی ۸۔مولانا صدیق نقشبندی

تدریس

آپ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تقریباً پندرہ سال (۱۹۷۵ء تا ۱۹۸۹ء) تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے اس دوران

آپ ڈیڑھ سال ناظم تعلیمات بھی رہے۔جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں ایک سال، جامعہ حیات القرآن میں ایک سال اور جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن ، ماڈل ٹاؤن لاہور میں ۴ سال درس نظامی واستاذ الحدیث کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں اور ہزار ہا طلبہ کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ ۱۹۹۵ء میں منہاج القرآن چھوڑنے کے بعد آپ تا حال اپنے قائم کردہ مدرسہ جامعہ مدینۃ العلم، رانا ٹاؤن میں درس نظامی کی باقاعدہ تعلیم دے رہے ہیں۔

تعلیمی ادارہ جات کا قیام

آپ نے ۱۹۹۰ء میں تحصیل فیروز والہ کے علاقہ رانا ٹاؤن میں جامعہ مدینۃ العلم کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا۔اس جامعہ کے اعزازات میں ملکی سطح پر خواتین قاریات کے مقابلہ حسن قرأت میں ملک بھر میں تیسری پوزیشن حاصل کرنا بھی ہے علاوہ ازیں عصری ضروریات کو دیکھتے ہوئے جامعہ کے ساتھ ایک ہائی سکول کا بھی ۱۹۹۴ء میں آغاز کیا گیا جو''ازہر ماڈل ہائی سکول'' کے نام سے شاندار تعلیمی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

آپ کی تعلیمی وتدریسی سرگرمیوں میں ڈنمارک کے قیام (۲۰۰۶ءتا۲۰۰۹ء) کے دوران درس نظامی کی کلاس کا باقاعدہ آغاز بھی ایک اعزاز ہے ان طلبہ میں سے جنہوں نے آپ سے پڑھنا شروع کیا اس وقت دو طلبہ مکمل عالم دین بن چکے ہیں اور یہ سکینڈے نیویا کی تاریخ کے اہل سنت کے طبقہ سے پہلے یورپی نیشنلٹی ہولڈر دو علما ہوں گے۔علاوہ ازیں آپ نے وہاں پر طالبات کی ایک بڑی کلاس کو دو سال کا ایک مخصوص نصاب پڑھایا اور دو درجن کے قریب طالبات نے عالمہ فاضلہ کورس شروع کیا ہوا تھا جب آپ ڈنمارک چھوڑ کر واپس پاکستان آگئے۔

تلامذہ

آپ کے چند مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ڈاکٹر مولانا ممتاز احمد سدیدی ۲۔ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ۳۔ علامہ خادم حسین رضوی ۴۔مفتی محمد اقبال چشتی ۴۔مولانا سردار احمد احسن قادری ۵۔مولانا محمد صادق قریشی ،لندن ۶۔مولانا محمد رمضان قادری ،لندن ۷۔علامہ محمد ظہیر بٹ صاحب ۸۔مولانا شیخ فرید، سابق ضلع قاضی آزاد کشمیر ۹۔مولانا محمد عارف نقشبندی، ضلع مفتی آزاد کشمیر ۱۰۔مولانا مفتی یار محمد، انگلینڈ ۱۱۔مولانا محمد جمشید، انگلینڈ ۱۲۔مولانا محمد انور، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ ۱۳۔مولانا علی رضا بخاری، آستانہ عالیہ بساہاں شریف آزاد کشمیر ۱۴۔مولانا اسد الہ شاہ صاحب، چورہ شریف، ۱۵۔صاحبزادہ معظم سلطان قادری، دربار شریف حضرت سلطان باہو

سیاسی وسماجی سرگرمیاں

حضرت علامہ مولانا سید غلام بخاری عقیل چار سال تک طلبہ کی تنظیم بزم رضا کے صدر اور ایک سال ناظم اعلیٰ رہے۔جب پاکستان میں طلبا کے لیے رعایتی کرایہ کارڈ سکیم کا اجرا ہوتو تمام مکاتب فکر کے دینی طلبہ نے مل کر ایک تنظیم اس غرض کے لئے بنائی کہ دینی مدارس کو بھی یہ سہولت حاصل ہونی چاہیے۔آپ اس تنظیم کے سیکرٹری جنرل تھے چنانچہ اس تنظیم کے مطالبہ پر دینی مدارس کو بھی جناب محمد حنیف رامے

(سابق وزیر اعلیٰ پنجاب) نے رعایتی کرایہ کارڈ کی سہولت عطا فرمادی۔ ۱۹۷۴ء میں جب تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو آپ نے انجمن طلبہ اسلام کے سٹیج سے بطور طالب علم لیڈر اس تحریک میں جاندار کردار ادا کیا اور اس متحرک کردار کی بدولت انہیں تین ماہ تک قید و بند کی صعوبتوں کے ساتھ ایک سال تک عدالت میں مقدمات میں پیشی کی سزا بھی بھگتنا پڑی۔ اس تحریک کے دوران تمام مکاتب فکر کے سکول، کالج اور دینی مدارس کے طلبہ نے "تحفظ ختم نبوت طلبہ محاذ" کی تشکیل کی جس کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے بھی آپ نے بھرپور کردار ادا کیا۔

آپ کو سیاست اور مسئلہ کشمیر سے شروع سے ہی دلچسپی تھی چنانچہ ۱۹۷۲ء میں آپ نے جمعیت علماء جموں وکشمیر میں شمولیت اختیار کی اور طویل عرصہ لاہور کے صدر رہے اور اس حیثیت میں لاہور میں مسئلہ کشمیر کے معاملات پر متحرک کردار ادا کیا۔ ۱۹۸۷ء میں آپ کو جمعیت علماء جموں وکشمیر کا مرکزی سیکرٹری اطلاعات بنا دیا گیا اور اس حیثیت میں جب ۱۹۸۹ء میں کشمیر میں مسلح جدوجہد شروع ہوئی تو آپ نے نہ صرف پے در پے کشمیر کانفرنس اور مظاہروں کا لاہور میں لاہور کی جمعیت شاخ سے مل کر انعقاد کرایا بلکہ لاہور میں آپ کی تجویز پر افغان مجاہدین کی طرح کُل جماعتی تنظیم قائم ہوئی جس میں ہر جماعت کو باری باری صدارت اور نظامت ملتی تھی اس کا فورم تو تشکیل پا گیا اور آپ اس کے ناظم اعلیٰ بھی بنے مگر کچھ عرصہ کی بھرپور سرگرمیاں بڑے بڑے لیڈروں کی نیندیں اڑانے کے لئے کافی تھیں، جس کی وجہ سے یہ فورم ان لوگوں نے آہستہ آہستہ غیر متحرک کروا دیا۔

آپ نے یہ تجویز مرکزی سطح پر بھی تنظیم کے قیام کے لئے پیش کی جس کی تحسین سردار محمد ابراہیم خان صاحب نے ایک مکتوب (بنام مولانا سید غلام مصطفی بخاری عقیل) میں کی اور اپنی جماعت کی اس تنظیم میں شمولیت پر آمادگی کا اظہار بھی کیا مگر یہ تجویز سردار عبدالقیوم خان نے مرکز میں اپنی ذاتی حیثیت کم ہو جانے کے خدشہ کی بدولت پروان نہ چڑھنے دی اور یہ طریقہ ناکام ہو گیا۔

علاوہ ازیں جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ بھی بھرپور تعلق رہا۔ پی پی نمبر ۱۲۳ لاہور کے صدر اور لاہور ڈویژن کی تنظیم کے چیف آرگنائزر اور مرکزی شوریٰ کے ممبر رہے۔ تین سال تک جمعیت علماء جموں کشمیر کے ایڈیشنل سیکرٹری بھی رہے اور جمعیت علماء پاکستان کے ریسرچ سیل کے انچارج کی حیثیت سے جمعیت کا ۱۹۸۸ء کا انتخابی منشور آپ نے اپنے قلم سے مولانا شاہ احمد نورانی کی خواہش پر تحریر کیا۔ جب آپ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے شعبہ تدریس سے منسلک ہوئے تو مولانا ڈاکٹر طاہر القادری کے ذاتی کوٹہ سے منہاج القرآن کی مرکزی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے۔

۱۹۹۹ء میں جماعت اہلسنت جموں وکشمیر کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور بلحاظ عہدہ جماعت اہل سنت پاکستان کی مرکزی عاملہ کے ممبر بھی رہے ایک موقع پر جماعت اہلسنت جموں وکشمیر کے وفد کے کارکن کی حیثیت میں آپ نے صدر پاکستان جناب رفیق تارڑ کے ساتھ ملاقات بھی کی اور کشمیر کے علاوہ بہت سے قومی اور بین الاقوامی معاملات پر جماعت کا موقف ان کے سامنے رکھا۔

تحریک آزادیٔ کشمیر میں حصہ

کشمیر کی آزادی کے لیے بہت سی تنظیموں کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے۔ سب سے شاندار کام یہ تھا کہ آپ نے ایک خط میں، جو مولانا مفتی گل احمد عتیقی (سینئر نائب صدر جمعیت علماء جموں وکشمیر) اور مولانا محمد رشید نقشبندی (مرکزی نائب ناظم اعلیٰ جمعیت علماء جموں و

کشمیر) کے سامنے لکھا گیا، مولانا سعید احمد مجددی کو سنی جہاد کونسل کی تشکیل کی تجویز دی جس پر مولانا مجدد صاحب نے یہ کونسل تشکیل دی ۔آپ اس کونسل کی اعلیٰ اختیارات کی کونسل کے رکن، مرکزی نائب ناظم اعلی اور قائم مقام ناظم اعلیٰ رہے اور مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کو سپورٹ دینے کے ساتھ ساتھ مخیرین کے تعاون سے مہاجرین میں لاکھوں روپے نقد اور ہزاروں من جنس وغیرہ تقسیم کی۔علاوہ ازیں جہاد کانفرنسوں کے ذریعہ ہزار ہا اجلاس منعقد کر کے ذہن سازی کا فریضہ انجام دیا اور فارورڈ کہوٹہ تحصیل حویلی کے جمعیت علماء جموں و کشمیر کے دفتر کو مقبوضہ کشمیر سے آنے والے مجاہدین کے آرام وعلاج کے مرکز میں طویل عرصہ تبدیل کیئے رکھا جہاں مشہور کشمیری مجاہد اشفاق وانی کئی مرتبہ مقیم رہے۔

ملازمت

آپ ۱۹۸۰ء میں بحیثیت خطیب محکمہ اوقاف میں بھرتی ہوئے۔ ۱۹۹۳ء میں ڈسٹرکٹ خطیب اور ۲۰۰۰ء میں ڈویژنل خطیب ترقی یاب ہوئے۔ ۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۶ء تک مسجد وزیر خاں رہے ۲۰۰۶ء تا ۲۰۰۹ء یورپ میں مقیم رہے پھر ۲۰۰۹ء سے ۲۰۱۱ء تک ڈیرہ غازی خاں رہے اور ۲۰۱۱۲-۲۰۱ء گوجرانوالہ میں رہے بعد ازاں ۲۰۱۲ء تا ۲۰۱۸ء مسجد وزیر خاں خطبہ جمعہ دیتے رہے۔آپ ۲۰۱۸ء میں بحیثیت صوبائی خطیب ریٹائر ہوئے۔

زیارت حرمین شریفین

۲۰۰۷ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حرمین شریفین کی حاضری بصورت حج وعمرہ عطا کی۔

اولاد امجاد

آپ نے ۱۹۸۲ء میں اپنی چچازاد سے شادی کی اور ان سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار فرزند اور تین دختریں عطا فرمائیں۔

خطابت

دوسال کاچھو پورہ میں خطابت فرماتے رہے بعد ازاں ۱۲ سال دربار شاہ ابو المعالی میں خطیب رہے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔غوث پاک بے مثال مبلغ اسلام ۲۔ارشاد الساری شرح بخاری (از مولانا احمد رضا خان بریلوی) کی تحقیق اور ترجمہ ۳۔مسلمان خواتین کی علمی خدمات ۴۔اسلام کا نظام عدل واحسان ۴۔حضرت شاہ ابو المعالی ۵۔شرح اصول الشاشی ۶۔تاریخ اسلام (ترجمہ) ۷۔شرح تیسیر مصطلح الحدیث ۸۔شرح شرح عقائد ۹۔شرح نور الایضاح ۱۰۔شرح فقہ اکبر ۱۱۔شرح قدوری (عربی) ۱۲۔شرح مسند امام اعظم ۱۳۔ نزولِ حجاب کے بعد دور رسالت میں مدینہ منورہ کی معاشرتی سرگرمیاں ۱۴۔ یورپ کا سفرنامہ [1]

[1] بخاری عقیل، سید غلام مصطفی، مفتی، التعلیقات الفاطمیہ علی اصول الشاشی، رانا ٹاؤن: جامعہ مدینۃ العلم، ۲۰۱۲ء، ص: ۴ تا ۱۲ ملخصاً

شعروشاعری

آپ شعروشاعری کا ذوق سلیم رکھتے ہیں۔یورپ کی ایک مسجد میں آپ تاریخ اسلام کا ترجمہ کررہے تھے جس کی چھت پہ میوزک شاپ تھی کرسمس ڈے تھا اور میوزک پہ لڑکیاں ناچ رہی تھیں آپ نے ترجمہ کرتے کرتے رُک کر یہ اشعار لکھے:

میری چھت پہ دما دم نچنیوں کا شور ہے
حضرت انسان کا خوش رہنے پہ سارا زور ہے
قدرت حق دیکھ کر حیراں سا میں ہوتا رہا
ساز اور سجدہ ہے یکجا کیا مقام غور ہے
یہ خدائی ہے ارے ناداں تو اس پہ غور کر
کیا خدا تیرا ہے تو ان کا خدا کوئی اور ہے
وہ یقینا خوش ہے دنیا کے نرالے رنگ پر
ایک ہی جنگل میں اک کوا دوجا مور ہے
نعمتیں سب کو برابر اس کی ملتی ہیں یہاں
چاہے وہ غوث زمان ہے یا اُچکا چور ہے
کیا نہیں ممکن کہ سب کو بخش دے محشر میں
کیا جہنم کا خدا کے سامنے کوئی زور ہے

۱۹۸۹ء کو کشمیر میں الیکشن کے لیے گئے تو تحریک چل رہی تھی۔ڈگری کالج میں مشاعرہ ہو رہا تھا آپ وہاں پہنچے تو آپ کو بھی شمولیت کا کہا گیا۔شعراء کلام پیش کررہے تھے۔طرح مصرع تھا:''جسے جینا ہو مرنے کے لیے تیار ہو جائے''۔جب آپ کی باری آئی تو آپ نے گرہ لگائی:

شہادت کی جواں مردوں فقط اتنی حقیقت ہے
جسے جینا ہو مرنے کے لیے تیار ہو جائے
بلا خیبر بھی ٹوٹا ہے کبھی نعروں سے جلسوں سے
یہ توڑے گا وہی جو حیدر کرار ہو جائے

عدو کی ہوشیاری اور طاقت کا علاج فقط اتنا
کہ کربل گرم پھر کشمیر میں اک بار ہو جائے[1]

☆☆☆

شیخ الحدیث حافظ محمد عبد الستار سعیدی

شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی بن چوہدری شیر دل بن جعفر خان نمبر دار ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو بمقام گاؤں گنگانوالہ ضلع و تحصیل راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی قرآن کریم ناظرہ اور پرائمری تک اپنے ہی گاؤں میں پڑھتے رہے پھر حفظ القرآن کے لیے ''مدرسہ اعجاز القرآن'' جامع مسجد ٹھیکیداراں ڈھوک رتہ راولپنڈی میں داخلہ لیا اور صوفی کامل حضرت مولانا حافظ محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ سے ۱۹۶۵ء میں حفظ قرآن کی تکمیل کی۔ بعد ازاں ۱۹۶۹ء میں ڈی سی ہائی سکول چکری ضلع راولپنڈی سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔

پھر آپ علوم دینیہ کی طرف راغب ہوئے اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی گل احمد عتیقی صاحب سے فارسی، صرف اور نحو کی ابتدائی کتب شرح جامی تک پڑھیں۔ ۱۹۷۲ء میں دار العلوم احسن المدارس راولپنڈی میں داخل ہو کر شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد سلیمان صاحب چشتی رضوی سے موقوف علیہ کی تکمیل کی اور ساتھ ہی ۱۹۷۴ء میں سرگودھا بورڈ سے پرائیویٹ طور پر میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۴ء میں دوبارہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخلہ لے کر منتہی کتب پڑھیں، دورۂ حدیث شریف کیا اور تنظیم المدارس کی سند حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ نے دورۂ تفسیر القرآن، مطالب القران کورس، تجوید و قرأت اور سہ ماہی تربیتی کورس برائے ائمہ خطبا از محکمہ اوقاف بھی کیا۔

اساتذہ

آپ کے معروف اساتذہ کرام کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ شیخ الحدیث مولانا محمد مہر الدین جماعتی رحمہ اللہ ۲۔ استاذ العلما مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمہ اللہ ۳۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمہ اللہ۔ ۴۔ شیخ الفقہ حضرت مولانا حسن الدین ہاشمی ۵۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیمان رضوی ۶۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد گل احمد خان عتیقی ۷۔ حضرت مولانا محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ ۸۔ صوفی کامل حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ

[1] انٹرویو: علامہ مفتی سید غلام مصطفی بخاری عقیل، بمقام: جامعہ مدینۃ العلم، رانا ٹاؤن، بوقت: 09:30 AM، بتاریخ: ۱۶ ستمبر ۲۰۱۹ء

تدریس

آپ شوال ۱۳۹۶ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۷۶ء سے تا حال جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری گیٹ لاہور میں تدریسی امور سرانجام دے رہے ہیں خصوصاً ۲۰۰۲ء سے تا حال صحیح بخاری شریف پڑھانے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ جامعہ کے ناظم تعلیمات بھی ہیں نیز ''بزم رضا'' کے صدر بھی ہیں۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے تاہم چند کے اسماء یہ ہیں:

۱۔شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی، جامعہ نعیمیہ لاہور ۲۔شیخ الحدیث حضرت علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۳۔شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ ظہیر بٹ، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۴۔شیخ الحدیث حضرت علامہ خادم حسین رضوی، امیر تحریک لبیک پاکستان ۵۔شیخ الحدیث قاضی ابومحمد خلیل احمد قادری، جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور ۶۔حضرت علامہ مفتی محمد طاہر تبسم قادری، سابق سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۷۔حضرت علامہ دل محمد چشتی صاحب، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۸۔حضرت علامہ قاری احمد رضا سیالوی صاحب، ناظم تعلیمات، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۹۔حضرت علامہ واحد بخش سعیدی صاحب، سینئر مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۱۰۔حضرت علامہ مفتی خلیل احمد مرتضائی صاحب، بانی وسرپرست جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف ۱۱۔حضرت علامہ مفتی محمد انوار الرسول مرتضائی، نائب صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان ۱۲۔حضرت علامہ مفتی محمد تنویر القادری، مفتی دارالفتا جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

خطابت

۱۹۷۲ء میں جامع مسجد تازہ گل، ڈھوک رتہ راولپنڈی سے خطابت کا آغاز کیا چھ ماہ وہاں گزارے پھر دوسال تک جامع مسجد حوض اللہ دین، ڈھوک رتہ راولپنڈی، بعدازاں ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۴ء تک دس سال جامع مسجد غوثیہ، قلعہ گوجر سنگھ لاہور اور ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۷ء تک جامع مسجد شومارکیٹ، لاہور میں خطابت کے جوہر دکھائے۔ ۳ مارچ ۱۹۸۷ء سے تا حال جامع مسجد مسلم، بیرون لوہاری گیٹ لاہور اور ۲۳ مارچ ۱۹۹۰ سے تا حال جامع مسجد یارسول اللہ، گلشن راوی میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

بیعت

آپ ۱۲۲ کتوبر ۱۹۷۹ء کو غزالئ دوراں رازئ زمان حضرت علامہ مولانا الحاج سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

زیارت حرمین

آپ کو ۱۹۸۳ء، ۲۰۰۶ اور ۲۰۰۹ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی اور حسن اتفاق کہ پہلی دومرتبہ حج جمعۃ المبارک کو ہوا جبکہ تیسرا حج جمعرات کو ہوا۔ علاوہ ازیں ۱۹۹۶ء، ۲۰۰۱ء، ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۶ء، ۲۰۰۸ء، اور ۲۰۱۲ء میں بصورتِ عمرہ زیارت حرمین کی سعادت سے

بہرور ہوئے۔ ۲۰۱۲ء سے تاحال ہر سال رمضان المبارک میں یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

اعزازات

رضا فاؤنڈیشن لاہور کی طرف سے گولڈ میڈل، مجلس علماء نظامیہ کی طرف سے شاندار دینی خدمات پر گولڈ میڈل اور پاکستان سنی رائٹرز گلڈ کی جانب سے ۸۱۔۱۹۸۰ میں بہترین مصنفین میں پہلا انعام حاصل ہوا۔ برکاتی فاؤنڈیشن کی طرف سے فتاوی رضویہ پر تحقیقی کام کرنے پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کو چاندی میں تولا گیا جس کا وزن اکیاسی (۸۱) کلو بنا آپ نے وہ تمام چاندی ''رضا فاؤنڈیشن'' کو بطور عطیہ دے دی۔ [1]

تصانیف

آپ کی تصانیف کی مجموعی تعداد بیالس (۴۲) تک ہے چند کے اسماء یہ ہیں:

مطبوعہ کتب:

۱۔ ترجمہ فتاویٰ رضویہ (جلد نمبر ۱۱ تا ۱۳، ۱۶ تا ۲۰ اور ۲۵ تا ۳۰) ۲۔ فہارس فتاویٰ رضویہ ۳۔ ترجمہ سنن نسائی ۴۔ مرأة التصانیف (جلد اوّل) ۶۔ ترجمہ الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ ۷۔ مصنفین صحاح ستہ اور ان کی شرائط ۸۔ امام احمد رضا جامع العلوم عبقری شخصیت ۹۔ فوائد جلیلہ ۱۰۔ تعلیم الحکمۃ ۱۱۔ تعلیم الصرف ۱۲۔ تعلیم المنطق ۱۳۔ مفتاح المرقات ۱۴۔ تلخیص المنطق ۱۷۔ فوائد تفسیریہ و علوم قران فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں (۳ جلدیں) ۱۸۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی کا سوانحی خاکہ

غیر مطبوعہ کتب:

۱۸۔ تعارف تصانیف علماء اہلسنت (یکصد علماء اہلسنت کی پانچ صد کتابوں کا تعارف) ۱۹۔ تعارف اراکین سنی رائٹر گلڈ ۲۰۔ مرۃ التصانیف (جلد دوم)۔ ۲۱۔ صرف بھتر ال (ترجمہ) ۲۲۔ تقریرات برحمہ اللہ ۲۳۔ شرح کافیہ ۲۴۔ شرح مقامات حریری ۲۵۔ شرح ہدایۃ النحو ۲۶۔ مصنفین صحاح ستہ اور اُنکے شرائطِ اخذ وقبول ۲۷۔ صغریٰ (ترجمہ) ۲۸۔ اوسط (ترجمہ) ۲۹۔ کبریٰ (ترجمہ) ۳۰۔ میزان المنطق (ترجمہ) ۳۱۔ ایساغوجی (ترجمہ) ۳۲۔ سراجی (ترجمہ) [2]

☆☆☆

شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی

اشرف العلما شیخ الحدیث ابوالحسنات علامہ محمد اشرف سیالوی بن فتح محمد ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء کو تحصیل لالیاں، ضلع چنیوٹ کے ایک

---

[1] (i) سعیدی، محمد عبدالستار، حافظ، تعلیم المنطق، لاہور: مرکزی دفتر تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان، ۱۹۹۱ء، ص: ۸ تا ۱۲ ملخصاً
(ii) حالاتِ مصنفین درس نظامی، ص: ۶۷ تا ۸۷ ملخصاً
(iii) شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیے: مرآۃ التصانیف، ص: ۵ تا ۱۵

[2] مرآۃ التصانیف، ص: ۳۱۹۔ ۳۲۰

گاؤں غوثے والا میں پیدا ہوئے بعد ازاں آپ کا خاندان غوثے والا سے سلاں والی، ضلع سرگودھا منتقل ہو گیا۔ آپ کا تعلق کھوکھر قوم سے تھا۔

تعلیم و تربیت

قصبہ بڑانہ میں مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ جامعہ محمدی شریف میں مولانا حافظ محمد شفیق سے ایک سال تک پڑھا پھر سیال شریف میں ڈیڑھ سال مولانا صوفی حامد علی اور مولانا عبداللہ جھنگوی سے کافیہ اور شرح تہذیب وغیرہ کتب پڑھیں نیز حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی سے ''ہداۃ النحو'' اور ''قدوری'' کے اسباق پڑھے۔ اس دوران پپلاں (میانوالی) میں رہ کر مولانا سید احمد اور مولانا محمد حسین شوق سے تین ماہ استفادہ کیا اور چھ ماہ مرولہ شریف میں اس وقت کے سجادہ نشین حضرت مولانا غلام سدید الدین علیہ الرحمۃ سے شرح جامی اور قطبی کے بعض مقامات پڑھے اور مولانا سلطان اعظم (چھپھڑ شریف، سرگودھا) سے چھ ماہ میں شرح جامی پڑھی۔ بعد ازاں ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء میں استاذ العلما ملک المدرسین حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساڑھے تین سال تک گولڑہ شریف، سیال شریف اور بندیال شریف میں ان سے کسب فیض کیا۔ ۱۳۸۰ / ۱۹۶۱ء میں حضرت شیخ القرآن مولانا محمد عبد الغفور ہزاروی کی خدمت میں حاضر ہو کر دورۂ قرآن پاک میں شریک ہوئے۔ اسی سال ماہ شوال ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء میں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر درس حدیث لیا اور سند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ

آپ نے درج ذیل علم کے روشن ستاروں سے استفادہ کیا:

۱۔ مولانا حافظ محمد شفیق ۲۔ مولانا صوفی حامد علی ۳۔ مولانا محمد عبداللہ جھنگوی ۴۔ مولانا سید احمد ۵۔ مولانا محمد حسین شوق ۶۔ مولانا خواجہ غلام سدید الدین چشتی ۷۔ مولانا سلطان اعظم ۸۔ ملک المدرسین علامہ عطا محمد بندیالوی ۹۔ شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی ۱۰۔ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۱۔ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی

تدریس

تحصیل علم کے بعد آپ نے اپنی تمام تر خداداد صلاحیتوں کو ترویج و اشاعت دین کے لیے وقف کر دیا شوال ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۲ء میں تدریس کا آغاز کیا اور اپنے وصال تک پچاس سال سے زائد عرصہ ملک کے مختلف عظیم الشان مدارس میں دینی علوم پڑھاتے رہے جن میں دار العلوم ضیائے شمس الاسلام سیال شریف (۲۸ سال)، جامعہ نعیمیہ لاہور (۲ سال)، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (۲ سال)، جامعہ رکن الاسلام حیدر آباد (ایک سال)، جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودھا (۱۴ سال) اور دار العلوم شمسیہ رضویہ سلاں والی، ضلع سرگودھا (ایک سال) شامل ہیں۔

تلامذہ

تقریباً ۵۰ سالہ تدریس کے دوران آپ سے سینکڑوں تشنگان علم سیراب ہوئے ان کا احاطہ کرنا انتہائی دقت طلب کام ہے چند کے اسماء گرامی ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

۱۔شرف ملت شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ ۲۔شیخ الحدیث علامہ عبدالرزاق بھترالوی زیدمجدہ ۳۔محقق اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری ۴۔حضرت علامہ ابوالفضل مولانا اللہ دتہ سیالوی رحمہ اللہ ۵۔استاذ العلما مولانا بشیر احمد سیالوی رحمہ اللہ ۶۔امام القراء حضرت علامہ قاری محمد یوسف سیالوی ۷۔صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر زبیر ۸۔پروفیسر ڈاکٹر خالق داد ملک ۹۔مفتی محمد رفیق حسنی ۱۰۔صاحبزاہ غلام نصیرالدین سیالوی ۱۱۔پروفیسر حافظ خورشید احمد قادری

بیعت

سیال شریف کے قیام کے دوران (زمانہ طالب علمی میں) شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

وفات

آپ کا وصال ۱۲ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ/ ۲۳ مئی ۲۰۱۳ء بروز جمعرات کو ہوا۔

اولاد

آپ کے چار صاحبزادے ہیں: ۱۔مولانا غلام نصیرالدین سیالوی ۲۔مولانا بشیرالدین سیالوی ۳۔مولانا فریدالدین سیالوی ۴۔محمد نعیم الدین سیالوی

تصانیف

آپ نے تدریس، مناظرہ اور تقریر سمیت تمام شعبہ ہائے تبلیغ میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں آپ کی تصانیف کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ کوثر الخیرات لسید السادات ۲۔ جلاء الصدور فی سماع اھل القبور ۳۔ تنویر الابصار بنور النبی المختار ۴۔انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین ۵۔دی ہولی بائبل اور شان انبیاء میں گستاخیاں ۶۔تحفہ حسینہ (۳ مجلدات) ۷۔متعہ اور اسلام ۸۔ تنبیہ الغفول فی نداء الرسول ﷺ ۹۔گلشن توحید ورسالت ۱۰۔ ازلۃ الریب عن مقالۃ فتوح الغیب ۱۱۔ھدایۃ المتذبذب الحیران فی الاستغاثۃ باولیاء الرحمن ۱۲۔شھادۃ الثقلین بافضلیۃ الشیخین

تراجم

آپ نے درج ذیل عربی کتب کو اردو قالب میں ڈھالا ہے:

۱۔ الوفا باحوال المصطفے لابن الجوزی ۲۔ شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق ﷺ للشیخ الامام یوسف بن اسماعیل النبھانی ۳۔ السیرۃ الحلبیۃ للامام العلامۃ علی بن برھان الدین الحلبی ۴۔ مجموعہ صلوات الرسول [1]

شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

مفتی غلام سرور قادری بخاری بن ملک محمد خدا بخش کی ولادت موضع کچی لعل نزد اُوچ شریف تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں بروز جمعرات ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو ہوئی۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ناظرہ قرآن مجید مولانا غلام نبی خورشیدی سے پڑھا۔ گورنمنٹ پرائمری سکول موضع بن والا اور موضع ککّس کے سکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ گاؤں جمال الدین والی علاقہ صادق آباد ضلع رحیم یار خاں میں استاذ العلما والفضلا حضرت علامہ حکیم غلام رسول صاحب سے ابتداءً اکتساب فیض کیا۔ ۱۹۵۶ء میں آپ پیر محمد ظریف فیض صاحب کے پاس پڑھتے رہے اور ۶۰۔۵۹۔۱۹۵۸ میں ڈیرہ غازی خان میں استاذ العلما علامہ مولانا غلام جہانیاں صاحب سے اکتساب علم کیا جبکہ ۱۹۶۱ء میں آپ نے مدرسہ انوار العلوم ملتان میں داخلہ لیکر استاذ العلما حضرت مولانا عبد الکریم صاحب، حضرت مفتی امید علی خاں صاحب اور حضرت علامہ قبلہ کاظمی شاہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ فتوی نویسی سید مسعود علی قادری اور استاذ العلما مولانا امیر علی خان سے سیکھی۔

آپ نے حضرت قبلہ مفتی محمد حسین نعیمی صاحب سے بھی کچھ دن اسباق پڑھے اور مولانا محمد مہر الدین جماعتی سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ بہاول پور یونیورسٹی سے ۱۹۶۶ - ۱۹۶۵ میں ایم اے اسلامک لاء (تخصص فی الفقہ والقانون الاسلامی) کی سند حاصل کی۔ ۱۹۹۸ء میں آپ نے علم نحو کی مشہور کتاب ''الکافیۃ'' کی عربی شرح ''الوافیۃ'' پر چار جلدوں پر مشتمل پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی نگرانی میں محققانہ و قابل رشک تحقیقی کام کیا جس کا نام ''التحقیق والتخریج علی الوافیۃ فی شرح الکافیۃ'' رکھا اور پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی (PHD) کی ڈگری حاصل کی۔ طبیہ کالج لاہور سے چار سالہ طبیب کورس کی ڈگری بھی حاصل کی۔

اساتذہ

آپ نے بہت سے علمی شخصیات سے اکتساب فیض کیا چند کے اسماء گرامی یہ ہیں:

---

[1] (i) سیالوی، محمد اشرف، علامہ، جانے کیا گزرے قطرے پہ گہر ہونے تک (خودنوشت یادداشتیں)، مشمولہ: حجۃ الاسلام (علامہ اشرف سیالوی نمبر)، لاہور: دار الاسلام، شمارہ: ۱، ۲۰۱۳ء، ص ۱۶ تا ۲۶ ملخصاً

(ii) عظمتوں کے پاسباں، ص: ۲۲۸

(iii) سیالوی، محمد اشرف، علامہ، شواہد الابصار، جہلم: اہل السنہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص: ۴

۱۔مولانا غلام نبی خورشید ۲۔حکیم غلام رسول داجلی ۳۔پیر محمد ظریف فیضی ۴۔مولانا غلام جہانیاں ۵۔مولانا عبدالکریم ۶۔مفتی امید علی خاں ۷۔غزالیٔ زماں سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب ۸۔مفتی محمد حسین نعیمی ۹۔حضرت علامہ مولانا محمد مہر الدین جماعتی ۱۰۔پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ۱۱۔سید مسعود علی قادری ۱۲۔مولانا امیر علی خاں

تدریس

علوم وفنون اور فتوی نویسی کے علم سے فراغت کے بعد قبلہ کاظمی شاہ صاحب کی نظر عنایت والتفات نے مدرسہ انوار العلوم میں بطور نائب مفتی آپ کا انتخاب فرمایا آپ وہاں فتوی نویسی فرماتے رہے۔ ۷۳۔۱۹۷۱ء میں آپ بحیثیت شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ رضویہ منظر الاسلام ہارون آباد میں دینی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۷۷ء میں حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب کی خواہش پر آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شیخ الحدیث وشیخ الادب العربی مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۸ء میں صدر انجمن تہذیب الاسلام مین مارکیٹ گلبرگ آپ کو جامع مسجد غوثیہ گلبرگ لے آئے۔ جہاں عرصہ ۱۲ سال تک جامع مسجد غوثیہ کے خطیب رہے اور وہاں جامعہ غوثیہ کے نام سے مدرسہ کیا۔ ۱۹۹۰ء تک اسی درسگاہ کے ناظم اعلیٰ وشیخ الحدیث رہے۔

اسی دوران آپ کو جامعہ نعیمیہ لاہور میں علماء وکلاء کے لئے منعقدہ مفتی وقاضی کورس میں بطور استاذ منتخب کیا گیا۔آپ نے جامعہ رضویہ ٹرسٹ وخانقاہ قادریہ نوریہ ماڈل ٹاؤن کی تعمیر کا آغاز ۱۹۸۲ء کو کیا اور ۱۹۹۰ء میں آپ نے گلبرگ سے ماڈل ٹاؤن مستقل رہائش اختیار فرمائی اور تاحیات جامعہ رضویہ ٹرسٹ کے مہتمم وشیخ القرآن والحدیث اور امامت وخطابت کے مناصب جلیلہ پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔

تلامذہ

آپ کے مشہور تلامذہ میں محقق العصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری، مولانا عبدالہادی، مولانا احمد مقدم، مولانا فیض الفاروق اور مولانا مفتی عبدالرحمن جامی ہیں۔

بیعت وخلافت

آپ مفتی اعظم ہند شاہ محمد مصطفی رضا خاں کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور انہوں نے خلافت سے بھی نوازا۔آپ کو حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی وشیخ محمد زکریا انصاری مدنی وسید محمد علوی مالکی سمیت بارہ (۱۲) اکابر علماء ومشائخ عظام سے اجازت خلافت کا شرف حاصل تھا آپ کے تقریباً ہر ملک میں کثیر مریدین ہیں مگر ساؤتھ افریقہ میں سب زیادہ ہیں۔

مناظرے

۱۹۸۶ء میں جنوبی افریقہ کے دورے کے دوران (شہر کیپ ٹاؤن) مرزائیوں کے ساتھ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا آخر میں مرزائی لیڈر سلیمان ابراہیم لاجواب ہوکر مرزائیت سے تائب ہوکر مسلمان ہوگیا۔

لیڈی سمتھ میں دیوبندی مولوی مولانا عبدالرزاق سے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر مناظرہ ہوا جس پر انہوں نے اقرار کیا کہ واقعی یہ عبارات گستاخانہ وکفریہ ہیں اس مناظرہ کی کیسٹ بھی موجود ہے۔

ایک موقع پر آپ سلطان باہوٹرسٹ ۔یو۔کے (برطانیہ) ٹھہرے ہوئے تھے کہ مرزا طاہر احمد نے جنگ اخبار لندن میں ختم نبوت کے حوالے سے ایک بیان دیا جس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے اسے مناظرہ کا چیلنج کیا برطانیہ جنگ اخبار کی شہہ سرخی سے یہ مناظرے کے چیلنج کی خبر شائع ہوئی جس پر مرزا طاہر احمد نے مناظرہ اور گفتگو کرنے سے انکار کر دیا۔

چیچہ وطنی میں ایک مشہور عیسائی پادری سعید المسیح سے کئی دن مناظرہ کیا آخر کار وہ آپ کے علمی دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا اور توبہ کر کے مشرف بہ اسلام ہو گیا اور اس کا نام احمد سعید رکھا گیا آج کل وہ کراچی میں ایک مبلغ اسلام کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

سرکاری مناصب

ضیاء الحق کے دور حکومت میں آپ اسلامی نظریاتی کونسل، مرکزی زکوۃ کونسل اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے ممبر رہے آپ کے مشورے پر جنرل ضیاء الحق نے وفاقی شرعی عدالت پاکستان قائم کی اور آپ تاحیات وفاقی شریعت عدالت کے سینئر مشیر کے عہدے پر فائز رہے۔ جنرل پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں ٦ ماہ مئی ٢٠٠٢ء سے صوبائی وزیر برائے مذہبی امور و اوقاف کے عہدے پر فائز رہے۔ اس دوران آپ نے سرکاری ہسپتالوں میں غریبوں کی فائل پر Poor (غریب) کا لفظ ختم کروا کے حقدار یا مستحق کا لفظ لکھنے کی ہدایات جاری کیں جس پر عمل شروع کر دیا گیا علاوہ ازیں گورنر سے داتا گنج بخش یونیورسٹی کا نوٹیفکیشن جاری کرایا اور فی الفور وہاں معارف اولیاء کے نام سے ادارہ برائے درس نظامی قائم کروایا (جو جامعہ ہجویریہ کے نام سے دینی خدمات میں مصروف عمل ہے لیکن یونیورسٹی وسائل کی کمی کا عذر کر کے نہ بنائی گئی)۔ دینی مدارس کی زکوۃ میں اضافہ کرایا پنجاب بھر کے بازاروں سے ناظمین کے ذریعے فلمی بورڈ اتروانے اور ہٹانے کا نوٹیفکیشن جاری کرایا مگر الیکشن آنے کی وجہ سے وزارت ختم ہو گئی صرف چند مقامات سے بورڈ اُتارے گئے۔

لائبریری

آپ نے جامعہ رضویہ ٹرسٹ میں ''سروریہ قادریہ'' کے نام سے لائبریری قائم کی جس کا شمار پاکستان کی بڑی لائبریریوں میں ہوتا ہے لائبریری میں صرف عربی کتب رکھی گئی ہیں۔ چالیس سال کی محنت سے آپ نے یہ کتب جمع کیں ہیں۔ آپ کے وسیع مطالعہ اور کتب بینی کے شوق کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہزاروں کتب پر مشتمل اتنی بڑی لائبریری میں ہر فن کی اہم اور اکثر کتابوں پر آپ کے حواشی اور حوالہ جات لکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

وفات

آپ ۱۳ اگست ۲۰۱۰ء شام ۳:۴۰ پر خالق حقیقی سے جا ملے اور اگلے دن ۲۱ رمضان المبارک کو جنازہ وتدفین ہوئی جامعہ رضویہ (ٹرسٹ) ماڈل ٹاؤن کے صحن میں آپ کا مزار موجود ہے۔

تصانیف

آپ نے سو سے زائد کتب تصنیف فرمائیں معلوم شدہ کتب کے اسماء یہ ہیں:

۱۔درود وسلام اور شانِ خیر الانام ۲۔ مقام علم وعلما ۳۔خلافت اسلامیہ اور مغربی جمہوریت ۴۔معجزۂ شق القمر ۵۔قاضی اور سربراہ مملکت ۶۔مسئلہ ایصال ثواب ۷۔ندائے یا محمد یارسول اللہ ﷺ ۸۔پروفیسر طاہر القادری کا علمی وتحقیقی جائزہ ۹۔شدید غصہ میں دی گئی طلاق کا شرعی حکم ۱۰۔حج اور قربانی ۱۱۔شرح جامی ۱۲۔ اسلام میں ٹیکسوں کی شرعی حیثیت (شریعت کورٹ میں دو ہفتوں میں غیر شرعی ٹیکسوں کے خلاف دیئے گئے دلائل) ۱۳۔معجزات مصطفی ۱۴۔عالم برزخ ۱۵۔بیعت کی اہمیت وضرورت ۱۶۔مسئلہ تصویر (تصویر کا جواز) ۱۷۔تفسیر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔۱۸۔تفسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۹۔جہاد اسلامی (اردو۔انگلش) ۲۰۔قاضی اور سربراہ مملکت ۲۱۔مجموعہ حیات اولیا ۲۲۔تحفۂ مومن ۲۳۔ شہادت امام حسین ۲۴۔ توحید اور وجود باری تعالیٰ کا علمی وتحقیقی جائزہ ۲۵۔معاشیات اور نظام مصطفی (سود کے متبادل حل اور معاشی مسائل پر مشتمل) ۲۶۔شرح خطبۂ کشف المحجوب (عربی) ۲۷۔تنزیہ الغفار عن تکذیب الاشرار ۲۸۔عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن

آپ کا سب سے عظیم کارنامہ ترجمۂ قرآن ''عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن'' ہے جو گیارہ (۱۱) سال میں مکمل ہوا اس دوران آپ کو دو دفعہ سرکار عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ یہ ترجمہ عربی گرامر کے تقاضوں کے عین مطابق، عام فہم اور تفسیری اضافوں کی خوبیوں کا حامل ہے۔علاوہ ازیں آپ نے ماہنامہ ''البر'' نکالا جو تقریباً ۲۵ سال مسلسل شائع ہوا۔ [۱]

شیخ القرآن علامہ علی احمد سندیلوی

علامہ علی احمد بن شرف الدین بن فتح دین بن سوداگر بن سوندھا بن درگاہی بن عارف بن درگاہی بن نگاہیا سرسے والے ۲ جنوری ۱۹۴۳ء کو سکنہ باسکندر تحصیل بسی شریف ریاست بٹیالہ مضافات سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔آپ متوسط زمیندار آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے آباؤاجداد عرب سے محمد بن قاسم کے لشکر کے ہمراہ جہاد کے لئے سندھ میں تشریف لائے۔پھر ''سرسے وال'' کی بستی میں جا کر آباد ہوئے اور وہاں سے گاؤں باسکندر مضافات سرہند شریف آ کر آباد ہوئے۔حضرت علامہ کا خاندان ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان آیا دادا جان کا انتقال راستہ میں ہو گیا۔ [۲]

تعلیم وتربیت

آپ نے محلہ کی مسجد سے چند سپارے ناظرہ قران پڑھا۔آپ کے چچا میاں عبد الغنی صاحب نے خان مسلمان پرائمری سکول، گوجرانوالہ میں آپ کے بڑے بھائی میاں محمد یوسف صاحب اور علامہ موصوف کو داخل کرا دیا۔ پرائمری تک اسی سکول میں تعلیم حاصل کی۔

---

۱ ماہنامہ البر (شیخ القرآن نمبر)، مدیر: فریدی، محمد صدیق ولی، لاہور: جامعہ رضویہ ٹرسٹ، جلد: ۲۲، شمارہ: ۱۰، اکتوبر ۲۰۱۰ء، ص: ۵ تا ۸، ۵۱، ۵۲، ۸۵ ملخصاً

۲ قرۃ عیون الاقیال فی تذکرۃ فضلاء البند یال، ص: ۲۲۲۔ ۲۲۳ ملخصاً

مالی مجبوری کی بنا پر سکول چھوڑ دیا تو اپنی بھینس اور بکری چرانے کی ڈیوٹی لگی کچھ عرصہ چرواہوں کے ہمراہ مل کر اپنے جانور چرائے۔ بعدازاں ۳ سال بھائی کے ساتھ فیصل آباد میں کپڑا بُننے کا کام کرتے رہے۔ ۱۹۵۶ء میں سنی رضوی مسجد، جھنگ بازار میں نماز جمعہ پڑھنے گئے تو حضرت محدث اعظم پاکستان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا آپ کو دیکھتے ہی علم دین پڑھنے کا شوق پیدا ہوا اور آپ کے دست اقدس پر بیعت ہونے کی شدید آرزو پیدا ہوئی کچھ دنوں کے بعد بیعت سے سرفراز ہوئے۔ شوق علم اور بڑھا تو والد صاحب سے علم دین کے حصول کے لیے اجازت طلب کی مگر والد صاحب نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ آپ کے اصرار پر والد صاحب نے دو سال کے لیے دینی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دے دی۔

آپ نے والد صاحب کی طرف سے حضرت محدث اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمت عالیہ میں ایک عریضہ لکھا کہ ''میرا بیٹا آپ کے زیر سایہ دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے آپ اپنے اپنے مدرسہ میں داخلہ کی اجازت فرمائیں''۔ پہلے خط کے جواب میں کچھ تاخیر ہوگئی تو آپ نے دوسرے عریضہ میں پہلے عریضہ کا حوالہ دے کر دوبارہ اجازت چاہی تو حضرت محدث اعظم پاکستان نے کرم نوازی فرمائی اور اپنے دست اقدس سے خود جواب لکھا اور فرمایا ''آپ دس شوال کو تعطیلات کے بعد آ نا داخل کر لیں گے۔'' نیز سالانہ جلسہ پر آنے کی دعوت بھی دی اور فرمایا ''جلسہ کو دیکھ کر علم کا شوق ذوق اور زیادہ ہوگا۔'' آپ جلسہ میں گئے واقعی جلسہ کو دیکھ کر علم کا شوق اور بڑھ گیا۔ دس شوال ۱۳۵۹ھ کو جامعہ رضویہ میں داخلہ ہوا وہاں حضرت علامہ مولانا عبدالقادر شہید علیہ الرحمۃ سے ''کریما'' کے چند اسباق پڑھے۔ پھر آپ مولانا ابوالمصباح محمد الیاس ہزاروی کے ہمراہ عبداللہ پور کولر تشریف لے گئے وہاں ڈیڑھ سال قیام رہا۔ فارسی اور صرف کی بعض کتب وہاں پڑھیں پھر استاذ محترم غوثیہ رضویہ مصباح العلوم، جڑانوالہ تشریف لائے تو ان کا جڑانوالہ میں بھی تقریباً ڈیڑھ سال قیام ہوا۔ صرف، نحو اور قدوری تک فقہ اور منطق کی ابتدائی کتب استاذ محترم مولانا محمد الیاس ہزاروی صاحب سے ہی پڑھیں پھر آپ استاذ محترم کے ساتھ جامعہ مجددیہ، تحصیل صوابی ضلع مردان چلے گئے وہاں تین ماہ آپ کے پاس ہی پڑھتے رہے۔ بعدازاں استاذ صاحب احسن المدارس، پٹیالہ میں تشریف لے گئے تو موصوف بھی آپ کے ساتھ وہاں چلے گئے۔

پٹیالہ سے حضرت استاذ صاحب کے ہمراہ اڈہ مرید والا تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد آ گئے اس سال یہیں قیام کیا اسی سال حضرت محدث اعظم پاکستان کا وصال ہوا۔ آئندہ سال استاذ محترم مولانا محمد الیاس ہزاروی دوبارہ جامعہ غوثیہ رضویہ، جڑانوالہ میں تشریف لائے تو آپ بھی اُن کے ہمراہ جڑانوالہ آ گئے۔ قطبی، کنز الدقائق، مراح الارواح، جامی اور نور الانوار وغیرہ اور فارسی کتب پڑھیں۔ آپ جڑانوالہ سے بصیر پور جامعہ حنفیہ فریدیہ میں آ گئے اور حضرت علامہ صوفی ہاشم علی صاحب سے صرف کے چند اسباق پڑھے وہاں پانی موافق نہ آیا اس لیے ایک ہفتہ رہ کر واپس جامعہ رضویہ، فیصل آباد میں آ گئے۔ یہاں حضرت علامہ مفتی مختار احمد سے شرح وقایہ، حضرت مفتی محمد امین سے ہدایہ شریف اولین، حضرت مولانا ابوالبیان محمد احسان الحق سے شرح جامی، مقامات، کنز الدقائق، حضرت مولانا محمد حنیف سے قطبی کے چند اسباق، حضرت مولانا مفتی نواب الدین سے مطول، ملّا حسن اور مسلم الثبوت کے چند چند اسباق، حضرت سید منظور حسین شاہ سے صرف کے چند اسباق، حضرت مولانا غلام نبی سے مختصر المعانی اور حضرت مولانا محمد نصر اللہ خان افغانی سے شرح تہذیب کے چند اسباق دوبارہ پڑھے۔ قاری علی احمد، قاری منظور احمد اور قاری وارثی صاحب سے تجوید کے چند اسباق پڑھے۔

۶۵۔ ۱۹۶۴ء میں آپ چکوال میں حضرت سید زبیر شاہ صاحب سے پڑھنے کے لیے چکوال گئے۔ وہاں جامعہ اسلامیہ چکوال میں حضرت شاہ صاحب کا دو دن تک انتظار کیا آپ تشریف نہ لائے۔ پھر معلوم ہوا کہ حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی صاحب وڑچھہ شریف پڑھانے کے لیے تشریف لائے ہیں وہاں تحصیل علم دین کے لیے حاضر ہوئے لیکن معلوم ہوا کہ آپ واں بچھراں حضرت علامہ مولانا اللہ بخش صاحب کے پاس تشریف لائیں گے آپ واں بچھراں پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی صاحب وڑچھہ تشریف لے گئے ہیں۔ دو دن حضرت مولانا اللہ بخش کے پاس پڑھنے کے بعد آپ پھر وڑچھہ پہنچے لیکن وڑچھہ شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر غلام حبیب رحمہ اللہ نے گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے داخلہ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی صاحب نے رقعہ لکھ کر حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف صاحب کے پاس بھیج دیا۔ وہاں پہنچے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب کے پاس اسباق زیادہ تھے تمام اسباق شروع نہ ہو سکے تو آپ واپس فیصل آباد جامعہ رضویہ میں شدید مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے سفر خرچ ختم ہونے پر طویل پیدل سفر کر کے پہنچے۔

جامعہ رضویہ سے علامہ عطا محمد بندیالوی سے دوران سال رابطہ بذریعہ عریضہ رکھا آپ نے فرمایا کہ: ''میں نے آئندہ سال بندیال جانا ہے آپ رمضان کے بعد جلد بندیال پہنچ جائیں آپ کے اسباق شروع ہو جائیں گے۔''

آپ جامعہ بندیال میں داخلہ لینے سے پہلے دورۂ قرآن کے لیے شیخ القرآن وحید الدہر حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دورۂ قرآن کی سعادت حاصل کیا اور حضرت مولانا عبدالرزاق سے ترجمہ قرآن پاک سماعت کیا۔

بعد ازاں جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف میں داخل ہوئے اور ۶۶۔ ۱۹۶۵ء تا شعبان ۱۹۷۲ء تک تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔ جانشین فقیہ العصر حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحق سے میبذی، عبدالغفور اور باقی تمام کتب متداولہ رئیس المناطقہ، استاذ العرب والعجم، الاستاذ المطلق علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ سے پڑھیں۔ جامعہ مظہریہ امدادیہ میں تعلیم کے دوران چند دن حاصلاں والا ضلع گجرات میں حضرت علامہ استاذ الاساتذہ سلطان محمود صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر شرف تلمذ کیا اور آپ سے شرح ارشادات اور افق المبین کے چند اسباق پڑھے۔ پھر آپ نے مرکز علم وحکمت جامعہ رضویہ فیصل آباد میں جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول رضوی صاحب سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت حاصل کی نیز حزب الاحناف لاہور میں دوران تدریس حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری سے بخاری کی چند احادیث پڑھیں۔ [1]

اساتذہ

آپ کے اساتذہ بیسیوں ہیں مگر چند معروف شخصیات کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱۔ پیر طریقت محدث اعظم حضرت علامہ محمد سردار احمد صاحب ۲۔ حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی ۳۔ حضرت مولانا عبدالحق بندیالوی ۴۔ حضرت مولانا سلطان احمد صاحب ۵۔ بحر العلوم مفتی سید افضل حسین شاہ صاحب ۶۔ شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی ۷۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول رضوی صاحب ۸۔ حضرت علامہ مولانا نصر اللہ خان افغانی ۹۔ حضرت علامہ مولانا عبدالقادر شہید ۱۰۔

[1] عبدالجبار اثر، تعارف وتصنیفات حضرت علامہ علی احمد سندیلوی، شیخوپورہ: فیض ادب، س۔ن، ص: ۸ تا ۱۹ ملخصاً

حضرت علامہ شیخ الحدیث حافظ غلام نبی صاحب ۱۱۔حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امین ۱۲۔حضرت علامہ مولانا اللہ بخش صاحب ۱۳۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب ۱۴۔علامہ ابوالمصباح محمد الیاس ہزاروی ۱۵۔حضرت علامہ صوفی ہاشم علی ۱۶۔حضرت قاری محمد دین ۱۷۔سید منصور حسین شاہ ۱۸۔علامہ مفتی نواب دین ۱۹۔علامہ احسان الحق۔ ۲۰۔علامہ حاجی محمد حنیف ۲۱۔قاری علی احمد رہتکی ۲۲۔حضرت قاری وارثی ۲۳۔حضرت قاری منظور احمد ۲۴۔بحر العلوم مولانا مختار احمد ۲۵۔حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی ۲۶۔ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی [1]

تدریس

آپ نے درج ذیل مدارس میں تدریس فرمائی:

۱۔جامعہ غوثیہ، وزیر آباد ۲۔جامعہ مظہریہ، شیخوپورہ ۳۔انجمن نعمانیہ، لاہور ۴۔حزب الاحناف، لاہور ۵۔جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۶۔جامعہ جماعتیہ حیات القرآن، پاپڑ منڈی لاہور ۷۔جامعہ غوثیہ رضویہ، مین مارکیٹ گلبرگ لاہور ۸۔جامعہ حنفیہ، قصور ۹۔جامعہ نعیمیہ، لاہور ۱۰۔منہاج القرآن، لاہور ۱۱۔جامعہ ہجویریہ، داتا دربار لاہور [2]

تلامذہ

آپ کے کچھ معروف تلامذہ درج ذیل ہیں:

۱۔مولانا عبدالرحمن جامی ۲۔مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ۳۔مولانا خادم حسین رضوی ۴۔مولانا محمد نذیر ۵۔مولانا شیخ فرید ۶۔مولانا قاری مفتی غلام حسن ۷۔مولانا قاری احمد رضا سیالوی ۸۔مولانا فاروق شریف صاحب ۹۔مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ۱۰۔مولانا محمد اکرم ازہری ۱۱۔مولانا پروفیسر محمد انوار حنفی، کوٹ راداکشن ۱۲۔مولانا قاری محمد عارف سیالوی ۱۳۔مولانا قاضی مظفر اقبال رضوی ۱۴۔مولانا حافظ خان محمد قادری ۱۵۔مولانا ڈاکٹر راغب حسین نعیمی ۱۶۔مولانا سلیم اللہ اویسی ۱۷۔مولانا الطاف نیروی ۱۸۔مولانا منور حسین عثمانی ۱۹۔مولانا عمر فاروق ۲۰۔قاری ذوالفقار احمد برسالوی [3]

بیعت

آپ تقریباً ۱۹۵۶ء میں حضرت محدث اعظم پاکستان ابوالفضل محمد سردار احمد قادری کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ [4]

امامت وخطابت

آپ نے درج ذیل مساجد میں خطابت فرمائی:

---

[1] تعارف وتصنیفات حضرت علامہ علی احمد سندیلوی، ص:۲۱ تا ۲۴
[2] ایضاً، ص:۲۵ تا ۲۷ ملخصاً
[3] قرۃ عیون الاقبال فی تذکرۃ فضلاء البندیال، ص:۲۲۹ تا ۲۳۳
[4] ایضاً، ص:۲۲۴

ا۔مسجد،۶۸ چک جھنگ روڈ فیصل آباد ۲۔جامع مسجد سائیں گوہر، مین بازار گڑھی شاہو لاہور ۳۔جامع مسجد اونچی، بنگلہ ایوب شاہ لاہور (۸ سال) ۴۔جامع مسجد تاجے شاہ، گوالمنڈی لاہور (۱سال)

آپ نے مسجد اخوان المؤمنین (اکھاڑے والی مسجد)، راوی روڈ نزد پیر مکی لاہور میں ۱۹۷۸ء کو محکمہ اوقاف کی طرف سے امامت شروع فرمائی اور ۲۰۰۳ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ [1]

دورۂ تفسیر القرآن

آپ نے درج ذیل مدارس و مساجد میں دورۂ تفسیر القرآن رمضان القرآن کی تعطیلات میں پڑھایا:

ا۔جامعہ مظہریہ، چوک بہار شاہ شیخوپورہ ۲۔جامع مسجد دربار داتا گنج بخش ۳۔جامعہ عثمانیہ، میرپور آزاد کشمیر ۴۔جامعہ غوث العلوم، بوہڑ والا چوک سمن آباد لاہور ۵۔جامعہ جماعتیہ حیات القرآن، پاپڑ منڈی لاہور ۶۔جامعہ نعمانیہ، لاہور ۷۔جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور [2]

وفات

۱۳ ستمبر ۲۰۱۳ء کو آپ کا وصال ہوا۔ [3]

تصانیف

آپ کے سینکڑوں علمی جواہر پارے منظر عام پر شہرت پا چکے ہیں چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ا۔غایۃ التحقیق فی شان الصدیق ۲۔تقریرات میر زاہد ملا جلال ۳۔شرح صدر ۴۔التقریر الاحسن علی ملا حسن ۵۔حاشیہ حمد اللہ (فارسی) ۶۔نعم التقریر علی معالم التنزیل ۷۔تقریرات شرح تہذیب ۸۔کشف الغطاء عن وجود السماء ۹۔فقہیہ العصر و تعارف جامعہ مظہریہ ۱۱۔نداء فی القرآن ۱۲۔حدیث موضوع میں امام احمد رضا بریلوی کا نظریہ ۱۳۔چند فقہی اصطلاحات ۱۴۔مسئلہ سماع موتی ۱۵۔سادات کی غیر سادات سے شادیاں ۱۶۔ثنائیات امام اعظم ۱۷۔کیف نقرء دورۃ الحدیث ۱۸۔قرآن فہمی کے اصول ۱۹۔تفسیر تعوذ ۲۰۔اسلام کا نظام حکومت ۱۲۔مالی جرمانہ کی شرعی حیثیت ۲۲۔اولاد رسول کے متعلق اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ۲۳۔۲۲ رجب کے کونڈے ۲۴۔نور ہدایت فی مسئلہ کفایت ۲۵۔تقلید و اجتہاد ۲۶۔اربعین نبی الکریم فی آداب قرآن العظیم ۲۷۔مسئلہ ختم نبوت ۲۸۔ تحفۃ الطالب لمعرفۃ غنیۃ الطالب ۲۹۔علوم مصطفی (ضیاء القرآن کی نظر میں) ۳۰۔فیضان ربیع الاوّل ۳۱۔اہل سنت کب ہوش میں آئیں گے؟ ۳۲۔قرآن فہمی کے اصول ۳۳۔فتاویٰ نظامیہ سندیلیہ (۷ جلدیں) ۳۴۔تفسیر التسمیہ (عربی) ۳۵۔اصول تفسیر القرآن ۳۶۔اصلاح قلب و نفس کیطریقے ۳۷۔عبارات مرزا و اہل تشیع کا رد ۳۸۔کبھی تفکر بھی کیا تو نے؟ ۳۹۔احوال و آثار حضرت بابا فرید الدین گنج شکر ۴۰۔

---

[1] تعارف و تصنیفات حضرت علی احمد سندیلوی، ص:۳۰

[2] ایضاً، ص:۲۷

[3] انٹرویو: مولانا شہزاد سندیلوی برادر زادہ مولانا علی احمد سندیلوی، ۶ ستمبر ۲۰۱۹ء

حیات وتعلیمات حضرت مجدد الف ثانی (۳ جلدیں) [1]

شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالحیؒ چشتی

حضرت علامہ محمد عبدالحیؒ چشتی بن حضرت الشیخ الجامع علامہ غلام محمد گھوٹوی رحمہا اللہ تعالیٰ کی ولادت ۷ ذی قعدہ ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۲ء میں ہوئی۔ [2]

تعلیم وتربیت

جب حضرت الشیخ الجامع ۱۹۲۸ء میں بہاولپور منتقل ہوئے تو علامہ چشتی نے حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے قرآن کریم حفظ کیا۔ حضرت مولانا قاری غلام محمد پشاوری رحمہ اللہ خطیب دربار عالیہ گولڑہ شریف سے قرأت وتجوید سیکھی۔ حضرت قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ مجدد گولڑوی سے کریما فارسی شروع کی پھر صرف ونحو مولانا ملک سلطان محمود ساکن گھوٹہ ضلع ملتان سے پڑھی اور باقی کتب اپنے والدِ ماجد حضرت علامہ غلام محمد گھوٹوی سے جامعہ عباسیہ بہاول پور میں پڑھیں اور دورۂ حدیث بھی انہیں سے کیا۔ حرمین شریف کی زیارت کے لیے گئے تو حرم نبوی کے مدرس حضرت شیخ عبدالباقی ایوبی رحمہ اللہ سے حدیث پاک کی خصوصی اجازت حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل، منشی فاضل اور انگریزی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ [3]

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ مجدد گولڑوی ۲۔ مولانا ملک سلطان محمود ۳۔ حضرت شیخ غلام محمد گھوٹوی ۴۔ حافظ غلام محمد ۵۔ قاری غلام محمد پشاوری [4]

تدریس

فراغت کے بعد جامعہ عباسیہ (موجودہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) میں مدرس ہوگئے عرصہ دراز تک شیخ الفقہ کے منصب پر فائز رہے فتاویٰ بھی تحریر کرتے رہے۔ کراچی میں جامعہ قمر الاسلام کا قیام عمل میں لایا گیا تو انتظامیہ کی خصوصی درخواست پر آپ وہاں کئی ماہ تک پڑھاتے رہے۔ جامعہ اسلامیہ اور پھر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں شیخ الحدیث اور شیخ الفقہ رہے۔

جب آپ اسلامیہ یونیورسٹی سے ریٹائر ہوئے تو حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ نے آپ کو دعوت دی کہ آپ تشریف لائے اور شیخ الحدیث کا منصب قبول فرمائیں چونکہ آپ شوگر کے مریض تھے پاؤں میں ایک پھوڑا تھا جس کی وجہ سے اکثر بیمار رہتے تھے عید

---

[1] انٹرویو: مولانا شہزاد سندیلوی برادرزادہ مولانا علی احمد سندیلوی، ۶ ستمبر ۲۰۱۹ء، ص: ۲۳۳

[2] چشتی، محمد عبدالحیؒ، علامہ، تحقیق الحق الظریف الجید لاہور: پرنٹنگ پروفیشنل، ۱۴۱۹ھ ص: ۱۰ ملخصاً

[3] تحقیق الحق الظریف الجید ص: ۱۰۔۱۱

[4] ایضاً ص: ۱۱

الفطر کے بعد مولانا سید ظفر علی مہروی حاضر ہوئے تو حضرت علامہ چشتی رحمہ اللہ نے وہ خط دکھایا اور فرمانے لگے ''اگر چہ میری صحت اس قابل نہیں کہ اتنی دور جا کر پڑھا سکوں لیکن مجھے شرم آتی ہے کہ انکار کروں کل قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ تجھے میری حدیث مبارک پڑھانے کی دعوت دی گئی اور تو نے انکار کر دیا''۔ بہرحال آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ جانے کا فیصلہ کیا وہاں تشریف لے گئے تو علما آپ کی نکتہ آفرینیوں اور علوم وفنون پر کامل دسترس سے بہت متاثر ہوئے۔ [1]

حضرت شیخ الحدیث علامہ غلام نصیر الدین چشتی بیان فرماتے ہیں:

''آپ ۸۱۔۱۹۸۰ میں جامعہ میں شیخ الحدیث تھے انگریزی اخبار پڑھتے تھے اردو نہیں۔ مولانا رشید نقشبندی صاحب کے ساتھ ان کے کمرے میں رہتے تھے مولانا رشید صاحب نے ''ملاحسن'' کھولی تھی علم کی تعریف کے چودہ (۱۴) مذاہب ہیں سیٹ کر رہے تھے۔ کہا: ''جوان! کافی دیر سے پریشان بیٹھے ہیں کیا بات ہے؟

مولانا رشید کہنے لگے: کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہا: کیا ہے؟ ''عبارت پڑھو'' تھوڑی سی عبارت پڑھی تو کہا: اچھا سنو! علم کی تعریف کے چودہ مذاہب وجہ حصر کے ساتھ سنا دیے۔ فرمانے لگے: ''چھبیس اٹھائیس سال پہلے پڑھا تا تھا اب چھوڑے ہوئے اٹھائیس سال ہو گئے چلو تازہ ہو گئے۔''

حضرت شیخ الحدیث آپ کے تبحر علمی کا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں:

''حافظ صاحب (شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی) اپنے کمرے کے سامنے بورڈ پر کلی کی اقسام لکھوا کر پڑھا رہے تھے آپ وہاں سے گزرے ایک نظر اُس پر پڑ گئی تو جا کر حافظ صاحب کو بلایا اور فرمایا: ''یہ آپ نے کلی کی اقسام لکھوائی ہیں یہ کلی کی ڈائریکٹ قسم نہیں ہے کلی کی قسم کی قسم ہے۔'' [2]

وفات

جامعہ نظامیہ رضویہ میں تدریس کے دوران بیماری زیادہ ہو گئی تو آپ گھر واپس آ گئے اور آخری ایام میں ''میلاد النبی'' اور ''علم اصول حدیث'' پر ضخیم کتابیں چارپائی پر لیٹے لیٹے لکھیں۔ فرماتے کہ ''دلی تمنا تھی کہ حدیث رسول ﷺ پڑھاتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دوں وہ آرزو تو پوری نہ ہوئی اب چاہتا ہوں کہ میلاد شریف کا مضمون مکمل کر لوں اور اصول حدیث پر یہ کتاب مکمل ہو بلاوا آئے'' آپ کے مرشد کریم کا عرس مبارک آیا ۲ ربیع الاوّل کو طبیعت بگڑ گئی بالآخر سات ربیع الاول کو آستانہ عالیہ میں مالک حقیقی سے جا ملے۔ دوسرے دن نماز جنازہ ادا کی گئی اور وہیں مشرقی جانب باغیچہ میں روضۂ انور کے محاذات میں آسودۂ خاک ہوئے۔ [3]

---

۱ تحقیق الحق الظریف الجید ص: ۱۱۔۱۲
۲ انٹرویو: علامہ غلام نصیر الدین چشتی، ۱۴ اگست ۲۰۱۹ء
۳ تحقیق الحق الظریف الجید ص: ۱۲

تصانیف

درس وتدریس اور افتا کی مصروفیات کے باوجود آپ نے تصنیف وتالیف کی طرف بھی توجہ دی آپ کی کتابوں کے نام یہ ہیں:

۱۔القول الغالب فی ایمان ابی طالب ۲۔القول الاخیر فی مسئلۃ السماع بالمزامیر ۳۔الانکار علی من انکر فی تعجیل الافطار ۴۔مجموعہ مسائل خمسہ ۵۔احناف اور مسئلہ مزراعت ۶۔میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۷۔اصول حدیث ۸۔تحقیق الحق الظریف الجیّد فی عدم نکاح الشریفۃ السیدۃ بغیر الشریف السیّد

اس کے علاوہ آپ نے حضرت قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ صاحب کے مکتوبات شریفہ کو جمع کر کے ترتیب دی اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ منظوم اردو میں لکھا جس کا ایک شعر یوں ہے ؎

اے پناہِ دو جہاں مہر علی شاہ بادشاہ
فی سبیل اللہ مجھ پر دستگیرا کر نگاہ [1]

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

محقق العصر ابو عثمان مفتی محمد خان قادری ۱۹۴۹ء کو فیروز دین میلو گجر کے ہاں بڑی بیریاں کلاں ضلع شکر گڑھ میں پیدا ہوئے۔آپ کی والدہ ماجدہ بچپن میں ہی انتقال فرما گئیں آپ کی پرورش آپ کے والد گرامی اور چچا غلام محمد نے بڑے احسن طریقے سے کی۔آپ کے والد نے ۱۰۲ سال کی عمر پائی اور ۲ مارچ ۲۰۱۰ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے مڈل تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں کے سکول میں حاصل کی بعد ازاں والد صاحب نے آپ کو حفظ قرآن کے لیے مدرسہ میں داخل کروا دیا جہاں آپ کو حافظ غلام احمد المعروف باوا جی سلوٹی والے جیسے باعمل استاذ ملے جن کی تاجدار گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے بیعت تھی آپ نے صرف ایک سال تین ماہ میں مکمل قرآن حفظ کر لیا۔

پھر آپ نے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علوم دینیہ کے حصول کے لیے مختلف مدارس کی طرف سفر کیا جن میں جامعہ حنفیہ، دو دروازہ سیالکوٹ، جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ، بکھی شریف، جامعہ غوثیہ لالہ موسیٰ، جامعہ حاصلاں والا، گجرات اور جامعہ جماعتیہ، علی پور سیداں شریف ہیں اور آخر میں آپ نے دورۂ حدیث کے لیے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کا انتخاب فرمایا اور سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

---

[1] تحقیق الحق الظریف الجید، ص:۱۳

اساتذہ

آپ کے چند مشہور اساتذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔حضرت مولانا سلطان احمد، حاصلاں والا ۲۔حضرت علامہ مولانا محمد نواز، بھکی شریف ۳۔حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۴۔حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری ۵۔حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی ۶۔حضرت علامہ مہر دین جماعتی ۷۔مفتی غلام سرور قادری ۸۔مولانا محمد رشید نقشبندی ۹۔حافظ غلام احمد

تدریس

آپ نے تدریس کا آغاز اپنی مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے کیا۔تقریباً دو سال (۱۹۸۰ء کے اختتام سے لیکر ۱۹۸۲ء تک) جامعہ نظامیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ساتھ ہی جامع مسجد رحمانیہ شادمان میں ایک کلاس عصر تا مغرب تک لیتے۔بعد ازاں جب ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے ساتھ مل کر ابتداءً اتفاق اکیڈمی کا قیام عمل میں لایا گیا تو اپنے اساتذہ سے مشورہ اور اجازت کے بعد آپ نے اتفاق اکیڈمی میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔پھر اتفاق اکیڈمی کو جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن میں ضم کر دیا گیا آپ وہاں تدریس اور افتا کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔۲۲ مئی ۱۹۹۱ء کو ادارہ منہاج القرآن سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا اور مستعفی ہو گئے۔اس کے بعد جامعہ اسلامیہ، جوہر ٹاؤن کی بنیاد رکھی تو وہاں تدریس کا آغاز فرمایا تا حال یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

تلامذہ

آپ کے چند مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔حافظ اسماعیل تابش ۲۔ڈاکٹر علی اکبر ۳۔ڈاکٹر ظہور اللہ ۴۔حافظ محمد سلیم ۵۔حافظ ریاض قصوری ۶۔علامہ نعیم جاوید نوری ۷۔علامہ عمران

امامت وخطابت

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس کے دوران آپ نے جامع مسجد رحمانیہ، شادمان میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دینے شروع کیے اور تا حال تقریباً چالیس سال سے اسی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

اولاد احفاد

آپ کی شادی ۱۹۸۳ء کو ہوئی آپ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں بیٹوں کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ محمد فاروق قادری ۲۔ محمد عثمان قادری ۳۔محمد علی قادری

زیارت حرمین شریفین

آپ نے سات حج اور پچیس عمرے کرنے کی سعادت حاصل کی۔

شرفِ بیعت

آپ کو قدوۃ اولیاء حضرت سید طاہر علاؤالدین گیلانی بغدادی رحمہ اللہ سے شرف بیعت حاصل ہوا۔

وفات

مفتی محمد خان قادری 16 مارچ 2020ء کو وصال فرما گئے۔

تصانیف

حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب نے متعدد کتب تصنیف فرمائیں اور عربی کتب کے تراجم اور شروحات بھی لکھیں جن کی تفصیل درج ذیل ہیں:

۱۔فضل قدیر ترجمہ تفسیر کبیر (۲۳ جلدیں) ۲۔شرح اج سک متراں دی ۳۔معارف الاحکام ۴۔مجموعہ ایمان والدین مصطفی ۵۔ترجمہ فتاویٰ رضویہ (جلد پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم، دہم، یانزدہم) ٦۔منہاج اصول فقہ ۷۔علم نبوی اور منافقین ۸۔منہاج النحو ۹۔علم نبوی اور متشابہات ۱۰۔منہاج المنطق ۱۱۔علم نبوی اور امور دنیا ۱۲۔علماءِ نجد کے نام اہم پیغام ۱۳۔محبت اطاعت نبوی ۱۴۔قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم ۱۵۔یارسول اللہ کہنا امت کا متفقہ مؤقف ۱٦۔حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟ ۱۷۔قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا علمی محاسبہ ۱۸۔ترجمہ اشعۃ اللمعات (جلد ششم، ہفتم) ۱۹۔امامت اور عمامہ ۲۰۔صحابہ کے مبارک معمولات ۲۱۔ٹخنے ننگے کرنے کا حکم ۲۲۔صحابہ کی وصیتیں ۲۳۔حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے؟ ۲۴۔عصمت انبیاء علیہم السلام ۲۵۔صحابہ اور علم نبوی ۲٦۔مقصد اعتکاف ۲۷۔خواب کی شرعی حیثیت ۲۸۔معراج حبیب خدا ۲۹۔حضور ﷺ نے حج کیسے ادا فرمایا؟ ۳۰۔امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ۳۱۔ذخائر محمدیہ ۳۲۔امتیازاتِ مصطفی ۳۳۔عورت کی امامت کا مسئلہ ۳۴۔فضائل نعلین حضور ۳۵۔نعل پاک حضور ۳٦۔عورت کی کتابت کا مسئلہ ۳۷۔محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ ۳۸۔اسلام اور مقصد رسول پاک ۳۹۔مسلک صدیق اکبر اور عشق رسول ﷺ ۴۰۔محفل میلاد اور شاہ اربل ۴۱۔شرح سلام رضا ۴۲۔اسلام میں چھٹی کا تصور ۴۳۔در رسول کی حاضری ۴۴۔اسلام اور احترام والدین ۴۵۔سفر مدینہ کی صحیح نیت بارگاہ نبوی کی حاضری ۴٦۔آئیے قربِ مصطفی پائیں ۴۷۔نظام حکومت نبوی ۴۸۔برکاتِ محافل سے محرومی کیوں؟ ۴۵۔شاہکار ربوبیت ۴٦۔شانِ نبوت ۴۷۔اسلام اور ایصال ثواب ۴۸۔امام احمد بحیثیت قاطع بدعات ۴۹۔اساس ایمان محبت الٰہی ۵۰۔روح ایمان محبت نبوی ۵۱۔سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۵۲۔جماعتِ نماز تسبیح ۵۳۔تلاوت قرآن کا منسوخ ہونا محال ہے ۵۴۔امام اعظم کا تابعی ہونا ۵۵۔اسلام اور تعداد ازواج ۵٦۔مولانا عبدالحّی کی حیات وخدمات ۵۷۔قرآن اور روحانی علوم ۵۸۔اسلام اور صالحین سے حصول برکت ۵۹۔شب قدر اور اس کی فضیلت ٦۰۔امام ابن دحیہ کلبی ٦۱۔نظام عاقلہ اور دیت ٦۲۔تحفہ درود و سلام ٦۳۔حدیث توسل آدم ہرگز موضوع نہیں ٦۴۔حضور علیہ السلام کا بدر میں فیصلہ ہرگز خطا نہیں ٦۵۔جسم نبوی کی خوشبو ٦٦۔انتم اعلم بامور کم کا صحیح مفہوم ٦۷۔نور سے ذات مصطفی مراد لینا ٦۸۔صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ۷۱۔صحابہ اور علم نبوی ۷۲۔رفعتِ ذکر مصطفی ﷺ ۷۳۔آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور کا ۷۴۔وسعتِ علم نبوی ۷۵۔درود وسلام کی فضیلت ۷٦۔تبسم نبوی ۷۷۔مزاح نبوی ۷۸۔ہر

مکاں کا اجالا ہمارا نبی ۷۹۔ شفاعت نبوی ۸۰۔ ارضِ خدا ملکیت مصطفی علیہ السلام ۸۱۔ محبت رسول ۸۲۔ حضور علیہ السلام کے ظاہر و باطن پر فیصلے ۸۳۔ مسئلہ ترک ۸۴۔ کیا حضور علیہ السلام نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟ ۸۵۔ آثار رسول کی عظمتیں ۸۶۔ مشتاقانِ جمال نبوی کی کیفیات و مستی ۸۷۔ سب رسولوں سے اعلی ہمارا نبی ۸۸۔ اسلام اور خدمت خلق ۸۹۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے محبوب کیسے بنیں؟ ۹۰۔ عبدالقادر جیلانی کی دینی خدمات ۹۱۔ کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں ۹۲۔ قربانی کا لزوم و وجوب ۹۳۔ نورِ خدا سیدہ حلیمہ کے گھر ۹۴۔ المقالۃ المرضیہ ۹۵۔ اشارے سے امامت کا صحیح حکم ۹۶۔ حضور کی رضاعیں مائیں [1]

قاضی محمد عبدالوحید

حضرت علامہ مولانا قاضی محمد عبدالوحید بن عبداللطیف رحمۃ اللہ ۲۵ اپریل ۱۹۵۷ء کوسری بلوریاں، مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپنے آبائی گاؤں میں ہی میٹرک تک تعلیم حاصل کی بعدازاں ۱۹۷۴ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لے آئے اور جملہ علوم وفنون کی تکمیل کر کے ۱۹۸۱ء میں دستارِ فضیلت اور سند فراغت سے نوازے گئے۔

آپ دورۂ حدیث کے سال صرف دو دفعہ جامعہ سے باہر گئے (وہ بھی جمعہ پڑھانے کے لیے) اور تنظیم المدارس کے امتحان میں ملک بھر میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔

دورۂ حدیث کے بعد آپ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں چند ماہ قاضی کورس کرتے رہے پھر مدینہ یونیورسٹی، سعودی عرب چلے گئے اور وہاں سے ایل ایل بی (LLB) شرعیہ کیا صبح کے وقت آپ عدالتوں میں گزارتے اور باقی وقت مدینہ یونیورسٹی میں رہتے۔ وہاں سے آنے کے بعد تدریس شروع کی بعدازاں ۱۹۸۴ء میں آپ نے اسلام آباد یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۷ء میں ایم اے عربی کی ڈگری حاصل کی۔

اساتذہ

آپ کے چند معروف اساتذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ مولانا عبدالحی چشتی ۲۔ شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۳۔ ابوالبرکات سید احمد قادری ۴۔ مفتی تقدس علی خاں ۵۔ مفتی غلام سرور قادری ۶۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۷۔ مولانا رشید نقشبندی ۸۔ مفتی گل احمد عتیقی ۹۔ مفتی عبداللطیف نقشبندی

تدریس

آپ نے ۱۹۸۲ء میں اپنی مادر علمی میں تدریس کا آغاز کیا اور ۱۹۸۴ء کے اوائل تک جامعہ میں پڑھاتے رہے۔ پھر واہ کینٹ

[1] مقالہ: مفتی محمد خاں قادری کی علمی اور دینی خدمات، مقالہ نگار: حافظ محمد ولید، (نگرانِ مقالہ، ڈاکٹر احسان الرحمن غوری)، لاہور: ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب، ۲۰۱۷ء ص: ۳ تا ۱۳۔ ۷۵ تا ۸۰ ملخصاً

گوجرانوالہ میں خطابت کے دوران چار سال جامعہ رضویہ، واہ کینٹ میں پڑھاتے رہے نیز سر سید کالج، واہ کینٹ اور یوفٹ کالج، واہ کینٹ میں ۱۹۹۴ء سے پڑھانا شروع کیا اور تقریباً ۱۵ سال وہاں لیکچرار رہے۔

خطابت

اپریل ۱۹۸۷ء میں پاکستان آرڈیننس فیکٹری واہ کینٹ کی مسجد میں خطابت شروع کی طویل عرصہ وہاں خطابت کر کے اپریل ۲۰۱۷ء میں ریٹائرمنٹ ہوئی۔ اس دوران آپ نے واہ کینٹ میں موجود تمام مساجد (تقریباً ۱۲۰) میں حفظِ قرآن شروع کروایا جہاں سے سینکڑوں بچوں نے حفظ کیا اور تقریباً ڈھائی سو کے قریب علما بنے۔

جامعہ رضویہ کا قیام

آپ نے ڈھائی کنال پر مشتمل جگہ میں ایک ادارہ جامعہ رضویہ کا قیام کیا مفتی صاحب افتتاح پر تشریف لائے۔ ۲۰۱۳ء سے باقاعدہ حفظ کی کلاسز جاری ہیں۔

بیعت

آپ ۱۹۸۰ء میں علامہ سعید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔

تصانیف

آپ نے دو کتابیں تصنیف فرمائیں:

۱۔ عربی زبان اور اس کے فضائل　　　　۲۔ الفاعل من حیث الشکل والموضع فی القرآن [۱]

☆☆☆

ادیبِ شہیر جانشینِ سعدی حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری

حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری بن میاں اللہ دین ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۴ء کو موضع ہرہر، ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔ والدہ ماجدہ دینی ذوق رکھنے والی عبادت گزار خاتون تھیں عام طور پر پنجابی زبان میں لکھی ہوئی دینی کتابیں پڑھتی رہتیں۔ والد ماجد کو قرآن پاک کا ایک پارہ یاد تھا۔ [۲]

تعلیم و تربیت

آپ نے قرآن کریم کی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی۔ پرائمری تک تعلیم ساتھ کے گاؤں ''برج کلاں'' میں لوئر مڈل سکول

۱　انٹرویو: قاضی محمد عبدالوحید، ۲۵ اگست ۲۰۱۹ء

۲　تابش قصوری، محمد منشا، علامہ، زینت المحافل ترجمہ نزھت المجالس، لاہور: شبیر برادرز، طبع ثانی ۱۹۹۸ء، ص: ۱۹

سے حاصل کی جبکہ میٹرک تک ''گنڈا سنگھ والا ہائی سکول'' میں زیر تعلیم رہے۔[1] جمعہ کے دن بھائی صاحب کے ساتھ قصور جاتے مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی اور مولانا علامہ محمد شریف نوری قصوری رحمہا اللہ تعالیٰ کی تقریریں سُن کر دینِ متین کی محبت دل میں پیدا ہوئی اور چھ سال کی عمر میں اپنے گاؤں میں پہلا جلسہ کروایا۔ساتویں جماعت میں تھے کہ دل میں علم دین حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا اور ہر وقت اپنے ہی ایک مصرع کا وظیفہ کرنے لگے۔ ع

بھانویں فیل ہونواں، بھانویں پاس ہونواں ڈیرہ درس دے وچ جالانواں ایں

چنانچہ میٹرک پاس کرنے کے بعد ۱۹۵۷ء میں خود ہی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور جا کر داخلہ لے لیا علامہ تابش قصوری نئے نئے درالعلوم میں داخل ہوئے تھے محلے سے طلبا باری باری روٹیاں لے کر آتے تھے ایک دن ان کی باری بھی آ گئی مولانا محمد محسن نے حکم دیا کہ ''آج تم روٹیاں لاؤ گے۔'' انہوں نے صاف کہہ دیا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔معاملہ حضرت فقیہہ اعظم تک پہنچا انہوں نے بلا کر پوچھا کہ ''تم محلے سے روٹی لینے کیوں نہیں جاتے؟'' مولانا نے کہا: ''جناب! میں ارائیں خاندان کا فرد ہوں مجھے میرے والدین نے مانگنے کا طریقہ نہیں سکھایا۔'' حضرت فقیہہ اعظم نے فرمایا: ''میں بھی ارائیں خاندان سے تعلق رکھتا ہوں تمہیں مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔''

علامہ تابش قصوری اپنی رنگا رنگ خوبیوں اور اساتذہ کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت کی بناء پر اساتذہ کی آنکھوں کا تارا تھے حضرت فقہیہ اعظم انہیں بڑی محبت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔علم کی لگن کا یہ عالم تھا کہ تمام عرصہ تعلیم میں صرف سترہ چھٹیاں کیں۔ایک دفعہ علالت کی بناء پر رخصت لے کر گھر چلے گئے کچھ دنوں بعد حضرت فقیہہ اعظم نے گرامی نامہ ارسال فرمایا اور اس میں تحریر کیا کہ ''میں انتظار میں تھا کہ تم جلد آ جاؤ گے کیونکہ: ع

دیدنِ رُوئے عزیزاں روئے جاں تازہ کند

۲۲ فروری ۱۹۶۳ء کے مکتوب میں یہ دعائیہ کلمات بھی پڑھنے کے لائق ہیں:

''اور ساتھ ہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا خصوصی منظور بنائے اور بارگاہ سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں خصوصی منظوری اور خاص الخاص حاضری بخشے جو منشاء عشاقِ حقیقیہ کا عین مطلوب ہے۔''

۱۶ دسمبر ۱۹۶۴ء کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

فرزند عزیز مولانا محمد منشا صاحب سلمہ ربُّہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی!

آج جبکہ فقیر آپ کے لیے سراپا انتظار تھا چوہدری محمد امین صاحب آپ کا خط لے کر آ گئے بڑی تکلیف ہوئی اور دلی دعا ہو رہی ہے کہ آپ جلد از جلد صحت کاملہ حاصل کر کے خیریت سے آ ملیں۔میں آپ کو صرف ایک طالب علم ہی تصور نہیں کرتا بلکہ خصوصی فرزند ارجمند

[1] مجددی، صاحبزادہ نور جمال،،، امیدوں کے چراغ (انٹرویو: حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری)،مشمولہ: ماہنامہ بشآر، کراچی: تلاش حق فاؤنڈیشن ،جلد: ۳،شمارہ: ۶، جون ۲۰۱۹ء،ص: ۴۱

جانتا ہوں اور اہل محبت کا قول ہے۔ ع

دیدنِ روئے عزیزاں رُوئے جاں تازہ کند

حضرت فقیہہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۳ اپریل ۱۹۶۶ء کے تحریر کردہ مکتوب میں لکھتے ہیں:

"عزیز القدر منشائے من سلّمہ ربّہ ذوالمنن"

ادیب شہیر حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری صاحب ۱۹۶۳ء میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور سے فارغ التحصیل ہو گئے تاہم دستار بندی ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔ حضرت مولانا ضیاء القادری نے اس موقع پر ایک طول نظم لکھی جس کے مقطع سے تاریخِ فراغت نکالی ہے۔

منشائے محمد کو منشائے خدا سمجھا
تاریخ ضیا کہیے "ابرارِ شریعت آ"

۱۳۸۵ھ

آپ نے ۱۹۷۳ء میں مسجد نبوی میں حضرت فقیہہ اعظم سے بخاری شریف کا دوبارہ درس لیا روضۂ رسول کے سامنے دستار بندی ہوئی اور سند حاصل کی نیز آپ سے فتاویٰ نوریہ سے فقہی اسباق پڑھنے کا موقع بھی نصیب ہوا۔ مدینہ منورہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا ضیاء الدین مدنی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہما سے دلائل الخیرات کی اجازت حاصل کی۔ [1]

اساتذہ

آپ کے جلیل القدر اساتذہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت فقیہیٔ اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی قادری ۲۔ حضرت مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری ۳۔ موالنا ابوالفضل محمد نصر اللہ صاحب نوری ۴۔ شاعر آستانہ حضرت مولانا ضیاء القادری (شعر و سخن کے استاذ) ۵۔ حضرت مولانا محمد رمضان محقق النوری ۶۔ مولانا ابوالبقا محمد حبیب اللہ نوری ۷۔ علامہ ابوالاسد محمد ہاشم نوری [2]

تدریس

آپ نے فراغت کے بعد مدرسہ غوثیہ خواتین اسلام، مرید کے کا قیام فرمایا وہاں تین سال تک پڑھاتے رہے جو آج بھی زیور تعلیم سے آراستہ کرنے میں مصروف عمل ہے اور سید نورانی حسن شاہ صاحب کے مدرسہ "جامعہ صدیقیہ، مرید کے" میں ۳ سال طالبات کو پڑھاتے رہے۔ مرید کے میں رضائے حبیب پرائمری سکول کی بنیاد بھی رکھی۔ بعد ازاں ۱۹۸۳ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریسی امور سرانجام دینے شروع کیے اور شعبہ فارسی کے انچارج اور صدر مدرس مقرر ہوئے۔ یومیہ ۵۰ سے ۶۰ کلومیٹر کا لوکل گاڑیوں پر تکلیف دہ

---

۱ عظمتوں کے پاسباں، ص:۲۷۶ تا ۲۷۹ ملخصاً

۲ ایضاً، ص:۲۷۷

سفر کر کے مرید کے سے لاہور آتے رہے۔ ۱۹۸۳ء سے ۲۰۱۷ء تک ۳۵ سال مسند تدریس کو زینت بخشی اور جانشینِ سعدی اور استاذ الکل کے القابات سے ملقب ہوئے۔ اب آپ جامعہ نقشبندیہ نعیمیہ، گوجرانوالہ میں تدریس فرما رہے ہیں۔[۱]

تلامذہ

آپ کے چند تلامذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ مفتی تنویر احمد ہزاروی ۲۔ مفتی محمد رمضان سیالوی ۳۔ مولانا انوار الرسول مرتضائی ۴۔ مولانا محبوب چشتی ۵۔ مولانا ظہیر بٹ ۶۔ مولانا فیصل عباس جماعتی ۷۔ مولانا عمران الحسن فاروقی ۸۔ مولانا فاروق شریف ۹۔ مولانا مفتی اکمل ۱۰۔ مولانا عبدالمصطفیٰ ہزاروی ۱۱۔ مولانا متین شاہ ۱۲۔ مولانا جنید ۱۳۔ مولانا شکور احمد ضیاء ۱۴۔ مولانا حسن ۱۵۔ مولانا عاصم محبوب [۲]

بیعت وخلافت

آپ ۱۹۷۱ء میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ آپ کو مولانا ریحان رضا خان صاحب، بریلی شریف، ڈاکٹر مظاہر اشرف گیلانی، کچھوچھہ شریف، مولانا سید انور شاہ گیلانی، سدرہ شریف، علامہ ارشد اشرفی، کچھوچھہ شریف اور دیگر مشائخ سے خلافت حاصل ہے۔ اتنی خلافتوں کے باوجود آپ پیری مریدی سے گریز کرتے ہیں بنا بریں آپ نے صرف چند اشخاص کو ہی اپنی بیعت میں لیا ہے لیکن خلافت کسی کو نہیں دی۔ [۳]

شعر وسخن

ادیبِ شہیر حضرت علامہ تابش قصوری شعر وسخن کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ تیسری جماعت سے شعر کہنے لگے شاعر آستانہ دہلی حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ اور حضرت مولانا ابوالضیاء محمد باقر ضیاء النوری علیہ الرحمہ سے اصلاح لی۔ ایک سو سے زائد نعتیں لکھیں جو ''شغلِ نعت'' کے نام سے عنقریب چھپ جائینگی۔[۴]

آپ نے بہت سے بزرگان دین کی شان میں منقبتیں کہیں جو عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہونگی۔ آپ کے شعری مجموعہ جات ''محفل نعت'' ''حسن عبادت'' اور ''منشائے رسول'' کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں استغاثہ جو آپ کو اپنے کلام میں سب سے زیادہ پسند ہے اور زبان زد خاص و عام ہے آپ نے ۱۹۶۵ء میں بحری جہاز پر حج کے لیے سفر کرتے ہوئے (جبکہ پاک وہند کی جنگ جاری تھی) کہا:

میری برباد بستی کو بسا دو یا رسول اللہ

کنارے پر میری کشتی لگا دو یا رسول اللہ

---

۱ انٹرویو: مولانا محمد منشا تابش قصوری، ۱۸ اگست ۲۰۱۹ء

۲ ایضاً، ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۹ء

۳ انٹرویو: مولانا محمد منشا تابش قصوری، ۱۸ اگست ۲۰۱۹ء

۴ عظمتوں کے پاسباں، ص: ۲۷۹

میرے تاریک دل پر نور کی برسات ہو جائے
میرے قلب سیہ کو جگمگا دو یا رسو ل اللہ
میری نظریں تمہاری دید کی طالب ہیں مدت سے
رُخ پر نُور سے پردہ اُٹھا دو یا رسول اللہ
گِرا ہوں بحر عصیاں میں گرفتار مصائب ہوں
مجھے اس قید سے للہ چھڑا دو یا رسول اللہ
میرا مسکن مدینہ ہوا میرا مدفن مدینہ ہو
میرا سینہ مدینہ ہی بنا دو یا رسول اللہ
یہی ہے آرزوئے زندگی تابش قصوری کی
دم آخر رُخ زیبا دکھا دو یا رسول اللہ

درج ذیل اشعار بھی آپ کو بہت پسند ہیں:

جام عرفان طیبہ پلا دیجئے
دردِ فرقت خدارا مٹا دیجئے
دیجئے نوری چہرے سے پردہ اُٹھا
مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا
آپ کے میکدہ کی سدا خیر ہو
آپ اس کو بھی دیتے ہیں جو غیر ہو
بحرِ جود و سخا ہے رواں آپ کا
مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا
ہے یہ تابش قصوری غلام آپ کا
ذکر کرتا ہے یہ صبح و شام آپ کا
ہو مقدر میں اس کے بھی جام آپ کا
مرحبا مرحبا مرحبا مرحبا

جب آپ نے یہ اشعار کہے تو اسی سال آپ کو مدینہ شریف سے حاضری کا بلاوا آ گیا اور پھر واپس آ کر آپ نے یہ اشعار کہے:

خدایا کر عطا عشقِ دوامی
حضوری میں رہوں ہر دم سلامی
محمد مصطفیٰ پر جان فدا ہوا
یہی ہے آرزو میری مدامی
یقینا ہو چکا ہے نقش دل پر
خدا و مصطفیٰ کا نامِ نامی[۱]
ہو تابش خاتمہ عشقِ نبی پر
میسر ہو مجھے یوں شاد کامی
مشرف گرچہ شد سہ بار[۲] تابش
ہے حسرت حاضری کی مثلِ جامی[۳]

ازدواجی زندگی اور اولاد

آپ کی شادی ۱۹۶۵ء کو ہوئی آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں بیٹوں کے اسماء یہ ہیں: ۱۔ محمد محمود احمد ۲۔ حافظ مسعود اشرف قصوری [۴]

زیارتِ حرمین شریفین

آپ تین بار حج و زیارت جبکہ متعدد بار عمرہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ [۵]

تصانیف

آپ نے کثیر کتب تصنیف فرمائیں چند کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ اغثنی یا رسول اللہ ۲۔ ترجمہ موطا امام محمد۔ ۳۔ دعوتِ فکر (عربی ترجمہ بھی چھپ چکا ہے) ۴۔ محمد نور ۵۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کا

---

۱ اعلیٰ حضرت کے شعر کو سامنے رکھ کر یہ شعر لکھا۔
۲ تین بار حج کی سعادت حاصل ہوئی۔
۳ انٹرویو: حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری، بمقام: رہائش گاہ علامہ تابش قصوری، بوقت 03:26 PM، ۸ اگست ۲۰۱۹ء
۴ امیدوں کے چراغ (انٹرویو: حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری) ص: ۴۴
(ii) تابش اہل سنت، ص: ۱۹
۵ ایضاً: ۴۹

تاریخی جائزہ۶۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کا تحریک نظام مصطفی میں کردار ۷۔ عید میلاد النبی کا انقلاب آفریں پیغام ۸۔ نورانی حکایات ۹۔ نذرانۂ عقیدت بحضور فقیہہِ اعظم ۱۰۔ گلزار رحمانی ۱۱۔ تذکرۃ الصدیق ۱۲۔ مطالب القرآن علی خزائن العرفان ۱۳۔ انوارِ امام اعظم ۱۴۔ محفلِ نعت ۱۵۔ مجموعہ نعت (حسن عبادت) ۱۶۔ انوار الصیام ۱۷۔ اشرفی قاعدہ ۱۸۔ زینت المحافل ترجمہ نزہت المجالس ۱۹۔ وسیلۂ بخشش ۔ ۲۰۔ انوار المقیاس علی تفسیر ابن عباس ۲۱۔ انوارِ حیات ۔ ۲۲۔ تعارف رضا اکیڈمی لاہور ۲۳۔ مقدمہ دعوت فکر۔ ۲۴۔ اختلاف کب کیوں اور کیسے؟ ۲۵۔ دشمنانِ رسول انام کا انجام ۲۶۔ التامین ۲۷۔ رفع الیدین ۲۸۔ اختلافات ۲۹۔ الفاتحہ ۳۰۔ داستان اولیاء ۳۱۔ ترجمان اویس (رسائل) ۳۲۔ ضیائے ملت، تذکرہ علمائے اہل سنت ۳۳۔ مقالات اشرفیہ ۳۴۔ نشانِ منزل ۳۵۔ من اعلم من الخلائق ۳۶۔ حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف (ترجمہ) ۳۷۔ صوت الرضا ۳۸۔ سنہری عبادت ترجمہ کیمیائے سعادت ۳۹۔ نفیس الواعظین ترجمہ انیس الواعظین ۴۰۔ مکاشفۃ القلوب (ترجمہ) ۴۱۔ رازوں کے راز ترجمہ سر الاسرار ۴۲۔ نور سے ظہور تک ۴۳۔ عارف کامل (حالات مولانا محمد عارف نوری علیہ الرحمۃ) ۴۴۔ اصحاب بدر ۴۵۔ مظہر لاریب ترجمہ شرح فتوح الغیب ۴۶۔ مدارج النبوت (ترجمہ) ۴۷۔ ایمان ابوطالب[1] ۴۸۔ راہ عمل ۴۹۔ منازل حیات ۔ ۵۰۔ اخبار الاخیار (ترجمہ) ۵۱۔ الدر المنظم فی حکم مولد النبی الاعظم ۵۲۔ احوال و آثار (حضرت الحاج ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف الاشرفی) ۵۳۔ امام النحو علامہ سید محلہ جیلانی میرٹھی۔ ۵۴۔ قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمۃ[2]

مقالات ومضامین

آپ کے سینکڑوں مقالات و مضامین بین الاقوامی سطح پر خصوصاً پاک و ہند کے ادبی رسائل کی زینت بنتے آ رہے ہیں اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ رسائل و جرائد میں خصوصیت سے درج ذیل قابل ذکر ہیں:

۱۔ ماہنامہ نور الحبیب ۲۔ ماہنامہ سالک ۳۔ ماہنامہ ماہ طیبہ ۴۔ ماہنامہ نور ظہور ۵۔ ماہنامہ الحبیب ۶۔ ہفت روزہ سوادِ اعظم ۷۔ ماہنامہ السعید ۸۔ ماہنامہ انوارِ صوفیہ ۹۔ ماہنامہ ترجمان اہل سنت ۔ ۱۰۔ ماہنامہ ضیائے حرم ۱۱۔ ماہنامہ پاسباں ۱۲۔ ماہنامہ نوری کرن ۱۳۔ ماہنامہ فیض الرسول ۱۴۔ ماہناہ اشرفیہ ۱۵۔ سہ ماہی الکوثر ۱۵۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت ۱۶۔ ہفت روزہ و ماہنامہ استقامت ۱۷۔ ماہنامہ سیدھا راستہ۔ ۱۸۔ ماہنامہ اہل سنت ۱۹۔ ماہنامہ المجلۃ الحقیقۃ ۲۰۔ ماہنامہ لا نبی بعدی ۱۲۔ ماہنامہ النظامیہ[3]

تابش قصوری اور نشانِ منزل

ادیبِ شہیر جانشین سعدی حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری زیدہ مجدہ نے تقریباً پانچ چھ سو شخصیات کی کتب پر ان کے حالاتِ زیست ''نشان منزل'' کے عنوان سے تحریر فرمائے ہیں۔ آپ کے نوکِ قلم سے نکلے ہوئے ''نشان منزل'' رنگ ونگہت سے معمور گلستان ہیں اور از دل خیزد بر دل ریزد کا سامان رکھتے ہیں اصاغر کو اکابر بنا دیتے ہیں ذرے کو آفتاب کر دیتے ہیں نہاخانۂ دل میں اتر جاتے

---

[1] قصوری، محمد مسعود اشرف، تابش اہلسنت، مرید کے: مکتبہ اشرفیہ، ۲۰۰۸ء ص: ۱۰۹ تا ۱۱۲

[2] ایضاً ص: ۱۰۹ تا ۱۱۲

[3] ایضاً ص: ۲۳

ہیں اور سراغ زندگی پانے کا شوق دلاتے ہیں۔ پھول جیسی تر و تازگی، طراوت اور شادابی رکھتے ہیں اور بادِ بہاری کی امید نو دلاتے ہیں۔ تدبر، تفکر اور آگہی کی منزلیں طے کراتے ہیں اور دل کا ورق الٹنے کی توفیق دیتے ہیں۔ کتاب کے ماتھے کا جھومر بنتے ہیں مصنف کے جذبہ عمل کو مہمیز دیتے ہیں اور اسے از دنیا گریز کا نہیں بادنیا ستیز کا قائل کرتے ہیں غرضیکہ تابش ونشانِ منزل لازم وملزوم بن چکے ہیں جو نسبت تساوی کی رکھتے ہیں یہ ہمیشہ معھود ذہنی رہیں گے کبھی نسیاً منسیا نہ ہونگے۔

☆☆☆

شیخ الحدیث غلام نصیر الدین چشتی

حضرت علامہ غلام نصیر الدین بن محمد علی بن حاجی رحمت اللہ بن تھو بن حاکم علی بن نور محمد جالندھری یکم محرم الحرام ۱۳۷۷ھ ۱۱ اگست ۱۹۵۸ء یکم ساون ۲۰۱۴ بکرمی کو بروز پیر صبح کے وقت آبائی وطن چک نمبر 73/4-R ہارون آباد ضلع بہاول نگر میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

ابتداءً پرائمری تک چک نمبر 45/3-R اور مڈل تک چک نمبر 38/3-R میں تعلیم حاصل کی پھر درسِ نظامی کی تحصیل میں مشغول ہوئے تو جامعہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف، دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی، دارالعلوم نعیمیہ کراچی، جامعہ نعیمہ گڑھی شاہو لاہور اور (۱۹۸۰ء تا ۱۹۸۶ء) جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے اکتسابِ فیض کیا اور جملہ علوم وفنون میں کامل دسترس حاصل کر کے سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔

اساتذہ کرام

آپ نے جن عظیم اساتذہ سے علم حاصل کیا ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔حضرت مولانا فیض احمد فیض رحمہ اللہ (مؤلف مہر منیر) ۲۔حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب رحمہ اللہ ۳۔حضرت مولانا پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ ۴۔حضرت مولانا اللہ بخش اویسی ۵۔حضرت مولانا سعید الرحمن ہزاروی ۶۔حضرت مولانا نیاز احمد ۷۔فضیلۃ الشیخ الدکتور عبدالجواد المصری ۸۔فضیلۃ الشیخ الدکتور عبدالغنی تیونس ۹۔حضرت مولانا قاری غلام حسین شجاع آبادی ۱۰۔حضرت مولانا محمد بشیر احمد تونسوی ۱۱۔حضرت مولانا ڈاکٹر محمد شریف سیالوی ۱۲۔حضرت علامہ جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری ۱۳۔حضرت علامہ مولانا مفتی منیب الرحمن ہزاروی ۱۴۔حضرت علامہ مولانا سید شاہ حسین گردیزی ۱۵۔حضرت علامہ مولانا عبدالمنعم ہزاروی ۱۶۔حضرت علامہ مولانا ولی اللہ صاحب کوہاٹی ۱۷۔حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی ۱۸۔حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالعلیم سیالوی ۱۹۔حضرت علامہ مولانا عبداللطیف مجددی ۲۰۔حضرت مولانا سید عباس علی شاہ ۲۱۔حضرت مولانا قاری جان محمد صاحب ۲۲۔حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۳۔مولانا عبدالحکیم شرف قادری برکاتی ۲۴۔حضرت مولانا مفتی عبد اللطیف خان نقشبندی ۲۵۔حضرت مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۲۶۔حضرت مولانا عبدالحق افغانی صاحب (المعروف ملا جدلی) ۲۷۔حضرت مولانا قاری شیخ محمد امین مدنی صاحب (جدید عربی لغت) ۲۸۔حضرت مولانا قاری محمد یوسف بغدادی (تجوید مشق) ۲۹۔حضرت مولانا مفتی محمد مختار احمد رضوی بریلوی (ماہ رمضان المبارک میں

سراجی پڑھی)۳۰۔حضرت مولانا محمد یعقوب ہزاروی (دورۂ قرآن بمقام مری ۱۹۸۰ء)

بیعت

آپ نے سید عبدالحق شاہ صاحب المعروف لالہ جی مدظلہ العالی زیب سجادہ گولڑہ شریف سے شرف بیعت حاصل کیا۔

تدریس

آپ نے ۱۹۸۶ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہیں پر پانچ سال تک پڑھایا اس کے بعد جامعہ عثمانیہ، فاروق آباد میں تین سال تدریسی خدمات سرانجام دیں اور اب ۱۹۹۴ء سے تا حال جامعہ نعیمیہ لاہور میں تدریس فرمارہے ہیں اور ناظم تعلیمات بھی ہیں۔

تصانیف

آپ نے مختلف موضوعات پر کتب تصنیف فرمائی ہیں اور بہت سی عربی کتب کے تراجم بھی کیے ہیں تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ کچھ دیر طلبا کے ساتھ ۲۔ فلسفہ قربانی ۳۔ مدینۃ المصادر ۴۔علم الصرف ۵۔ خاصیات ابواب ۶۔ عالم اسلام کا اتحاد از برکاتِ محفل میلاد ۷۔ کارآمد تراشے ۸۔ حیاتِ انبیاء ۹۔ آیئے رمضان کریم اور قرآن حکیم کی برکتیں سمیٹیں۔۱۰۔ رمضان کے اہم تاریخی واقعات وتاریخ ساز شخصیات کا تذکرہ۔۱۱۔ختم نبوت ۱۲۔ تراجم المحدثین ومزایا مؤلفاتھم (عربی)

تراجم

۱۔متطلبات التوحید والعقبات فی طریق تطبیقھا (معاشرے کے ناسور کا عربی ترجمہ) ۲۔مصطلحات الحدیث (شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مقدمہ مشکوۃ کا اردو ترجم) ۳۔علم الصیغہ (اردو ترجمہ) ۴۔شہر یار علم (ترجمہ مدینۃ العلم للشرف القادری) ۵۔ سفر آخرت کی منازل (ترجمہ التذکرۃ للعلامۃ طرطبی) ۶۔ خدمت والدین اور صلہ رحمی (ترجمہ کتاب البر والصلۃ لابن جوزی) ۷۔ سات سات باتیں (السباعیات کا ترجمہ) ۸۔فتوح الشام (اردو ترجمہ) ۹۔ زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن (اردو ترجمہ) ۱۰۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۰۱ معجزات (اردو ترجمہ)

اسکے علاوہ آپ جامعہ نعیمیہ کے ماہنامہ ''عرفات'' کی مجلس ادارت کے رکن بھی ہیں اور ماہنامہ ''مہر ورضا'' کے اعزازی مدیر بھی ہیں نیز ماہنامہ ''المرتضیٰ'' قلعہ شریف میں بھی آپ کا ہر ماہ ''درس قرآن'' کے نام سے ایک مضمون اور تراشے شائع ہوتے ہیں اس طرح آپ کو مختلف انداز میں دین کی خدمت کی سعادت میسر ہے۔[1]

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی آپ کے بارے تحریر فرماتے ہیں:

علامہ غلام نصیر الدین زید علمہ وسعدہ نہایت سنجیدہ، مخلص، کم گو اور محض للہ فی اللہ دین کا کام کرنے والے عالم دین ہیں۔زیادہ

---

[1] حالاتِ مصنفین درسِ نظامی، ص:

لوگوں سے ملنے جلنے اور تعلقات بنانے سے احتراز کرتے ہیں تنہائی پسند ہیں اور عزلت نشین ہیں۔تدریس کے بعد ان کا زیادہ وقت تصنیف و تالیف میں گزرتا ہے لوگوں کے بے حد اصرار کے باوجود انہوں نے اپنی افتادِ طبع سے امامت اور خطابت کو اختیار نہیں کیا قناعت پسند ہیں اور زہد کا پیکر ہیں۔حرص و طمع، دنیاداری اور شہرت و ناموری سے بالکل ناآشنا ہیں اپنے اساتذہ کا بے احد احترام کرتے ہیں اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔

راقم الحروف سے ان کا تعلق ایک سال دارالعلوم نعیمیہ، کراچی میں رہا ہے اور چار سال جامعہ نعیمیہ، لاہور میں رہا اور انہوں نے اپنے اخلاص اور اپنی خدمات کے ان مٹ نقوش میرے دل پر چھوڑے ہیں اور ہمیشہ ان کے لیے میرے دل سے دعائیں نکلتی رہی ہیں۔[1]

☆☆☆

مفتی شیخ فرید

حضرت مولانا مفتی شیخ فرید بن حضرت مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں استور (گلگت) میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد نہایت متقی پرہیزگار اور اپنے دور کے جید عالم دین تھے۔علاقہ استور شمالی علاقہ میں آپ کی بہت زیادہ دینی خدمات ہیں۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت گھر میں ہی حاصل کی عمر عزیز کے ابھی پانچ سال ہی گزرے تھے کہ والد گرامی کا سایہ اٹھ گیا۔بزرگوں کی روایات پر چلتے ہوئے آپ نے کم سنی میں ہی تحصیل علم کے لیے دور دراز کے سفر اختیار کئے۔درس نظامی کی ابتدائی کتب سرزمین ہزارہ کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پوری میں حضرت صاحبزادہ محمود الرحمن چھوہروی اور حضرت صاحبزادہ طیب الرحمن کے زیر سایہ مختلف اساتذہ سے علوم و فنون میں دسترس حاصل کی۔

مزید علمی پیاس بجھانے کے لیے آپ نے صوبہ سرحد و صوبہ پنجاب کے مختلف مدارس کی جانب سفر کیئے بالآخر برصغیر کی مایہ ناز علمی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور جا پہنچے جامعہ کے اساتذہ کرام کے اندازِ تدریس اور علمی احول سے متاثر ہو کر وہیں کے ہو کر رہ گئے درس نظامی کی بقیہ کتب کی تکمیل اور دورۂ حدیث شریف وہیں سے کرنے کا شرف حاصل کیا اور ۱۹۸۵ء میں سند فراغت حاصل کی۔اس کے بعد ایک سال انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد سے بھی کسبِ علم کیا۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔شیخ الحدیث مولانا مفتی محبوب الٰہی رحمانی ۲۔شیخ القرآن حضرت مولانا مفتی سیف الرحمن قادری ۳۔استاذ العلما حضرت مولانا قاضی نظام الدینشاہ، سابق ضلع قاضی آزاد کشمیر ۴۔حضرت مولانا غلام ربانی ۵۔حضرت مولانا میاں محمد یحییٰ ۶۔مولانا محمد شریف ہزاروی

[1] قرطبی، محمد بن احمد، علامہ، التذکرہ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ، مترجم: علامہ غلام نصیر الدین گولڑوی، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۸ء، ص: ۲۶

۷۔مولانا عبدالغفور بالاکوٹی ۸۔مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۹۔شرف ملت مولانا عبدالحکیم شرف قادری ۱۰۔مولانا محمد رشید نقشبندی ۱۱۔حضرت علامہ مولانا مفتی عبداللطیف نقشبندی ۱۲۔حضرت علامہ سید غلام مصطفی بخاری عقیل ۱۳۔مفتی محمد خان قادری ۱۴۔شیخ القرآن حضرت مولانا علی احمد سندھیلوی ۱۵۔حضرت مولانا عبدالحق افغانی ۱۶۔استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد یوسف بغدادی

تدریس

فراغتِ تعلیم کے بعد آپ نے ایک سال جامعہ رضویہ انوار العلوم، واہ کینٹ اور دو سال (۸۸۔۱۹۸۷ء) اپنی مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریسی فرائض سرانجام دیے۔

محکمہ افتا آزاد کشمیر میں تقرری

جب آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر نے محکمہ افتاء کے قیام کا اعلان کیا تو آپ نے بھی اس محکمہ میں تقرری کے لیے درخواست دیدی حکو متنے امیدواروں کو ٹیسٹ و انٹرویو کے لیے کشمیر ہاؤس اسلام آباد طلب کیا تو آزاد کشمیر اور پاکستان میں مقیم جموں و کشمیر کے علماء کرام کی کثیر تعداد ٹیسٹ و انٹرویو میں شمولیت کے لیے حاضر ہوئی۔انٹرویو کے لیے ایک اعلیٰ سطحی بورڈ قائم کیا گیا جس میں صدر آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کے علاوہ جید علماء کرام اور ماہرین قانون شامل تھے۔

جب آپ سے سوالات کئے گئے تو آپ نے بڑی متانت کے ساتھ درست جوابات دیئے۔ممتحن نے آپ کو خاموش کرنے کے لیے بڑے جتن کیے لیکن ناکام رہے۔بال آخر صدرِ ریاست جناب سردار محمد عبدالقیوم خان نے ممتحن کو مزید سوال کرنے سے روک دیا اور مفتی صاحب سے (متعجب ہوکر) پوچھا ''آپ کا تعلق کس جگہ سے ہے''؟ تو آپ نے فرمایا: ''میرا آبائی تعلق وادی نیل لوات سے ہے۔'' تو صدر حکومت نے (آپ کی ذہانت کا اعتراف کرتے ہوئے) کہا: ''بڑا زرخیز خطہ ہے۔'' اس طرح حضرت مفتی صاحب میرٹ پر آئے اور محکمہ افتا میں منصب اِفتا پر فائز ہوئے آپ شہر مظفر آباد میں مرجع خلائق مفتی ہیں عوام وخواص مسائل شرعیہ کے حل کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں آپ یکم جولائی ۲۰۱۹ء کو محکمہ افتاء سے ریٹائر ہو گئے۔

بیعت وخلافت

آپ کو پیر طریقت حضرت کیپٹن عبدالمنان قریشی قادری رحمہ اللہ کے دست اقدس پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے پرپوتے حضرت ریحان رضا خان سجادہ نشین بریلی (بھارت) سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازت و خلافت حاصل ہے علاوہ ازیں سلسلہ عالیہ قادریہ جیلانیہ میں پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ نقیبی سے بھی آپ کو اجازت وخلافت حاصل ہے۔

حرمین شریفین کی حاضری

آپ کو ۲۰۰۷ء میں حرمین طیبین کی زیارت اور حج کی سعادت حاصل ہوئی۔

بیرون ملک تبلیغی دورے

آپ دین اسلام کی تبلیغ کے لیے ۱۹۹۷ء اور ۲۰۰۴ء میں امریکہ تشریف لے گئے وہاں کے مسلمان بھائیوں نے آپ کو امریکہ میں مستقل رہنے کی پیشکش کی لیکن آپ نے اپنے وطن کو ترجیح دی۔

تصانیف

آپ نے متعدد علمی موضوعات پر قلم اٹھایا آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔مقالات فریدیہ ۲۔توسل کی شرعی حیثیت ۳۔توحید کیا ہے؟ ۴۔صلوٰۃ قصر اور اوطان ثلاثہ ۵۔سود کا مصرف ۶۔ زکوۃ کے مصارف ۷۔شوارق الانوار فی جواز اطلاق لفظ الغوث علی الاخیار ۸۔اسلامی عقائد ترجمہ کبری الیقینیات الکونیہ ۹۔اسماء النبی ترجمہ الریاض الانیقہ ۱۰۔النظرات (ترجمہ) ۱۱۔فتاویٰ فریدیہ (۲ جلدیں) ۱۲۔فتاویٰ حدیثیہ (ترجمہ) ۱۳۔درود پاک انمول موتی [۱]

☆☆☆

شیخ الحدیث ظہور احمد جلالی

حضرت علامہ مولانا ابو حماد ظہور احمد جلالی بن مفتی محمد عبدالعزیز نقشبندی شرقپوری ۱۹۶۰ء کو مانگا گاؤں قلعہ سمیکا میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار جامعہ حضرت میاں صاحب شرقپور شریف کے فضلاء میں سے تھے اور حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ کے دور میں وہاں پڑھتے رہے اور بورے والہ، کوٹ رادھا کشن، پھولنگر اور مانگا منڈی میں تدریس فرماتے رہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ناظرہ قرآن پاک اپنے والد ماجد مفتی محمد عبدالعزیز نقشبندی علیہ الرحمۃ سے پڑھا۔ گورنمنٹ ہائی سکول مانگا منڈی سے چھٹی کلاس پاس کرنے کے بعد تحصیل علم دین کے لیے جامعہ احیاء العلوم، پھول نگر (بھائی پھیرو) میں داخلہ لیا وہاں ڈیڑھ سال تک اپنے ماموں مولانا محمد اسحاق صدیقی سے فارسی کتب پڑھیں پھر جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور آ گئے اور دو سال تک مختلف علوم وفنون کی کتب حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ، مولانا رشید نقشبندی اور شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا اور استاذ حافظ صاحب کے ابتدائی شاگردوں میں ہونے کا اعزاز پایا۔

جامعہ نظامیہ سے چھٹی کے اوقات میں آپ اپنے پھوپھا محترم مناظر اسلام صوفی اللہ دتہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر مواعظ ونصائح سے مستفید ہوتے خصوصاً جمعہ کے وعظ میں ضرور حاضری دیا کرتے۔ بعد ازاں آپ نے جامعہ نعیمیہ، گڑھی شاہو لاہور میں داخلہ لیا اور یہاں مفتی محمد حسین نعیمی حضرت مفتی عبداللطیف مجددی اور حضرت علامہ غلام رسول سعیدی سے اکتساب فیض کیا۔ پھر آپ جامعہ رضویہ ضیاء القران، ڈنگہ شریف گجرات حصول علم کے لیے پہنچے وہاں ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ، بحر العلوم، سلطان العلما حضرت علامہ سلطان عالم

---

[۱] شیخ فرید، مفتی، فتاویٰ فریدیہ، راولپنڈی: مکتبہ ضیائیہ، س۔ن، ص ۱ تا ۴ ملخصاً

قادری، حاصلاں والا کے پاس دوسال تک علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ یہاں آپ نے خوب محنت کی اور صرف پینسٹھ (۶۵) اسباق میں مکمل مشکوۃ شریف پڑھ لی نیز جلالین شریف پہلے دودن ایک ایک رکوع پھر تیسرے دن سے دو دو رکوع پھر پاؤ اور آخری دن پون پارہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

ڈنگہ سے جامعہ محمد نوریہ رضویہ، بھکی شریف حاضر ہوئے دوسال تک حضرت علامہ پیر سید جلال الدین شاہ صاحب اور شیخ الجامعہ حضرت علامہ مولانا محمد نواز نقشبندی (جو کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے) سے اکتساب فیض کا موقع ملا دورہ حدیث کر کے سند فراغت اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔

اساتذہ

آپ نے درج ذیل اساتذہ سے اکتساب علم کیا:

ا۔حضرت علامہ سلطان عالم قادری ۲۔حافظ الحدیث پیر سید جلال الدین شاہ صاحب ۳۔حضرت علامہ محمد نواز نقشبندی کیلانوی ۴۔حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی ۵۔حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی ۶۔حضرت علامہ مفتی عبداللطیف جلالی ۷۔شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی ۸۔حضرت علامہ حافظ عبدالستار سعیدی ۹ حضرت علامہ مفتی محمد رشید نقشبندی ۱۰۔حضرت علامہ محمد اسحاق صدیقی

تدریس

آپ نے تدریس کا آغاز شوال ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء کو جامعہ محمد یہ نوریہ رضویہ، بھکی شریف سے کیا چار سال تک وہاں تدریس فرمائی۔ ایک سال (۱۹۸۸ء) جامعہ حنفیہ ساہیوال ،ایک سال (۱۹۸۹ء) جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور بعد ازاں ساڑھے سات سال (۱۹۹۰ء تا ۱۹۹۷ء) اسلام گڑھ نزد ڈھانگری شریف میر پور تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

جامعہ محمدیہ اہل سنت، مانگا منڈی کا قیام

آپ نے اپریل ۱۹۹۷ء میں اپنے گاؤں مانگا منڈی میں ''جامعہ محمدیہ اہل سنت'' کی بنیاد رکھی۔ سنگِ بنیاد کی تقریب میں کثیر علماء ومشائخ خصوصاً درویش کامل، جگر گوشہ فخر المشائخ حضرت میاں خلیل احمد شرقپوری رحمہ اللہ اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تشریف لائے۔ ۱۹۹۷ء سے تاحال آپ جامعہ ہذا میں ہی تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں اس وقت ملک کے طول وعرض میں اس جامعہ کے فارغ التحصیل موجود ہیں جن میں اکثریت مدرسین کی ہے۔

تلامذہ

آپ کے چند مشہور تلامذہ کے اسمایہ ہیں:

ا۔حضرت پیر سید نوید الحسن شاہ، آستانہ عالیہ بھکی شریف ۲۔حضرت میاں محمد صالح شرقپوری، آستانہ عالیہ شرقپوری شریف ۳۔کنز العلماء ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی ، بانی ادارہ صراط مستقیم پاکستان ۴۔حضرت علامہ محمد ارشاد حقانی جلالی ، ناظم اعلیٰ جامعہ جلالیہ مرکز صراط

مستقیم ۵۔جناب پیر سید مخدوم محمد شاہ، آستانہ عالیہ مخدومیہ پنڈی سٹاپ لاہور ۶۔پیر سید حسنین شاہ گردیزی، آستانہ عالیہ لیہ گھن کے شریف ۷۔پیر ظل حسین شاہ، آستانہ عالیہ بیلوال سرگودھا۔ ۸۔صاحبزادہ محمد سعد نصر بندیالوی، بندیال شریف ۹۔صاحبزادہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب، ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ لاہور ۱۰۔صاحبزادہ میاں محمد محسن، آستانہ عالیہ کوٹلہ شریف ۱۱۔علامہ جمال الدین بغدادی، آستانہ عالیہ قلندریہ راولپنڈی ۱۲۔علامہ محمد محبوب رفیق جلالی، مدرس جامعہ محمدیہ اہل سنت مانگا منڈی ۱۳۔علامہ محمد عمران کاشف چشتی، مہتمم چشتیہ مہریہ گجرات ۱۴۔مفتی سلمان لیاقت علی جلالی، مہتمم جامعہ جلالیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ ۱۵۔علامہ محمد بدر ظہوری جلالی، مہتمم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکی شریف ۱۶۔علامہ محمد عبداللہ جلالی، مہتمم جامعہ جلالیہ رضویہ سیالکوٹ ۱۷۔علامہ محمد وقاص نقشبندی، انگلینڈ ۱۸۔علامہ محمد مشتاق جلالی، مدرس جامعہ دار المبلغین شرقپور شریف ۱۹۔علامہ محمد علی سندھی جلالی، گھوٹکی سندھ ۲۰۔علامہ محمد صفدر جلالی، مدرس جامعہ علی پور سیداں نارووال

امامت وخطابت

بھکی شریف میں تدریس کے دوران آپ بھکی شریف کے قریب ایک گاؤں میں خطابت فرماتے رہے پھر جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس کے دوران مصری شاہ کی مسجد میں خطابت فرماتے رہے بعد ازاں آزاد کشمیر، اسلام گڑھ (نزد ڈھانگری شریف) تدریس کے ساتھ خطابت وامامت کا فریضہ انجام دیا۔ مانگا منڈی میں مدرسہ کے قیام کے بعد جامع مسجد محمدیہ اہل سنت، حاجی پارک (مانگا منڈی) میں امامت وخطابت شروع فرمائی اور تاحال اسی مسجد میں امامت وخطابت فرمارہے ہیں۔

آپ احقاقِ حق اور ابطال باطل کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں اور حق گوئی سے دریغ نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ سابقہ دورِ حکومت اور موجودہ دور حکومت میں قید وبند کی صعوبتوں سے بھی دوچار ہوئے۔ بایں ہمہ آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی آپ نڈر اور بے باک خطیب ہیں اور مصلحت وقت کا شکار نہیں ہوتے۔

بیعت

آپ مرقدِ حضرت داتا علی ہجویری کے زیر سایہ حضور حافظِ ملت حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے جگر گوشہ حضرت حافظ الحدیث پیر سید مظہر قیوم شاہ جلالی نقشبندی سے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ قادریہ کی خلافت بھی حاصل ہے۔

تصانیف

آپ نے درج ذیل کتب تصنیف فرمائیں:

۱۔شیخ المحدثین (حالات حضرت پیر جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ وتاثرات علما) ۲۔حق کا بول بالا ۳۔شرح حدیثِ نجد ۴۔مقالات جلالیہ ۵۔فتح الهادی فی تلخیص کلمۃ الهادی ۶۔علامات قیامت اور طلاق ۷۔کامل درود ابراہیمی ۸۔مودودی اور نظریہ بغاوت ۹۔رحمت الٰہیہ کا اظہار اور شیطان کی چیخ وپکار

تراجم

آپ نے درج ذیل تصانیف کے اردو تراجم کیے:

۱۔اثبات النبوۃ (عربی) ۲۔شرح فتوح الغیب (فارسی) ۳۔کنز الہدایات (فارسی) ۴۔شرح الصدور ۵۔القول البدیع فی الصلاۃ علی النبی الشفیع ۶۔الزبدۃ العمدۃ فی شرح القصیدۃ البردۃ (ترجمہ وشرح) ۷۔مرأۃ النجدیۃ

اس کے علاوہ درج ذیل پمفلٹ اور کتابچے بھی شائع کیے:

۱۔آؤ منافقوں کو تلاش کریں ۲۔فاروقی تلوار برگردن منافق نا ہنجار ۳۔آل سعود اور اسلام کی عزت و توقیر ۴۔طارق جمیل بے لگام مبلغ ۵۔جماعت الدعوۃ کی تازہ حدیث دشمنی ۶۔مودودیوں کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کی اصل وجہ [1]

☆☆☆

شیخ الحدیث حافظ خادم حسین رضوی

شیخ الحدیث حضرت علامہ خادم حسین رضوی بن لعل خان ۳ ربیع الاوّل ۱۳۸۶ھ/ ۲۲ جون ۱۹۶۶ء کو ضلع اٹک کے گاؤں نکہ کلاں کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنے گاؤں کے اسکول میں چار جماعتیں پڑھیں پانچویں کلاس کی کتابیں خریدی تھیں لیکن اس سے پہلے ہی جون ۱۹۷۴ء کو جہلم چلے گئے اس وقت جہلم میں تحریک ختم نبوت اپنے عروج پر تھی۔آپ کے گاؤں کے ایک استاذ حافظ غلام محمد صاحب نے آپ کو ''جامع غوثیہ اشاعت العلوم'' عیدگاہ میں داخل کروادیا۔یہ مدرسہ قاضی غلام محمود صاحب کا تھا جو پیر مہر علی شاہ صاحب کے مرید خاص تھے وہ خطیب وامام تھے اوران کے بیٹے قاضی حبیب الرحمن مدرسے کے منتظم تھے۔آپ نے قاری غلام یٰسین صاحب سے حفظ قرآن کا آغاز کیا قاری صاحب نابینا تھے اور گجرات سے تعلق تھا بعد میں قاضی امانت علی صاحب سے حفظ کرتے رہے۔یہاں بارہ پارے حفظ کرنے کے بعد آپ مشین محلہ نمبر ا پر واقع دارالعلوم میں چلے گئے اور باقی اٹھارہ پارے وہاں حفظ کیے یوں چار برس کے عرصے میں آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اس وقت آپ کی عمر بارہ برس تھی۔قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد آپ دینہ چلے گئے وہاں دو برس تک قرأت پڑھی۔

آپ ۱۹۸۰ء میں لاہور آگئے اس وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں جملہ علوم وفنون کی تحصیل کی اور ۱۹۸۸ء میں دستارِ فضیلت اور سندِ فراغت سے نوازے گئے۔

اساتذہ

آپ کے مشہور اساتذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد رشید نقشبندی ۳۔حضرت مولانا مفتی عبداللطیف نقشبندی ۴۔شرف ملت حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۵۔جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۶۔حضرت

---

[1] جلالی، محبوب، علامہ، حالات مفتی ظہور احمد جلالی، غیر مطبوعہ، ۱۹ اگست ۲۰۱۹ء، ص: ۱ تا ۶ ملخصاً

علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی

تدریس

آپ نے ۱۹۹۰ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس کا آغاز فرمایا اور ۲۰۱۵ء تک تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے اس دوران آپ طویل عرصہ شیخ الحدیث کی مسند پر بھی فائز رہے۔

تلامذہ

آپ کے چند معروف تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔حضرت علامہ طاہر تبسم قادری صاحب، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و چیئرمین نیشنل علماء کونسل پاکستان ۲۔حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مرتضائی صاحب، سجادہ نشین آستانہ عالیہ مرتضائیہ قلعہ شریف و مہتمم جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف ۳۔حضرت صاحبزادہ علامہ مولانا مفتی محمد انوار الرسول مرتضائی صاحب، صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان و ڈائریکٹر اقراء مدینۃ الاطفال الجدیدۃ الاسلامیہ، پاکستان ۴۔حضرت علامہ مولانا دل محمد چشتی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۵۔حضرت علامہ مولانا قاری احمد رضا سیالوی صاحب، نائب ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۵۔حضرت علامہ مولانا واحد بخش سعیدی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۶۔حضرت علامہ مولانا رمضان سیالوی صاحب، خطیب جامع مسجد داتا دربار لاہور ۷۔حضرت علامہ مولانا عمران الحسن فاروقی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۸۔حضرت علامہ مولانا فاروق شریف صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۹۔علامہ مفتی اکمل صاحب، نائب مفتی و مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۱۰۔مولانا محمد بخش رضوی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۱۱۔مولانا محمد تنویر قادری، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۱۲۔مولانا اللہ بخش تونسوی، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ۱۳۔مولانا سید متین حماد بخاری، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۱۴۔مولانا سید جلال شاہ، مدرس جامعہ نعمانیہ لاہور ۱۵۔مولانا حامد وحید قادری، مدرس جامعہ حنفیہ غوثیہ لاہور

بیعت

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں عارفِ کامل حضرت اقدس خواجہ محمد عبدالوحد صاحب المعروف حاجی پیر صاحب سے کالو دیو شریف جہلم میں بیعت ہیں۔

امامت وخطابت

آپ جامع مسجد رحمۃ اللعالمین نزد یتیم خانہ لاہور میں ۱۹۸۷ء سے تا حال خطابت فرما رہے ہیں۔ ۱۹۹۳ء میں پنجاب کے محکمہ اوقاف میں ملازمت کی اور پیر مکی مسجد (داتا صاحب لاہور کے قریب) خطبہ جمعہ دینا شروع کیا۔ ناموس رسالت ﷺ قانون کے تحفظ کے لئے چلائی جانے والی تحریک کے دوران محکمہ پنجاب اوقاف کی جانب سے آپ کو کہا گیا کہ یہ سلسلہ روک دو ورنہ ملازمت چھوڑنی پڑے گی آپ نے انکار فرما کر ملازمت چھوڑ دی۔

سرپرست ونگران

آپ طویل عرصہ مجلس علماء نظامیہ پاکستان کے صدر رہے اس کے علاوہ فدایان ختم نبوت پاکستان کے مرکزی امیر اور تحریک لبیک پاکستان کے چیئرمین ہیں۔ دارالعلوم انجمن نعمانیہ، ٹیکسالی گیٹ سمیت کئی مدارس، تنظیمات اور اداروں کے سرپرست ونگران بھی ہیں۔

تحریک لبیک پاکستان

تحریک لبیک پاکستان نے پہلی دفعہ الیکشن ۲۰۱۸ء میں حصہ لیا اور ۲۱ لاکھ ۹۱ ہزار ۶۷۹ ووٹ لیکر ملک کی چوتھی بڑی جماعت بن گئی۔ یہ انتہائی قلیل وقت میں بہت بڑی کامیابی ہے۔

ازدواجی زندگی واولاد

آپ کی شادی اپنے چچا کی بیٹی سے ہوئی آپ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں بیٹوں کے نام یہ ہیں:

۱۔حافظ محمد سعد۔ ۲۔حافظ محمد انس (دونوں بیٹے حافظ قرآن ہیں)

کلامِ اقبال

آپ مدرسہ میں پڑھائی کے دوران ہی علامہ اقبال کے گرویدہ ہوگئے تھے ان دنوں آپ کے زیر مطالعہ غیر نصابی کتب میں اقبال کا فارسی مجموعہ کلام سرفہرست تھا آپ نے کلیات اقبال ۱۹۸۳ء (جب آپ تیسرے سال میں پڑھ رہے تھے) میں خریدلی تھی یعنی نوعمری سے ہی آپ نے اس قلندر شاعر کے افکار کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اگرچہ آپ نے فارسی مدرسے میں پڑھی تھی لیکن علامہ اقبال کے فارسی کلام کو اس کی روح کے مطابق سمجھنے کے لیے آپ نے فارسی کی بہت سے لغات خریدیں۔ بعدازاں علامہ اقبال کے مرشد مولانا روم علیہ الرحمۃ کو بھی پڑھا اور ان کا بیشتر کلام از بر کرلیا۔ حافظ شیرازی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہما الرحمۃ کی شاعری کا بھی آپ نے وافر حصہ یاد کیا اور اردو شعراء میں آپ کو اکبرالہ آبادی کی شاعری بہت پسند ہے۔

تصانیف

آپ نے درج ذیل کتب تصنیف کیں:

۱۔تعلیلات خادمیہ ۲۔تیسیر ابواب الصرف ۳۔تیسیر المصادر ۴۔اعلیٰ حضرت بحیثیت مرجع العلماء [1]

☆☆☆

[1] قادری، محمد آصف عبداللہ، مفتی، علامہ خادم حسین رضوی کا سفر زندگی، لاہور: بزم رضویہ اہلسنت و جماعت، س۔ن، ص: ۱ تا ۱۶ ملخصاً

مولانا محمد یاسین شطاری

حضرت علامہ قاری محمد یاسین قادری شطاری ضیائی بن محمد صدیق بن چراغ دین ۴ مئی ۱۹۶۲ء کو کوٹلی پیر عبدالرحمن عقب پاکستان منٹ باغبانپورہ لاہور میں پیدا ہوئے آپ کا تعلق ارائیں خاندان سے ہے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے نماز، کلمے اور قرآن پاک پڑھنے کے لیے معاون قاعدہ اپنی والدہ محترمہ (متوفاۃ ۱۲ اگست ۲۰۰۰ء) سے پڑھا پھر والد محترم نے کوٹلی پیر عبدالرحمن کے قریب رشید پورہ سہروردیہ ادیبیہ گورنمنٹ سکول میں چار بھائیوں کو اکٹھا داخل کروایا اس سے پہلے آپ اپنے پڑوس کے گھر سے اردو پڑھنا شروع کر چکے تھے۔

پرائمری کلاس باغبانپورہ میں شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''اسلم پرائمری سکول'' سے امتحان دیگر گورنمنٹ سکول باغبان پورہ لاہور میں چھٹی تا میٹرک تعلیم جاری رکھی۔ اس دوران گھر کے قریب دین محمد کالونی کی مسجد میں مولانا غلام رسول صاحب بن غلام حیدر رحمہ اللہ تعالیٰ (جنہیں شرقپور شریف میں میاں غلام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نسبت بیعت حاصل ہے) سے ناظرہ قرآن پاک پڑھا۔ میٹرک کے رزلٹ آؤٹ ہونے کے بعد کچھ عرصہ فراغت رہی۔ اور اس دوران اخبار فروشی کرتے رہے پھر عینک فیکٹری میں دوسال گزارے بعد ازاں ایک خرادیہ کے پاس کام کرتے رہے اور اسکے بعد دو جگہ اور بھی کام کیا۔

پھر آپ ''جامعہ حنفیہ نفیریہ'' نفیریہ آباد میں قاری محمد خالد حسین مغل کی دعوت پر چلے گئے اور کچھ تجوید سیکھی پھر آپ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور آ گئے اور قاری محمد یوسف بغدادی رحمۃ اللہ سے تجوید شروع کی دوسرے سال قاری صاحب جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور آ گئے تو آپ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور تجوید مکمل کی۔ بعد ازاں درس نظامی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ہی میں شروع کیا اور ۱۹۹۲ء کی ابتداء میں دستار فضیلت اور سند فراغت سے نوازے گئے۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۳۔ حضرت علامہ مفتی گل احمد عتیقی ۴۔ حضرت علامہ مفتی عبداللطیف مجددی ۵۔ حضرت علامہ قاضی محمد رشید نقشبندی ۶۔ حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی ۷۔ حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۸۔ حضرت علامہ سید غلام مصطفی بخاری عقیل ۹۔ حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری۔ ۱۰۔ حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم قادری ۱۱۔ حضرت علامہ مولانا محمد عبدالشکور نوری ۱۲۔ حضرت علامہ غلام نصیرالدین چشتی ۱۳۔ حضرت مولانا محمد سلیمان کشمیری ۱۴۔ حضرت علامہ علی احمد سندیلوی ۱۵۔ مولانا غلام رسول صاحب ۱۶۔ قاری محمد خالد حسین مغل ۱۷۔ قاری محمد یوسف بغدادی

تدریس

آپ نے ۱۹۹۲ء کو اپنی مادرِ علمی میں تدریس کا آغاز فرمایا اور ۳ سال تک یہاں تدریس فرمائی۔ پھر ایک سال ''جامعہ رضویہ''

ماڈل ٹاؤن، ایک سال ''جامعہ رضویہ'' مین مارکیٹ گلبرگ، پھر کچھ عرصہ فراغت کے بعد ''جامعہ اکبریہ فیض العلوم'' کوٹلی میانی مرید کے سے ناروال روڈ پر اڑھائی سال اور اب یکم فروری ۲۰۰۰ء سے ''جامعہ اسلامیہ جامع مسجد حیدری'' کامونکی میں تا حال تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

خطابت

آپ جامع مسجد عمر چشمۂ فیض محمدی چارہ منڈی کامونکی میں خطابت فرما رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ نے جامع مسجد حیدری میں فروری ۲۰۰۰ء میں عشاء کے بعد ترجمۃ القران کی کلاس کا آغاز فرمایا جو کہ بحمداللہ ۹ سال میں مکمل ہوا۔اب مشکوۃ شریف کا درس ہفتہ، اتوار، پیر اور نماز فجر کے بعد درسِ قرآن شریف منگل، بدھ اور جمعرات کو دے رہے ہیں۔

شرف بیعت اور خلافت

اولاً آپ حضرت صوفی محمد عبدالرشید قادری رحمہ اللہ سمندری والے کے دست اقدس پر بیعت ہوئے پھر آپ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد علی قادری شطاری فاروقی مجددی رحمہ اللہ (جو کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے چالیسواں درجہ نسبی تعلق رکھتے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے) کے دستِ اقدس پر ۹ مئی ۱۹۸۳ء کو بعد نماز جمعہ مدینہ مسجد چوک شالا مار باغ لاہور میں بیعت ہوئے۔اور ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ بروز ہفتہ اجازت سے نوازے گئے۔

رشتۂ ازدواج اور اولاد

۹ ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ/ ۳ جولائی ۱۹۹۸ء بروز جمعۃ المبارک آپ کی شادی ہوئی آپ کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں بیٹوں کے اسماء یہ ہیں: ۱۔محمد احمد قاسم ضیاء (۷ سال عمر) ۲۔محمد محمود قاسم ضیاء (۴ سال عمر)

تصانیف

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔حرز یمانی عرف دعائے سیفی ۲۔فقہ حنفی کی خصوصیات۔ ۳۔امانت و دیانت ۴۔عذاب قبر ۵۔عورت کا اعتکاف مسجد میں؟ ۶۔شطاری رسائل ۷۔احادیث قدسیہ ۸۔ضیاء اللغات ۹۔استاذ محترم (حضرت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی)

تراجم

آپ نے درج ذیل کتب کے تراجم فرمائے:

۱۔فضل ماء زمزم (فضائل آب زمزم) ۲۔ذکری من المدینۃ المنورۃ (یاد مدینہ) ۳۔شرح فتوح الغیب (مظہر لاریب) ۴۔مسیح دجال ۵۔فضل الحجر الاسود ومقام ابراہیم (دو جنتی پتھر) [1]

---

[1] بکداش، سائد بن محمد یحییٰ، فضل الحجر الاسود ومقام ابراہیم، مترجم: قاری محمد یاسین قادری شطاری، گوجرانوالہ، اویسی بک سٹال، ۲۰۱۱ء، ص:۲۶۱ تا ۲۸۰، ۱۳ تا ۱۶ ملخصاً

مفتی یار محمد خاں قادری

حضرت علامہ مفتی حافظ یار محمد خاں قادری بن حافظ عبدالعزیز خان چشتی ۲۴ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ بمطابق یکم جنوری ۱۹۶۲ء کو چاہ ملاں والا موضع خانپور جنوبی علاقہ لنڈان تحصیل وضلع ڈیرہ غازی خان میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

۱۹۶۶ء میں اپنے والد ماجد سے حفظ القرآن کی دولت عظمیٰ سے تعلیم کا آغاز کیا اور تین سال میں قرآن کریم مکمل حفظ کرلیا۔ بعداز حفظ القرآن ۱۹۷۰ء میں درس نظامی کی طرف متوجہ ہوئے اور درج ذیل مدارس میں تعلیمی منازل طے کرتے رہے:

۱۔جامعہ محمودیہ، تونسہ شریف ۲۔ دارالعلوم صدیقیہ شاہ جمالیہ، ڈیرہ غازی خان) ۳۔ جامعہ خیر المعاد، ملتان شریف ۴۔ جامعہ عبیدیہ، ملتان شریف ۵۔جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۶۔جامعہ انوار العلوم، ملتان

اساتذہ

آپ کے بلند مرتبت اساتذہ کرام کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔حضرت علامہ غلام محمد تونسوی ۲۔حضرت مفتی غلام احمد سدیدی ۳۔حضرت مفتی عبدالودود صاحب ۴۔حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۴۔حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۵۔غزالیٔ زمان حضرت علامہ احمد سعید کاظمی شاہ ۶۔مفتی عبدالقادر پیر خاصہ والے ۷۔مفتی عبداللطیف خان صاحب ۸۔ استاذ الکل علامہ عطا محمد بندیالوی ۹۔حضرت علامہ محمد اکرام شاہ جمالی ۱۰۔حضرت علامہ سعید ضیا صاحب

تدریس

حضرت علامہ مفتی یار محمد خان صاحب نے پاکستان کے ان شہرت یافتہ مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دیں:

۱۔جامعہ مخزن العلوم، مظفرگڑھ) ۲۔جامعہ فریدیہ، ساہیوال ۳۔حراء یونیورسٹی دربار حضرت سلطان باہو ۴۔جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۵۔جامعہ مسجد اللہ والی

زیارت حرمین

حضرت علامہ مفتی صاحب مدظلہ چار مرتبہ حج وعمرہ کی سعادت سے بہرہ مند ہو چکے ہیں۔

تصانیف

آپ جیسے تدریس میں عالمی شہرت رکھتے ہیں اسی طرح آپ کی تحقیقی، علمی، فنی اور قلمی خدمات سے بھی عالم اسلام مستفیض ہو رہا ہے اس وقت تک آپ کی درج ذیل قلمی تصانیف مقبولیت حاصل کرچکی ہیں:

۱۔حیات جاوداں (فلسفہ جہاد) ۲۔اسلام ایک عالمگیر تحریک اور اشاعت کا طریقہ کار۔ ۳۔مشکوۃ الحواشی شرح السراجی (عربی، اردو) ۴۔دیوان متنبی (اردو شرح) ۵۔انوار القادری شرح ابیات فارسی ۶۔انوار الفراسہ فی شرح دیوان الحماسہ (اردو) ۷۔المدلل شرح المطول (اردو) ۸۔المؤدل شرح المطول (عربی) ۹۔جواہر الفوائد شرح شرح العقائد ۱۰۔شرح المختصر المعانی ۱۱۔شرح شرح التہذیب [1]

پروفیسر میاں محمد سلیم اللہ اویسی

حضرت علامہ پروفیسر میاں محمد سلیم اللہ اویسی بن میاں غلام یسین اویسی ۱۱ اگست ۱۹۶۴ء کو فاروق گنج لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا جان الحاج حافظ محمد امین اویسی نقشبندی سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت تھے ان کا مزار یتیم خانہ کے قریب واقع قبرستان میں ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ناظرہ قرآن مجید اپنے چچا حافظ ضیاء الاسلام صاحب سے جامعہ اویسیہ، زبیدہ پارک سمن آباد میں پڑھا اور میٹرک سنٹرل ماڈل ہائی سکول، سمن آباد سے کیا۔ پھر جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ۱۹۸۰ء میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۵ء تک تحصیل علوم فنون کرتے رہے بعد ازاں جامعہ نعیمیہ، لاہور میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۸ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ نے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی جاری رکھی اور ایف اے، بی اے اور ایم اسے اسلامیات (۱۹۸۷ء) کے امتحانات اچھے نمبروں میں پاس کیے۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی۔ ۲۔مفتی عبد اللطیف نقشبندی ۳۔مولانا عباس رضوی ۴۔علامہ عبد العلیم سیالوی ۵۔علامہ مولانا رشید نقشبندی ۶۔علامہ غلام رسول رضوی ۷۔علامہ غلام رسول سعیدی ۸۔علامہ مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی ۹۔مولانا عبد الحق افغانی۔ ۱۰۔حافظ ضیاء الاسلام

تدریس

آپ نے ۱۹۹۳ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس کا آغاز کیا اور ۲۰۰۰ء تک تقابل ادیان کی تدریس کے فرائض سر انجام دیے۔ ۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۵ء آپ منہاج القرآن وزٹنگ لیکچرار رہے اس دوران جامعہ نعیمیہ میں بھی گاہے بگاہے لیکچر دیتے رہے۔

[1] قادری، یار محمد خاں، مفتی، انوار الفراسۃ فی شرح دیوان الحماسۃ، مریدکے: مکتبہ اشرفیہ، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۲-۱۱

ملازمت

۱۹۸۸ء میں علماء اکیڈمی بادشاہی مسجد میں لیکچرار مقرر ہوئے شعبہ مطبوعات اور شعبہ تعلیم وتربیت آپ کی زیر نگرانی رہے۔ پھر ۲۰۰۲ء میں بطور ڈپٹی ڈائریکٹر آپ کی ۱۸ ویں سکیل میں ترقی ہوئی اور آپ مرکز معارف اولیاء داتا صاحب میں بطور ایگزیکٹو آفیسر ۲۰۰۷ء تک فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ۸۔۲۰۰۷ء داتا صاحب مسجد میں خطیب رہے بعد ازاں ۱۰۔۲۰۰۹ء میں بطور سیکرٹری پنجاب قرآن بورڈ حکومت پنجاب اور ڈائریکٹر علماء اکیڈمی کے طور پر کام کیا پھر ۲۰۱۱ء تا ۲۰۱۴ء گورنمنٹ ڈگری کالج فار سپیشل ایجوکیشن، جوہر ٹاؤن لاہور کے پرنسپل رہے۔ ۲۰۱۴ء میں دوبارہ واپس محکمہ میں آ گئے اور ۲۰۱۸ء تک ''علماء اکیڈمی بادشاہی مسجد'' اور ''مرکز معارف اولیاء'' کی ذمہ داریاں نبھا کر ریٹائرمنٹ لے لی۔

خطابت

۱۹۹۱ء میں جامعہ اویسیہ، رشید پارک میں خطابت کا آغاز فرمایا اور ۲۰۰۷ء تک خطابت فرماتے رہے۔ پھر ۸۔۲۰۰۷ء میں داتا دربار مسجد میں خطابت فرمائی بعد ازاں جامعہ غوثیہ رضویہ، ماڈل ٹاؤن میں دو سال خطابت فرمائی اس کے بعد ۲۰۱۱ء تا حال جامعہ اویسیہ رشید پارک میں خطابت فرما رہے ہیں۔ مزید برآں آپ نے ۱۹۹۱ء میں درس فہم قران کا حلقہ بنایا جس کے تحت ۱۸ سال تک کامیابی سے ہفتہ وار پروگرامز ہوتے رہے۔ پھر ۲۰۰۹ء میں درس تصوف کا سلسلہ شروع کیا جو ہر ماہ آپ کے دادا جان کے مزار پر ہوتا ہے اور تا حال یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

بیعت

آپ اپنے والد محترم حضرت میاں غلام یسین اویسی کے دست اقدس پر شرف بیعت رکھتے ہیں اور روحانی فیض صوفی محمد یار مدنی زیدہ مجدہ (جو ۲۴ سال مدینہ شریف رہے اور اب بصیر پور شریف میں ٹرسٹ چلا رہے ہیں) سے حاصل کیا۔

ادارہ جات کا قیام

آپ اقراء مدینۃ الاطفال الجدید کے نام سے ایک ادارہ چلا رہے ہیں جس کی تین برانچز ہیں: ۱۔ سیدنا اویس قرنی کیمپس (سبزہ زار) ۲۔ سیدنا امیر حمزہ کیمپس (زبیدہ پارک، سمن آباد) ۳۔ سیدنا علی ہجویری کیمپس (ماڈل ٹاؤن)

مزید برآں الائیڈ سکول کی دو برانچز ڈیفنس روڈ پر سلطان کیمپس اور کینال روڈ پر حمزہ کیمپس کے نام سے چلا رہے ہیں۔

تصانیف

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ چائلڈ لیبر اور اسلام ۲۔ کیا اسلام تلور کے زور سے پھیلا؟ ۳۔ شریعت بل اور جدید سائنسی دور ۴۔ تقابل ادیان ۵۔ کشف المحجوب میں کھانا کھانے کے آداب ۶۔ حضرت سیدنا اویس قرنی (کشف المحجوب کی روشنی میں)۔ ۷۔ کتاب ال آداب للفواد بن

عبدالعزیز الشھلوب (اردو ترجمہ بنام آداب زندگی) [1]

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی

حضرت علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی بن شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ/ ۸ دسمبر ۱۹۶۶ء بروز جمعرات لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام آپ کے دادا حافظ جی مولوی اللہ دتہ علیہ الرحمۃ نے رکھا اور حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب جو اس وقت دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف میں مدرس تھے ان کو اپنے پوتے کی پیدائش کی خبر اشعار کے سانچے میں ڈھال کر اس طرح دی:

فرزندا فرزند عطیہ رب عطا فرمایا
صدقہ سرور دوہاں جہاناں میں پر کرم کھایا
نام اسدا ممتاز احمد رکھا شوق کمالوں
خضری عمر، سکندری طالع، بخشے رب سرکاروں

تعلیم وتربیت

پرائمری کا امتحان لاہور میونسپل کارپوریشن، لوہاری گیٹ سے ۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء کو پاس کیا پھر لاہور سیکنڈری بورڈ سے فاضل عربی کا امتحان ۱۹۸۶ء میں درجہ دوم میں پاس کیا۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ۱۹۸۱ء کو علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے داخل ہوئے ۱۹۸۷ء میں درس نظامی کی تکمیل کی اور تنظیم المدارس کے درجہ عالیہ کے امتحان میں شعبان ۱۴۰۷ھ/ اپریل ۱۹۸۷ء میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ آپ نے اس امتحان میں ''امام احمد رضا اور ردِّ عیسائیت'' کے عنوان سے تحقیقی مقالہ قلمبند کیا۔

آپ نے تنظیم المدارس کی جاری کردہ سند الشھادۃ العالمیہ کی بنا پر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد سے ۱۹۹۴ء میں ایم۔ اے عربی کیا۔ مقالے کا عنوان۔ "ادوات القسم فی القرآن الکریم (دراسة نحوية)"، تھا۔ بعدازاں آپ نے عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی جامعہ ازھر شریف سے "الشیخ احمد رضا شاعرا عربیاً"، کے عنوان سے مقالہ لکھ کر ۱۹۹۹ء میں ایم۔فل۔کی ڈگری حاصل کی اور جامعہ ازھر ہی سے ۲۰۰۵ء کو عربی زبان وادب میں۔ "العلامہ محمد فضل الحق الخیر آبادی، حیاته وشعره العربي (دراسة تحليلية نقدية)"، کے عنوان سے مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

[1] انٹرویو: حضرت علامہ پروفیسر میاں سلیم اللہ اویسی صاحب، ۸ ستمبر ۲۰۱۹ء

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے اساتذہ:

۱۔مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۳۔حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی ۴۔حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۵۔حضرت علامہ سید غلام مصطفی بخاری عقیل ۶۔مولانا غلام مصطفی (وار برٹن) ۷۔مولانا احمد ھشام ھاشمی (تیونس)

اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے اساتذہ:

۱۔ڈاکٹر علی عشری زائد ۲۔ڈاکٹر جابر قمیحہ ۳۔ڈاکٹر رفعت فرنوانی ۴۔ڈاکٹر حماسہ عبدالطیف ۵۔ڈاکٹر مؤید فاضل

مصر کے اساتذہ:

ڈاکٹر رزق مُرسی ابوالعاس ایم۔فل کے مقالہ کے نگران تھے۔پی ایچ ڈی کے ابتدائی نگران ڈاکٹر محمد السعدی فرحود تھے ان کے انتقال کے بعد ڈاکٹر عرفہ المغربی اور ڈاکٹر رزق مُرسی ابوالعاس کی زیر نگرانی ڈکٹریٹ کا مقالہ مکمل کیا۔

تدریس

آپ نے درج ذیل اداروں میں تدریسی خدمات سرانجام دیں:

۱۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (۱۹۹۴ءتا۱۹۹۶ء)

۲۔ جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور (۲۰۰۵ء چند ماہ)

۳۔ یونیورسٹی آف فیصل آباد (۲۰۰۵ءتا۲۰۱۱ء)

۴۔ منہاج القرآن ماڈل ٹاؤن لاہور (۲۰۱۲ءتا حال)

نکاح واولاد

آپ کی شادی ۲۰۰۰ءمیں ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی بیٹوں کے اسماء یہ ہیں:

۱۔جمال احمد ۲۔بلال احمد

بیعت

آپ ۱۹۸۷ء میں خواجہ غلام سدید الدین علیہ الرحمۃ، معظم آباد (مرولہ شریف) کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت ہوئے۔

زیارت حرمین شریفین

آپکو ایک دفعہ عمرہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

تصانیف

آپ کی تصانیف کی تفصیل درج ذیل ہیں:

اردو سے عربی تراجم:

۱۔ احمد رضا خان بریلوی (ڈاکٹر محمد مسعود احمد) ۲۔ امام احمد رضا اور ردّ بدعات بعنوان ''دور الشیخ امام احمد رضا خان الهندی البریلوی'' (ڈاکٹر محمد مسعود احمد) ۳۔ امام احمد رضا بریلوی کی شخصیت بعنوان ''الامام احمد رضا الحنفی البریلوی وشخصیتہ الموسوعیۃ'' (مولانا کوثر نیازی) ۴۔ سید الاولیاء (علامہ جلال الدین امجدی) ۵۔ اقامۃ القیامۃ (امام احمد رضا خان بریلوی) ۶۔ طرد الافاعی عن حمی ھادر فع الرفاعی (امام احمد رصا خان بریلوی)

عربی سے اردو تراجم:

۱۔ رومانیہ کے مسلمان، ماضی اور حال کے تناظر میں (علی محمد الهاوی'' مصر) ۲۔ خواتین اسلام کا جہاد میں حصہ (عبد الوہاب حمودہ، مصر) ۳۔ حیات مصطفی ﷺ اور عظمت انسانیت (امام ابو زہرہ، مصر) ۴۔ مجاہدین کے قائد حضور سید المرسلین ﷺ (الاستاد محمد البنا) ۵۔ معذرت اے ابوسنیا کے مسلمانو! (علامہ سید یوسف رفاعی، کویت) ۷۔ مادیت اور روح (نجاشی علی ابراہیم، مصر) ۸۔ اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے (شیخ محمود سعید ممدوح، دبئی) ۹۔ شاہ فہد اور شیخ بن باز کے نام (الاستاد احمد بدوی، مصر) ۱۰۔ حقوق نسواں اور اسلام (الانسہ عفاف محمد)

فارسی سے اُردو تراجم:

۱۔ مرقع کلیمی (حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی)

تحقیقی مقالات:

۱۔ امام احمد رضا اور ردعیسائیت ۲۔ ادوات القسم فی القرآن الکریم (دراسۃ نحویۃ)

عربی مقدمات:

۱۔ تراجم المحدثین

عربی میں تعارف شخصیات:

۱۔ علامہ محمد عبد الحکیم مشرف قادری (مشمولہ ''من عقائد اہل السنۃ'') ۲۔ علامہ محمد جلال الدین امجدی (مشمولہ ''تعظیم النبی'')

اردو مضامین ومقالات:

۱۔ دیواریں میرے وطن کی (روزنامہ مرکز، اسلام آباد، ۵ دسمبر ۱۹۹۱ء) ۲۔ درسگاہوں کا مجروح تقدس (روزنامہ مرکز، اسلام آباد، یکم مارچ ۱۹۹۲ء ۳۔ خون خون تعلیمی امن (روزنامہ مرکز، اسلام آباد، ۳ مارچ ۱۹۹۲ء) ۴۔ جامعہ تا جامعہ لہو کی سرگزشت ہے (روزنامہ مرکز، اسلام آباد ۲۹ مئی ۱۹۹۲ء) [۱]

---

۱ (i) محسن اہل سنت، ص: ۱۰۶ تا ۱۱۹

(ii) انٹرویو: ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، بمقام: منہاج القرآن، ماڈل ٹاؤن لاہور، بوقت 02:00 PM، بتاریخ: ۱۴۔۱۱۔۲۰۱۹

شیخ المیراث مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی

حضرت علامہ مولانا غلام محمد بن محمد انور صاحب ۱۹۵۵ء کوفتو والہ نزد شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ناظرہ قرآن مجید اور سات پارے ترجمۂ قرآن مجید اپنے والد صاحب مولانا محمد انور صاحب سے پڑھا۔ پرائمری تک اپنے گاؤں میں پڑھا پھر بھولے شاہ نزد فیض پور کلاں کے مڈل سکول میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۹ء میں مڈل کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۶۹ء میں ہی آپ کے والد گرامی نے آپ کو دارالمبلغین، شرقپور شریف میں داخل کروا دیا وہاں تین سال تک علم دین کی تحصیل کرتے رہے۔ حضرت علامہ مفتی سید مزمل حسین شاہ صاحب سے کتب فارسی میزان الصرف، قانونچہ، نحو میر، شرح جامی، مجموعہ منطق، مرقات اور اصول شاشی وغیرہ پڑھیں اور حضرت مولانا اکبر علی شرقپوری سے ہدایۃ النحو اور تحفہ نصائح پڑھیں۔

۱۹۷۳ء میں جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ، بھکی شریف آ گئے بحر العلوم حضرت علامہ پیر سید جلال الدین شاہ صاحب سے سلم العلوم پڑھی حضرت علامہ حافظ نذیر احمد صاحب سے میبذی، علم الصیغہ، قطبی، مختصر المعانی پڑھیں اور شیخ الفقہ حضرت علامہ حافظ کریم بخش صاحب سے مطول، شرح وقایہ، ہدایہ اولین پڑھیں اور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد نواز صاحب سے تین سبق سراجی کے پڑھے۔

آپ دو سال کے بعد تقریباً ۱۹۷۶ء میں جامعہ مظہریہ امدادیہ میں آ گئے حضرت علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی سے چھ سال کے عرصہ میں درج ذیل کتب پڑھنے کا شرف حاصل ہوا:

۱۔شرح عقائد ۲۔خیالی ۳۔سراجی ۴۔حمد اللہ ۵۔قاضی ۶۔میر زاھد ۷۔ملا جلال ۸۔بیضاوی شریف ۹۔مشکوۃ شریف ۱۰۔صدرا ۱۱۔شمس بازغہ ۱۲۔امور عامہ ۱۳۔مقامات حریریہ ۱۴۔مناظرہ رشیدیہ ۱۵۔مطول ۱۶۔سماع مختصر معانی ۱۷۔توضیح تلویح ۱۸۔مسلم الثبوت ۱۹۔ہدایہ آخریں ۲۰۔درمختار ۲۱۔تصریح ۲۲۔ملاحسن ۲۳۔حسامی ۲۴۔ قطبی (سماع) ۲۵۔ قانونچہ (سماع) ۲۶۔ شرح جامی (سماع) ۲۷۔تکملہ علیٰ شرح جامی وغیرہ

حضرت علامہ عبد الحق بندیالوی سے قاضی مبارک کے کچھ اسباق پڑھے دوران تعلیم دورۂ تفسیر القرآن کے لئے جامعہ اویسیہ رضویہ بہاول پور میں شیخ الجامعہ حضرت علامہ فیض احمد اویسی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف تلمذ کیا۔ دورۂ علم میراث اور توقیت کے لیے اہل سنت کی مرکزی درسگاہ جامعہ امینیہ رضویہ میں داخلہ لے کر محقق العصر بحر العلوم مفتی سید افضل حسین شاہ صاحب سے سراجی اور زبدۃ التوقیت وغیرہ پڑھیں۔

دار العلوم جامعہ نعیمیہ میں ۱۹۸۳ء میں دورۂ حدیث شریف کیا جہاں مفتی محمد حسین نعیمی، علامہ غلام رسول سعیدی اور حضرت علامہ مفتی محمد عبد اللطیف مجددی صاحب سے تلمذ کے مواقع میسر آئے۔ حضرت علامہ مفتی محمد عبد الطیف مجددی صاحب سے دورۂ حدیث کے شریف کے دوران فارسی کتب کریمہ، نام حق، بدائع منظوم، تحفہ نصائح اور پند نامہ دوبارہ پڑھیں۔

اساتذہ کرام

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

ا۔علامہ عطامحمد بندیالوی ۲۔علامہ محمد عبدالحق صاحب بندیالوی ۳۔حضرت پیر سید جلال الدین شاہ ۴۔مفتی سید افضل حسین شاہ ۵۔علامہ محمد نواز صاحب ۶۔مفتی محمد حسین نعیمی ۷۔علامہ فیض احمد اویسی ۸۔علامہ غلام رسول سعیدی ۹۔شیخ الفقہ حضرت علامہ حافظ کریم بخش صاحب ۱۰۔حضرت مولانا حافظ نذیر احمد صاحب ۱۱۔حضرت علامہ مفتی محمد عبداللطیف مجددی ۱۲۔حضرت علامہ مفتی سید مزمل حسین شاہ ۱۳۔حضرت علامہ محمد اکبر علی صاحب ۱۴۔حضرت مولانا محمد انور (والد ماجد)

تدریس

جامعہ نعمانیہ سے تدریس کا آغاز کیا اور ایک سال تک وہاں تدریسی خدمات سرانجام دیں پھر جامعہ حیات القرآن میں تقریباً ایک سال تشنگانِ علم کو سیراب کیا ساتھ فتاویٰ نویسی بھی فرماتے رہے۔ بعدازاں جامعہ چراغیہ ، گوجرہ منڈی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں تین سال علمی فیوضات کی بہم رسانی کی ،فتاویٰ نویسی کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ جامعہ چراغیہ سے ۱۹۸۷ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور تشریف لائے اور عرصہ سات سال تک تدریس خدمات کے فرائض سرانجام دیئے پھر ادارہ معارف نعمانیہ شادباغ میں ایک سال تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ میں صرف ایک ماہ تدریس کی اور شرح عقائد جامی، اصول الشاشی اور قطبی پڑھائی پھر جامعہ جلالیہ رضویہ، داروغہ والا میں ایک سال تک تدریسی فرائض سرانجام دیے۔ بعدازاں منہاج القرآن تشریف لے گئے اور نو ماہ تک تدریسی فرمائی، پھر جامعہ غوشیہ رضویہ، مین مارکیٹ میں ایک سال تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

اس کے بعد جامعہ فخر العلوم، داروغہ والا میں ایک سال تک علوم عقلیہ ونقلیہ کی ترویج واشاعت کی اور پھر جامعہ رسولیہ شیرازیہ، بلال گنج میں سات سال تک تدریس کی اور فتاویٰ نویسی بھی فرماتے رہے۔تقریباً ۲۰۰۳ء میں مدینۃ العلوم جامعہ نبویہ، ناظر کالونی سگیاں سٹاپ شرقپور شریف کا سنگ بنیاد رکھا اور تادمِ آخریں تدریس کے ساتھ ساتھ فتاویٰ نویسی بھی فرماتے رہے اور ہر سال ۱۵ شعبان تا ۱۵ رمضان تک دورۂ علم میراث بھی کرواتے رہے۔

دورۂ علم میراث

آپ علم میراث میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے لاہور کے متعدد مقامات پر دورہ علم میراث کروایا۔ایک مرتبہ جامعہ صدیقیہ انجن شیڈ لاہور میں اور ایکمرتبہ جامعہ حنفیہ غوثیہ ادارہ معارف نعمانیہ، شاد باغ میں دورہ کروایا جبکہ متعدد بار مدینہ مسجد مصری شاہ میں دورۂ میراث کروایا۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ پاکستان کے طول وعرض میں پھیلے ہیں چند کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ڈاکٹرمحمد راغب حسین نعیمی ۲۔حضرت علامہ محمد عابد جلال ۳۔حضرت علامہ مولانا محمد منور عثمانی، مرید کے ۴۔حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور ۵۔مولانا فاروق صاحب، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۶۔حضرت علامہ محمد یونس ، مدرس جامعہ رسولیہ شیرازیہ، لاہور ۷۔حضرت علامہ مولانا حبیب احمد صاحب، سابق مدرس جامعہ رسولیہ شیرازیہ، لاہور ۸۔حضرت مولانا محمد قاسم بلوچ، سابق مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور ۹۔حضرت مولانا ضیاء محمد صاحب، مدرس جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور ۱۰۔حضرت مولانا محمد عابد حسین رضوی، مدرس قلعہ شریف

ازدواجی زندگی

آپ کی شادی ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو دورانِ تعلیم ہی اپنے ماموں کے گھر ہوئی۔ آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں ایک صاحبزادہ حافظ احمد رضا ۱۸ سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔

بیعت وخلافت

آپ حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ، بھکھی شریف کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور حضرت مولانا محمد عبدالحق صاحب بندیالوی نے حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری، علامہ علی احمد سندیلوی اور حضرت علامہ غلام محمد شرقپوری تینوں صاحبان کو اپنے دست اقدس سے دستار خلافت عطا فرمائی اور بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

وفات

آپ کا وصال ۱۹ محرم ۱۴۴۰ھ/ ۲۹ ستمبر ۲۰۱۸ء کو ہوا۔

تصانیف

۱۔عطاء جلال (سلم العلوم اور میبذی کی توضیحات) ۲۔توضیحات (شرح عقائد و مناظرہ رشیدہ) ۳۔عطاء المنطق فی مصطلحات المنطق ۴۔عصر حاضر کی محفل نعت شریعت کے آئینے میں ۵۔کیا ہر فرقہ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے؟ ۶۔خالق کل نے آپ کو مالک کل بنایا ۷۔اوجھڑی اور کپورے کا شرعی حکم ۸۔احکام طلاق، الفاظ طلاق اور اقسام طلاق ۹۔گلدستہ حج ۱۰۔عطائے محمد شرح مجموعہ منطق ۱۱۔شرح مناظرہ رشیدیہ ۱۲۔نقشہ اصول فقہ ۱۳۔نقشہ منطق ۱۴۔نقشہ علم میراث ۱۵۔نقشہ اصولِ حدیث [1]

☆☆☆

[1] قرۃ عیون الاقیال فی تذکرہ فضلائے البندیال، ص: ۲۶۶ تا ۲۷۹ ملخصاً

شیخ حازم بن محمد بن احمد المصری

شیخ حازم بن محمد بن احمد ۲۸ اگست ۱۹۶۴ء کو بنی مزاز ضلع المنیا جنوبی مصر میں پیدا ہوئے۔آپ کا تعلق مصر کے جنوبی اضلاع میں مقیم ان سادات کے خاندان سے ہے جن کا نسب حضور علیہ السلام کے نواسے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے آپ کے والد ''کلیۃ اللغۃ العربیۃ'' جامعہ ازھر شریف کے فاضل تھے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ۱۹۶۹ء کو پانچ سال کی عمر میں پرائمری سکول ''الشعب الابتدائیۃ'' بنی مزار میں داخلہ لیا اس وقت آپ کے والد اس سکول کے پرنسپل تھے پرائمری کے بعد آپ کا داخلہ ایلیمنٹری سکول میں ہوا وہاں تین سال تک پڑھتے رہے اور ایلمنٹری لیول کی ڈگری ۱۹۷۸ء میں حاصل کی۔

اس کے بعد آپ کے والد نے دینی تعلیم حاصل کرنے کی تلقین کی تو آپ نے سیکنڈری لیول کے دینی ادارہ میں داخلہ لے لیا۔ وہاں آپ چار سال تک پڑھتے رہے۔اس دوران آپ نے حفظ بھی کر لیا ۱۹۸۲ء میں آپ نے سیکنڈری لیول کی ڈگری مکمل کی اور اس سال آپ پوزیشن ہولڈر رہے۔پھر آپ ازھر یونیورسٹی قاھرہ چلے گئے۔شعبہ اردو زبان وادب میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۶ء میں آپ نے بی ایس آنرکی ڈگری پہلی پوزیشن لے کر حاصل کی۔بعد ازاں آپ جامعہ ازہر کے شعبہ اردو زبان وادب کے مارچ ۱۹۸۸ء میں لیکچرار مقرر ہوئے۔اسی سال آپ نے جامعہ عین الشمّس، قاہرہ کے شعبہ فارسی زبان وادب میں داخلہ لیا۔اور فروری ۱۹۹۳ء میں آپ نے ''الظواھر الفنیۃ فی شعر خواجہ میر درد الدھلوی'' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر اول درجہ میں ڈگری حاصل کی۔اسی سال آپ شعبہ اردو زبان وادب ازہر یونیورسٹی کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔

پھر آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور میں پی ایچ ڈی میں داخلہ لیا اور ''محمد حسین آزاد الدھلوی ومنھجہ فی نقد الشعر الأردی'' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی (PHD) کی ڈگری حاصل کی۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

جامعہ ازہر کے اساتذہ:

۱۔شیخ محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ (شیخ حازم کے والد) ۲۔ڈاکٹر امجد حسین سید احمد پاکستانی ۳۔ڈاکٹر بدیع محمد جمعہ ۴۔ڈاکٹر محمد سعید جمال الدین ۵۔ڈاکٹر محمد نورالدین عبدالمنعم ۶۔ڈاکٹر حسین مجیب مصری ۷۔ڈاکٹر ملکہ علی محمد ترکی ۸۔ڈاکٹر عبدالنعیم حسنین ۹۔ڈاکٹر احمد عمر ہاشم ۱۰۔سید عباس عبدالحی

پاکستان کے اساتذہ:

ا۔ڈاکٹر تحسین فراقی (پنجاب یونیورسٹی) ۲۔مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی (سابق ناظم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) ۳۔شرف ملت علامہ عبدالحلیم شرف قادری (سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) ۴۔ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی

تدریس

آپ جامعہ ازہر شریف کے اردو زبان وادب کے شعبہ کے پروفیسر رہے اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ۱۹۹۵ء میں عربی لغت کے استاذ رہے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

ا۔مظاہر الاحتفال بالمولد النبوی الشریف فی لاہور والقاہرہ ۲۔القواعد والحادثات الأسیاسۃ لدراسۃ اللغۃ العربیۃ ۳۔الظواہر الفنیۃ فی شعر خواجہ میر درد ۴۔الترجمۃ العربیۃ لدیوان خواجہ میر درد الأردی ۵۔مختصر تاریخ پاکستان والہند (من القرن الأول الی نھایۃ القرن الثانی عشر الھجری) ۶۔بساتین الغفران ۷۔مظاہر الاحتفال بذکری مولد العلامۃ محمد اقبال فی لاہور والقاہرۃ ۸۔تاریخ پاکستان (من القرن الثالث عشر الھجری الی العہد الحاضر) ۹۔حکیم الأمۃ وشاعر المشرق العلامۃ محمد اقبال ۱۰۔الامام الأکبر المجدد محمد أحمد رضا خان حیاتہ وخدماتہ۔۱۱۔الترجمۃ العربیۃ لانتخاب حدائق بخشش (بالاشتراک مع الدکتور محمد مبارز ملک أستاذ بالقسم العربی لجامعۃ بنجاب)

مقالات

آپ نے درج ذیل مقالات تحریر فرمائے:

ا۔قیام دولۃ المغول الأسلامیۃ بشبہ القارۃ الھندیہ ۲۔تلامیذ خواجہ میر درد الدھلوی ۳۔التعریف بالدیوان الأردی خواجہ میر درد الدھلوی ۴۔مدرسۃ دھلی الشعریۃ الأولی ۵۔الأزھر جامع وجامعۃ ۶۔اللغۃ الأردیۃ فی الجامعات المصریۃ ۷۔المظاھر الحضاریۃ لدولۃ المغول الاسلامیۃ فی شبہ القارۃ الھندیۃ ۸۔تلوث البیئۃ فی مدینۃ لاہور (أسباب وحلول) [1]

مفتی ابوالحسان محمد طاہر تبسم قادری

حضرت علامہ مفتی محمد طاہر تبسم قادری بن میاں احمد دین ۱۸ اپریل ۱۹۷۸ء کو اڈا کھرا جپورہ ضلع بہاولنگر میں پیدا ہوئے آپ کا تعلق راجپوت خاندان سے ہے آپ کے والدہ ماجد میاں احمد دین صاحب کھیتی باڑی سے متعلق ہونے کے باوجود اپنے گاؤں کی مسجد میں امامت

---

[1] حازم بن محمد، الشیخ، بساتین الغفران، مقدمہ: محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور: المکتبہ القادریۃ، ۱۹۹۷ء، ص ۱۸ تا ۲۳ ملخصاً

کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ [1]

تعلیم وتربیت

آپ نے گورنمنٹ پرائمری سکول کھراجپورہ سے عصری تعلیم کا آغاز کیا اور پرائمری کے بعد جامعہ خالقیہ رازقیہ، ڈونگہ بونگہ حفظ القرآن کے لیے داخل ہوئے اور وہیں سے دوسال کی مدت میں حفظ قرآن مجید کی دولتِ عظمیٰ حاصل کی۔

۱۹۸۹ء کو جامعہ رضویہ مظہر الاسلام، ہارون آباد میں درس نظامی کے لیے داخلہ لیا اور حضرت علامہ مولانا مفتی فاروق احمد نظامی علیہ الرحمۃ سے فارسی کتب پڑھیں اسی سال جامعہ غوثیہ رضویہ، سمندری میں نائب محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا ابومحمد محمد عبدالرشید رضوی علیہ الرحمہ کی زیرنگرانی دورۂ تجوید وقرأت کی سعادت حاصل کی۔

۱۹۹۰ء میں ملت اسلامیہ کی نامور مرکزی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں جملہ علوم وفنونِ درس نظامی (صرف، نحو، منطق، فلسفہ، حکمت ومناظرہ، ادب، عروص، قوافی، بیان وبلاغت، معانی، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر وغیرہ) کی تحصیل کی اور ۱۹۹۸ء میں سندفراغت حاصل کی۔ پارٹ ٹائم میں استاذ القراء الحاج قاری ظہور احمد سیالوی مدظلہ سے تجوید وقراءت کی مزید مشق کی نیز ساتھ ہی ساتھ لاہور بورڈ سے میٹرک اور ایف میں بھی نمایاں پوزیشن حاصل کی اور پنجاب یونیورسٹی سے تصوف میں ڈپلومہ کیا۔ [2]

اساتذہ کرام

آپ کے چند معروف اساتذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔ شرف ملت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ۳۔ ملک المدرسین حضرت علامہ مولانا محمد رشید نقشبندی ۴۔ حضرت علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی ۵۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۶۔ ادیب اہل سنت حضرت علامہ الحاج مفتی محمد صدیق ہزاری ۷۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ ڈاکٹر محمد فضل حنان سعیدی ۸۔ مجاہد ملت حضرت علامہ الحافظ خادم حسین رضوی ۹۔ مفتی محمد فاروق احمد نظامی ۱۰۔ الحاج قاری ظہور احمد سیالوی [3]

تدریس

فراغت کے اگلے سال ۱۹۹۹ء میں اپنی مادرِ علمی میں ہی مسند تدریس کو زینت بخشی تقریباً دوسال یہاں تدریس فرمائی پھر جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ تشریف لے گئے اور پانچ سال (۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۵ء) تک ناظم تعلیمات رہے بعدازاں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں پھر دوبارہ تشریف لے آئے اور ۲۰۰۵ء سے ۲۰۱۵ء تک تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اب ۲۰۱۵ء سے تاحال اپنے قائم کردہ

---

۱ تبسم قادری، محمد طاہر، مفتی، مومن کی اذان، لاہور: مکتبہ شمس وقمر، ۲۰۱۴ء، ص: ۱۶

۲ مومن کی اذان، ص: ۱۶۔۱۷

۳ ایضاً، ص: ۱۸

مدرسہ ''ادارہ تعلیمات نبویہ'' میں تدریس فرما رہے ہیں۔ [1]

مسند تدریس کا شاہسوار

آپ جامعہ نظامیہ رضویہ میں شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا رشید نقشبندی علیہ الرحمہ کی مسند تدریس کے وارث و امین تھے جامعہ نظامیہ رضویہ کے در و دیوار سے آج بھی آپ کے اس مقولہ کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے کہ ''میرے سامنے گدھا بھی بٹھا دو اس کو بھی سبق سمجھ آ جائے گا''۔ واقعتا اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریس کا ایسا ملکہ عطا فرمایا ہے کہ غبی سے غبی طالب علم کے ذہن پر بھی آپ سبق نقش فرما دیتے ہیں۔ عربی عبارت کا ترجمہ کراتے ہوئے شائستگی، سلاست و روانگی اور الفاظ کے انتخاب کی جو خوبیاں آپ کو بارگاہ ایزدی سے ودیعت ہوئی ہیں وہ شاید و باید ہی مدرسین کو میسر آتی ہیں۔ قبلہ استاذ گرامی کا یہ ارشاد آج بھی سماعت سے ٹکراتا ہے کہ ''اِس لفظ کا اس مقام پر جو میں نے ترجمہ کر دیا ہے اس کے علاوہ اور ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا'' بلا شبہ آپ مسند تدریس کے شاہسوار ہیں۔

تلامذہ

آپ کے چند تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ حصرت علامہ مولانا عمران الحسن فاروقی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ۔ ۲۔ حضرت علامہ مولانا فاروق شریف صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۳۔ مولانا شکور احمد ضیاء سیالوی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۴۔ علامہ مفتی اکمل صاحب، نائب مفتی و مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۵۔ مولانا محمد بخش رضوی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۶۔ مولانا محمد تنویر قادری، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۷۔ مولانا اللہ بخش تونسوی، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ۸۔ مولانا سید متین حماد بخاری، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۹۔ مولانا سید جلال شاہ، مدرس جامعہ نعمانیہ لاہور ۱۰۔ مولانا حامد وحید قادری، مدرس جامعہ حنفیہ غوثیہ لاہور ۱۱۔ مولانا محمد عاصم محجوب مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۱۲۔ حافظ مبشر سعید مرتضائی، سابق مدرس مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ

خطابت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد طاہر تبسم قادری زید مجدہ نے ۱۹۹۵ء کو دوران تعلیم ہی جامع مسجد صابریہ، داتا نگر سے خطابت کا سلسلہ شروع کیا اور تین چار وہاں خطابت فرماتے رہے پھر آپ جامع مسجد حنفیہ غوثیہ المعروف حافظ لال دین والی مسجد، رام نگر چوک راجگڑھ تشریف لے گئے (جہاں حضرت علامہ الٰہی بخش رحمہ اللہ بھی ایک عرصہ تک خطابت فرماتے رہے) یہاں ہی سے آپ کی خطابت کا عروج شروع ہوا اور جامع مسجد اقبال، دلکشاں پارک پریم نگر (راجگڑھ) میں بھی خطابت فرماتے رہے ان دونوں مساجد میں آپ نے تقریباً تین سال تک خطابت کے جوہر دکھائے۔ اس دوران آپ جامع مسجد قادریہ رضویہ، برانڈرتھ روڈ میں بھی خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے لیکن جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ میں تشریف لے جانے کی وجہ سے یہاں سے خطابت کا سلسلہ منقطع کرنا پڑا وہاں شیخوپورہ حبیب کالونی کی جامع مسجد غوثیہ قادریہ رضویہ میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا ایک منفرد خطیب کی حیثیت سے آپ کا شہرہ ہوا عرصہ تین سال تک وہاں خطابت

---

[1] انٹرویو: مفتی محمد طاہر تبسم قادری، ۳ ستمبر ۲۰۱۹ء

کے جوہر دکھائے۔

بعدازاں آپ لاہور تشریف لے آئے اور دوبارہ جامعہ مسجد قادریہ رضویہ، برانڈرتھ روڈ میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا تقریباً پندرہ سال اس مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔اس دوران آپ جامع مسجد حنفیہ رضویہ، مجاہد آباد مغلپورہ میں بھی دو سال خطابت فرماتے رہے۔جامع مسجد قادریہ رضویہ کے ساتھ ساتھ آپ نے جامع مسجد المدینہ المنورہ میں بھی ۲۰۰۸،کو خطابت کا سلسلہ شروع فرمادیا اور تاحال آپ جامع مسجد المدینہ المنورہ میں ہی وعظ و تبلیغ کے ذریعے مخلوق خدا کی رہنمائی فرمارہے ہیں۔ [۱]

ادیب شہیر علامہ محمد منشا تابش قصوری آپ کی خطابت بارے فرماتے ہیں:

''(آپ) اب خطرناک خطیب بن چکے ہیں کن لوگوں اور کس کے لیے خطرناک ہیں؟

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں کے لیے

بدعقیدہ بدمذہب مسلک کے لیے

اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے ادبوں کے لیے

شاتمان اولیا کے لیے

ذریت شیطان کے لئے

قادیانی کذاب اور دشمنان ختم نبوت کے لیے

نظام مصطفی کے مخالفین کے لیے

فحاشی کو ترقی دینے والوں کے لیے

چادر اور چاردیواری پر ڈاکہ ڈالنے والوں کے لیے

دشمنان پاکستان اور دہشت گردوں اور ان کے سرپرستوں کے لیے

الغرض آپ نڈر، بے باک، حق گو اور جرأت و بہادری کا روح پرور منظر پیش کرنے والے عدیم المثال خطیب ہیں [۲]

ٹی وی پروگرامز

آپ کا کیو ٹی وی (QTV) پر ''حیاۃ صحابہ'' کے عنوان سے ایک پروگرام نشر ہو رہا ہے مزید قرآن چینل، 92 نیوز، City42، A Plus، PTV،ATV، ایکسپریس اور جیو ٹی وی وغیرہ پر پروگرامز بھی رفتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں۔ [۳]

اداروں کا قیام

آپ نے ۲۰۰۸ء میں ادارہ تعلیمات نبویہ، کھوکھر ٹاؤن بند روڈ لاہور کی بنیاد رکھی جہاں حفظ قرآن کی تعلیم شروع کی گئی اور اب

---

۱ انٹرویو: مفتی محمد طاہر تبسم قادری، ۳ ستمبر ۲۰۱۹ء

۲ مومن کی اذان، ص: ۱۸۔۱۹

۳ انٹرویو: مفتی محمد طاہر تبسم قادری، ۳ ستمبر ۲۰۱۹ء

درس نظامی کی تمام کلاسز کا بھی اہتمام کیا گیا ہے یہ ادارہ دینی تعلیم کے فروغ کے لیے دن رات کوشاں ہے۔علاوہ ازیں آپ حضرت علامہ مفتی محمد انوار الرسول مرتضائی زید مجدہ کے ساتھ مل کر اقراء مدینہ الاطفال کی چھ برانچز بھی چلا رہے ہیں جہاں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ مروجہ عصری تعلیم کا بھی اہتمام ہے۔ [۱]

آپ انٹرنیشنل علماء کونسل کے چیئرمین بھی ہیں اور مسائل اہل سنت و جماعت کے حل کے لئے دن رات کوشاں رہتے ہیں۔ ہر قسم کے نئے پیدا ہونے والے فتنہ کے سامنے سینہ سپر ہو جاتے ہیں اپنے بیانات سے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور مرزا سلامت علی دبیر کے ان اشعار کے مصداق نظر آتے ہیں:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے　　رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

رستم کا بدن زیر کفن کانپ رہا ہے　　ہر قصر سلاطین زمن کانپ رہا ہے

آپ باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینے کا آہنگ رکھتے ہیں اور ہر لمحہ آگے بڑھنے کا جذبہ اور لگن رکھتے ہیں۔آپ از دنیا گریز نہیں با دنیا ستیز کے قائل ہیں اور اس طرز عمل کے بالکلیہ عملی طور پر مخالف نظر آتے ہیں کہ ''زمین جنبد، نہ جنبد گل محمد''

تحریکی خدمات

جامعہ نظامیہ رضویہ کے فضلا کی ملک گیر تنظیم مجلس علمائے نظامیہ پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ ہونے کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے آپ کی قیادت میں بڑے بڑے پروگرام کئے گئے جن میں مفتی اعظم سیمینارز، جلسے، جلوس اور لاہور سے اٹھنے والی ہر مذہبی تحریک میں قائدانہ کردار ادا کرنے میں آپ پیش پیش رہے۔جامعہ کی گولڈن جوبلی کی تقریبات نہایت اعلیٰ پیمانے پر منعقد کروانے میں آپ نے بھرپور کردار ادا فرمایا۔

۲۰۰۶ء کی ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' میں اکابر علماء و مشائخ کی معیت میں بڑی شان سے شمولیت کی سعادت حاصل کی نیز اس عظیم مشن کی کامیابی کے لیے قید و بند کی صعوبتوں سے دو چار ہونے کی عزت سے بھی شادکام ہوئے۔کیمپ جیل لاہور ختم نبوت کے محافظین غازی کشمیر علامہ سید ابو الحسنات قادری، حضرت سید مفتی خلیل احمد قادری اور مجاہد ملت عبد الستار خان نیازی علیہم الرحمۃ ایسی بلند مرتبہ شخصیات کی بھی محافظ رہی اور تلك الايّام نُدَاوِلُهَا (۱۲۹) [۲] کے تحت علامہ طاہر تبسم زیدہ مجدہ، وقت حاضر کے اکابر علامہ پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی، علامہ سید محمد محفوظ شاہ مشہدی، علامہ خادم حسین رضوی، صاحبزادہ سید مختار اشرف رضوی اور علامہ صاحبزادہ رضائے مصطفی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں اسی کیمپ جیل رہے۔ [۳]

۱　انٹرویو: مفتی محمد طاہر تبسم قادری، ۳ ستمبر ۲۰۱۹ء

۲　آل عمران ۳: ۱۴۰

۳　مومن کی اذان: ص: ۲۰

بیعت

حضرت علامہ ابوالحسان مفتی محمد طاہر تبسم قادری نے پیر طریقت، قطب الاقطاب، معلی القاب حضرت پیر سید دیوان غلام دستگیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف قبولہ شریف کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔[1]

سعادتِ عمرہ

آپ کو اگست ۲۰۱۰ء میں عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ [2]

ازدواجی زندگی

اکتوبر ۲۰۱۱ء کو شیخوپورہ کے ایک دیندار گھرانے میں آپ کی شادی ہوئی۔ آپ کی ایک بیٹی اور تین بیٹے ہیں: بیٹوں کے اسماء یہ ہیں: ا۔محمد خان۔ ۲۔محمد حسنین ۳۔محمد عبداللہ [3]

حسین یادداشتیں

اہل قلم نے اپنی یادداشتوں کو اس شان سے جمع کیا ہے کہ یہ ایک الگ فن کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اس قسم کی یادداشتوں کو کما حقہ قلم سے ضبط کرنا کارے دارد۔ تاہم آپ کی بے شمار یادوں میں سے چند بطور نمونہ آپ کی زبانی درج ذیل ہیں:

''سب سے زیادہ یادگار حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی معیت میں کئے ہوئے سفر ہیں آپ کے اسفار میں عموماً جامعہ کے سینئر اساتذہ ''شرف ملت حضرت علامہ مولانا محمد الحکیم شرف قادری، جانشین سعدی حضرت علامہ مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری، شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی اور ادیب اہل سنت علامہ محمد صدیق ہزاروی'' شامل ہوتے جبکہ کم عمر اساتذہ میں میرا نام بھی آتا ہے۔ اساتذہ کی شفقتیں بطور یادگار آج بھی سکون قلب کا سامان ہیں ان اسفار میں علامہ عطا محمد عطا محمد بندیالوی کے جنازے کا سفر، علامہ غلام علی اوکاڑوی اور میاں غلام دستگیر کوٹلوی علیہما الرحمۃ کے جنازوں میں شمولیت نیز دوروزہ انٹرنیشنل سنی کانفرنس، ملتان اور سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلی لوہاراں کی عیادت کرنا پھر جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف کے سنگ بنیاد کا سفر وغیرہ خصوصی یادیں ہیں۔[4]

تصانیف

آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود دو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جبکہ کچھ زیر تصنیف ہیں:

ا۔مومن کی اذان و معہ نوجوان نسل اور دینی تعلیم ۲۔تحفظ ناموس رسالت (عوارج و مدارج)

علاوہ ازیں آپ مجلہ ''النظامیہ'' کے تقریباً ۸ سال تک مدیر اعلیٰ رہے۔ [5]

☆☆☆

---

[1] مومن کی اذان، ص: ۲۰

[2] ایضاً

[3] انٹرویو: مفتی محمد طاہر تبسم قادری، ۳ ستمبر ۲۰۱۸ء

[4] مومن کی اذان، ص: ۲۲۔۲۳

[5] انٹرویو: مفتی محمد طاہر تبسم قادری، ۳ ستمبر ۲۰۱۹ء

شیخ الحدیث قاضی ابومحمد خلیل احمد قادری

شیخ الحدیث قاضی ابومحمد خلیل احمد قادری بن عبدالرزاق ۲ دسمبر ۱۹۷۷ء کو ضلع اٹک تحصیل پنڈی گیپ ڈاک خانہ خاص میانوالہ میں پیدا ہوئے۔[1]

تعلیم وتربیت

آپ حفظ قرآن کے لیے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی میں داخل ہوئے جہاں پہلے پچیس پارے (ضلع اٹک کے رہنے والے اپنے ماموں کے بیٹے) قاری محمد صدیق چشتی صاحب سے حفظ کیے جبکہ ان کے ساؤتھ افریقہ جانے کے بعد بقیہ پانچ پارے قاری محمد نذیر قادری صاحب (ڈیرہ اسماعیل خان والے) سے حفظ کیے آپ نے صرف چودہ ماہ کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ بعد ازاں جامعہ رضویہ میں ہی قاری محمد علی اکبر نعیمی اور قاری محمد عبدالرب صاحب سے استفادہ کرتے ہوئے تجوید کا دو سالہ کورس مکمل کیا اور تنظیم المدارس کے امتحان منعقدہ ۱۹۹۲ء میں اے گریڈ اور پورے پاکستان کی سطح پر پہلی پوزیشن حاصل کی۔[2]

علوم اسلامیہ کی تحصیل

آپ نے جامعہ رضویہ، راولپنڈی میں ہی درسِ نظامی کا آغاز کیا مگر کچھ عرصہ کے بعد داتا کی نگری لاہور کا رُخ کیا جہاں جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ سے اکتساب علم وفیض کیا اور ۲۰۰۰ء میں دورحدیث شریف کر کے سند فراغت حاصل کی۔[3]

عصری تعلیم

شیخ الحدیث علامہ خلیل احمد قادری صاحب نے درس نظامی کی تحصیل کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی اور اردو فاضل امتحانات بھی پنجاب بورڈ سے اعلیٰ نمبروں سے پاس کیے مزید برآں پنجاب یونیورسٹی سے ''جدید عربی لینگوئج'' میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ یونیورسٹی سے ATTC کا کورس کیا اور لاہور یونیورسٹی سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی پھر تنظیم المدارس بورڈ کے تحت دو سالہ مفتی کورس کا امتحان پاس کیا اور اب PHD کی منازل طے کر رہے ہیں۔[4]

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء یہ ہیں:

جامعہ رضویہ راولپنڈی کے اساتذہ کرام:

۱۔ حضرت علامہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب ۲۔ حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب ۳۔ حضرت علامہ مولانا عبدالرزاق

---

۱ انٹرویو: علامہ خلیل احمد قادری ۲۹، اگست ۲۰۱۸ء

۲ دینوری، ابوبکر احمد بن محمد، حافظ عمل الیوم واللیلۃ، مترجم: قاضی ابومحمد خلیل احمد قادری، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۱۹ء، ص: ۲۵۔۲۶

۳ ایضاً

۴ ایضاً

بھتر الوی صاحب ۴۔صاحبزادہ معین الدین شاہ صاحب ۵۔صاحبزادہ انعام الحق شاہ صاحب ۶۔مولانا احمد اسحاق ظفر صاحب ۷۔مولانا سید اطہر شبیر شاہ صاحب ۷۔مولانا فضل الدین نقشبندی صاحب ۸۔مولانا عبدالرشید قریشی صاحب ۹۔مولانا قاری جمیل احمد صاحب ۱۰۔ مولانا شیر دل صاحب ۱۱۔مولانا عبدالحی افغانی صاحب ۱۲۔مولانا سعید خان مردانوی صاحب ۱۳۔قاری محمد صدیق چشتی صاحب ۱۴۔ قاری محمد نذیر قادری صاحب ۱۵۔قاری محمد علی اکبر نعیمی صاحب ۱۶۔قاری محمد عبدالرب صاحب۔

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے اساتذہ کرام:

۱۔مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب ۲۔شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب ۳۔علامہ مفتی گل احمد عتیقی صاحب ۴۔علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب ۵۔علامہ مفتی یار محمد صاحب ۶۔علامہ حافظ عبدالستار سعیدی ۷۔علامہ قاری جان محمد صاحب ۸۔علامہ مفتی رشید احمد نقشبندی صاحب ۹۔علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب ۱۰۔شیخ حازم بن محمد بن احمد مصری

پنجاب یونیورسٹی کے اساتذہ:

۱۔ڈاکٹر خالق داد ملک صاحب ۲۔ڈاکٹر قمر علی زیدی صاحب ۳۔ڈاکٹر مظہر معین صاحب ۴۔ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب

لاہور یونیورسٹی کا اساتذہ کرام:

۱۔ڈاکٹر علی اکبر الازہری صاحب ۲۔ ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری صاحب ۳۔ڈاکٹر سید سلطان شاہ صاحب

اردو یونیورسٹی کے اساتذہ کرام:

۱۔ڈاکٹر ممتاز الحسن باروی صاحب ۲۔ڈاکٹر عمران انور نظامی صاحب ۳۔ڈاکٹر محمد طاہر تنولی صاحب [1]

تدریس

آپ نے جامعہ اسلامیہ، پونچھ روڈ لاہور سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا ایک سال تک وہاں تدریسی فرائض سرانجام دیے پھر دارالعلوم جامعہ نعیمیہ، لاہور تشریف آئے اور ایک سال تک وہاں تشنگانِ علم کی پیاس بجھاتے رہے بعدازاں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (اپنی مادر علمی) میں ساڑھے چار سال تدریسی خدمات انجام دیں اور ۲۰۰۵ء میں جامعہ ہجویریہ، داتا دربار لاہور میں تشریف لے گئے تا حال وہاں ہی دین متین کی خدمت میں مصروف عمل ہیں اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ [2]

تلامذہ

آپ کے چند مشہور تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔مولانا فاروق شریف، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ ۲۔مولانا رفیق نقشبندی، جامعہ نعیمیہ لاہور ۳۔مولانا تنویر سیفی،

---

[1] عمل الیوم والیلۃ، مترجم: قاضی ابو محمد خلیل احمد قادری، ص: ۲۷۔۲۸

[2] ایضاً

سیالکوٹ ۴۔مولانا ذیشان ، سیالکوٹ ۵۔مولانا شاہد رضوی، پاکپتن شریف ۶۔مولانا محمد لطیف، مانسہرہ ۷۔مولانا شریف اللہ، مانسہرہ ۸۔مولانا سلطان جمیل، مدرس جامعہ سراجیہ نعیمیہ ۹۔مولانا سجاد، ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور ۱۰۔مولانا افضال نقشبندی، اٹک [۱]

امام وخطابت

آپ عرصہ چونتیس سال سے امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں پہلے جامع مسجد امیر شاہ عالمی، لاہور میں فرائض انجام دیتے رہے اور اب عرصہ ۱۹ سال سے جامعہ سردار کونین سیدہ آمنہ للبنین والبنات، ابوبکر بلاک شیر ربانی سٹریٹ نمبر ۸ شاہدرہ لاہور میں خطابت اور نظامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور اس وقت تک ۳۴ بار نماز تراویح میں ختم قرآن کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ [۲]

بیعت

آپ مولانا سردار احمد عالم قادری صاحب (آستانہ عالیہ کھڑ پیڑ شریف، ضلع اوکاڑہ) کے دست اقدس پر شرف بیعت رکھتے ہیں۔ [۳]

تصانیف

آپ اپنی تدریس ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے بعد تصنیف وتالیف کے لیے بھی وقت نکالتے ہیں آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔شرح الادب المفرد للبخاری (۲ جلدیں) ۲۔عمل الیوم واللیلۃ للمحدث ابن السنی ۳۔صید الخواطر للمحدث ابن جوزی ۴۔زینت الادب شرح فیض الادب ۵۔زینت السراجی شرح السراجی فی المیراث ۶۔زینت القدوری شرح مختصر القدوری (دو جلدیں) ۷۔زینت المطالعہ شرح مطالعہ العربیہ ۸۔قرآن مجید وجوہ وحذف کا تحقیقی جائزہ (مقالہ ایم۔فل) ۹۔زینت الحدیقہ شرح حدیقۃ الادب (گیارہویں جماعت کے لیے) ۱۰۔زینت الحدیقہ شرح حدیقۃ الادب (بارہویں جماعت کے لیے) ۱۱۔نماز تراویح کتنی رکعتیں پڑھیں؟ ۱۲۔زینت المقدمہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ [۴]

سید محمد عاصم شہزاد

مولانا مفتی سید محمد عاصم شہزاد بن مغیث حسین شاہ بن سید غطریف حسین شاہ بن لطیف حسین امروہوی بن سید ولایت حسین شاہ ۳۰ مارچ ۱۹۷۷ء کو تحصیل منچن آباد کے نواحی گاؤں قادر پور میں پیدا ہوئے۔

۱ انٹرویو: علامہ خلیل احمد قادری، ۲۹ اگست ۲۰۱۹ء
۲ ایضاً
۳ ایضاً
۴ عمل الیوم واللیلۃ، ص: ۲۹

تعلیم وتربیت

آپ نے سکول کی ایف اے تک تعلیم اپنے علاقے منچن آباد میں ہی حاصل کی اس کے بعد مذہبی تعلیم کی طرف رجحان ہوا جس کا آغاز حفظ قرآن سے کیا اور ۱۹۹۴ء میں حفظ کر کے درس نظامی کے لئے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخلہ لیا اور جملہ علوم وفنون پر دسترس حاصل کی اس دوران ساتویں سال کا نصاب جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو میں پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔ ۲۰۰۲ء کو جامعہ نظامیہ سے دورۂ حدیث کر کے سند فراغت حاصل کی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

اساتذہ

آپ نے جن اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ان میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۳۔حضرت علامہ خادم حسین رضوی ۴۔ادیب شہر حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری ۵۔حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالعلیم صاحب ۶۔حضرت مولانا مفتی محمد عبداللطیف صاحب

تدریس

فراغت کے بعد اپنی مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ہی ۲۰۰۲ء کو مسند تدریس پر فائز ہوئے اور ۲۰۰۵ تک تشنگانِ علم کو سیراب فرمایا بعد ازاں جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ تشریف لے گئے اور تا حال وہاں ہی تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔علاوہ ازیں منچن آباد ضلع بہاولنگر میں اہلسنت کا ایک مرکزی ادارہ ''جامعہ انوار الاسلام'' آپ کی زیر نگرانی علم کا نور پھیلا رہا ہے اور آپ وہاں نظامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

خطابت

آپ نے جامعہ انوار الاسلام، منچن آباد سے خطابت کا آغاز فرمایا اور تقریباً ے تال تک مخلوق خدا کی رشد وہدایت کا سامان کرتے رہے بعد ازاں جامع مسجد سفینہ، شیخوپورہ میں خطابت شروع فرمائی اور عرصہ چھ ۶ سال سے وہاں خطابت کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔

بیعت

آپ حضرت امیر اہلسنت علامہ مولانا الیاس قادری زید مجدہ وشرفہ کے دست اقدس پر شرفِ بیعت رکھے ہیں۔

تصانیف

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ امداد الربانی فی مسائل القربانی ۲۔احسن البیان فی فضائل القران ۳۔محفل میلاد النبی [1]

[1] محمد عاصم شہزاد، مفتی، خودنوشت حالات، غیر مطبوعہ، ۲۰ اگست ۲۰۱۹ء، ص:۱۔۲ ملخصاً

مولانا قاری شبیر حسین

حضرت علامہ مولانا قاری شبیر حسین ۱۹۷۴ءکو چک نمبر ۱۸۹ گ ب تپلی تحصیل وضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جناب مہر غلام رسول بن محمد علی کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کے والد صاحب لاہور میں محکمہ واسا میں ملازم تھے ۱۹۸۰ء میں آپ کے والد صاحب نے اپنے خاندان کو لاہور بلا لیا کچھ عرصہ شملہ پہاڑی کے قریب کرائے کے مکان میں رہنے کے بعد شیزان فیکٹری کے قریب سالک آباد کالونی مواہڑہ شریف بند روڈ لاہور میں آپ کے والد صاحب نے اپنا مکان لے لیا اور یہاں پر ۲۰۰۳ءتک رہائش پذیر رہے بعد ازاں فیروز پور روڈ چونگی امر سدھو کے قریب وینس کالونی میں منتقل ہو گئے تا حال یہیں مقام ہیں۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ناظرہ قرآن مجید اپنے گھر کے قریبی مسجد میں مکمل فرمایا ساتھ ہی قریبی گورنمنٹ سکول سے پرائمری کا امتحان اعلیٰ پوزیشن سے پاس کیا۔ پھر ''دارالعلوم صابریہ سراجیہ'' بکر منڈی لاہور میں درجہ حفظ میں داخل ہو کر صرف گیارہ ماہ کے قلیل عرصہ میں قاری عبدالرحیم صاحب سے حفظ قرآن کی تکمیل کی۔بعد میں اسی مدرسہ میں قاری ظفر اقبال بھٹہ صاحب سے تجوید کی تعلیم حاصل کی اور فارسی کی کتابیں بھی اسی مدرسہ میں مولانا محمد حنیف صاحب سے پڑھیں۔

۱۹۹۳ء میں آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درجہ صرف میں داخلہ میں اور یہیں سے ۲۰۰۰ء میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔دوران تعلیم بالکل چھٹی نہ کی اس خصوصیت کی بنا پر آپ کے استاد مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب ساتھی طلبا کے سامنے آپ کی مثال پیش فرماتے تھے۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۳۔علامہ محمد رشید نقشبندی ۴۔علامہ مفتی محمد گل احمد عتیقی ۵۔علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی ۶۔علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ۷۔علامہ مفتی یار محمد خان ۸۔علامہ حافظ عبدالستار سعیدی ۹۔علامہ خادم حسین رضوی ۱۰۔قاری عبدالرحیم ۱۱۔قاری ظفر اقبال بھٹہ

تدریس

آپ نے دوران تعلیم ہی اپنے گھر پر درس نظامی کی ابتدائی کتابوں کی تدریس کا آغاز فرما دیا تھا اور کئی طلبا آپ کے پاس گھر میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے آتے تھے۔جامعہ نظامیہ رضویہ سے فراغت کے بعد مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ نے آپ کو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس کا حکم فرمایا لیکن جامعہ صابریہ سراجیہ کی انتظامیہ نے اصرار کیا کہ آپ ہمارے پاس تدریس فرمائیں تو مفتی صاحب کی اجازت سے آپ نے جامعہ صابریہ سراجیہ، بکر منڈی لاہور میں تدریس کا آغاز فرمایا اور عرصہ تین سال تک درس نظامی کی تدریس فرمائی۔

۲۰۰۴ء میں شیخ الحدیث علامہ عبدالستار سعیدی کے حکم پر جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس نظامی کے ابتدائی درجوں میں تدریس فرمائی اور ۲۰۰۶ء تک جامعہ ہذا میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے اس کے بعد سات سال ''جامعہ مرتضائیہ، قلعہ شریف شرقپور شریف اور ایک سال دارالعلوم انجمن نعمانیہ، اندرون ٹیکسالی گیٹ تشنگان علم کو سیراب کیا۔ اس کے بعد جامعہ حضرت میاں صاحب مقام دربار شریف اعلیٰ حضرت شیر ربانی شرقپور شریف تشریف لے گئے اور تا حال وہی علم کا نور پھیلا رہے ہیں۔

تلامذہ

آپ کے چند معروف تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ صاحبزادہ مولانا سید غلام نظام الدین، آستانہ عالیہ مہرہ آباد شریف ۲۔ مولانا عبدالجبار، مدرس جامعہ امام العلوم، کروڑ پکا ۳۔ مولانا محمد علی، مدرس جامعہ محمدیہ سیفیہ حسن القران، ریحان شریف ۴۔ مولانا مہر مہدی حسن، مدرس جامعہ محمدیہ سیفیہ، ریحان شریف ۵۔ مولانا محمد ساجد عطاری، مدرس جامعہ المدینۃ سبز ہزار لاہور ۶۔ قاری محمد صابر فریدی ۷۔ مولانا قاری بابر شہزاد ۸۔ صاحبزادہ مولانا مسعود الرحمن، سابق مدرس جامعہ اسلامیہ لاہور ۹۔ مولانا محمد اجمل، ناظم مکتبہ اعلیٰ حضرت ۱۰۔ صاحبزادہ میاں محمد صالح، آستانہ عالیہ شرقپور شریف

خطابت

جن مساجد میں آپ نے جمعہ شریف کے خطابات ارشاد فرمائے ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ شیراں والی مسجد، فوجی گاڑیاں سٹاپ نزد شیزان فیکٹری لاہور ۲۔ جامع مسجد غوثیہ، رب کالونی ۶۰ فٹ روڈ لاہور ۳۔ جامع مسجد رضویہ شیرا کوٹ لاہور ۴۔ جامع مسجد محلہ حاجی پورہ شرقپور شریف

علاوہ ازیں آپ نے بابا نتھے والی مسجد، کوٹ لکھپت اور شیخوپورہ کی جامع مسجد میں ایک ایک ماہ کے دروس ارشاد فرمائے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ البیان المدلل فی حل ما فی المطول (اردو) ۲۔ افاداتِ شبیری اردو شرح مقامات حریری ۳۔ شبیری انتخاب جلالین ومشکوۃ (ترجمہ) ۴۔ تنویر التہذیب اردو شرح شرح التہذیب ۵۔ سراج النحو شرح ہدایۃ النحو ۶۔ سراج العوامل اردو شرح شرح مأۃ عامل ۷۔ التوضیح النامی اردو شرح شرح جامی ۸۔ مشکوۃ الحواشی اردو شرح سراجی ۹۔ تحفہ حبیبیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ ۱۰۔ تنویر القطبی اردو شرح قطبی ۱۱۔ نور المصباح اردو شرح نور الایضاح ۱۲۔ مشکوۃ اردو شرح مرقاۃ [1]

☆☆☆

[1] شبیر حسین، مولانا، تنویر التہذیب اردو شرح شرح تہذیب، لاہور، مکتبہ اعلیٰ حضرت، ۲۰۱۷ء، ص ۸ تا ۱۱ ملخصاً

شیخ الحدیث مفتی غلام رسول نقشبندی

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام رسول نقشبندی بن صوفی شفیع محمد صاحب ۱۲ ربیع الاوّل ۶ مارچ ۱۹۸۱ء کو کوٹ رادھا کشن ضلع قصور میں پیدا ہوئے۔[۱]

تعلیم و تربیت

آپ نے قرآن مجید حاجی باغ علی صاحب اور مولانا قاری ریاض احمد سے پڑھا پھر عصری تعلیم کے لیے پہلے اپنے گاؤں کے سکول میں داخلہ لیا مڈل کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول، کوٹ سردار محمد خان داخل ہوئے۔ چونکہ والدین دینی مزاج کے مالک تھے ان کی شب بیداری اور تہجد کی مقبول دعاؤں نے قبولیت کا جامہ پہنا اور مولانا غلام رسول صاحب کو ۱۹۹۶ء میں دینی ذوق تعلیم نے جامعہ فاروقیہ، گھوڑے شاہ لاہور پہنچا دیا یہاں آپ حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالغفور صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کچھ عرصہ یہاں پڑھتے رہے۔

پھر قسمت نے یاوری کی اور ''جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور'' چلے آئے۔ یہاں آپ نے دینی علوم فنون کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم بھی اپنی سطح پر جاری رکھتے ہوئے ایف اے بھی کیا ۲۰۰۳ء کو آپ نے بیک وقت تنظیم المدارس اور جامعہ نظامیہ رضویہ کی اسناد حاصل کر کے سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ مزید برآں آپ نے تنظیم المدارس سے ۲۰۱۹ء میں ''تخصص فی الفقہ'' کیا۔ [۲]

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی غلام رسول رضوی صاحب ۲۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب ۳۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری ۴۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالغفور صاحب ۵۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی صاحب ۶۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالتواب صدیقی صاحب ۷۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالستار سعیدی صاحب ۸۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی صاحب ۹۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر فضل حنان سعیدی صاحب ۱۰۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا خادم حسین رضوی صاحب ۱۱۔ حضرت علامہ مولانا دلاور حسین صاحب ۱۲۔ حضرت علامہ مولانا امین صاحب ۱۳۔ حضرت علامہ مولانا صدیق نظامی صاحب ۱۴۔ حاجی باغ علی صاحب ۱۵۔ قاری ریاض احمد [۳]

تدریس

فراغت کے بعد آپ نے جامعہ فاروقیہ رضویہ، گھوڑے شاہ سے تدریس کا آغاز فرمایا اور ایک سال تک وہاں تدریس فرماتے رہے۔

---

۱ نقشبندی، غلام رسول، مفتی، میزان النحو، لاہور: نظامیہ کتاب گھر، ۲۰۰۹ء، ص: ۴

۲ میزان النحو، ص: ۴

۳ ایضاً

پھر آپ جامعہ فاروقیہ، جوہر ٹاؤن تشریف لے گئے وہاں بھی ایک سال تک تدریسی فرائض سرانجام دیے بعدازاں جامعہ اسلامیہ، ٹھوکر نیاز بیگ لاہور چھ ماہ تک تدریسی خدمات سرانجام دینے کے بعد ۲۰۰۷ آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس کے لیے مامور ہوئے اور ۲۰۱۴ء تک بخوبی یہ فریضہ سرانجام دیا۔ ۲۰۱۴ء میں جامعہ محمدیہ سیفیہ، راوی ریان تشریف لے گئے تاحال وہاں ہی تدریس خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ [1]

تلامذہ

آپ کے چند معروف تلامذہ کے اسماء یہ ہیں:

۱۔علامہ تنویر قادری، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۲۔مولانا عاصم محبوب، مدرس جامعہ نظامیہ لاہور ۳۔مولانا سید متین حماد بخاری، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۴۔حافظ مبشر سعید مرتضائی، سابق مدرس مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ شاہدرہ لاہور ۵۔مولانا حامد جاوید کیانی، مدرس جامعہ قادریہ رضویہ جلال پور صوبیتاں ۶۔مولانا زعفران، سابق مدرس مدرسہ جامعہ غوثیہ رشیدیہ ڈیرہ مراد جمالی نصیر آباد بلوچستان ۷۔مولانا خادم حسین، مدرس جامعہ محمدیہ سیفیہ تیرھواں میل سٹاپ خراج پورا ڈہ بہاولپور ۸۔مولانا مبشر الحسن، خطیب آرمی [2]

امامت وخطابت

آپ دورۂ حدیث کے سال نارنگ منڈی کی ایک مسجد میں محکمہ اوقاف کے تحت امامت وخطابت فرماتے رہے پھر جامع مسجد بہار مدینہ، وفاقی کالونی میں تقریباً چار سال تک امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیے بعدازاں اللہ ہو والی مسجد نزد لاہور ہوٹل میں ایک سال امامت وخطابت فرمائی اور اب عرصہ ۱۳ سال سے جامع مسجد امیر نزد شاہ عالمی لاہور میں امامت وخطابت کے ذریعے مخلوق خدا کا رشتہ خالق کائنات سے قائم کرنے میں کوشاں ہیں۔ [3]

بیعت

آپ حضرت علامہ مفتی عبد الغفور نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، بانی مدرسہ فاروقیہ گھوڑے شاہ لاہور کے دست اقدس پر شرف بیعت رکھتے ہیں۔ [4]

تصانیف

آپ نے اپنی تدریسی مصروفیات کے باوجود چند کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔میزان النحو شرح ہدایۃ النحو ۲۔التقریر الوابل فی بیان المحصول والحاصل ۳۔الدر المنتشرہ فی الاحادیث المشتھرہ للسیوطی (ترجمہ) [5]

---

۱ انٹرویو: علامہ غلام رسول نقشبندی، ۱۳ اگست ۲۰۱۹ء

۲ ایضاً

۳ ایضاً

۴ ایضاً

۵ ایضاً

مولانا محمد افضال احمد صدیقی

حضرت علامہ مولانا افضال احمد صدیقی بن محمد اجمل خان ۲۹ جنوری ۱۹۸۱ء کو حضرو ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے کچھ کلاسیں سکول پڑھنے کے بعد اپنے گاؤں حضرو کے ایک مدرسہ میں داخلہ لیا اور پندرہ سال کی عمر میں مولانا حافظ محمد شعیب صاحب سے حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۹۸ء میں لاہور آ گئے اور عالم اسلام کی شہرہ آفاق درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخل ہو گئے۔ ۲۰۰۶ء میں جملہ علوم وفنون کی تکمیل کر کے دستار فضیلت اور سند فراغت سے نوازے گئے۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔ شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۳۔ مفتی محمد صدیق ہزاروی۔ ۴۔ حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۵۔ حضرت علامہ خادم حسین رضوی ۶۔ حضرت علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ۷۔ حضرت علامہ مولانا ظہیر بٹ ۸۔ حضرت علامہ مولانا خلیل احمد قادری ۹۔ حضرت علامہ مولانا نصراللہ جان ہزاروی ۱۰۔ مولانا محمد حنیف کشمیری ۱۱۔ حضرت علامہ مولانا طاہر تبسم قادری ۱۲۔ مولانا حافظ شعیب

تدریس

آپ نے اپنی مادر علمی سے ہی ۲۰۰۶ء میں تدریس کا آغاز فرمایا اور ۲۰۰۹ء تک یہاں تشنگانِ علم کو سیراب کرتے رہے پھر جامعہ تاج العلوم، حضرو ضلع اٹک تشریف لے گئے چھ سال تک وہاں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے بعد ازاں اپنے قائم کردہ مدرسہ جامعہ غفوریہ رشیدیہ فیض القرآن میں تدریس شروع کی عرصہ پانچ سال سے وہیں تدریسی خدمات میں مصروف ہیں۔

خطابت

جامع مسجد قبا، داتا نگر بادامی باغ لاہور میں عرصہ سات سال تک خطابت فرماتے رہے پھر جامعہ مفتاح العلوم کی مسجد میں پانچ چھ سال خطابت کے فرائض سرانجام دیے اور اب جامعہ مسجد گلزار مدینہ، حضرو ضلع اٹک میں خطابت فرما رہے ہیں۔

بیعت

آپ صوفی باصفا پیر طریقت حضرت عبدالحق صاحب کے دست اقدس پر شرفِ بیعت رکھتے ہیں۔

تصانیف

آپ نے چند کتب تصنیف فرمائیں:

۱۔ آثار السنن (ترجمہ وتشریح) ۲۔ مسند امام احمد بن حنبل (چند جلدوں کا ترجمہ) [1]

---

[1] انٹرویو: حضرت علامہ مولانا افضال احمد صدیقی صاحب، ۴ ستمبر ۲۰۱۹ء

مولانا محمد فاروق شریف رضوی

حضرت علامہ مولانا محمد فاروق شریف رضوی بن محمد شریف رضوی ۷ ستمبر ۱۹۸۴ء کو محلہ ساہواڑی، مغلپورہ لاہور میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۹۰ء میں رشید پارک بارہ دری روڈ بیگم کوٹ لاہور رہائش پذیر ہوئے اور تاحال وہیں مقیم ہیں۔

تعلیم وتربیت

ناظرہ قرآن جامع مسجد الفاروق میں قاری محمد یونس نقشبندی صاحب سے پڑھا اور پرائمری تک سکول کی تعلیم مغلپورہ اور شاہدرہ کے سکول سے حاصل کی۔ ۱۹۹۵ء کو جامع مسجد الفاروق میں حفظ قرآن کے لیے داخلہ لیا اور ۱۹۹۷ء میں قاری محمد یونس نقشبندی اور دیگر اساتذہ سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کر کے دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔ ۱۹۹۸ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درس نظامی کا آغاز فرمایا اور ۲۰۰۶ء میں سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ اس دوران ''مدرسہ مازاغ البصر'' قصور پورہ کریم پارک میں قاری عبدالغفار جہلمی صاحب سے ظہر کے بعد تجوید وقرأت بھی پڑھتے رہے۔

حضرت علامہ مولانا پیر محمد چشتی صاحب سے ''دارالعلوم نعمانیہ'' ٹیکسالی گیٹ لاہور میں دورۂ تفسیر ومرقات کیا اور حضرت علامہ غلام محمد بندیالوی علیہ الرحمہ سے دورۂ میراث کرنے کا بھی شرف حاصل کیا نیز حضرت علامہ مولانا علی احمد سندھیلوی صاحب سے شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے رسائل، علامہ جلال الدین سیوطی کی تدریب الراوی اور بخاری کے محشی کا مقدمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا مزید برآں حضرت علامہ مولانا ضیاء المصطفیٰ قصوری علیہ الرحمہ سے عربی ادب ولغت بھی پڑھتے رہے۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔ شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۳۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی ۴۔ حضرت علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۵۔ حضرت مولانا پیر محمد چشتی ۶۔ حضرت علامہ علی احمد سندھیلوی ۷۔ حضرت علامہ خادم حسین رضوی ۸۔ حضرت علامہ عبدالتواب صدیقی ۹۔ حضرت علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ۱۰۔ حضرت علامہ غلام محمد بندیالوی ۱۱۔ حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری ۱۲۔ حضرت علامہ ظہیر بٹ ۱۳۔ حضرت علامہ نصر اللہ جان ہزاروی ۱۴۔ حضرت علامہ ڈاکٹر ضیاء المصطفیٰ قصوری ۱۵۔ حضرت علامہ طاہر تبسم قادری ۱۶۔ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی ۱۷۔ حضرت علامہ خلیل احمد قادری ۱۸۔ حضرت علامہ حنیف کشمیری ۱۹۔ قاری عبدالغفار جہلمی ۲۰۔ قاری محمد یونس نقشبندی

تدریس

آپ نے ۲۰۰۶ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ، شیخوپورہ سے تدریس کا آغاز فرمایا تین سال تک وہاں تدریسی خدمات سرانجام دینے کے بعد ۲۰۰۹ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور تشریف لے آئے اور تاحال جامعہ ہذا میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں نیز جامع

مسجد حنفیہ غوثیہ، یوسف پارک میں نماز مغرب کے بعد درس نظامی کی کتب اور عربی لغت مختلف مدارس سے آنے والے طلبا کو پڑھاتے ہیں۔

تلامذہ

آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔علامہ محمد تنویر، سابق مدرس جامعہ نظامیہ لاہور ۲۔علامہ اللہ بخش تونسوی، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ لاہور ۳۔علامہ عطا محمد، مہتمم مدرسہ خزدار بلوچستان ۴۔علامہ متین شاہ، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۵۔حافظ مبشر سعید، سابق مدرس مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ شاہدرہ لاہور ۶۔علامہ محمد عاصم محبوب رضوی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۷۔مولانا حامد جاوید کیانی، مدرس جامعہ قادریہ رضویہ، جلال پور صوبتیاں ۸۔مولانا تنویر الحسنین جلالی، مدرس دار العلوم منظر اسلام، پران سرائے عالمگیر ۹۔مولانا محمد زعفران، سابق مدرس جامعہ غوثیہ رشیدیہ، ڈیرہ مراد جمالی نصیر آباد بلوچستان۔۱۰۔مولانا موسیٰ خان لہڑی، مدرس جامعہ انوار الاسلام، سریاب روڈ کوئٹہ ۱۱۔مولانا عابد ہزاروی، مدرس مدرسہ نور، شاہدرہ لاہور ۱۲۔مولانا اظہر الحق، سابق مدرس جامعہ مجددیہ، شادمان لاہور ۱۳۔مولانا خادم حسین، مدرس جامعہ محمدیہ سیفیہ، خراج پور اڈہ بہاول پور ۱۴۔مولانا بہرام شاہد، مہتمم الغوثیہ اسلامک سنٹر و مدرس جامعہ غوثیہ رضویہ گلبرگ ۱۵۔مولانا عثمان سلیمان مہتمم و مدرس المائدہ اسلامک سنٹر

بیعت

دوران حفظ نباض قوم حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق رضوی رحمہ اللہ کے دستِ اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

امامت وخطابت

آپ نے ۲۰۰۸ء کو جامع مسجد حنفیہ غوثیہ، یوسف پارک لاہور میں خطابت شروع فرمائی اور مسجد ہذا میں ہی ۲۰۱۲ء میں امامت کا بھی آغاز فرمادیا تا حال اسی مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض اجام دے رہے ہیں۔ جہری نمازوں میں قرآن بالترتیب تلاوت کر کے سال میں دوبار ختم قرآن کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور ایک قرآن نماز تراویح میں مکمل کرتے ہیں۔

ازدواجی زندگی اور اولاد

آپ کی شادی ۲۰۱۰ء کو ہوئی اللہ تعالی نے آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا ہے جسکا نام آپ نے اپنے مرشد کریم کے اسم گرامی پر محمد داؤد رکھا ہے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔حالات مصنفین صحاح ستہ ۲۔کلام الامام امام الکلام (صرفی نحوی اور بلاغی اصطلاحات پر مشتمل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے اشعار کی تشریح)

تراجم

آپ نے درج ذیل کتب کے تراجم فرمائے:

۱۔عجالۂ نافعہ للشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۲۔اصلاح غلط المحدثین لابی سلیمان حمد بن محمد المعروف بالخطابی

علاوہ ازیں آپ ۲۰۱۵ء سے ''مجلہ النظامیہ'' کی ادارت فرما رہے ہیں جس میں مختلف مضامین کی اشاعت بھی جاری ہے۔ [۱]

مولانا شکور احمد ضیاء سیالوی

حضرت علامہ مولانا شکور احمد ضیاء سیالوی بن قاری ظہور احمد سیالوی ۱۹ مارچ ۱۹۸۶ء کو ضلع سرگودھا کے نواحی گاؤں ''بھابڑہ'' میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے شعبہ تجوید کے انچارج ہیں اور ۱۹۷۲ء سے تا حال جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

تعلیم وتربیت

آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں اپنے والد گرامی قاری ظہور احمد سیالوی صاحب سے ناظرہ قرآن اور حفظ کی تکمیل کی بعد ازاں تجوید وقراءت بھی اپنے والد گرامی سے ہی پڑھی اور تنظیم المدارس کے تحت سال ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۰ء میں تجوید وقرأت کا امتحان پاس کیا۔

درس نظامی کا آغاز جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ۱۴۲۱ھ/ جنوری ۲۰۰۱ء کو فارسی کے اسباق سے کیا اور ۱۴۳۰ء/ ۲۰۰۹ء میں سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازے گئے آپ نے شہادۃ العالمیہ کے امتحان میں ملک بھر میں پہلی پوزیشن حاصل کی مزید برآں ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء میں تخصص فی الفقہ کا امتحان پاس کیا نیز لاہور بورڈ کے تحت ۲۰۰۷ء میں میٹرک اور ۲۰۱۴ء میں فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔[۱]

تدریس

فراغت کے بعد جامعہ نظامیہ رضویہ کی برانچ ''جامعہ غوثیہ نوری، لیاقت چوک سبزہ زار لاہور'' میں ۲۰۰۹ء کو تدریس کی ابتداء کی اور پانچ سال تک وہاں درس نظامی کی منتہی کتب پڑھانے کا شرف حاصل کیا بعد ازاں آپ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور آ گئے اور ۲۰۱۴ء تا حال مرکز میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

حاضری حرمین شریفین

آپ کو دو بار حاضری حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی پہلی بار رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ/ اگست ۲۰۰۹ء اور دوسری بار ربیع الاوّل ۱۴۳۸ھ/ دسمبر ۲۰۱۶ء میں حاضری سے مشرف ہوئے۔

---

[۱] انٹرویو: حضرت علامہ مولانا محمد فاروق شریف رضوی صاحب، ۱۳ اگست ۲۰۱۹ء

تصانیف

آپ نے درج ذیل کتب تصنیف کیں:

۱۔خلاصہ شرح معانی الآثار ۲۔عقائد وعبادات (ترتیب جدید وتخریج) ۳۔مقالات ابوالفضل (ترتیب جدید وتخریج) ۴۔ممتاز حسین قادری ۵۔عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ وقادیانیت ۶۔مسائل زکوۃ ۷۔فضائل وسائل قربانی ۸۔شب برأت قرآن وسنت کی روشنی میں ۹۔مسائل ہدایہ ثالث پر جامعہ نظامیہ کے تحقیقی مجلہ ''النظامیہ'' میں بحیثیت مدیر اور دیگر جرائد ومسائل میں مضامین کی اشاعت جاری ہے۔[1]

مفتی محمد اللہ بخشش تونسوی

مفتی محمد اللہ بخش تونسوی بن حافظ رحیم بخش ۱۵ جنوری ۱۹۹۱ء کو بستی چولانی تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈی جی خان میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے اپنے گاؤں میں ہی حفظ قرآن مجید کی عظیم نعمت مولانا حافظ الٰہی بخش صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اور استاذ الحفاظ مولانا قاری اللہ بخش صاحب مدظلہ سے دس سال کی عمر میں حاصل کی اور گاؤں کے ایک سکول میں پرائمری کا امتحان پاس کیا۔حفظ قرآن مجید کے بعد آپ نے تجوید وقرأت جامعہ اسلامیہ، خیر المعاد قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان کی برانچ ''جامعہ حامدیہ تعلیم القرآن'' چوڑی سرائے بازار ملتان میں استاذ القراء قاری محمد سعید احمد سرمد سے دو سال کے عرصہ میں پڑھی۔

آپ نے ''جامعہ رحمانیہ'' قدیر آباد چوک فوارہ ملتان شریف میں ابتدائی درسی کتب کی تعلیم کا آغاز کیا استاذ العلما صوفی باصفا عاشق مصطفی علامہ مفتی محمد عبدالباقی صاحب پیر آف خاصے والے سے یوسف زلیخا تک فارسی پڑھی اور انہی سے علم صرف کی ابتدا کی پھر ۲۰۰۵ء کے آخر میں جامعہ نظامیہ رضویہ حاضر ہوئے تمام علوم وفنون کی کتب متداولہ بھرپور محنت سے پڑھیں اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

اساتذہ

علامہ محمد اللہ بخش قادری تونسوی صاحب نے جن اساتذہ سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔استاذ العلما شیخ الحدیث حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۲۔شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی ۳۔شیخ الحدیث ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ۴۔شیخ الحدیث حضرت علامہ خادم حسین رضوی ۵۔مناظر اسلام شیخ الحدیث علامہ عبدالتواب صدیقی ۷۔ استاذ العلما مفتی محمد طاہر تبسم قادری ۷۔استاذ العلما قاری احمد رضا سیالوی صاحب ۸۔استاذ العلما علامہ دل محمد چشتی صاحب ۹۔علامہ عبدالمصطفی ہزاروی صاحب ۱۰۔علامہ واحد بخش سعیدی ۱۱۔علامہ مدد علی قادری ۱۲۔علامہ غلام رسول نقشبندی ۱۲۔علامہ ریاض احمد اویسی ۱۳۔علامہ فاروق شریف ۱۴۔حافظ الٰہی بخش ۱۵۔مولانا قاری اللہ بخش صاحب ۱۶۔استاذ القرا قاری محمد سعید احمد سرمد ۱۷۔علامہ مفتی محمد عبدالباقی صاحب

---

[1] سیالوی، شکور احمد ضیاء، علامہ، خودنوشت حالات، غیر مطبوعہ، ۲۰ جولائی ۲۰۱۹ء، ص:۱۔۲ ملخصاً

تدریس

۲۰۱۲ء کوفراغت کے بعد دوسال تک مفتی محمد خاں قادری کے مدرسہ ''جامعہ اسلامیہ'' جوہر ٹاؤن لاہور میں تدریس کا شرف پایا پھر ۲۰۱۴ء تا ۲۰۱۷ء جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے اور اب ۲۰۱۷ء سے تا حال دوبارہ جامعہ اسلامیہ، جوہر ٹاؤن میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور شیخ الحدیث کی مسند پر فائز ہیں۔

بیعت

آپ استاذ العلما مصنف ومترجم کتب کثیرہ علامہ مولانا الحاج محمد عبدالحکیم شرف قادری کے دست اقدس پر بیعت کا شرف رکھتے ہیں۔ بیعت کے شرف کے ساتھ ساتھ ''نورالایضاح'' اور مراقی الفلاح'' کے بعض اسباق بھی پڑھے اور سند حدیث بھی حاصل کی۔

مسابقہ حسن قرأت میں کارکردگی

۲۰۰۳ء کو مدینۃ الاولیاء ملتان شریف میں حضرت شیخ بہاؤ الحق زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کے مزار پُر انوار پر دو مرتبہ مسابقہ حسن قرأت ہوا جس میں تمام مکاتب فکر کے حفاظ وقراء شامل تھے آپ نے دونوں مرتبہ اول پوزیشن میں انعام حاصل کیا بعد ازاں لاہور میں حضرت داتا گنج فیض عالم علیہ الرحمہ کے حضور مسابقۂ قرأت ہوا یہاں بھی آپ نے پہلا انعام پایا اور پھر اسلام آباد حاجی کیمپ میں آل پاکستان انعامی مقابلہ ہوا اس وقت کے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری نے اس انعامی محفل کی صدارت کی یہاں بھی حافظ صاحب موصوف نے اوّلیت کا شرف پایا اور پانچ ہزار (۵۰۰۰) روپے خصوصی انعام سے شادکام ہوئے، ساتھ ہی انعامی سند حاصل کی۔

اسی سال شعبان المعظم ۲۰۰۳ء کو حجاز مقدس میں سعودی حکومت کی ''وزارۃ الشؤن الاسلامیہ والاوقاف والدعوۃ والارشاد'' کے تحت مکۃ المکرمہ میں نو دن مسلسل مسابقہ جاری رہا جس میں آپ نے عمدہ پوزیشن حاصل کی جس کے باعث تین روز تک بارگاہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کی سعادت عظمیٰ کی نعمت سے باریاب ہوئے۔

زیارت حرمین شریفین

آپ دو دفعہ زیارت حرمین شریفین سے شادکام ہوئے پہلی دفعہ ۲۰۰۳ء کو پھر ۲۰۱۴ء کو سعادت عمرہ حاصل ہوئی۔

تصانیف وتراجم

درس وتدریس، تعلیم وتعلم، وعظ وتبلیغ اور امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ آپ نے چند کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں اور عمدہ تراجم فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ سیرت خیر الوریٰ کے انوار وتجلیات ۲۔ نورالقمر فی ترجمۃ البدر (علامہ بدرالدین عینی کے احوال وآثار) ۳۔ کتاب الاربعین للسیوطی (ترجمہ) ۴۔ الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ (ترجمہ بنام تاریخ وفضائل مدینہ طیبہ) ۵۔ کوثر النبی فی اصول الحدیث النبوی (ترجمہ) ۶۔ نماز میں خشوع وخضوع حاصل کرنے کے ۷۴ اسباب ۷۔ اصطلاحاتِ حدیث ۸۔ لعاب نبوی کی برکات ۹۔ تشریحات التونسوی علی مقدمۃ الدہلوی ۱۰۔ آیئے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں [1]

[1] تونسوی، محمد اللہ بخش، مفتی، تاریخ وفضائل مدینہ طیبہ، لاہور: مکتبہ کریمیہ، ۲۰۱۸ء، ص: ۲۵ تا ۲۹ ملخصاً

مولانا محمد عاصم محبوب رضوی

حضرت علامہ مولانا محمد عاصم محبوب بن محبوب علی ۲۳ مئی ۱۹۸۷ء کو غازی آباد مغل پورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادحاجی محمد حسین صاحب امرتسر سے ہجرت کر کے پاکستان لاہور میں تشریف لائے تھے۔

تعلیم وتربیت

ناظرہ قرآن اپنے چچا ڈاکٹر حافظ مقصود صاحب سے پڑھا اور تیسری جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد گھر کے قریب ہی ایک مدرسہ ''دارالعلوم اسلامیہ'' میں حفظ قرآن کا آغاز کیا اور تقریباً ساڑھے تین سال میں حفظ قرآن مکمل کر کے ۱۲ مئی ۲۰۰۰ء کو حفظ کی سند حاصل کی۔ ۲۰۰۵ء میں گنبدخضریٰ ماڈل اکیڈمی، مال روڈ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا ۲۰۰۷ء میں گورنمنٹ کالج آف سائنس، وحدت روڈ لاہور سے آئی سی ایس (ICS) کا امتحان پاس کیا۔

بعدازاں دینی علوم کی تحصیل کے لیے جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کا انتخاب کیا ۲۰۱۶ء میں جملہ علوم وفنون کی تکمیل کر کے سندفراغت اوردستارفضیلت سے نوازے گئے۔ آپ تعلیمی سفر ابھی جاری رکھے ہوئے ہیں تنظیم المدارس سے ''تخصص فی الفقہ'' جبکہ لاہور لیڈز یونیورسٹی سے ایم فل کر رہے ہیں۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبدالستار سعیدی ۲۔ شیخ الحدیث ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ۳۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالتواب صدیقی ۴۔ جانشین شیخ سعدی حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری ۵۔ مفتی محمد طاہر تبسم قادری ۶۔ مولانا دل محمد چشتی ۷۔ مولانا قاری احمد رضا سیالوی ۸۔ مولانا ریاض احمد اویسی ۹۔ مولانا مفتی محمد رمضان سیالوی ۱۰۔ مولانا غلام رسول نقشبندی ۱۱۔ مولانا واحد بخش سعیدی ۱۲۔ مولانا فاروق شریف ۱۳۔ مولانا عمران الحسن فاروقی ۱۴۔ مولانا شکور احمد ضیاء سیالوی ۵۔ قاری غلام مصطفی صاحب

تدریس

۲۰۱۶ء میں سندفراغت حاصل کرنے کے ساتھ ہی جامعہ قادریہ نظامیہ، داروغہ والا میں تدریس کا آغاز کیا۔ ایک سال تدریس کے بعد اپنی مادرعلمی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس شروع کی اور تاحال وہاں ہی تشنگانِ علم کو سیراب کر رہے ہیں۔

بیعت

آپ خلیفہ محدث اعظم پاکستان حاجی ابوداؤد محمد صادق رضوی رحمہ اللہ کے دست اقدس پر شرف بیعت رکھتے ہیں۔

امامت وخطابت

آپ نے شالیمار لنک روڈ کی جامع مسجد سے خطابت کا آغاز فرمایا اور ایک سال تک وہاں خطابت فرماتے رہے بعد ازاں پاکستان ریڈیو اسٹیشن شملہ پہاڑی کی مسجد میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا اور عرصہ ۵ سال سے وہاں خطابت فرما رہے ہیں نیز مدینہ مسجد محمد پورہ کچی بستی میں عرصہ ایک سال سے نماز فجر کے بعد درس قرآن بھی دے رہے ہیں۔

ازدواجی زندگی

۱۵ مارچ ۲۰۱۴ء کو آپ رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے، آپ کے دو بیٹے ہیں: ۱۔محمد احمد ۲۔محمد (اسے عبدالمصطفیٰ کے نام سے پکارتے ہیں)

تصانیف

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔میلاد مصطفیٰ اور محدثین وعلما ۲۔قیاسات امام زفر کا تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

مزید آپ کے تحقیقی مضامین مجلہ ''النظامیہ'' میں شائع ہو رہے ہیں۔ [۱]

☆☆☆

استاذ القراء امام المجودین قاری محمد یوسف سیالوی

استاذ القراء قاری محمد یوسف سیالوی بن میاں رحیم اللہ ۲۰ اپریل ۱۹۴۷ء کو اپنے ننہالی گاؤں لاہوریا والا ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد میاں رحیم اللہ کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور سننے کے عادی تھے اور نقشبندی سلسلے کی خانقاہ روپڑ شریف (چک بیلی خان، ضلع راول پنڈی) کے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد عبدالرب عثمانی نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ سال میں کئی دفعہ پیدل چل کر وہاں حاضر ہوتے اور مرشد گرامی سے سلسلۂ عالیہ کے اوراد وظائف کی جگہ پر بھی تلاوت قرآن مجید کی اجازت حاصل کر لی تھی استاذ القراء کی والدہ محترمہ کو بھی دین سے گہری محبت تھی گھروں میں جا کر خواتین کو قرآن مجید کی تعلیم دیتی رہیں۔

تعلیم وتربیت

ششم تک سکول کی تعلیم اپنے آبائی گاؤں کھوکھاں شریف میں حاصل کی۔۱۹۵۸ء میں چھٹی پاس کرنے پر والدین نے دینی تعلیم کے آغاز کا فیصلہ کیا۔جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں آپ کے بڑے بھائی علامہ بشیر احمد سیالوی علیہ

الرحمہ درس نظامی پڑھ رہے تھے آپ کو بھی حفظ قرآن کے لیے وہیں بھیج دیا گیا۔اس وقت جامعہ نظامیہ کے مہتمم استاذ الاساتذہ علامہ غلام

[۱] (i) رضوی، محمد عاصم محبوب، میلاد مصطفیٰ اور محدثین وعلماء، ۲۰۱۴ء، ص: ۱ تا ۳ ملخصاً (ii) رضوی، محمد عاصم محبوب، خودنوشت حالات، غیر مطبوعہ، ۱۳ اگست ۲۰۱۹ء، ص: ۱ تا ۳ ملخصاً

رسول رضوی علیہ الرحمہ تھے ابھی وہاں گئے چند دن ہی ہوئے تھے کہ مولانا بشیر احمد سیالوی کے استاذ محترم استاذ العلماء علامہ مولانا اللہ بخش چشتی علیہ الرحمہ جامعہ نظامیہ سے جامعہ مظفریہ، واں بھچراں (ضلع میانوالی) تشریف لے گئے، بہت سے طلبہ بھی ان کی معیت میں واں بھچراں چلے گئے۔

واں بھچراں میں آپ نے حافظ غلام حسین سے ایک سال میں سات پارے حفظ کیے سال ختم ہوا تو شوال میں واپس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں آئے اور یہاں استاذ الحفاظ قاری محمد حنیف نور اللہ مرقدہ (لڈن، ضلع وہاڑی) کے پاس ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء میں حفظ قرآن کی تکمیل فرمائی۔

حفظ قرآن مجید کی تکمیل کے فوراً بعد درس نظامی پڑھنے کے لیے ۱۹۶۲ء کو دار العلوم ضیاء شمس الاسلام، آستانہ عالیہ سیال شریف میں اشرف العلما شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ آپ کی دینی تعلیم کا اور شرف العلماء کی باقاعدہ تدریس کا پہلا سال تھا سال کے دوران جامعہ مظفریہ، واں بھچراں چلے گئے اور وہاں مولانا عبداللہ رحمہ اللہ سے صرف اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ اگلے سال مولانا عبداللہ سیال شریف آئے تو استاذ القراء بھی سیال شریف آ گئے جب اشرف العلماء سیال شریف سے جامعہ نعیمیہ لاہور میں آئے تو آپ بھی ان کے ساتھ جامعہ نعیمیہ میں آ گئے۔

اسی سال (۱۹۶۵ء) شرف ملت شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے تدریس کا آغاز کیا تھا۔ اشرف العلماء دو سال کے بعد اپنے آبائی قصبہ سلانوالی میں آ گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ سلانوالی کے مدرسہ میں چلے آئے۔ نحو میں شرح جامی تک، منطق میں ملاحسن تک، آداب میں مقامات حریری تک اور صرف میں فصول اکبری کا درس اشرف العلماء سے لیا۔ شرف ملت سے کنز الدقائق پڑھی استاذ العلماء مولانا اللہ بخش چشتی سے فارسی ادب کی کتاب ''یوسف زلیخا'' کا درس لیا۔ آپ کے ہم سبق ساتھیوں میں مفسر قرآن علامہ عبدالرزاق بھترالوی (اسلام آباد)، استاذ العلماء مولانا اللہ دتہ سیالوی (بھابڑہ، ضلع سرگودھا) اور مشہور کاتب حضرت مولانا شاہ محمد چشتی کے نام نمایاں ہیں۔

فن تجوید وقراءت کی تحصیل

درس نظامی کی تعلیم کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ آپ کے والد گرامی کا انتقال ہو گیا اور تایا محترم شدید علیل ہو گئے چار ماہ تک سلسلہ تعلیم روک کر ان کی خدمت کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ اسی دوران آپ کی توجہ تجوید وقراءت کی طرف مبذول ہو گئی۔ آپ نے قاری اظہار احمد تھانوی سے ۶۹-۱۹۶۸ء میں جامعہ تجوید القرآن، موتی بازار لاہور سے اس فن کی تحصیل کی قرأت کی سند پر تاریخ اجراء ۱۰ صفر ۱۳۸۹ھ درج ہے۔ تعلیم کے ساتھ لگن اور محنت کا یہ حال تھا کہ تجوید وقرأت سبعہ کا چار سالہ نصاب آپ نے دو سالوں میں انتہائی شاندار نمبروں میں پاس کیا۔

اساتذہ

آپ کے چند معروف اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔علامہ اللہ بخش چشتی (واں بچھراں) ۲۔اشرف العلماء علامہ محمد اشرف سیالوی ۳۔شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۴۔ علامہ مولانا عبداللہ ۵۔قاری محمد حنیف ۶۔حافظ غلام حسن ۷۔قاری اظہار احمد تھانوی

تدریس

فن تجوید وقرأت کی تکمیل کے بعد استاذ القراء قاری یوسف سیالوی صاحب اپنے استاذ محترم قاری محمد حنیف علیہ الرحمۃ کے حکم پر ۱۹۶۹ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تشریف لے آئے اور ۱۹۷۲ء کے شروع تک تجوید وقرأت پڑھاتے رہے۔ایک سال مدرسہ شاہ محمد غوث، بیرون اکبری دروازہ لاہور میں اور دوسال جامعہ خالقیہ رزاقیہ لالہ موسیٰ میں تدریس فرمائی۔اسی دوران آپ کے عم محترم میاں ہدایت اللہ علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو ۱۹۷۴ء میں اہلیان کھوکھا شریف کی درخواست پر کھوکھا شریف تشریف لے آئے اس وقت سے تا حال جامعہ شمسیہ ضیاء القرآن کوکھوکھا شریف اور جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ میں محو تدریس ہیں۔

حضرت امام شاطبی ایوارڈ

فن تجوید وقرأت میں آپ کی لازوال خدمات پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ۲۹ اگست ۱۹۹۸ / ۱۴۱۹ھ کو سنی جماعت القراء پاکستان کی طرف سے منعقدہ تقریب میں آپ کو ''حضرت امام شاطبی ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔

نکاح واولاد

آپ کا نکاح اپنے ماموں صوفی فضل حسین قادری سلطانی زیدمجدہ (خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ قادریہ سلطان باہو شریف جھنگ) کی صاحبزادی سے ہوا۔جن سے اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں آپ کے بیٹوں کے اسماء یہ ہیں: ۱۔حافظ محمد فضیل احمد سیالوی ۲۔حافظ محمد سہیل احمد سیالوی ۳۔حافظ محمد شعیب حسن سیالوی

تصانیف

جامعہ نظامیہ میں تدریس کے دوران فن تجوید کی کتاب ''فوائد مکیہ'' پر لمعات شمسیہ کے نام سے حاشیہ لکھا [1]

مولانا قاری ذوالفقار احمد برسالوی

حضرت علامہ مولانا قاری ذوالفقار احمد برسالوی بن حاجی محمد نوروز انصاری رحمہ اللہ ۱۶ اپریل ۱۹۶۴ء کو موہری برسال تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے پرائمری تک تعلیم اپنے آبائی گاؤں سے حاصل کی پھر جامعہ حنفیہ غوثیہ، بیرون بھاٹی دروازہ لاہور میں حفظ کا آغاز کیا

[1] چوہدری محمد ایوب،، تاریخ کھوکھا شریف، ورگو پبلشرز، ۲۰۱۰ء، ص ۶۶ تا ۷۱ ملخصاً

مولانا قاری احمد بخش ملتانی اور مولانا قاری غلام مجتبیٰ سے قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ۱۹۸۰ء/ ۱۴۰۰ھ میں حفظ القرآن کی تکمیل کی پھر اسی مدرسہ میں حضرت علامہ الحاج مولانا الحافظ القاری محمد یوسف صدیقی، قاری محمد یوسف بغدادی اور قاری محمد عبدالرشید آف لیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر رہ کر تجوید و قرأت پڑھتے رہے اور ۱۹۸۲ء میں تجوید و قرأت کی سند حاصل کی بعد ازاں آپ نے ۱۹۸۲ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں درس نظامی کی تحصیل کے لیے داخلہ لیا اور ۱۹۹۲ء تک مسلسل دس سال جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ، فقہ، حدیث اور تفسیر کے حصول میں منہمک رہنے کے بعد دستارِ فضیلت و سند فراغت سے شاد کام ہوئے۔

اساتذہ

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۳۔ حضرت علامہ عبداللطیف مجددی ۴۔ حضرت علامہ مفتی گل احمد عتیقی ۵۔ حضرت علامہ حافظ عبدالستار صاحب سعیدی ۶۔ حضرت علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی ۷۔ حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری ۸۔ حضرت علامہ مولانا مفتی علی احمد سندیلوی ۹۔ حضرت علامہ سید غلام مصطفی بخاری عقیل ۔ ۱۰۔ مولانا قاری احمد بخش ملتانی ۱۱۔ مولانا قاری غلام مجتبیٰ ۱۲۔ قاری محمد یوسف صاحب صدیقی ۱۳۔ قاری محمد یوسف بغدادی ۱۴۔ قاری عبدالرشید

تدریس

تجوید و قرأت کی تدریس کا آغاز اپنی مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور سے فرمایا اور ۱۹۹۲ء تا ۲۰۱۴ء جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں تدریس فرماتے رہے اس کے بعد ۲ سال جامعہ صدیقہ سراج العلوم مستی گیٹ تدریس فرماتے رہے اور اب ایک سال سے جامعہ یوسفیہ چائنہ سکیم گجر پورہ لاہور میں تدریس فرما رہے ہیں۔

امامت وخطابت

امامت وخطابت کا آغاز جامع مسجد نور ایمان والی، کشمیری بازار (رنگ محل) سے کیا۔ ۱۹۸۱ء سے ۲۰۱۱ء تک وہاں خطابت کے فرائض سرانجام دینے کے بعد جامع مسجد مولا داد، کشمیری بازار میں ایک سال خطابت کے جوہر دکھائے پھر دربار حضرت بابا شاہ جمال، اچھرہ میں ایک سال امامت وخطابت فرماتے رہے بعد ازاں چار سال جامع مسجد وزیر خان، رنگ محل میں امامت وخطابت کی خدمات سرانجام دیں اور اب عرصہ ایک سال سے جامع مسجد دربار حضرت شاہ گداز رحمہ اللہ، گڑھی شاہو میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

نکاح واولاد

۱۹۹۰ء میں اپنی ماموں زاد سے نکاح ہوا جن سے اللہ نے آپ کو تین بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں آپ کے صاحبزادوں کے اسماء یہ ہیں: ۱۔ محمد زین العابدین ۲۔ مولانا محمد قاسم (متعلم دورۂ حدیث شریف، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) ۳۔ حافظ محمد نعمان (متعلم درس نظامی)

تصانیف

آپ نے تدریسی و دینی مصروفیات کے باوجود درج ذیل کتب تصنیف فرمائیں:

۱۔فضائل قرآن ۲۔تحفۃ الصبیان ۳۔ برسالوی قاعدہ ۴۔تسہیل فوائد مکیہ ۵۔عمرہ و زیارت ۶۔عورت کا مقام ۷۔سلاح المؤمن ۸۔ پردہ اٹھتا ہے ۹۔ ہر چیز اللہ کی ہے۔ ۱۰۔احکام مساجد [1]

مولانا قاری ملازم حسین سعیدی

حضرت علامہ مولانا قاری ملازم حسین سعیدی بن منظور احمد ۱۹۷۱ء کو باقر شاہ تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

اپنے گاؤں کے مدرسہ تاج العلوم میں ناظرہ قرآن پڑھا پھر بارہ سال کی عمر میں جامع مسجد سردار بہادر خان، تحصیل علی پور شہر میں حفظ قرآن کے لیے داخلہ لیا اور اپنے چچا حافظ خادم حسین سعیدی سے کچھ پارے حفظ کیے بعد ازاں جامع غوثیہ ہدایت القرآن، ممتاز آباد ملتان چلے گئے وہاں تکمیلِ حفظ قرآن کی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

۱۹۸۶ء کو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور آ گئے یہاں قاری ظہور احمد سیالوی اور علامہ الٰہی بخش نوری سے دو سالہ تجوید القرآن کا کورس کیا۔ بعد ازاں ۱۹۸۸ء میں جامعہ ہذا میں ہی درس نظامی کا آغاز کیا اور ۱۹۹۶ء کو دستارِ فضیلت اور سند فراغت سے نوازے گئے۔

اساتذہ

۱۔مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ۳۔مفتی عبداللطیف نقشبندی ۴۔علامہ رشید نقشبندی ۵۔ علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۶۔مفتی محمد صدیق ہزاروی ۷۔علامہ سید غلام مصطفی بخاری عقیل ۸۔علامہ غلام نصیر الدین چشتی ۹۔ڈاکٹر فضل حنان سعیدی ۱۰۔قاری خادم حسین سعیدی ۱۱۔قاری ظہور احمد سیالوی ۱۲۔علامہ الٰہی بخش نوری

تدریس

آپ نے ۱۹۹۵ء میں جامعہ فخر العلوم، داروغہ والا (علامہ یونس قادری صاحب کے ادارہ) میں سیکنڈ ٹائم تجوید پڑھانے کا آغاز فرمایا پھر ۱۹۹۶ء میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریس کا آغاز فرمایا ایک سال درس نظامی کی کلاسز پڑھانے کے بعد شعبہ تجوید میں پڑھانا شروع فرمایا اور ۲۰۰۵ء تک تدریس فرمانے کے بعد مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ، شاہدرہ لاہور تشریف لے گئے وہاں ۲۰۰۸ء تک ناظم تعلیمات کے فرائض سرانجام دیے ساتھ فارسی اور تجوید و قراءت کی تدریس بھی فرماتے رہے۔

۲۰۰۸ء میں جامعہ حنفیہ غوثیہ، بیرون بھاٹی گیٹ لاہور تشریف لے آئے اور ۲۰۱۲ء تک تدریس فرمائی پھر ۲۰۱۲ء میں جامعہ

[1] (i) برسالوی، ذوالفقار احمد، قاری، پردہ اٹھتا ہے، لاہور، جان پرنٹرز، ۱۹۹۸ء، ص ۶۔۷ ملخصاً
(ii) انٹرویو: حضرت علامہ قاری ذوالفقار احمد برسالوی، ۱۲ ستمبر ۲۰۱۹ء

انوارِ مصطفی، سانده میں تجوید القرآن پڑھانا شروع کی اور ایک سال تک وہاں فرائض سرانجام دیے۔

خطابت

آپ نے درج ذیل مساجد میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیے:

۱۔ جامع مسجد انوار مصطفی، کوٹلی پیر عبدالرحمن داروغہ والا (۱۹۹۱ء تا ۱۹۹۷ء)

۲۔ ویوز مسجد رائیونڈ روڈ (۱۹۹۸ء تا ۲۰۰۴ء)

۳۔ جامع مسجد نور شاہدرہ لاہور (۲۰۰۴ء تا ۲۰۰۷ء)

۴۔ جامع مسجد حنفیہ غوثیہ، صدیقیہ کالونی مین بازار بادامی باغ کھوکھر روڈ لاہور (۲۰۰۸ء تا حال)

ازدواجی زندگی اور اولاد

آپ کی شادی ۱۲ دسمبر ۱۹۹۷ء کو ہوئی آپکو اللہ نے تین بیٹیاں اور تین بیٹے عطا فرمائے بیٹوں کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ محمد عبدالقیوم ۲۔ محمد حسن رضا ۳۔ محمد احمد رضا

بیعت

آپ ۱۹۸۸ء میں حضرت علامہ پیر سید مظہر سعید کاظمی شاہ صاحب کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔

تصانیف

آپ نے ایک کتاب تصنیف فرمائی:

۱۔ فضائل درود شریف [1]

ڈاکٹر فضل حنان سعیدی

ڈاکٹر فضل حنان سعیدی بن مولانا عبدالمجید ۲ مارچ ۱۹۶۷ء کو چن سیر تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ایک علمی گھرانے میں پرورش پائی۔ [2] آپ کے والد جید عالم تھے۔ ان کی درسی کتب پر تحریر سے یہ لگتا ہے کہ وہ جامعہ رحمانیہ، ہری پور سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ علاقہ کے علما میں ان کا ممتاز مقام تھا اور کسی بھی مسئلہ میں ان کی بات کو سند تسلیم کیا جاتا تھا۔ مولانا عبدالمجید بارعب شخصیت تھے۔ اُن کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالمنان کو جب یہ معلوم ہوتا کہ بھائی سفر سے واپس آ رہے ہیں تو وہ ان کے رعب کی وجہ سے چھپنے کی کوشش کرتے تھے۔ [3]

---

۱ انٹرویو: حضرت علامہ قاری ملازم حسین سعیدی، ۱۳ اگست ۲۰۱۹ء

۲ طلباء دورۂ حدیث شریف جامعہ نظامیہ رضویہ، تذکرۂ شیوخ الحدیث واحوال یاران وفا، لاہور: جامعہ نظامیہ رضویہ، ۲۰۰۷ء، ص: ۳۳، ۳۴

۳ انٹرویو: ڈاکٹر محمد فضل حنان سعیدی، بمقام: جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، بوقت: ۹ بجے صبح، بتاریخ: ۲۷-۱۰-۲۰۱۹ء

تعلیم وتربیت

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کرنے کے بعد لاہور میں عالم اسلام کی مشہور درسگاہ اور ایشیاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ نظامیہ رضویہ میں داخل ہوئے۔قاری ظہور احمد سیالوی سے ۱۹۷۷ء بمطابق شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ کو حفظ قرآن کریم مکمل کیا۔قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد شوال المکرم ۱۳۹۷ھ سے شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ تک پاکستان کے نامور قاری بہترین مجود مقری جناب عبدالرشید آف لیہ سے علم تجوید کے دوسالہ کورس کی تکمیل کی۔

آپ شوال المکرم ۱۹۷۹ء کو درس نظامی کی تعلیم کے لیے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخل ہوئے۔تین سال کے بعد ۱۹۸۲ء میں جامعہ امجدیہ کراچی تشریف لے گئے جہاں وقار ملت مفتی وقار الدین (صاحب وقار الفتاویٰ) کے آگے زانوئے تلمذ طے کرنے کے مواقع میسر آئے اور جامعہ اشرفیہ طاہریہ میں جناب شیخ الحدیث محمد یوسف بندیالوی سے کچھ اسباق پڑھنے کے بعد ۱۹۸۵ء میں اپنی مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور تشریف لے آئے جہاں ۱۹۸۸ء میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔

اس دوران آپ نے تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے تحت امتحان درجہ عالیہ منعقدہ ۱۹۸۶ء میں ملک بھر میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور امتحان درجہ عالمیہ منعقدہ ۱۹۸۸ء میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔الشہادۃ العالمیہ میں آپ نے مقالہ بعنوان ''برصغیر میں علماءِ اہلسنت کی خدماتِ حدیث'' تحریر فرمایا۔[1]

اساتذہ

آپ کے درس نظامی کے اساتذہ درج ذیل ہیں:

۱۔مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ۲۔شیخ الحدیث محسن اہلسنت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ۳۔شیخ الحدیث علامہ محمد رشید نقشبندی ۴۔شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ۵۔شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی ۵۔شیخ الحدیث سید غلام مصطفیٰ عقیل بخاری ۶۔علامہ مفتی محمد خان قادری ۷۔وقار ملت مفتی وقار الدین ۸۔شیخ الحدیث محمد یوسف بندیالوی [2]

عصری تعلیم

درس نظامی کی تعلیم کے دوران آپ نے کراچی بورڈ سے ۱۹۸۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد لاہور بورڈ سے ۱۹۹۰ء کو ایف۔اے۔کیا جبکہ ۱۹۹۲ء کو بی۔اے۔کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پرائیویٹ طالب علم کے طور پر پاس کیا۔آپ نے باقاعدہ ۱۹۹۳ء میں قسم اللغة العربية جامعہ پنجاب میں داخلہ لیا اور ایم۔اے۔عربی زبان وادب کے امتحان میں ۱۰۰۰ میں سے ۸۶۲ نمبر لے کر اول پوزیشن حاصل کی اور گولڈ میڈل سے نوازے گئے۔ایم۔اے۔عربی زبان وادب میں آپ نے حسین بن شہاب الدین

---

۱ (i) تذکرۂ شیوخ الحدیث واحوال یاران وفا،ص:۳۴۔۳۵

(ii) قادری،خورشید احمد،حافظ،ڈاکٹر،استاذ الاساتذہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ایک بے مثال منتظم،کہنہ مشق اُستاذ اور عدیم النظیر محقق،مشمولہ:مجلہ النظامیہ،جلد:۱۹،شمارہ:۱۰،اکتوبر ۲۰۱۹ء،ص:۴۸

۲ تذکرۂ شیوخ الحدیث واحوال یاران وفا،ص:۳۵

العاملی کے مخطوط "عقود الدرر فی حل ابیات المطول والمختصر" پر ڈاکٹر خالق داد ملک کی زیر نگرانی تحقیقی مقالہ لکھا۔[1]

علامہ عبدالحکیم شرف قادری جناب محمد نواز کھرل کو انٹرویو دیتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"یہ امر باعث مسرت ہے کہ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے فارغ التحصیل مولانا فضل حنان سعیدی نے گزشتہ سال پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے ایم۔اے۔ کے امتحان میں نہ صرف ٹاپ کیا بلکہ پچھلا ریکارڈ بھی توڑ دیا۔ جبکہ پچھلا ریکارڈ بھی ایک دینی مدرسہ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کے فاضل ڈاکٹر خالق داد نے قائم کیا تھا۔"[2]

آپ نے پرائیویٹ طور پر سال ۲۰۰۰ء میں ایم۔اے اسلامیات کا امتحان بھی پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔ ایم۔اے۔ عربی زبان وادب کی تکمیل کے بعد آپ نے ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی نگرانی میں پی۔ایچ۔ڈی۔ کے لیے تحقیق کا آغاز کر دیا۔ آپ نے "تحقیق ودراسة نقدية للمخطوط ديوان كشاجم" کے عنوان سے تحقیقی مقالہ لکھا جسکے صلے میں ۲۰۰۸ء کو پنجاب یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا۔[3]

عصری تعلیم کے اساتذہ

علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی کے عصری تعلیم کے اساتذہ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ۲۔ ڈاکٹر خالق داد ملک ۳۔ ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی ۴۔ ڈاکٹر مظہر معین ۵۔ ڈاکٹر مظہر کبیر ۶۔ ڈاکٹر قمر علی زیدی[4]

تدریسی زندگی

ڈاکٹر فضل حنان سعیدی نے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ غوثیہ رضویہ گلبرگ۔ لاہور سے ۱۹۸۸ء میں کیا۔ جہاں آپ نے ڈیڑھ سال بحیثیت مدرس وناظم تعلیم خدمات سرانجام دیں پھر قبلہ مفتی صاحب کے حکم پر جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں تدریسی فرائض سرانجام دینا شروع کیے۔

۱۹۹۳ء کو جب پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔اے۔ عربی میں آپ کا داخلہ ہوا تو چند ماہ تدریس نہ کر سکے پھر آپ نے جامعہ اسلامیہ میں تدریس شروع کی۔ آپ صبح کے وقت چند اسباق پڑھا کر پنجاب یونیورسٹی چلے جاتے یوں آپ نے تدریس اور تعلیم دونوں کو جاری رکھا۔ بعد ازاں آپ جامعہ نظامیہ رضویہ واپس تشریف لے لائے جہاں تا حال آپ دین متین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ سال ۲۰۰۵ء

---

۱ (i) استاذ الاساتذہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ایک بے مثال منتظم، کہنہ مشق اُستاذ اور عدیم النظیر محقق، ص:۴۹
(ii) تذکرۂ شیوخ الحدیث واحوال یاران وفا، ص:۳۵

۲ محمد عبدالستار طاہر، تذکار شرف، لاہور: الممتاز پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، ص:۱۰۵

۳ (i) استاذ الاساتذہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ایک بے مثال منتظم، کہنہ مشق اُستاذ اور عدیم النظیر محقق، ص:۴۹
(ii) تذکرۂ شیوخ الحدیث واحوال یاران وفا، ص:۳۵

۴ صوتی پیغام بذریعہ واٹس ایپ، ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، بوقت: 10:56AM، بتاریخ: ۱۷۔۰۹۔۲۰۱۹ء

سے شیخ الحدیث کے منصب پر بھی فائز ہیں اور ترمذی شریف پڑھانے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ [1]

تلامذہ

آپ کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱۔حضرت علامہ طاہر تبسم قادری صاحب، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و چیئرمین نیشنل علماء کونسل پاکستان ۲۔حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مرتضائی صاحب، سجادہ نشین آستانہ عالیہ مرتضائیہ قلعہ شریف و مہتمم جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف ۳۔حضرت صاحبزادہ علامہ مولانا مفتی محمد انوار الرسول مرتضائی صاحب، صدر مجلس علماء نظامیہ پاکستان و ڈائریکٹر اقراء مدینۃ الاطفال الجدیدۃ الاسلامیہ، پاکستان ۴۔حضرت علامہ مولانا دل محمد چشتی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۵۔حضرت علامہ مولانا قاری احمد رضا سیالوی صاحب، نائب ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۵۔حضرت علامہ مولانا واحد بخش سعیدی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۶۔حضرت علامہ مولانا رمضان سیالوی صاحب، خطیب جامع مسجد داتا دربار لاہور ۷۔حضرت علامہ مولانا عمران الحسن فاروقی صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۸۔حضرت علامہ مولانا فاروق شریف صاحب، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ۹۔علامہ مفتی اکمل صاحب، نائب مفتی و مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۱۰۔مولانا محمد بخش رضوی، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۱۱۔مولانا محمد تنویر قادری، سابق مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۱۲۔مولانا اللہ بخش تونسوی، مدرس جامعہ اسلامیہ ۱۳۔مولانا سید متین حماد بخاری، مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ ۱۴۔مولانا سید جلال شاہ، مدرس جامعہ نعمانیہ لاہور ۱۵۔مولانا حامد وحید قادری، مدرس جامعہ حنفیہ غوثیہ لاہور

ملازمت

علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی نے ۱۹۸۹ء کو لاہور پولیس لائن میں بطور امام وخطیب (سب انسپکٹر رینک پر) ملازمت کا آغاز کیا۔محکمہ پولیس کی تمام تقاریب میں اخلاقیات پر لیکچرز اور دعا کرنا ایسے دیگر تمام مذہبی امور آپ کے ہی ذمہ ہوتے ہیں نیز لاہور پولیس کے تمام شہداء کا جنازہ بھی آپ ہی پڑھاتے ہیں۔آپ عرصہ تیس سال سے یہ فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ [2]

بیعت

آپ حضرت علامہ کاظمی شاہ صاحب کے دست اقدس پر شرف بیعت رکھتے ہیں۔یہ سعادت آپ کو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حاصل ہوئی۔ [3]

نکاح واولاد

علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی کی شادی ۱۹۹۴ء کو ہوئی۔ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا ہے۔آپ

---

[1] (i) صوتی پیغام بذریعہ واٹس ایپ، ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، بوقت: 10:56AM، بتاریخ: ۱۷۔۰۹۔۲۰۱۹ء
(ii) تذکرۂ شیوخ الحدیث واحوال یاران وفا، ص: ۳۶

[2] معلومات بذریعہ موبائل کال: ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، بوقت: 11:36AM بتاریخ: ۱۷۔۰۹۔۲۰۱۹ء

[3] ایضاً

کا بڑا بیٹا اسامہ حنان ہے جو حافظ قرآن ہے اور سی۔اے۔کر رہا ہے اور چھوٹا بیٹا احمد حنان تیسری کلاس میں ہے۔ [۱]

زیارت حرمین شریفین

آپ کو دو مرتبہ زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ سال ۲۰۰۵ء کو عمرہ جبکہ سال ۲۰۰۶ء کو علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی کی معیت میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت میسر آئی۔ [۲]

بیرون ملک سفر

علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی سال ۲۰۰۱ء سے تا حال ہر سال ماہ رمضان میں یو۔کے۔کے مختلف سنٹرز میں میں نماز تراویح میں قرآن سنانے کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔ وہاں آپ قرآن کی تفسیر بیان کرتے رہے ہیں اور ظہر یا عصر کی نماز کے بعد درسِ حدیث و فقہ بھی دیتے رہے ہیں۔ پہلی دفعہ آپ ورک ویزہ پر گئے تھے لیکن جب وہاں کے حالات کا مشاہدہ کیا تو یہ فیصلہ کیا کہ مستقل وہاں نہیں رہیں گے۔ اس دوران آپ کو بڑی بڑی جگہوں سے آفرز بھی آتی رہیں کہ آپ مستقل ہمارے پاس رہیں لیکن آپ اپنے فیصلہ پر قائم رہے اور مستقل طور پر باہر تشریف نہیں لے کر گئے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف ماہِ ربیع الاول شریف ۲۰۱۸ء میں قاری عامر صاحب کی دعوت پر ناروے تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپ نے مختلف مختلف یورپی ممالک کا سفر کیا۔ مختلف دوستوں سے ملاقات کی، انکے سنٹرز دیکھے اور کچھ پروگرامز میں بھی شرکت بھی کی۔ آپ نے دوبارہ ۲۰۱۹ء کو پندرہ دن کے لیے یورپی ممالک کا سفر کیا۔ [۳]

مقالہ جات

علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی نے درج ذیل علمی و تحقیقی مقالہ جات تحریر فرمائے:

- ☆ برصغیر میں علماءِ اہلسنت کی خدماتِ حدیث (الشهادة العالمیه)
- ☆ عقود الدرر فی حل ابیات المطول والمختصر (ایم۔اے۔عربی)
- ☆ تحقیق ودراسة نقدیة للمخطوط دیوان کشاجم (پی۔ایچ۔ڈی)
- ☆ امام سیوطی کی کتاب نتیجة الفکر کا اردو ترجمہ کیا لیکن نسخہ کمپوزر کی غفلت کی وجہ سے گم ہوگیا۔

ڈاکٹر فضل حنان سعیدی نے اپنی ایم۔اے۔عربی زبان و ادب کی کلاس کے ساتھ مل کر ۱۹۹۴ء میں مجلہ " القسم العربی " جو کافی عرصہ سے انقطاع کا شکار تھا کا از سر نو آغاز کیا۔ کافی عرصہ اسکے چیف ایڈیٹر رہے اور آپکے مختلف مضامین اس میں شائع ہوتے رہے۔

---

[۱] معلومات بذریعہ موبائل کال: ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، بوقت: 11:36AM بتاریخ: ۱۷۔۰۹۔۲۰۱۹ء

[۲] انٹرویو: ڈاکٹر محمد فضل حنان سعیدی ، بمقام: جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، بوقت: ۹ بجے صبح، بتاریخ: ۲۷۔۱۰۔۲۰۱۹ء

[۳] صوتی پیغام بذریعہ واٹس ایپ، ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، بوقت: 10:56AM، بتاریخ: ۱۷۔۰۹۔۲۰۱۹ء

موصوف ۲۰۱۵ء سے مجلہ النظامیہ کے مدیر اعلیٰ ہیں۔جس میں اداریہ کے علاوہ مختلف مضامین بھی آپکے شائع ہوتے رہتے ہیں۔[۱]

ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری

محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری بن محمد اسماعیل شہید ۲۰ جنوری ۱۹۵۷ء کو ضلع قصور کے مضافات ہری ہر میں پیدا ہوئے۔[۲] ان کا اصل نام محمد اکبر تھا۔لیکن جب آپ مفتیٔ اعظم ہند علامہ شاہ مصطفی رضا خاں سے شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے تو اپنے شیخ کی محبت میں اتنا فنا ہوئے کہ اپنا نام بدل کر محمد ضیاء المصطفیٰ رکھ لیا۔میٹرک کی سند پر نام محمد اکبر ہی تحریر ہے۔[۳] آپ کے والد گرامی محمد اسماعیل سانپ کے ڈسنے سے شہید ہو گئے تھے۔[۴]

تعلیم و تربیت

علامہ محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری نے میٹرک تک سکول کی تعلیم قصور میں حاصل کی۔میٹرک کے امتحان کی تیاری حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کے مزار اپر جا کر کرتے تھے۔[۵] آپ کے ماموں، نامور عالم دین، جامعہ نظامیہ رضویہ کے سابق مدرس، کئی کتابوں کے مصنف استاذ العلماء علامہ محمد منشاء تابش قصوری نے آپ کی پرورش، تعلیم و تربیت اور کفالت کی ذمہ داری نبھائی اور خوب نبھائی۔علامہ قصوری نے درسِ نظامی کی ابتدائی کتب آپ سے ہی پڑھیں۔میٹرک کے بعد جب ملک کی مایہ ناز دانشگاہ ''دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف'' میں داخلہ کے لیے آپ اپنے ہونہار بچے کو لے گئے تو ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ہمارے ہاں داخلے کا شیڈول ہے اور داخلے مکمل ہو چکے ہیں۔آپ نئے تعلیمی سال کے آغاز پر انہیں لے کر آئیں۔''

محمد منشا تابش قصوری نے حضور ضیاء الامت سے عرض کیا کہ:

''آپ ادارہ کے سربراہ ہیں آپ اتھارٹی ہیں کوئی بات نہیں اگر داخلہ کی تاریخ گزر گئی ہے تو آپ صاحب اختیار ہیں۔مہربانی فرمائیں آپ تو سراپا کرم ہیں۔کرم کریں اور اس نوجوان کو اپنی سرپرستی میں لے لیں۔''

کریم اور شفیق سربراہِ ادارہ نے فرمایا:

''ہمارے پاس قصور کا کوئی تبرک نہیں ہے۔ہم اس نوجوان محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کو قصور کا تبرک سمجھ کر داخلہ دے دیتے ہیں۔بابا

---

۱ (i) استاذ الاساتذہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ایک بے مثال منتظم، کہنہ مشق اُستاذ اور عدیم النظیر محقق، ص:۴۹

(ii) تذکرۂ شیوخ الحدیث واحوال یاران وفا، ص:۳۵

۲ کوہاٹی، محمد صحبت خان، ڈاکٹر، پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کا سانحۂ ارتحال، مشمولہ: ماہنامہ کاروان قمر (کراچی)، کراچی: قمر الاسلام گریجویٹس ایسوسی ایشن پاکستان، جلد ۲۰، شمارہ: اپریل ۲۰۱۷ء، ص:۵

۳ معصومی، محمد اویس، ڈاکٹر، استاذ قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شخصیت، خدمت، فکر وفن اور تلامذہ)، مشمولہ: ماہنامہ بشارّ، کراچی: تلاش حق فاؤنڈیشن، جلد:۲، شمارہ:۹، ستمبر ۲۰۱۸ء، ص:۶۴۔۶۵

۴ پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کا سانحۂ ارتحال، ص:۵

۵ انٹرویو: میاں محمد ریاض ہمایوں سعیدی، بمقام: مطب حکیم محمد موسیٰ امرتسری (ریلوے روڈ، گوالمنڈی)، بوقت: ۴ بجے دوپہر، بتاریخ: ۲۱۔۰۷۔۲۰۱۹ء

بھلے شاہ قصوری اور دیگر بزرگانِ قصوری رحمہم اللہ کے تبرک سے ہم محروم نہیں ہونا چاہتے۔"

اس طرح آپ دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف میں علم کی منزلیں طے کرتے رہے۔ وہیں سے جملہ علوم وفنون کی تحصیل کی اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔[۱] آپ ایک سال صدام یونیورسٹی اور چار ماہ مدینہ یونیورسٹی میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے۔[۲] آپ نے پی۔ایچ۔ڈی۔کی ڈگری پنجاب یونیورسٹی سے پروفیسر قمر علی زیدی کی زیرِ نگرانی صاحب کنز العمال حضرت علی متقی علیہ الرحمۃ کی ایک غیر مطبوعہ کتاب "جوامع الکلم" پر مقالہ لکھ کر حاصل کی۔[۳]

اساتذہ

آپ کے معلوم شدہ اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

- ☆ مولانا منشا تابش قصوری
- ☆ پیر محمد کرم شاہ الازہری
- ☆ مولانا معراج الاسلام[۴]

تدریس

آپ ۱۵ اپریل ۱۹۸۱ء کو علامہ منشا تابش قصوری کے مجبور کرنے پر پروفیسر محمد یوسف فاروقی کے ہمراہ ملک کی قدیم اور عظیم درسگاہ "دار العلوم قمر الاسلام کراچی" آ گئے۔ یہاں آپ نے غیر ملکی افریقی طلبا کو عربی اور انگریزی میں پڑھایا۔ دیگر اسباق کی بھی تدریس کی۔ یاد رہے کہ یہ "قمر الاسلام" میں عروج کا دور تھا۔ بھیرہ شریف کے فضلاء استاذ گرامی، استاذ العلماء مفتی محمد خالد محمود صاحب، استاذ گرامی علامہ پروفیسر محمد یوسف فاروقی اور استاذِ گرامی علامہ محمد ریاض سعید صاحب مسندِ تدریس کی زینت تھے۔ علامہ قصوری صاحب ۲۱ دسمبر ۱۹۹۵ء تک تدریسی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔[۵]

ڈاکٹر محمد اویس معصومی نے اپنے مضمون امیدوں کے چراغ! (اُستاذ قصوری رحمۃ اللہ علیہ) میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ دار العلوم قمر الاسلام میں تشریف لانے سے پہلے جامعہ نظامیہ رضویہ میں تدریس کر رہے تھے۔[۶] یہ قبلہ ڈاکٹر صاحب سے تسامح ہوا ہے کیونکہ علامہ منشا تابش قصوری کے بیان کے مطابق علامہ قصوری دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے فارغ التحصیل ہونے کے فوراً بعد دار العلوم قمر الاسلام تشریف لے گئے تھے وہاں سے آنے کے بعد جامعہ نظامیہ میں تدریس شروع فرمائی۔[۷] اس کی تصدیق جامعہ نظامیہ کے اساتذہ کے ریکارڈ

---

۱ پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کا سانحۂ ارتحال، ص:۵۔۶

۲ معلومات بذریعہ موبائل کال: علامہ محمد منشا تابش قصوری، بتاریخ: ۰۳۔۰۳۔۲۰۲۰ء

۳ رضوی، محمد عطاء الرحمن، پروفیسر، آہ! علامہ ضیاء المصطفیٰ قصوری، مشمولہ: ماہنامہ رضائے مصطفیٰ (گوجرانوالہ)، گوجرانوالہ: ادارہ رضائے مصطفیٰ، جلد: ۵۹، شمارہ: اپریل ۲۰۱۷ء، ص:۱۹

۴ معلومات بذریعہ موبائل کال: علامہ محمد منشا تابش قصوری، بتاریخ: ۰۳۔۰۳۔۲۰۲۰ء

۵ پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کا سانحۂ ارتحال، ص:۶

۶ استاذ قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شخصیت، خدمت، فکر وفن اور تلامذہ)، ص:۶۰

سے بھی ہوتی ہے۔[۱] ڈاکٹر محمد اویس معصومی دارالعلوم قمر الاسلام میں آنے کے بعد علامہ قصوری کی تدریسی خدمات کے بارے لکھتے ہیں:

دارالعلوم انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ میں دن کو آپ تدریس فرماتے اور شام کو خدمت خلق میں مصروف ہوجاتے تھے۔ آپ نے علماء کو سماجی خدمت واصلاح معاشرہ کی نئی راہوں سے روشناس کروایا تھا۔ آپ نے عامۃ الناس کو عربی/ انگلش ترجمہ کی سہولت فراہم کرنے کے لئے جامع مسجد سلیمانیہ پنجاب کالونی سے متصل مین روڈ خیابانِ جامی پر نیازی بلڈنگ میں حافظ عبد الجبار کوہاٹی کے سپر اسٹور کے سامنے پرندوں والی دکان میں ایک دکان کھول رکھی تھی۔ یہ علماء کی طرف سے خدمتِ خلق کا اک نیا اور اچھوتا انداز تھا۔

اُستاذ گرامی وہاں اردو سے عربی اور عربی سے اردو کا ترجمہ کرتے تھے ٹائپنگ بھی کرتے تھے اور زبان سیکھنے کے شوقین آپ سے عربی بھی سیکھا کرتے تھے''۔[۲]

آپ کوئٹہ میں پیر سید طاہر علاؤالدین گیلانی کے بچوں کو اُن کے گھر میں رہ کر تعلیم دیتے رہے۔[۳] آپ کو پیر صاحب نے جناح کیپ عطا کی تھی جو آپ کبھی کبھار پہنا کرتے تھے اور اپنا پارکر کا قلم بھی عنایت کیا تھا۔[۴]

دارالعلوم قمر الاسلام کراچی سے تشریف لانے کے بعد علامہ قصوری ۱۹۹۵ء سے ۲۰۰۶ء تک جامعہ نظامیہ میں عربی زبان وادب کی تدریس بھی فرماتے رہے۔[۵] آپ مرید کے سے لاہور علی الصباح روانہ ہوتے، لاہور پہنچ کر گاڑی سے اُترتے وہاں سے پیدل جامعہ نظامہ رضویہ تشریف لاتے۔ جامعہ میں اسمبلی سے پہلے پہنچ جاتے۔ اسمبلی سے پہلے ہی تقریباً ایک گھنٹے کا پیریڈ پڑھا کر کالج تشریف لے جاتے۔[۶]

ملازمت

جب علامہ قصوری دارالعلوم قمر الاسلام کراچی سے لاہور تشریف لے گئے تو پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ میں عربی کے نگران اعلیٰ مقرر ہوئے۔ بعد ازاں F.C کالج میں پروفیسر تعینات ہوئے اور اس کے بعد اسلامیہ کالج میں تدریس کی مسند سنبھالی۔ آپ حال ہی میں ۲۰۱۷ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔ علامہ ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری اردو اور پنجابی کے علاوہ عربی، انگریزی اور فارسی بہت عمدہ جانتے تھے۔ ان زبانوں میں بولتے، لکھتے اور پڑھاتے۔[۷]

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ (گوجرانوالہ) میں پروفیسر حافظ محمد عطاء الرحمن قادری رضوی کا تعزیتی مضمون شائع ہوا جس میں آپ نے

---

۱ سیالوی، احمد رضا، قاری، سالانہ تعلیمی گوشوارہ بابت سال ۱۹۸۱ء۔ ۱۹۹۵ء، غیر مطبوعہ

۲ استاذ قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شخصیت، خدمت، فکر وفن اور تلامذہ)، ص: ۶۰

۳ معلومات بذریعہ موبائل کال: علامہ محمد منشا تابش قصوری، بتاریخ: ۰۳۔ ۰۳۔ ۲۰۲۰ء

۴ انٹرویو: میاں محمد ریاض ہمایوں سعیدی، بمقام: مطب حکیم محمد موسیٰ امرتسری (ریلوے روڈ، گوالمنڈی)، بوقت: ۴ بجے دوپہر، بتاریخ: ۲۱۔ ۰۷۔ ۲۰۱۹ء

۵ سیالوی، احمد رضا، قاری، سالانہ تعلیمی گوشوارہ بابت سال ۱۹۹۵ء تا ۲۰۰۶ء، غیر مطبوعہ

۶ نورانی، محمد عارف، حضرت ضیاء المصطفیٰ استاذِ ماروشن ضمیر، مشمولہ: ماہنامہ کاروان قمر (کراچی)، کراچی: قمر الاسلام گریجویٹس ایسوسی ایشن پاکستان، جلد ۲۱، شمارہ: مئی/ جون ۲۰۱۸ء، ص: ۵۶

۷ پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کا سانحۂ ارتحال، ص: ۶

علامہ قصوری کے بارے تحریر فرمایا:

''آپ ایف سی کالج لاہور میں پڑھاتے رہے پھر گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز کے شعبہ علوم اسلامیہ کے صدر رہے۔ ان دنوں لاہور کے معروف تعلیمی ادارے جی سی یونیورسٹی میں تدریس فرما رہے تھے۔ آپ اسلاف کی علمی روایت کے امین تھے۔ نہایت شفیق ،خلیق ،کریم النفس اور مہمان نواز تھے۔ عربی زبان سے عشق کی حد تک لگاؤ رکھتے تھے۔ جامعۃ الازہر کے پروفیسر ڈاکٹر حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ نے اپنی کتاب ''الامام احمد رضا خان والعالم العربی'' کے دیباچے میں علامہ قصوری کے تعاون کا شکریہ ادا کرتے آپ کو ''شیخ العربی'' قرار دیا۔''[1]

ڈاکٹر محمد صحبت خان کوہاٹی نے کاروانِ قمر کے اداریہ میں اپنے تعزیتی مضمون میں تحریر فرمایا ہے کہ '' آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور قمر الاسلام کراچی کے علاوہ مدینہ یونیورسٹی اور صدام یونیورسٹی عراق میں بھی پڑھانے کا اعزاز رکھتے ہیں''۔[2] یہ ڈاکٹر صاحب سے تسامح ہوا ہے، علامہ ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کے ماموں جان علامہ منشا تابش قصوری کے بیان کے مطابق آپ نے ایک سال صدام یونیورسٹی اور چار ماہ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے، تدریس نہیں کی۔[3]

اندازِ تدریس

ڈاکٹر محمد اویس معصومی نے علامہ قصوری کے اندازِ تدریس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

''اُستاذ قصوری رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم انجمن قمر الاسلام سلیمانیہ میں ''انشاء العربیہ'' اور فاضل عربی والوں کو مصطفیٰ لطفی المنفلوطی کی ''العبرات'' پڑھایا کرتے تھے۔ آپ طبعاً نرم مزاج ،ہنس مکھ اور مشفق و مہربان اُستاذ تھے۔ آپ طلبہ کی خواہ مخواہ سرزنش نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ کو اپنے مضمون انشاء العربیہ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ کی یہ خوبی تھی کہ جملہ مکمل کرنے کے بعد طلبہ کو اُس کا ترجمہ ضرور سناتے تھے۔ دیگر اساتذہ کی طرح صرفی و نحوی تصریحات میں نہیں پڑا کرتے تھے بلکہ طلبہ ذیلی استفسارات کرتے بھی تو آپ اپنی خوبصورت مسکراہٹ سے ٹال دیا کرتے تھے۔ البتہ جہاں آپ خود ضروری جانتے وہاں خود ہی وضاحت کر دیا کرتے تھے۔

علامہ قصوری عربی سے اردو یا بالعکس کا ترجمہ شستہ و سلیس اردو میں بڑی مہارت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ خط و کتابت اور عربی تحریر میں عرب ممالک کے جدید مروّجہ طریقہ کار کو اختیار کرتے تھے۔ ہمارے رسمی اور رواجی علماء کی طرح اپنی تخلیق کردہ عربی تحریر نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ مدارس کے علماء عموماً دقیق و ثقیل الفاظ استعمال کرتے تھے جبکہ علامہ قصوری کا انداز بالکل جدا تھا۔ ان کے بے پایاں ذخیرۂ الفاظ اور فرمانروائی لغات کا دریائے سخن، دریائے نیل کی طرح بہتا تھا۔ ان کا قلم کہتا تھا۔ ؎

قلم گوید کہ من شاہ جہانم[4]

---

[1] آہ! علامہ ضیاء المصطفیٰ قصوری، ص:۱۹

[2] پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کا سانحۂ ارتحال، ص:۶

[3] معلومات بذریعہ موبائل کال: علامہ محمد منشا تابش قصوری، بتاریخ: ۰۳۔۰۳۔۲۰۲۰ء

[4] استاذ قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شخصیت، خدمت، فکر و فن اور تلامذہ)، ص: ۶۰۔۶۱

علامہ محمد عارف نورانی نے اپنے اُستاذ علامہ قصوری کے انداز تدریس اور جہد مسلسل واستقامت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

۱۹۹۵ء اور ۱۹۹۶ء میں حضرت قبلہ اُستاذ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہماری کلاس کو عربی بول چال پڑھا کر ہمیں سعادت بخشتے تھے۔ آپ لاہور سے کافی دور مرید کے سے علی الصباح جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور تشریف لاتے تھے اور سب سے پہلا پیریڈ آپ کا ہوتا تھا۔ سال گزر گیا مگر کسی دن چھٹی کرنا تو ایک طرف چند منٹوں کی تاخیر بھی نہیں ہوتی تھی۔ تھکاوٹ اور سستی کے آثار آپ پر کبھی نہیں دیکھے گئے۔ بڑی محنت ومحبت کے ساتھ تدریس فرماتے، کتاب پڑھاتے، کاپیاں لکھواتے اور روزانہ باقاعدہ کاپیاں چیک کرتے تھے۔ اتنی پابندی اور باقاعدگی آپ فرماتے تھے کہ شاید وباید۔

طلباء سے زیادہ سے زیادہ عربی میں گفتگو فرماتے، طلباء سے جملے بنواتے۔ عربی بول چال سکھانے کی غرض سے تیار کردہ کیسٹس ٹیپ ریکارڈر پر طلباء کو سنواتے اور ذہن نشین کراتے۔ غرضیکہ کہ آپ کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ طلباء عربی سیکھ کر بول سکیں۔ اُستاذ صاحب قبلہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہر مہینہ کے اختتام پر طلباء کی حاضری، غیر حاضری اور رخصتوں کا چارٹ تیار فرما کر لاتے تھے۔ اس کی کاپی شیخ الجامعہ اور ناظم تعلیمات کو پیش کرتے تھے۔'' [1]

عربی زبان سے جنون کی حد تک عشق

علامہ محمد عارف نورانی تحریر فرماتے ہیں:

''عربی زبان سے تو استاذ صاحب کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ نہ صرف کلاس میں عربی میں گفتگو فرماتے بلکہ کلاس سے باہر جامعہ میں یا کسی دوسری جگہ عربی پڑھنے والے طلباء کرام کی آپ سے ملاقات ہوتی تو ان سے عربی میں ہی کلام فرماتے تھے اور طالب علم کو بھی اردو میں بات کرنے نہیں دیتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا کہ طالب علم اپنا مدعا عربی میں بیان نہ کر سکنے کی صورت میں اردو میں بات کرتا تو استاذ صاحب قبلہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو اردو بولنے نہیں دیتے تھے۔ آپ ہمیشہ طلباء سے فرمایا کرتے تھے کہ ''تکلّموا بالعربیۃ ولو غلطا'' اگر چہ غلط بولو مگر بولو عربی میں''۔

اپنے علاقے (قلات بلوچستان) سے اُستاذ صاحب قبلہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب فون پر بات کرتا تو استاذ صاحب قبلہ رحمہ اللہ تعالیٰ جواب سلام کے بعد فوراً ہی عربی میں گفتگو فرماتے تو مجبوراً مجھے بھی عربی میں گفتگو کرنا پڑتی''۔ [2]

تلامذہ

علامہ ضیاء المصطفیٰ قصوری کے کثیر تعداد میں شاگرد ہیں۔ یہاں صرف چند نامور تلامذہ کے اسماء درج کیے جاتے ہیں۔

۱۔ پروفیسر حافظ سلیمان

۲۔ مولانا انوار الحق

---

۱ حضرت ضیاء المصطفیٰ استاذِ ما روشن ضمیر، ص: ۵۶۔۵۷

۲ ایضاً، ص: ۵۷۔۵۸

۳۔ پروفیسر عارف نقشبندی

۴۔ ماسٹر غلام علی سیالوی (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر)

۵۔ پیر سید غلام اکبر شاہ بخاری

۶۔ پروفیسر عبدالحمید

۷۔ علامہ فاروق شریف (مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ)

۸۔ سید عبدالحفیظ شاہ

۹۔ علامہ سیف الرحمن سیفی

۱۰۔ علامہ ثناء اللہ بلتی

۱۱۔ پیر سید تصور حسین شاہ

۱۲۔ قاری عبدالقیوم محمود

۱۳۔ علامہ غلام شبیر سعیدی

۱۴۔ قاری زاہد حسین اویسی

۱۵۔ پروفیسر مطیع اللہ سہارن

۱۶۔ پروفیسر فیاض احمد فیضی

۱۷۔ علامہ ممتاز حسین شجاع آبادی

۱۸۔ ڈاکٹر محمد اویس معصومی

۱۹۔ علامہ اختر محمود علوی

۲۰۔ علامہ خالد ناز [1]

عادات وخصائل

استاذ العلماء حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کی شخصیت نہایت دلکش اور ہمہ گیر تھی۔آپ سنجیدہ، کم گو، خوشحال اور دولت عرفاں سے مالا مال تھے۔آپ کی خوش کلامی، شستہ بیانی، برجستہ گوئی اور زورِ علم کا اعتراف ان کے زانو بہ زانو، بے تکلف بیٹھنے والے علماء بھی کرتے ہیں۔آپ اہل علم سے آزادانہ گفتگو کرتے تھے۔اصحاب دانش سے آپ کی معاشرت بالکل دوستانہ ہوتی تھی۔آپ اہل کمال کا نہایت احترام کرتے تھے البتہ آپ اپنے معاصرین میں علمی شغف کے حوالے سے گل سرسبد کی طرح امتیازی درجہ رکھتے تھے۔

علامہ قصوری صاحب روشن دماغ، بیدار مغز، مجدد اور ایجاد کن شخصیت کے حامل تھے۔سخاوت و جوانمردی، بلند پروازی اور مردم شناسی ایسی کہ ایک ہی نظر خوبی و ناخوبی تاڑ لیتے تھے۔آپ کا اندازِ تبسم شکستہ دلوں کو حوصلہ عطا کرتا تھا۔آپ کی سادگی بے سہاروں میں جینے کی

[1] استاذ قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شخصیت، خدمت، فکر و فن اور تلامذہ)، ص: ۶۴

امنگ پیدا کرتی تھی۔ آپ اس قدر شائستہ، شستہ اور کداختہ تھے کہ کرۂ خاک سے آنے والے انہیں کرۂ نور کی مخلوق سمجھتے تھے۔ انکسار میں ڈھلے وقار و کمال کے باوجود ان کی طبیعت میں ہیچمدانی کا اقرار، ولولۂ تعلیم کی چمک دمک، مسکراہٹوں کے فواروں کی کھنک اور ان کے ماتھے سے ٹپکنے والی سپیدۂ سحری کی لہریں، جلوہ کنعاں بن کر میرے حافظے کے افق سے آج تک رنگ و نور برسا رہی ہیں۔ [1]

علامہ قصوری صاحب حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی حیات میں ہفتے میں ایک دن ضرور حکیم صاحب کے مطب پر تشریف لے کر جایا کرتے تھے۔ حکیم ریاض صاحب (جو کئی سالوں سے حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے مطب پر کام کر رہے ہیں اور طویل عرصہ آپ کو حکیم صاحب کی صحبت میسر رہی ہے) نے علامہ قصوری کے بارے آبدیدہ ہو کر فرمایا:

''آپ پتہ نہیں کون سی روح تھے۔ ہزار سالہ پرانی روح تھی۔ آپ اپنی اصل بھی چھپاتے تھے جو باتیں آپ میں موجود تھی ان کو بھی چھپاتے تھے۔ کبھی اپنی تعریف سننا پسند نہیں فرماتے تھے۔ کوئی تعریف کرتا تو فرماتے: ''چھوڑو، کوئی اور بات کرو''۔ کوئی برائی کرتا تو کہتے: ''اس کی بات سنو! اس نے صحیح بات کی ہے''۔ قصیدہ بردہ اور قصیدہ غوثیہ کے حافظ تھے۔ قصید بردہ کا پابندی سے وظیفہ کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی یاد کرواتے تھے جن میں مولانا فاروق شریف صاحب بھی شامل ہیں۔ حدائق بخشش کے بھی عامل تھے اور تہجد گزار تھے۔'' [2]

بیرونِ ملک سفر

علامہ قصوری بائی روڈ کوئٹہ سے ایران پھر ایران سے عراق صدام یونیورسٹی میں ایک سال کے لیے تشریف لے کر گئے تو آپ نے بغداد شریف، کربلائے معلیٰ، بصرہ اور کوفہ کے کئی مقامات کی زیارت کی۔ بصرہ میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔ چار ماہ مدینہ شریف رہے، وہاں قطب مدینہ حضرت ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل رہا۔ حج بیت اللہ کی سعادت بھی میسر آئی۔ آپ نے انڈیا کا دورہ بھی کیا۔ انڈیا میں بنارس کا وہ مقام جہاں سنی کانفرنس ہوئی تھی اس کو دیکھا۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور بھی تشریف لے کر گئے۔ اس دوران آپ بریلی میں مولانا اختر رضا خان صاحب کے گھر میں رہائش پذیر رہے، اختر ملت خود علامہ قصوری کے لیے ٹرے میں کھانا اٹھا کر لاتے تھے۔ [3]

بیعت

علامہ قصوری مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفی رضا خاں کے دست اقدس پر بریلی شریف حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ ان کا اصل نام تو پروفیسر ڈاکٹر محمد اکبر قادری تھا۔ لیکن اپنے شیخ کی محبت میں اتنا فنا ہوئے کہ اپنے کام کے ساتھ نام بدل کر دام بڑھا

---

[1] استاذ قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شخصیت، خدمت، فکر و فن اور تلامذہ)، ص: ۵۹

[2] انٹرویو: میاں محمد ریاض ہمایوں سعیدی، بمقام: مطب حکیم محمد موسیٰ امرتسری (ریلوے روڈ، گوالمنڈی)، بوقت: ۴ بجے دوپہر، بتاریخ: ۲۱۔۰۷۔۲۰۱۹ء

[3] انٹرویو: میاں محمد ریاض ہمایوں سعیدی، بمقام: مطب حکیم محمد موسیٰ امرتسری (ریلوے روڈ، گوالمنڈی)، بوقت: ۴ بجے دوپہر، بتاریخ: ۲۱۔۰۷۔۲۰۱۹ء

لیے اور اس کے بعد آپ پروفیسر ڈاکٹر ضیاء المصطفی قصوری ہو گئے ۔ اور ''استاذ قصوری صاحب'' کے نام سے مشہور ہوئے ۔[۱]

وصال

علامہ ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری بدھ ۲۲ مارچ ۲۰۱۷ء/ ۲۳ جمادی الاخریٰ کی شب لاہور میں اچانک حرکتِ قلب بند ہونے سے وصال فرما گئے ۔[۲] اُن کی نماز جنازہ آپ کے سرپرست اور محسن و مشفق رشتے میں ماموں علامہ محمد منشاء تابش قصوری کی خواہش پر علامہ محمد اکرم الازہری زید مجدہٗ نے پڑھائی ۔ آپ کی نماز جنازہ میں آپ کے بے شمار تلامذہ، آپ کے ہمعصر اساتذہ کرام، پروفیسرز، اسکالرز، عزیز و اقارب، دوست و احباب کے علاوہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کے پروفیسرز کی پوری ٹیم پروفیسر ڈاکٹر سلطان شاہ کی قیادت میں موجود تھی ۔[۳]

اولاد و امجاد

علامہ ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے محمد وقاص مصطفی اور محمد احمد مصطفی اور تین بیٹیوں سے نوازا ۔[۴]

علمی جواہر پارے

حضرت علامہ قصوری کا پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ کا مقالہ صاحب کنز العمال حضرت علی متقی علیہ الرحمۃ کی ایک غیر مطبوعہ کتاب ''جوامع الکلم'' کے موضوع پر تھا ۔ حضرت علامہ قصوری نے عرب، انڈیا اور امریکہ کی لائبریریوں سے اس کے مخطوطے حاصل کر کے اس کتاب کو ایڈٹ کیا ۔[۵] آپ کا یہ عربی مقالہ ۳۰۰۰ صفحات پر مشتمل ہے ۔ مقالہ بغداد اور ڈھاکہ کی یونیورسٹیوں سے ok ہو کر آیا تو لاہور میں جن اہل علم نے آپ کا زبانی انٹرویو لیا وہ آپ کی علمیت، قابلیت، صلاحیت، زبان دانی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ۱۰ ہزار روپے الاؤنس اسی وقت منظور کیا ۔ یہ دس ہزار پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ کے الاؤنس کے علاوہ تھا جو تنخواہ میں شامل رہا ۔[۶]

تخریجات

۱ ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کی کتاب ''انباء الحی'' کی تخریج فرمائی جسے رضا فاؤنڈیشن لاہور نے شائع کیا ۔

۲ ۔ ۳ ۔ حضرت فقیہ اعظم علامہ ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی کی کتب ''اربعین نبویہ'' اور ''اربعین حنفیہ'' کی تخریج فرمائی، جنہیں بالترتیب دار الفیض گنج بخش لاہور اور رضا پبلیکیشنز لاہور نے شائع کیا ۔[۷]

---

۱ استاذ قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شخصیت، خدمت، فکر و فن اور تلامذہ)، ص: ۶۴ ۔ ۶۵

۲ آہ! علامہ ضیاء المصطفیٰ قصوری، ص: ۱۹

۳ پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کا سانحۂ ارتحال، ص: ۷

۴ ایضاً

۵ آہ! علامہ ضیاء المصطفیٰ قصوری، ص: ۱۹

۶ پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء المصطفیٰ قصوری کا سانحۂ ارتحال، ص: ۶

۷ آہ! علامہ ضیاء المصطفیٰ قصوری، ص: ۱۹

تراجم

۱۔ حسن محمد شداد بن عمر باعمر کی کتاب ''کیفیۃ الوصول لرؤیۃ سیدنا الرسول'' کا اردو ترجمہ کیا، جسے دار الفیض گنج بخش لاہور سے سراپا اخلاص میاں زبیر احمد علوی گنج بخشی قادری ضیائی نے شائع کروایا۔

۲۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کی کتاب ''الوظیفۃ الکریمیہ'' کا عربی ترجمہ کیا۔

۳۔ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی حیات پر ایک عربی کتاب کا اردو ترجمہ کیا۔[۱]

علامہ قصوری کے عربی مضامین سہ ماہی رسالہ ''معارف اولیاء'' اور ''اورینٹیل کالج میگزین'' اور دیگر رسائل میں شائع ہوتے رہے۔علاوہ ازیں آپ برکاتی فاؤنڈیشن کراچی کے منعقدہ پروگرامز میں عربی مقالہ جات بھی پڑھتے رہیں۔ [۲]

☆☆☆

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ انجم

مولانا غلام مصطفیٰ انجم بن بشیر احمد ۹ ستمبر ۱۹۷۷ کو آدو کے مہیس ،ضلع نارووال میں پیدا ہوئے آپ کے والد صاحب زمین دار تھے اور جٹ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔

تعلیم وتربیت

مولانا غلام مصطفیٰ انجم اپنے گاؤں میں پرائمری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد شہر بدوملہی کے گونمنٹ اسلامیہ ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر آپ لاہور کے مدرسہ جامعہ حسنات العلوم اندرون دہلی گیٹ میں قاری طالب حسین سے حفظ قرآن شروع کیا اور ۱۹۹۴ میں حفظِ قرآن مکمل کرلیا۔ بعدازاں آپ نے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں درسِ نظامی کا آغاز کیا اور ۲۰۰۳ میں فارغ التحصیل ہوئے اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔

عصری تعلیم

دورانِ درسِ نظامی مولانا غلام مصطفیٰ انجم نے ایف۔اے لاہور بورڈ سے بی۔اے، ایم۔اے اسلامیات اور ایم۔اے فارسی پنجاب یونیورسٹی سے اور ایم۔اے عربی سرگودھا یونیورسٹی سے کیا۔ایم۔فل اسلامیات منہاج یونیورسٹی سے کیا۔اور ۲۰۱۹ میں مولانا غلام مصطفیٰ انجم نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی سے حاصل کی۔

---

۱ آہ! علامہ ضیاء المصطفیٰ قصوری، ص:۱۹

۲ انٹرویو: صاحبزادہ میاں زبیر احمد علوی گنج بخش قادری ضیائی، بمقام: مطب حکیم محمد موسیٰ امرتسری (ریلوے روڈ، گوالمنڈی)، بوقت: ۳ بجے دوپہر ، بتاریخ: ۰۳۔۱۰۔۲۰۱۹ء

اساتذہ

مولانا غلام مصطفی انجم نے درج ذیل اساتذہ سے شرفِ تلمذ کیا۔

۱۔	مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی	۲۔	مولانا عبدالحکیم شرف قادری
۳۔	مولانا گل احمد عتیقی	۴۔	مفتی محمد صدیق ہزاروی
۵۔	شیخ الحدیث حافظ محمد عبدالستار سعیدی	۶۔	ڈاکٹر محمد فضل حنان سعیدی
۷۔	مولانا صدیق نظامی	۸۔	مولانا سعید تونسوی

تدریس

مولانا غلام مصطفی انجم نے اپنی مادر علمی میں ہی ۲۰۰۳ کو تدریس کا آغاز کیا اور ۲۰۰۷ تک وہاں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بعدازاں دارالعلوم اصحابِ صُفہ مصطفی آباد لاہور تشریف لے آئے اور تا حال وہیں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

تلامذہ

مولانا غلام مصطفی انجم کے تلامذہ کی کثیر تعداد ہے جن میں سے چند مشہور یہ ہیں:

۱۔	مولانا اجمل، مدرس جامعہ ہجویریہ	۲۔	سید دولت علی شاہ، مدرس جامعہ نعمانیہ
۳۔	مولانا طاہر عزیز باروی	۴۔	مولانا راشد رضوی
۵۔	مفتی خلیل یوسفی	۶۔	مولانا محمد اشفاق، ہالینڈ
۷۔	مولانا احمد رضا، پی۔ایچ۔ڈی اسکالر امپیریل یونیورسٹی		

امام وخطابت

مولانا غلام مصطفی انجم امامت وخطابت کا آغاز جامعہ مسجد مدینہ گنبد والی، مصطفی آباد دھرمپورہ لاہور سے کیا اور ۲۰ سال تک یہاں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ بعدازاں محکمہ اوقاف کی مسجد حاجی مولا داد کشمیری بازار تشریف لے گئے اور تا حال وہیں فرائضِ امامت وخطابت سرانجام دے رہے ہیں۔

بیعت

مولانا غلام مصطفی انجم حضرت صوفی ڈاکٹر محمد اقبال، مصطفی آباد دھرمپورہ لاہور کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے۔

اولاد

مولانا غلام مصطفی انجم کے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ صاحبزادوں کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔غلام حزیفہ ۲۔محمد عبداللہ ۳۔محمد عکاشہ

مقالہ جات

مولانا غلام مصطفی انجم نے درج ذیل علمی وتحقیقی مقالہ جات تحریر فرمائے۔

۱۔ برصغیر کے معروف صوفیائے عظام کی خدماتِ حدیث (الشہادۃ العالمیہ)

۲۔ اختلاف الحدیث (امام شافعی) اور تاویل المختلف الحدیث (ابن قتیبہ) کے منہج واسلوب کا تقابلی مطالعہ (ایم۔فل)

۳۔ مفاہیمِ حدیث میں تطبیق: علماءِ برصغیر کی کاوشیں (تجزیاتی مطالعہ)۔ (پی۔ایچ۔ڈی)

آرٹیکلز

مولانا غلام مصطفی انجم کے درج ذیل آرٹیکلز مختلف مجلّات میں شائع ہوئے۔

۱۔ علم مختلف الحدیث کی اہمیت وارتقاء (فکر ونظر)

۲۔ ابن قتیبہ کی تاویل مختلف الحدیث کا منہج واسلوب (الاضواء)

۳۔ تطبیقِ روایات میں علامہ غلام رسول سعیدی کی خدمات [1]

ڈاکٹر قاری فیاض الحسن جمیل الازہری

ڈاکٹر فیاض الحسن جمیل جناب امداد علی انجم کے گھر ۱۹۶۳ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے دارالعلوم شمسیہ غوثیہ نارووال سے ۱۹۷۸ء میں حفظ قرآن کریم کی دولت حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان آپ نے ۱۹۸۳ء میں پاس کیا۔ آپ کی اسکولی اور دینی تعلیم ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ ۱۹۸۶ء میں آپ نے بیک وقت ایف۔اے۔ اور تجوید وقرأت کی اسناد حاصل کیں۔ جامعہ پنجاب سے ۱۹۸۹ء میں بی۔اے۔ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ۱۹۹۴ء میں **الشھادۃ العالمیۃ** میں اعزاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۹۶ء میں آپ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کی سرپرستی کی بدولت جامعۃ الازھر، مصر چلے گئے۔ جامعۃ الازہر قاہرہ، مصر کے قیام کے دوران سال ۲۰۰۰ء میں آپ ''الشھادۃ فی القراءت العشر'' سے نوازے گئے۔

عربی زبان وادب میں ایم۔فل کی ڈگری آپ نے جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے ۲۰۱۰ء میں ''**القراءۃ القرآنیۃُ نشاتُھا و تطورھا فی شبہ القارۃ الھندیہ حتی عصرنا الحاضر**'' کے زیرِ عنوان ڈاکٹر راحیلہ قریشی کی زیرِ نگرانی مقالہ لکھ کر حاصل کی۔ عربی زبان وادب میں ہی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد سے ''**شرح الشاطبیہ للسیوطی (دراسۃ و تحقیق)**'' کے عنوان سے ڈاکٹر حافظ افتخار احمد خان کی زیرِ نگرانی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حقدار قرار پائے۔

انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد نے ۱۹۸۸ء میں ایک بین الجامعات مقابلہ حسن قراءت کا انعقاد کیا۔ آپ نے اس مقابلے

---

[1] انٹرویو: ڈاکٹر غلام مصطفی انجم، بوقت: 50pm:09، بتاریخ: ۲۳۔۱۰۔۲۰۱۹ء

میں اول پوزیشن حاصل کی اور گولڈ میڈل کے حقدار قرار پائے۔

تدریس

ڈاکٹر قاری فیاض الحسن سال ۱۹۹۵ء اور پھر ۲۰۰۰ء میں مصر سے واپس آنے سے ایم۔فل۔تک کے درمیانی عرصہ میں اپنی مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ سے بطور استاد وابستہ رہے۔آپ شیخوپورہ میں دینی تعلیمات کے ایک ادارے کی سرپرستی کرنے کے ساتھ ساتھ کسان گھی والوں کی زیرنگرانی کام کرنے والی یونیورسٹی آف فیصل آباد میں بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

تصنیفات

آپکی تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱۔القراءۃ القرآنیۃُ نشاتُہا و تطورہا فی شبہ القارۃ الھندیہ حتی عصرنا الحاضر ۲۔شرح الشاطبیہ للسیوطی(دراسۃ و تحقیق) ۳۔فرائد الحسان فی اختلاف تعداد آیات القرآن ۴۔نفاس البیان فی اختلاف تعداد آیات القرآن

قاہرہ میں قیام کے دوران آپ نے تجوید وقراءت کے موضوع پر عربی زبان میں بہت سے مقالات پڑھے۔

ڈاکٹر فیاض الحسن جمیل نے ایم۔فل۔کے مقالہ کا انتساب مفتی عبدالقیوم ہزاروی کے نام کیا۔آپ کے الفاظ یوں ہیں:

الانتساب

انتسبت ھذا البحث العلمی الی استاذنا الکریم، شیخ الحدیث، سند المحققین، حجۃ المدرسین، مفتی اعظم باکستان، الاستاذ العلامۃ المفتی محمد عبد القیوم الھزاروی القادری نور اللہ مرقدہٗ[1]

[1] قادری،خورشید احمد،حافظ،ڈاکٹر،استاذ الاساتذہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ایک بے مثال منتظم،کہنہ مشق اُستاذ اور عدیم النظیر محقق،مشمولہ: مجلہ النظامیہ،جلد:۱۹،شمارہ:۱۰،اکتوبر ۲۰۱۹ء،ص:۵۰۔۵۱

مطبوعہ کتب کا تعارف

اس فصل میں ان کتب کا تذکرہ کیا جائے گا جو زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں۔ جملہ کتب کو علوم وفنون کے تحت تقسیم کیا جائے گا جو کتاب جس علم یا فن کی ہے اسی کے تحت اس کو لایا جائے گا۔

علوم القرآن

۱۔	ترجمہ وتحقیق حواشی معالم التنزیل	محمد صدیق ہزاروی
۲۔	کوثر الخیرات	محمد اشرف سیالوی
۳۔	ترجمہ قرآن	عبدالحکیم شرف قادری
۴۔	تفسیر رضوی	مولانا غلام رسول رضوی (۱ جلد)
۵۔	کنزالایمان تفاسیر کی روشنی میں	محمد صدیق ہزاروی
۶۔	مطالب القرآن علی خزائن العرفان	محمد منشا تابش قصوری
۷۔	فہرست انوار المقیاس (مضامین قرآن)	محمد منشا تابش قصوری
۸۔	اصولِ ترجمہ قرآن کریم	محمد عبدالحکیم شرف
۹۔	لمعات شمسیہ حاشیہ فوائد مکیہ (تجوید)	قاری محمد یوسف
۱۰۔	تفسیر سورۃ الضحیٰ والم نشرح	محمد خان قادری
۱۱۔	قرآنی الفاظ کے صحیح مفاہیم	محمد خان قادری
۱۲۔	تفسیر سورۃ الکوثر	محمد خان قادری
۱۳۔	تفسیر سورۃ القدر	محمد خان قادری
۱۴۔	فضل کبیر (ترجمہ تفسیر کبیر)	محمد خان قادری
۱۵۔	فوائد تفسیریہ وعلوم قرآنیہ	عبدالستار سعیدی
۱۶۔	التبیان فی علوم القرآن (ترجمہ)	محمد صدیق ہزاروی
۱۷۔	تفسیر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم	مفتی غلام سرور
۱۸۔	تفسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم	مفتی غلام سرور
۱۹۔	عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن	مفتی غلام سرور

۲۰۔	اصول ترجمہ	پیر محمد چشتی
۲۱۔	عرفان القرآن	محمد صدیق
۲۲۔	مدارج العرفان فی مناھج کنزالایمان (۳ جلدیں)	پیر محمد چشتی
۲۳۔	زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن (ترجمہ)	غلام نصیر الدین چشتی

حدیث وعلوم الحدیث

۱۔	تفہیم البخاری شرح صحیح بخاری	غلام رسول رضوی
۲۔	حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت	محمد خان قادری
۳۔	اللہ اللہ حضور کی باتیں (ایک ہزار احادیث کا مجموعہ)	محمد خان قادری
۴۔	ترجمہ سنن نسائی	محمد صدیق ہزاروی
۵۔	ترجمہ شمائل ترمذی	محمد صدیق ہزاروی
۶۔	ترجمہ حصن حصین	محمد صدیق ہزاروی
۷۔	ترجمہ وتحقیق حواشی ارشاد الساری	مولانا سید غلام مصطفی
۸۔	ترجمہ اشعۃ اللمعات	محمد عبدالحکیم شرف
۹۔	جامع ترمذی (ترجمہ)	محمد صدیق ہزاروی
۱۰۔	ریاض الصالحین (ترجمہ)	محمد صدیق ہزاروی
۱۱۔	اربعین نووری (ترجمہ وشرح)	محمد صدیق ہزاروی
۱۲۔	طحاوی شریف (ترجمہ وتلخیص ابواب)	محمد صدیق ہزاروی
۱۳۔	مؤطا امام محمد	محمد منشاء تابش
۱۴۔	ترجمہ اشعۃ اللمعات	محمد خان قادری
۱۵۔	مصطلحات الحدیث (ترجمہ)	غلام نصیر الدین چشتی
۱۷۔	احادیثِ قدسیہ	غلام یٰسین شطاری
۱۸۔	شرح الادب المفرد للبخاری	قاضی خلیل احمد قادری
۱۹۔	تراجم المحدثین ومزایا مئولفاتھم (عربی)	غلام نصیر الدین چشتی
۲۰۔	صحیح مسلم (ترجمہ)	مفتی صدیق ہزاروی

۲۱۔	کتاب الآثار	مفتی صدیق ہزاروی
۲۲۔	سنن ابی داؤد	مفتی صدیق ہزاروی
۲۳۔	مسند اسحاق بن راھویہ	مفتی صدیق ہزاروی
۲۴۔	مطالعہ مسلم (خلاصہ، جلد دوم)	مفتی صدیق ہزاروی
۲۵۔	سنن دارمی	مفتی صدیق ہزاروی
۲۶۔	انتخاب جلالین ومشکوۃ	مفتی صدیق ہزاروی
۲۷۔	سنن نسائی (ترجمہ)	حافظ عبدالستار سعیدی

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔	محمد نور	محمد منشاء تابش قصوری
۲۔	مقالاتِ سیرت	محمد عبدالحکیم شرف
۳۔	جواہر البحار (ترجمہ)	مولانا غلام رسول اور مولانا صادق علوی
۴۔	الوفا باحوال المصطفیٰ (ترجمہ)	محمد اشرف سیالوی
۵۔	المولد الرّوی (ترجمہ)	گل احمد عتیقی
۶۔	الاسراء والمعراج	گل احمد عتیقی
۷۔	عید میلاد النبی	محمد صدیق ہزاروی
۸۔	رسول اللہ کی وصیتیں	محمد صدیق ہزاروی
۹۔	عید میلاد النبی کا انقلاب آفریں پیغام	محمد منشا تابش
۱۰۔	من اعلم من الخلائق	محمد منشا تابش
۱۱۔	حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف	محمد منشاء تابش قصوری
۱۲۔	روحِ اعظم کی کائنات میں جلوہ گری	محمد عبدالحکیم
۱۳۔	ترجمہ اثبات المولد والقیام	مولانا رشید نقشبندی
۱۴۔	حضور علیہ السلام کے آباء کی شانیں	محمد خان قادری
۱۵۔	والدین مصطفی کا زندہ ہو کر ایمان لانا	محمد خان قادری
۱۶۔	جسم نبوی کی خوشبو	محمد خان قادری

۱۷۔	ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	محمد خان قادری
۱۸۔	سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	محمد خان قادری
۱۹۔	صحابہ اور بوسہ جسم نبوی	محمد خان قادری
۲۰۔	محبت اور اطاعت نبوی	محمد خان قادری
۲۱۔	نعلِ پاک حضور علیہ السلام	محمد خان قادری
۲۲۔	صحابہ اور علم نبوی	محمد خان قادری
۲۳۔	علم نبوی اور امور دنیا	محمد خان قادری
۲۴۔	معراج حبیب خدا	محمد خان قادری
۲۵۔	عامل میلاد اور شاہِ اربل	محمد خان قادری
۲۶۔	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی مائیں	محمد خان قادری
۲۷۔	علم نبوی اور منافقین	محمد خان قادری
۲۸۔	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کیسے گزارتے ہیں	محمد خان قادری
۲۹۔	سدرہ تیری راہ گزر	محمد خان قادری
۳۰۔	ذخائر محمدیہ	محمد خان قادری
۳۱۔	نورِ خدا سیدہ حلیمہ کے گھر	محمد خان قادری
۳۲۔	فضائل نعلین حضور	محمد خان قادری
۳۳۔	اسلام اور تصور رسول پاک	محمد خان قادری
۳۴۔	والدین مصطفیٰ جنتی ہیں	محمد خان قادری
۳۵۔	نسب نبوی کا مقام	محمد خان قادری
۳۶۔	وسعت علمی نبوی	محمد خان قادری
۳۷۔	اسلام اور احترام نبوت	محمد خان قادری
۳۸۔	نظام حکومت نبوی	محمد خان قادری
۳۹۔	شانِ نبوت	محمد خان قادری
۴۰۔	شاہکار ربوبیت	محمد خان قادری

نمبر	کتاب	مصنف
۴۱۔	ایمان والدین مصطفی	محمد خان قادری
۴۲۔	حضور کا سفر حج	محمد خان قادری
۴۳۔	امتیازات مصطفی	محمد خان قادری
۴۴۔	درِ رسول کی حاضری	محمد خان قادری
۴۵۔	رفعتِ ذکر نبوی	محمد خان قادری
۴۶۔	مزاح نبوی	محمد خان قادری
۴۷۔	تبسم نبوی	محمد خان قادری
۴۸۔	آیئے قربِ مصطفی جایئے	محمد خان قادری
۴۹۔	روحِ ایمان محبت نبوی	محمد خان قادری
۵۰۔	علم نبوی اور متشارات	محمد خان قادری
۵۱۔	کیا رسول اللہ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟	محمد خان قادری
۵۲۔	آنکھوں میں بس گیا سراپا حصور کا	محمد خان قادری
۵۳۔	رسول اللہ کے کسی عمل ترک فرمانے کی حکمتیں	محمد خان قادری
۵۴۔	بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ خطا نہیں	محمد خان قادری
۵۵۔	حضور کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب	محمد خان قادری
۵۶۔	ارضِ خدا ملکیت مصطفی	محمد خان قادری
۵۷۔	حضور نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟	محمد خان قادری
۵۸۔	والدین مصطفی کے بارے میں صحیح عقیدہ	محمد خان قادری
۵۹۔	حضور کے ظاہر اور باطن پر فیصلے	محمد خان قادری
۶۰۔	معاشیاتِ نظامِ مصطفی	مفتی غلام سرور
۶۱۔	انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین	اشرف سیالوی
۶۲۔	گلشن توحید و رسالت	اشرف سیالوی
۶۳۔	السیرۃ الحلبیۃ (ترجمہ)	اشرف سیالوی
۶۴۔	مجموعہ صلوات الرسول (ترجمہ)	اشرف سیالوی

۶۵۔	عالم اسلام کا اتحاد از برکات محفل میلاد	غلام نصیرالدین چشتی
۶۶۔	شہر یارِ علم	غلام نصیرالدین چشتی
۶۷۔	آپ کے ۱۰۱ معجزات (ترجمہ)	غلام نصیرالدین چشتی
۶۸۔	معجزات مصطفی ﷺ	مفتی غلام سرور
۶۹۔	سیرت کوئز	صدیق ہزاروی
۷۰۔	میلاد النبی اور علماء عرب	صدیق ہزاروی
۷۱۔	درود وسلام اور شان خیر الانام	مفتی غلام سرور
۷۲۔	معجزۂ شق القمر	مفتی غلام سرور

فقہ واصول فقہ

۱۔	مسلم الثبوت (حاشیہ)	مولانا غلام رسول رضوی
۲۔	حیاتِ جاوداں	مولانا مہر دین جماعتی
۳۔	فضل حق حاشیہ نام حق	عبدالحکیم شرف
۴۔	مسئلہ قربانی وحج	مفتی غلام سرور
۵۔	مسائل رمضان	مولانا مہر دین
۶۔	امام اعظم کے اجتہادی قواعد واصول	مفتی عبدالقیوم
۷۔	غایۃ الاحتیاط فی مسئلۃ الاسقاط	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۸۔	الحجۃ الفائحہ (ترجمہ)	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۹۔	حاشیہ بدائع منظوم	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۰۔	تعارف فقہ وتصوف	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۱۔	اصول الشاسی (سوالاً جواباً)	محمد صدیق ہزاروی
۱۲۔	تلخیص اصول الشاشی	محمد صدیق ہزاروی
۱۳۔	خلاصہ الہدایۃ	محمد صدیق ہزاروی
۱۴۔	تجہیز وتکفین	محمد صدیق ہزاروی
۱۵۔	تحقیق طلاق	محمد صدیق ہزاروی

۱۶۔	تجلیاتِ اعتکاف	محمد صدیق ہزاروی
۱۷۔	تحقیق حلالہ	محمد صدیق ہزاروی
۱۸۔	تعلیم نماز	محمد صدیق ہزاروی
۱۹۔	قربانی	محمد صدیق ہزاروی
۲۰۔	انوار الصیام	محمد منشاء تابش قصوری
۲۱۔	نورالایضاح (ترجمہ)	محمد صدیق ہزاروی
۲۲۔	کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟	مفتی محمد خاں
۲۳۔	خواب کی شرعی حیثیت	مفتی محمد خاں
۲۴۔	عورت کی امامت کا مسئلہ	مفتی محمد خاں
۲۵۔	عورت کی کتابت کا مسئلہ	مفتی محمد خاں
۲۶۔	تقسیم وراثت	محمد صدیق ہزاروی
۲۷۔	اسلام میں چھٹی کا تصور	مفتی محمد خاں
۲۸۔	معارف الاحکام	محمد خان قادری
۲۹۔	منہاج اصول فقہ	محمد خان قادری
۳۰۔	اسلام اور تحدید ازواج	محمد خان قادری
۳۱۔	جماعت نماز تسبیح	محمد خان قادری
۳۰۔	ٹخنے ننگے کرنے کا حکم	محمد خان قادری
۳۱۔	سرمہ اور روزہ	محمد خان قادری
۳۲۔	مقصد اعتکاف	محمد خان قادری
۳۳۔	امامت اور عمامہ	محمد خان قادری
۳۴۔	طحطاوی (ترجمہ وحواشی)	محمد صدیق ہزاروی
۳۵۔	قربانی صرف تین دن	محمد صدیق ہزاروی
۳۶۔	القول الاخیر فی مسئلہ السماع بالمزامیر	مولانا عبدالحی چشتی
۳۷۔	الجہاد فی الاسلام	پیر محمد چشتی

۳۸۔	نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جائے؟	محمد خان قادری
۳۹۔	متعہ اور اسلام	اشرف سیالوی
۴۰۔	الفداء والجہاد	پیر محمد چشتی
۴۱۔	فلسفہ قربانی	غلام نصیر الدین چشتی
۴۲۔	الانکار علیٰ من انکر فی تعجیل الافطار	علامہ عبد الحی چشتی
۴۳۔	اسلام میں ٹیکسوں کی شرعی حیثیت	مفتی غلام سرور
۴۴۔	مسائل رمضان	مہر دین جماعتی
۴۵۔	مسائل شبِ برات	مہر دین چشتی
۴۶۔	تین طلاقیں	صدیق ہزاروی
۴۷۔	مقدمۃ المیراث (عربی)	صدیق ہزاروی
۴۸۔	اعضاء کی پیوندکاری	صدیق ہزاروی
۴۹۔	فرض نماز کے بعد دعا	صدیق ہزاروی
۵۰۔	قواعد فقہیہ	صدیق ہزاروی
۵۱۔	حسامی	صدیق ہزاروی
۵۲۔	شدید غصہ میں دی گئی طلاق کا شرعی حکم	مفتی غلام سرور
۵۳۔	مسئلہ تصویر	مفتی غلام سرور

عقائد وکلام

۱۔	کشف النور (ترجمہ	عبد الحکیم شرف
۲۔	تنزیہ الغفار عن تکذیب الاشرار	مفتی غلام سرور
۳۔	التوسل (عربی)	مفتی محمد عبد القیوم
۴۔	جلاء الصدور فی سماع اہل القبور	محمد اشرف سیالوی
۵۔	العقائد والمسائل (عربی)	مفتی محمد عبد القیوم
۶۔	عقائد اہلسنت بجواب مسائل نجدیت	محمد عبد الحکیم شرف قادری
۷۔	تنویر الابصار (ترجمہ)	محمد عبد الحکیم شرف قادری

۸۔	اسلامی عقائد	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۹۔	حول مبحث التوسل (عربی)	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۰۔	مدینۃ العلم (عربی)	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۱۔	المعجزہ وکرامات الاولیاء (عربی)	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۲۔	الحیاۃ الخالدہ (عربی)	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۳۔	حیاتِ جاودانی	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۴۔	تنقیدی جائزہ	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۵۔	تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۶۔	پیکر نور	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۷۔	کراماتِ اولیاء اور ان سے وصال کے بعد استمداد	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۸۔	عقائد و معمولات (ترجمہ)	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۱۹۔	کیا ہم محفل میلاد منعقد کریں (ترجمہ ھل نحتفل)	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۲۰۔	عقائد و نظریات (ترجمہ)	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۲۱۔	من عقائد اھل السنۃ والجماعۃ (عربی)	محمد عبدالحکیم شرف قادری
۲۲۔	حرمتِ سجدۂ تعظیمی (تحقیق وتخریج)	محمد صدیق ہزاروی
۲۳۔	سنت و بدعت (تحقیق وتخریج)	محمد صدیق ہزاروی
۲۴۔	توسل کی شرعی حیثیت	محمد صدیق ہزاروی
۲۵۔	عقائد و عبادات (سوالاً جواباً)	محمد صدیق ہزاروی
۲۶۔	تعزیتی اجتماع اور قرآن خوانی (ترجمہ وتحقیق)	محمد صدیق ہزاروی
۲۷۔	فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا	محمد صدیق ہزاروی
۲۸۔	اختلافات	محمد منشا تابش قصوری
۲۹۔	الاصول الاربعہ فی تردید الوھابیۃ (ترجمہ)	محمد عبدالستار
۳۰۔	ندائے یارسول اللہ	شرف قادری
۳۱۔	تنبیہ الفضول فی نداء الرسول	مفتی غلام سرور

۳۲۔	دیوبندی دھرم	مولانا حسن الدین
۳۳۔	حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام	مولانا مہر الدین
۳۴۔	فیصلہ شرعیہ بر حرمتِ تعزیہ	مولانا مہر الدین
۳۵۔	امام احمد رضا اور ردِّ شیعہ	شرف قادری
۳۶۔	حضرت پیر مہر علی شاہ اور ردِّ قادیانیت	محمد صدیق ہزاروی
۳۷۔	علماء نجد کے نام اہم پیغام	محمد صدیق ہزاروی
۳۸۔	امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت	محمد خان قادری
۳۹۔	قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب	محمد خان قادری
۴۰۔	امام احمد رضا بحیثیتِ قطاع بدعت	محمد خان قادری
۴۱۔	کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں؟	محمد خان قادری
۴۲۔	یا رسول اللہ کہنا ایمان	محمد خان قادری
۴۳۔	اسلام اور ایصال ثواب	محمد خان قادری
۴۴۔	عصمتِ انبیاء	محمد خان قادری
۴۵۔	محفلِ میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ	محمد خان قادری
۴۶۔	میلاد النبی اور شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ	محمد خان قادری
۴۷۔	دعوتِ فکر	محمد منشا تابش
۴۸۔	مقدمہ دعوت فک	محمد منشا تابش
۴۹۔	اختلاف کب، کیوں اور کیسے؟	محمد منشا تابش
۵۰۔	صحابہ اور محافل میلاد	محمد خان قادری
۵۱۔	تنبیہ الغفول فی نداء الرسول	اشرف سیالوی
۵۲۔	ازالۃ الریب عن مقالۃ فتوح الغیب	اشرف سیالوی
۵۳۔	ہدایۃ لمتذ بزب الحیر ان فی الاستغاثۃ باؤلیا الرحمن	اشرف سیالوی
۵۴۔	شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق	اشرف سیالوی
۵۵۔	اصول تکفیر	پیر محمد چشتی

۵۶۔	حیاتِ انبیاء	غلام نصیر الدین چشتی
۵۷۔	ختم نبوّت	غلام نصیر الدین چشتی
۵۸۔	عقیدۃ حیات مسیح اور فتنہ مرزائیت	مہر الدین جماعتی
۵۹۔	تنویر الابصار بنور النبی المختار	اشرف سیالوی
۶۰۔	دی بائبل اور شان انبیاء میں گستاخیاں	اشرف سیالوی
۶۱۔	القول الغائب فی ایمان ابی طالب	علامہ عبدالحی چشتی
۶۲۔	تحقیق الحق الظریف الجید فی عدم نکاح والشریفۃ السیدۃ بغیر الشریف السید	علامہ عبدالحی چشتی
۶۳۔	النداء بحرف الیاء	مولانا مہر الدین
۶۴۔	ردّ خاکسار	مولانا مہر الدین
۶۵۔	مفہوم بدعت	مولونا مہر الدین
۶۶۔	شفاعت کی حقیقت	مولانا مہر الدین
۶۷۔	عقائد نسفی (خلاصہ)	مولانا صدیق ہزاروی
۶۸۔	افضلیت صدیق اکبر	مفتی غلام سرور
۶۹۔	مسئلہ ایصالِ ثواب	مفتی غلام سرور
۷۰۔	مجموعہ حیات اولیاء	مفتی غلام سرور

مقالات

۱۔	مقالات	مولانا مہر الدین
۲۔	آئینہ شرف	شرف قادری
۳۔	مقالاتِ رضویہ	شرف قادری
۴۔	مقدمات رضویہ	شرف قادری
۵۔	مقالاتِ اشرفیہ	محمد منشاء تابش قصوری
۶۔	علمی مقالات	محمد خان قادری
۷۔	علمی مقالات	محمد خان قادری

۸۔	الرسائل والمسائل (۳ جلدیں)	پیر محمد چشتی
۹۔	مجموعہ رسائل	محمد صدیق ہزاروی

وعظ وخطابت

۱۔	خطبات ومقالات	محمد صدیق ہزاروی
۲۔	علمی نثری تقریریں	محمد صدیق ہزاروی
۳۔	نثری تقریریں	گل احمد عتیقی
۴۔	ارشاداتِ نورانی	ضیاء المصطفیٰ قصوری

تصوف واخلاق، تہذیب وتمدن اور اصلاح معاشرہ

۱۔	انسانی اقدار	حسن الدین ہاشمی
۲۔	تحفہ مومن	غلام سرور
۳۔	ترجمہ رسالہ قشیریہ	محمد صادق علوی
۴۔	مسائل وفضائل بیعت	غلام سرور
۵۔	تعلیماتِ شاہِ جیلاں	صدیق ہزاروی
۶۔	غنیۃ الطالبین (ترجمہ)	صدیق ہزاروی
۷۔	راہِ عمل	محمد منشا تابش قصوری
۸۔	نورانی حکایات	صدیق ہزاروی
۹۔	ترجمان اویس (رسائل)	صدیق ہزاروی
۱۰۔	زینت المحافل ترجمہ نزھۃ المجالس	صدیق ہزاروی
۱۱۔	ترجمہ کیمیا سعادت	صدیق ہزاروی
۱۲۔	شرح الحقوق	شرف قادری
۱۳۔	اسلام اور خدمت خلق	محمد خاں قادری
۱۴۔	زوال امت کا ازالہ کیسے؟	محمد خاں قادری
۱۵۔	زندہ جاوید خوشبوئیں	شرف قادری

۱۶۔	شرح مقاماتِ حریر۔تحفہ نصائح	شرف قادری
۱۷۔	اسباب زوال امت	پیر محمد چشتی
۱۸۔	شرح فصوص الحکم	پیر محمد چشتی
۱۹۔	کچھ دیر طلباء کے ساتھ	غلام نصیرالدین چشتی
۲۰۔	کارآمد طلباء کے ساتھ	غلام نصیرالدین چشتی
۲۱۔	سفرآخرت کی منازل	غلام نصیرالدین چشتی
۲۲۔	احیاءالعلوم (ترجمہ)	محمد صدیق ہزاروی
۲۳۔	رسالہ قشیریہ (ترجمہ)	محمد صدیق ہزاروی
۲۴۔	تنبیہ المغترین (ترجمہ)	محمد صدیق ہزاروی
۲۵۔	کتاب الکبائر	محمد صدیق ہزاروی
۲۶۔	جلاءالامہام	محمد صدیق ہزاروی
۲۷۔	آدابِ مرید کامل	محمد صدیق ہزاروی
۲۸۔	دلوں کوموم کرنے والی باتیں	محمد صدیق ہزاروی
۲۹۔	سنتوں کی بہار	محمد صدیق ہزاروی
۳۰۔	توحیداوروجود باری تعالیٰ کاعلمی وتحقیقی جائزہ	مفتی غلام سرور
۳۱۔	مقدمۃ کشف المحجوب	مفتی غلام سرور
۳۲۔	متطلبات التوحیدوالعقبات فی طریق تطبیقھا (معاشرے کے ناسور کا عربی ترجمہ)	غلام نصیرالدین
۳۳۔	خدمت والدین اورصلہ رحمی (ترجمہ)	غلام نصیرالدین
۳۴۔	سات سات باتیں	غلام نصیرالدین
۳۵۔	عالم برزخ	مفتی غلام سرور

معاشیات واقتصادیات

۱۔	معاشیات نظام مصطفی	مفتی غلام سرور

صرف

۱۔	مراح الارواح (سوالاً جواباً)	محمد صدیق ہزاروی
۲۔	صرف بهترال (ترجمہ)	محمد صدیق ہزاروی
۳۔	تیسر ابواب الصرف	محمد صدیق ہزاروی
۴۔	تیسر المصادر	محمد صدیق ہزاروی
۵۔	تعلیم الصرف	عبدالستار سعیدی
۶۔	علم الصرف	غلام نصیر الدین چشتی
۷۔	مدینۃ المصادر	غلام نصیر الدین چشتی
۸۔	علم الصیغہ (ترجمہ)	غلام نصیر الدین چشتی

نحو

۱۔	الشرح النامی ترجمہ شرح جامی	مفتی غلام سرور
۲۔	حاشیہ نحو میر	عبدالحکیم شرف
۳۔	تفہیم النحو ترجمہ ہدایۃ النحو	صدیق ہزاروی
۴۔	علم نحو	صدیق ہزاروی
۵۔	شرح منہاج النحو	محمد خان قادری
۶۔	البیان المعق ول لحل قال اقول	حسن الدین ہاشمی
۷۔	خاصیات ابواب	غلام نصیر الدین چشتی
۸۔	شرح مأۃ عامل (ترجمہ)	مفتی صدیق ہزاروی

شعر، نعت اور غزل

۱۔	اغثنی یارسول اللہ	محمد منشاء تابش قصوری
۲۔	محفل نعت	محمد منشا تابش قصوری
۳۔	نذرانہ عقیدت بحضور فقیہ اعظم	محمد منشاء تابش قصور
۴۔	شرح سلامِ رضا	محمد خان قادری

علم معانی، بیان اور بدیع

۱۔	تسہیل المبانی	مہرالدین جماعتی
۲۔	تفہیم البلاغہ	محمد صدیق ہزاروی
۳۔	حلّ قطبی	مہرالدین جماعتی
۴۔	تلخیص مطول	محمد صدیق ہزاروی

تحقیق وتنقید

۱۔	اندھیرے سے اُجالے تک	عبدالحکیم شرف
۲۔	شیشے کے گھر	عبدالحکیم شرف
۳۔	پروفیسر طاہر القادری کا علمی وتحقیقی جائزہ	مفتی غلام سرور

منطق

۱۔	المرضاۃ حاشیہ مرقاۃ (عربی)	عبدالحکیم شرف
۲۔	تعلیم المنطق	حافظ عبدالستار
۳۔	تلخیص المنطق	حافظ عبدالستار
۴۔	مفتاح المرقات	حافظ عبدالستار
۵۔	منہاج المنطق	محمد خان قادری

فلسفہ ومناظرہ

۱۔	تعلیم الحکمت	حافظ عبدالستار
۲۔	العتیقیہ مافی الرشیدیہ	گل احمد عتیقی
۳۔	عتیقیہ شرح شریفیہ	گل احمد عتیقی
۴۔	مقدمۃ المناظرہ	صدیق ہزاروی

تذکرہ وسوانح

۱۔ دونامور مجاہد (نورانی ونیازی) — محمد صدیق ہزاروی
۲۔ رسالۃ الخواص — سید غلام مصطفی
۳۔ سوانح سراج الفقہاء — شرف قادری
۴۔ الشاہ امام احمد رضا بریلوی — مفتی غلام سرور
۵۔ گنج شکر — تابش قصوری
۶۔ یادِ اعلیٰ حضرت — عبدالحکیم
۷۔ امام احمد رضا اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں — عبدالحکیم
۸۔ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ — گل احمد عتیقی
۹۔ احوال وآثار۔مولانا عبدالحیٔ لکھنوی — محمد خان قادری
۱۰۔ محدث اعظم پاکستان — گل احمد عتیقی
۱۱۔ سیدنا امام حسین — گل احمد عتیقی
۱۲۔ سیدنا الامام غوث اعظم — گل احمد عتیقی
۱۳۔ حضرت داتا گنج بخش — گل احمد عتیقی
۱۴۔ نورنور چہرے — عبدالحکیم شرف
۱۵۔ دوقومی نظریہ (حضرت مجدد الف اور اقبال کی نظر میں) — عبدالحکیم شرف
۱۶۔ عظمتوں کے پاسباں — عبدالحکیم شرف
۱۷۔ مسلک شیخ عبدالحق محدث دہلوی — عبدالحکیم شرف
۱۸۔ معارف امام اعظم ابوحنیفہ — عبدالحکیم شرف
۱۹۔ لمعات امام ربانی — عبدالحکیم شرف
۲۰۔ اعلیٰ حضرت بحیثیت مرجع العلماء — خادم حسین رضوی
۲۱۔ تعارف امام اعظم — محمد منشاء تابش قصوری
۲۲۔ تذکرۃ الاولیاء — محمد منشاء تابش قصوری
۲۳۔ امام احمد رضا جامع العلوم عبقری شخصیت — عبدالستار

۲۴۔	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا سوانحی خاکہ	عبدالستار
۲۵۔	صحابہ کے معمولات	محمد خان قادری
۲۶۔	مسلک صدیق اکبر عشق رسول	محمد خان قادری
۲۷۔	صحابہ کی وصیتیں	محمد خان قادری
۲۸۔	مشتاقانِ جمال نبوی کی کیفیاتِ جذب و مستی	محمد خان قادری
۲۹۔	تذکرہ اکابر اہلسنت	شرف قادری
۳۰۔	تعارف علماء اہلسنت اور تاریخ ساز شخصیات	صدیق ہزاروی
۳۱۔	تحفہ حسینیہ (دو جلدیں)	اشرف سیالوی
۳۲۔	رمضان کے اہم تاریخی واقعات اور تاریخ ساز شخصیات کا تذکرہ	غلام نصیر الدین چشتی
۳۳۔	شہادتِ امام حسین	مفتی غلام سرور
۳۴۔	حضرت پیر مہر علی شاہ اور روحانیت	صدیق ہزاروی
۳۵۔	سیدی مفتی اعظم	صدیق ہزاروی

تاریخ

۱۔	تحریک نظام مصطفی اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور	محمد منشاء تابش
۲۔	جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا تاریخی جائزہ	محمد منشاء تابش قصوری
۳۔	سنی کانفرنس ملتان کی روئیداد	مشرف قادری
۴۔	کل پاکستان سنی کانفرنس ملتان کی پس منظر	مشرف قادری
۵۔	کل پاکستان سنی کانفرنس	مشرف قادری
۶۔	وسیلہ بخش (تاریخ مدینہ)	منشاء تابش قصوری
۷۔	تعارف رضا اکیڈمی لاہور	منشا تابش قصوری
۸۔	تحریک تحفظ ناموسِ رسالت کی تاریخی کامیابی	محمد خان قادری
۹۔	فتوح الشام (ترجمہ)	غلام نصیر الدین چشتی
۱۰۔	مطالعہ پاکستان	صدیق ہزاروی
۱۱۔	مقالاتِ تعارف (جامعہ نظامیہ رضویہ)	صدیق ہزاروی

فضائل

۱۔	افضیلت صدیق اکبر	مفتی غلام سرور
۲۔	برکاتِ آلِ رسول (ترجمہ)	عبدالحکیم شرف
۳۔	ترجمہ مطالع المرات شرح دلائل الخیرات	عبدالحکیم شرف
۴۔	سیدالشہداء	عبدالحکیم شرف
۵۔	بابرکت راتیں	صدیق ہزاروی
۶۔	شب برات	مولانا مہرالدین
۷۔	شبِ قدر اور اس کی فضیلت	خان قادری
۸۔	اسلام اور احترام والدین	خان قادری
۹۔	فضیلت درود و سلام	خان قادری
۱۰۔	اساسِ ایمان ۔ محبت الٰہی	خان قادری
۱۱۔	مضامین رمضان	صدیق ہزاروی
۱۲۔	بہارَ جنّت	مہردین جماعتی
۱۳۔	آیئے رمضان کریم اور قرآن حکیم کی برکتیں سمیٹیں	اشرف سیالوی
۱۴۔	مقامِ علم و علماء	مفتی غلام سرور

فتاویٰ

۱۔	احسن القیام فی مسئلۃ القیام	عبدالحکیم شرف
۲۔	فی ظلال الفتاویٰ الرضویہ	عبدالحکیم شرف
۳۔	ترجمہ فتاویٰ رضویہ	خان قادری عبدالستار
۴۔	ترجمہ وتحقیق حواشی فتاویٰ خیریہ	خان قادری
۵۔	جہاد افغانستان درنظر علماء اہلسنت پاکستان	شرف قادری
۶۔	شرح عقود رسم المفتی (سوالاً جواباً)	صدیق ہزاروی

فہارس

۱۔	فہرست مضامین قرآن	محمد منشاء تابش قصوری
۲۔	مرآۃ التصانیف	عبدالستار
۳۔	مطالب القرآن	محمد منشاء تابش قصوری
۴۔	فہارس فتاویٰ رضویہ	عبدالستار

طِب

۱۔	دعا اور قرآن سے علاج	صدیق ہزاروی
۲۔	قرآن سے علاج	صدیق ہزاروی

متفرق

۱۔	خلاف اسلامیہ اور مغربی جمہوریت	مفتی غلام سرور
۲۔	قاضی اور سربراہِ مملکت	مفتی غلام سرور

غیر مطبوعہ کتب کا تعارف

اس فصل کے تحت ان کتب کا تذکرہ لیا جائے گا جو زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں ان کے قلمی نسخے یا مسودے مصنفین کے پاس یا لائبریریوں میں موجود ہیں یا حوادث زمانہ کا شکار ہو گئے۔

علوم القرآن

۱۔	درس قرآن	مفتی غلام سرور قادری
۲۔	تفسیر سورۃ الفاتحہ (مجموعہ تلخیصات سورۃ فاتحہ)	علی احمد سندیلوی
۳۔	نعم التقریر علیٰ معالم التنزیل	علی احمد سندیلوی
۴۔	خلاصہ مضامین سور قرآن	گل احمد عتیقی
۵۔	شرح تفسیر بیضاوی (ربع اول پارۂ اوّل)	گل احمد عتیقی

علوم الحدیث

۱۔	الفوز الجلیل بشرح حدیث جبریل	مفتی غلام سرور
۲۔	توضیحات عتیقی شرح ترمذی	گل احمد عتیقی

سیرت النبی

۱۔	تفویض الاحکام الیٰ خیر الانام	مفتی غلام سرور
۲۔	محمد رسول اللہ قرآن میں	مفتی غلام سرور
۳۔	دشمنانِ رسول کا انجام	محمد منشاء
۴۔	نسخۂ شفا	محمد صدیق

فقہ واصول فقہ

۱۔	الاجتہاد فی الاسلام	مفتی غلام سرور
۲۔	احکام زکوۃ وعشر	مفتی غلام سرور
۳۔	اصول مسائل الخلافیۃ (عربی)	مولانا علی احمد
۴۔	کتاب الحدود والسرقۃ (ترجمہ)	مولانا علی احمد

۵۔	حدود وتعزیراتِ نظام مصطفٰی	مفتی غلام سرور
۶۔	شرح اصول مسائل الخلافیۃ	علی احمد سندیلوی
۷۔	شرح قواعد الفقہ	علی احمد سندیلوی
۸۔	قواعد فقہ (عربی)	علی احمد سندیلوی
۹۔	کاشف الاوہام فی قواعد فقہ الاسلام	علی احمد سندیلوی
۱۰۔	شرح حسامی	گل احمد عتیقی
۱۱۔	اعضاء کی پیوندکاری اور فقہ	محمد صدیق ہزاروی
۱۲۔	التامین	محمد منشا تابش قصوری
۱۳۔	رفع الیدین	محمد منشا تابش قصوری
۱۴۔	الفاتحہ	محمد منشا تابش قصوری
۱۵۔	الجہاد فی الاسلام	مفتی غلام سرور
۱۶۔	اصلی حکم شریعت دربارۂ مزارعت	مولانا عبدالحی چشتی
۱۷۔	تقسیم وراثت	محمد صدیق ہزاروی

عقائد وکلام

۱۔	حاشیہ منکرین رسالت کے مختلف گروہ	مفتی غلام سرور
۲۔	پنج باب	مولانا عبدالحی چشتی
۳۔	الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام	مفتی غلام سرور
۴۔	شرح وشرح عقائد	گل احمد
۵۔	شرح شرح عقائد خیالی	گل احمد
۶۔	مسئلہ خدایا محمد	مفتی غلام سرور
۷۔	ترجمہ التوسل	محمد رشید نقشبندی

وعظ وخطابت

۱۔	علمی تقریریں	مفتی غلام سرور

اخلاق وتصوف

۱۔	المبادرۃ الی المبایعہ	مفتی غلام سرور
۲۔	شرح مقاماتِ حریری	عبدالستار سعیدی

جہاد

۱۔	الجہاد فی الاسلام	

معاشیات واقتصادیات

۱۔	اصلی حکم شریعت در بارۂ مزارعت	مولانا عبدالحیٔ چشتی

صرف

۱۔	صرف بہترال	عبدالستار قادری

نحو

۱۔	شرح شرح جامی	گل احمد عتیقی
۲۔	توضیح الکامل لحل المحصول والحاصل	گل احمد عتیقی
۳۔	شرح کافیہ	عبدالستار سعیدی
۴۔	شرح نہایۃ النحو	عبدالستار سعیدی
۵۔	جامع النحو (ترجمہ تحریر سبنٹ)	مفتی غلام سرور
۶۔	منہاج النحو	محمد خان قادری

علم العروض

۱۔	علم العروض	علی احمد سندیلوی

معانی بیان بدیع

۱۔	بشیر البلاغت	علی احمد سندیلوی
۲۔	التنقیح فی حل مسئلہ التشبیہ	علی احمد سندیلوی

۳۔	شرح مختصر المعانی	گل احمد عتیقی
۴۔	شرح مطول	گل احمد عتیقی

منطق

۱۔	تقریرات انیقہ علی احمد اللہ	علی احمد سندیلوی
۲۔	التقریر الاحسن علی شرح العلم لملا حسن	علی احمد سندیلوی
۳۔	حاشیہ سلم العلوم	غلام رسول رضوی
۴۔	حاشیہ قاضی مبارک	غلام رسول رضوی
۵۔	شرح قطبی	مہر الدین جماعتی
۶۔	شرح مطول	گل احمد عتیقی
۷۔	شرح قطبی	گل احمد عتیقی
۸۔	شرح میر قطبی	گل احمد عتیقی
۹۔	شرح حمد اللہ	گل احمد عتیقی
۱۰۔	حاشیہ قاضی مبارک شرح مسلم العلوم (عربی)	شرف قادری
۱۱۔	حاشیہ سطول (عربی)	شرف قادری
۱۲۔	حاشیہ حمد اللہ شرح مسلم العلوم (اردو)	شرف قادری
۱۳۔	تقریرات بر حمد اللہ	حافظ عبد الستار
۱۴۔	تقریرات بر شرح تہذیب	حافظ عبد الستار
۱۵۔	صغریٰ (ترجمہ)	حافظ عبد الستار
۱۶۔	اوسط (ترجمہ)	حافظ عبد الستار
۱۷۔	کبریٰ (ترجمہ)	حافظ عبد الستار
۱۸۔	میزان المنطق	حافظ عبد الستار
۱۹۔	ایساغوجی	حافظ عبد الستار

فلسفہ ومناظرہ

۱۔	حاشیہ صدرا	علی احمد سندیلوی
۲۔	شرح میبذی	گل احمد عتیقی
۳۔	شرح اُمور عامہ	گل احمد عتیقی
۴۔	حاشیہ صدرا	عبدالحکیم شرف
۵۔	**حاشیہ میبذی**	**عبدالحکیم شرف**

تذکرہ سوانح

۱۔	ازواج مطہرات	گل احمد عتیقی
۲۔	اعلیٰ حضرت اوران کے خلفاء کی دینی خدمات	سید غلام مصطفی
۳۔	تذکرۃ الصدیق	منشاء تابش قصوری
۴۔	ترجمہ وتحقیق حواشی الاصابہ فی تمیز الصحابہ	علی احمد سندیلوی
۵۔	القاضی امام ابو یوسف (عربی۔اردو)	محمد صدیق ہزاروی
۶۔	داستان اولیاء	محمد منشاء تابش قصوری
۷۔	منازل حیات	محمد منشاء تابش قصوری
۸۔	صوت الرضا	محمد منشا تابش قصوری
۹۔	نشانِ منزل	محمد منشا تابش قصوری
۱۰۔	تعارف اراکین سنی رائیٹرز گلڈ	عبدالستار سعیدی
۱۱۔	ضیائے ملت تذکرہ علماء اہلسنت	محمد منشاء تابش قصوری
۱۲۔	غایۃ التحقیق فی شان الصدیق	علی احمد سندیلوی

فضائل ومناقب

۱۔	فضائل قرآن	مفتی غلام سرور

فتاویٰ

ا۔	فتاویٰ عالمگیری پر اعتراضات اوران کے جوابات	مفتی غلام سرور
۲۔	فتاویٰ اہلسنت	مفتی غلام سرور

علم ہیئت

ا۔	کشف الغطاء عن وجود السماء	علی احمد سندیلوی

فہارس

ا۔	تصانیف علماءِ اہل سنت	عبدالستار سعیدی

علوم القرآن پر اساتذہ کی تصنیفی خدمات

قرآن کریم پوری انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا انعام ہے کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی دولت اس کی ہمسری نہیں کرسکتی، یہ نسخۂ شفا ہے جس کی تلاوت، جس کا دیکھنا، جس کا سننا سنانا، جس کا سیکھنا سکھانا، جس پر عمل کرنا اور جس کی کسی بھی حیثیت سے نشر و شاعت کی خدمت کرنا دنیا اور آخرت دونوں کی عظیم سعادت ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ ایک روز صفہ میں بیٹھے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تم میں سے کس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ روزانہ صبح کو بُطحان یا عقیق کے بازار میں جایا کرے اور ہر روز دو بہترین قسم کی اونٹیاں کسی گناہ یا قطع رحمی کا ارتکاب کیے بغیر پکڑ کر لایا کرے؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس کو تو ہم میں سے ہر ایک پسند کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص روزانہ مسجد میں جا کر دو آیتیں سیکھ لیا کرے یا پڑھ لیا کرے تو یہ اس کے لیے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین آیتیں سیکھے تو تین اونٹنیوں سے اور چار سیکھے تو وہ چار سے بہتر ہے۔ [1]

حضور ﷺ نے قرآن کریم کی تلاوت اس کے معانی کا علم حاصل کرنا اس پر عمل کرنے اور اسکی تبلیغ کے جو فضائل بیان فرمائے ہیں اور امت کو جس طرح اس کی ترغیب دی ہے مذکورہ بالا حدیث اس کی صرف ایک مثال ہے اور حدیث کے مجموعے اس قسم کی احادیث سے بھرے پڑے ہیں یہی وجہ ہے کہ امت محمد یہ نے قرآن مجید اور اس کے علوم کی ایسے ایسے پہلوؤں سے خدمت کی ہے اور اس کے الفاظ ومعانی کو محفوظ رکھنے کے لیے ایسی بے مثال کاوشیں کی ہیں کہ ان کی تفصیلات کو دیکھ کر عقل مبہوت رہ جاتی ہے۔

قرآن مجید کے معانی مطالب کا تو کہنا ہی کیا ہے، اس امت نے کتاب الٰہی کے الفاظ، اس کی حرکات وسکنات اور اس کے حروف کو ٹھیک ٹھیک زبان سے ادا کرنے کی غرض سے ایسے ایسے علوم وفنون کی طرح ڈالی ہے جن کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب اور کسی زبان میں نہیں ملتی۔ ایک تجوید وقرأت کے علم کو ہی لے لیجیے تو اس فن کی تفصیلات اور اس کی باریکیوں کی تشریح کے لیے اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ان سے ایک مستقل کتب خانہ تیار ہوسکتا ہے۔

غرض جن مختلف جہتوں اور گوناگوں پہلوؤں سے قرآن مجید کی خدمت کی گئی ہے انہی میں سے ایک خاص رخ کی خدمت وہ کتابیں ہیں جو ''علوم القرآن'' کے موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ ''علوم القرآن'' ایک وسیع وعریض علم ہے اور اس میں علم تفسیر کے مبادی اور اصول واضح کیے جاتے ہیں۔ قرآن مجید حضور ﷺ پر کس طرح نازل ہوا؟ وحی کی حقیقت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب کس ترتیب سے نازل ہوئی؟ کتنے عرصے میں اس نزول ہوا؟ مکی اور مدنی سورتوں کا مطلب کیا ہے؟ شان نزول کسے کہتے ہیں؟ تفسیر قرآن مجید میں اس کا کیا مقام ہے؟ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ ہو ہے یا نہیں؟ قرآن مجید کے مختلف حروف اور قرأتوں کا کیا مطلب ہے؟ قرآن مجید کس قسم کے مضامی ن پر مشتمل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو کسطرح محفوظ رکھا ہے؟ اور اس کی کتابت وطباعت کتنے مراحل سے گزری ہے؟ قرآن مجید کی تفسیر کے کیا اصول اور آداب ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو سمجھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور اس راہ میں کون سی غلطیاں انسان کو گمراہی کی

---

[1] النیسابوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب فضل قرأۃ القرآن فی الصلوۃ، بیروت: دار الجیل، س۔ن، رقم الحدیث ۱۹۰۹، ۲/ ۱۹۷

طرف لے جاتی ہیں؟ اور یہ اس قسم کے دوسرے بہت سارے سوالات کا مفصل جواب ''علوم القرآن'' میں دیا جاتا ہے۔

عربی زبان میں اس موضوع پر علامہ زرکشی کی ''البرہان فی علوم القرآن'' (۴ جلدوں)، علامہ سیوطی کی ''الاتقان'' (۲ جلدوں میں) شیخ زرقانی کی ''مناہل العرفان'' (۲ جلدوں میں) آج بھی اس علم کی معرف و متداول کتابیں ہیں جو اپنے موضوع پر مآخذ کی حیثیت رکھتی ہیں اور دور حاضر میں بھی اس موضوع پر متعدد کتابیں آئی ہیں۔ جامعہ نظامیہ کے اساتذہ نے بھی علوم القرآن پر سینکڑوں کتب تصنیف فرمائیں اور علوم القرآن کی تمام جہتوں کا احاطہ کیا یہاں صرف علامہ پیر محمد چشتی کی کتاب ''**اصول ترجمہ**'' کا مکمل تعارف وتفصیل بیان کی جائیں گی۔ دیگر کتب کا تعارف باب دوم کی فصل دوم اور سوم میں دے دیا گیا ہے، جبکہ تمام کتب کا تفصیلی احاطہ کرنا ناممکن ہے۔

اصولِ ترجمہ (علامہ پیر محمد چشتی)

تعارف

یہ کتاب بڑے سائز کے ۴۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت قبلہ شیخ المشائخ مولانا پیر محمد چشتی علیہ الرحمۃ کی یہ کتاب دراصل ان کی زیر سرپرستی شائع ہونے والے ''ماہنامہ آوازِ حق'' میں ماہ بہ ماہ قسط وار شائع ہوتی رہی حضرت شیخ امشائخ نے اپنی حیات میں ہی ۱۷ ذوالحج ۱۴۳۶ھ/ ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو اسے کتابی شکل میں ترتیب دے کر نظر ثانی کر لی تھی مگر زندگی نے وفا نہ کی پھر یہ کتاب جنوری ۲۰۱۷ کو مکتبہ آواز حق دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ بیرون یکہ توت پشاور شہر سے شائع ہوئی۔

موضوع کی اہمیت

اہل علم پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کا حق ادا کرنا نہایت مشکل اور پیچیدہ کام ہے متعلقہ زبانوں کے روز مرّہ و محاورات، گرائمر تشبیہات اور استعارات سے واقفیت رکھنے کے علاوہ ان زبانوں کے مزاج کو سمجھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ جس کے بغیر ترجمہ کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید کا ترجمہ کرنا کلام الٰہی ہونے کے اعتبار سے اور بھی احتیاط کا متقاضی ہے۔ اردو زبان قرآن کے تراجم کے حوالہ سے دوسو سال کی شاندار تاریخ رکھتی ہے جس میں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء ومشاہیر نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اور وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔

قرآن مجید کے ان تراجم میں کئی ایسی خصوصیات ملتی ہیں جو کہ مختلف مترجمین کے آپس کے مناہج کی یکسانیت کو ظاہر کرتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سارے ایسے پہلو بھی ہیں جن میں اردو کے یہ تراجم ایک دوسرے سے مختلف بلکہ متضاد جہات لئے ہوئے ہیں۔ اس حوالہ سے قرآن مجید کے بہت سارے مقامات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ برصغیر میں قرآن مجید کی اردو زبان میں ترجمہ کے حوالہ سے اس کی دوسو سالہ تاریخ میں آج تک جتنے بھی تراجم ہوئے ہیں ان کی اکثریت ترجمہ کے حوالہ سے مختلف لسانی کمزوریوں کا شکار رہی ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف مسلمان قارئین مختلف لسانی واعتقادی مغالطات میں پڑتے ہیں بلکہ ان غیر معیاری تراجم کی وجہ سے غیر مسلموں کو بھی سوالات اٹھانے کے مواقع ملتے ہیں۔ قرآن مجید کے ترجمہ کی اہمیت نہ صرف اس وجہ سے ہے کہ اسلامی معاشرہ میں لوگ اسے پڑھتے پڑھاتے ہیں

اور کلام اللہ کا ترجمہ ہونے کی حیثیت سے اس سے استفادہ کرتے ہیں، تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں اور کلام اللہ کا ترجمہ کہہ کر اس پر اعتماد کرتے ہیں بلکہ غیر مسلموں کا وہ طبقہ جو قرآن مجید سے روشنی لینے کی خواہش رکھتا ہے اور اس مقصد کے لیے لِسانی مجبوری کی وجہ سے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہے۔ نیز وہ طبقہ جو قرآن مجید کا اپنی دسترس زبان میں کیے ہوئے ہر ترجمہ کو ''معنوی قرآن'' کہہ کر اس کی غلطیوں کو قرآن شریف کی طرف منسوب کرتا ہے اور قرآن مجید کو غیر فطری کتاب کہنے جیسے اعتراضات اُٹھاتا ہے، بالخصوص مستشرقین یورپ اور امریکہ کی ایسے مواقع پر خاص نظر ہوتی ہے۔

قرآن شریف کا ترجمہ سب سے مشکل اور سب سے اہم ترین عبادت ہونے کی وجہ سے یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کا معیاری ترجمہ جس زبان میں بھی کیا گیا ہو وہ اس زبان میں ''معنوی قرآن'' کہلاتا ہے اور بعض احکام کے حوالہ سے یہ بھی لفظی قرآن جیسا ہوتا ہے۔ انجام کار جن قارئین کو قرآن مجید کے معیاری اور غیر معیاری تراجم کی تمیز نہیں ہوتی وہ غیر معیاری اور غلط ترجمہ کو بھی معنوی قرآن سمجھنے کی غلطی میں مبتلا ہوتے ہیں جس سے کئی اور غلطیاں بھی پیدا ہوسکتی ہیں جس وجہ سے قرآن مجید کے غیر معیاری ترجمہ کو اگر الٰہیات کے حوالہ سے اُمّ الاغلاط کہا جائے تو بے مصرف نہ ہوگا۔ اس عظیم علمی دینی کوتاہی یعنی غیر معیاری تراجم کی اصل وجہ قرآن مجید کے ترجمہ کی فطری شرائط سے غفلت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''اُصولِ ترجمہ'' میں ترجمۂ قرآن کے حوالہ سے نہ صرف مترجم کے لیے لازمی اصول وشرائط بیان کی گئی ہیں بلکہ موجودہ اردو تراجم میں موجود خطرناک علمی واعتقادی غلطیوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کتاب کے عمیق مطالعہ سے نہ صرف فن ترجمہ کے ضروری قواعد سے روشنائی حاصل ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب قرآن مجید کے نص کو سمجھنے کی نئی راہیں کھل جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ ''اُصولِ ترجمہ'' میں اس بات کو واضح طور پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مختلف اردو مترجمین قرآن کو کن کن مشکلات اور علمی کمزوریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ حضور شیخ المشائخ علیہ الرحمہ نے اس تصنیف میں وضاحت کی ہے کہ قرآن مجید کا معیاری ترجمہ کیسا ہو جو کہ نہ صرف ترجمہ کے حوالہ سے مختلف ضروریات وتقاضوں کو پورا کرتا ہو بلکہ علمی واعتقادی مسائل کو بھی مدنظر رکھتا ہو۔ [1]

تاثرات

مولانا صدیق علی چشتی (استاذ شعبہ تقابل ادیان، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) کتاب ''اصول ترجمہ'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بدقسمتی سے ترجمہ قرآن کے اصول وضوابط کے حوالے سے مارکیٹ میں کوئی بھی معیاری کتاب دستیاب نہیں ہے جس میں اس موضوع کے مختلف جہات وجوانب جو جامع انداز میں بیان کیا گیا ہو۔ اس حوالہ سے زیر نظر کتاب قرآن فہمی اور تراجم قرآن کے حوالہ سے علمی حلقوں میں ایک بےنظیر و بےمثال اضافہ ہوگا جو قرآنی علوم بالخصوص ترجمہ قرآن کے جملہ شائقین کی راہنمائی کے لیے کافی ہوگا۔

قرآنی علوم کے شائقین کے لیے بالعلوم اور حضرت شیخ المشائخ قبلہ پیر محمد چشتی کی تحریرات اور علمی جواہر پاروں سے شغف رکھنے

[1] چشتی، پیر محمد، علامہ، اصول ترجمہ، پشاور: مکتبۂ آوازِ حق، ۲۰۱۷ء، ص:۱۱ تا ۱۴

والے قارئین کے لیے بالخصوص یہاں ایک اہم بات کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ زیر نظر کتاب ''اصول ترجمہ'' اپنے موضوع کے لحاظ سے منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ ترجمہ قرآن کے حوالہ سے اس کتاب میں بیان کیے گئے اصول وضوابط کو پہلی بار واضح مثالوں کے ذریعے ایسی شرح وبسط کے ساتھ پہنچایا جارہا ہے جس سے ایک طرف عام مسلمان جو قرآن فہمی کا جویاں ہے، کو علمی فائدہ ہوگا تو دوسری طرف علم دین سے وابستہ علماء کرام کو بھی ترجمہ قرآن کے حوالہ سے اپنے منہج کو صحیح سمت میں ڈھالنے اور غلطیوں سے بچنے کے راہنما اصول میسر آئیں گے۔ اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''اصول ترجمہ'' کو بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد جہاں قرآن فہمی کی نئی جہتیں کھلتی ہیں وہاں قرآنی نص سے دیگر علوم وفنون مثلاً علم کلام، علم نحو، بلاغت، معقولات سمیت علم تصوف اور سلوک عرفان کے عملی تطبیقات سے بھی (پڑھنے والے کی ذاتی استعداد کے مطابق) شناسائی حاصل ہوتی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ قرآن فہمی کے حوالہ سے حضرت قبلہ شیخ المشائخ پیر محمد چشتی کے ہاتھ کی تحریر کردہ ''اصول ترجمہ'' اور ''تفسیر مدارج العرفان فی التقابل بین تراجم القرآن، (۳ جلدیں) کے مطالعہ سے نہ صرف قرآن شریف کے ترجمہ میں غلطی سے بچاؤ ممکن ہوگا بلکہ قرآن کریم کے ظاہری و پوشیدہ اسرار ومعارف سے بھی تعارف وآگہی حاصل ہونے کا بہترین ذریعہ میسر ہوگا۔''[1]

کتاب کی ابحاث

یہ کتاب ایک ابتدائیہ اور تین ابواب پر مشتمل ہے۔ ابتدائیہ میں ترجمہ قرآن کی اہمیت وضرورت اور شرائطِ ترجمہ کی پابندی نہ کرنے کی صورت میں ہونے والی فحش اغلاط کو مثالوں کے ساتھ تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ابواب کی تفصیل درج ذیل ہے:

باب اوّل:

عام ترجمہ سے متعلق ہے جس میں لفظِ ترجمہ اور اس سے اشتقاق پا کر مختلف معانی کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ اور ان کے مواقعِ استعمال کی وضاحت کی گئی ہے اور ترجمہ کے لغوی مفہوم اور عرف عام میں متعارف مفہوم کی تفریق بتانے کے ساتھ مستقل فن کی حیثیت سے اس کی تعریف، غرض، موضوع بھی بیان کیے گئے ہیں نیز عام ترجمہ یعنی کسی بھی کتاب کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے ناگزیر شرائط کی تفصیل بتائی گئی ہے اور مثالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ ان میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی کی صورت میں بھی ترجمہ بے مقصد، غیر معیاری اور غلط ہوسکتا ہے چہ جائیکہ ایک سے زیادہ کے خلاف ترجمہ کو درست کہا جائے۔ ترجمۃ الالفاظ اور ترجمۃ الکلام کے درمیان فرق بتانے کے ساتھ ساتھ بے محاورہ اور بامحاورہ ترجمہ کے نام سے پھیلنے والے غلط تاثرات کا قلع قمع کیا گیا ہے۔

باب دوم:

ترجمۃ القرآن سے متعلق ہے جس میں ترجمۃ القرآن کی تعریف، غرض وموضوع کے بیان کے ساتھ اُن تعریفات کے گوشوں سے بھی پردہ اٹھایا ہے جو حافظ ابن تیمیہ اور کچھ علماء مصر سے منقول ہیں۔ اس کے بعد قرآن مجید کے ترجمہ کے لیے خصوصی شرائط کی تفصیل بتائی گئی ہے جو عام ترجمہ کی شرائط سے اضافی شرائط ہیں اور مثالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ ان میں سے کسی ایک شرط سے خلاف ہونے پر

[1] اصول ترجمہ، ص: ۱۳۔ ۱۴

قرآن پاک کا ترجمہ بے مقصد، بے معنی، غیر معیاری اور غلط ہوسکتا ہے چہ جائیکہ ایک سے زیادہ شرائط کیخلاف ورزی پر مشتمل ترجمہ درست کہلائے۔

باب سوم:

اس میں تراجم کے حوالہ سے قرآن مجید کی مظلومیت سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور مثالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ ترجمۃ القرآن کے نام سے ایسی ایسی تحریریں وجود میں لائی جارہی ہیں جنہیں قرآن مجید کا مفہوم یا تفہیم اور تفسیر وتشریح بھی نہیں کہا جاسکتا چہ جائیکہ ترجمہ کہلانے کے قابل ہوں۔سب سے آخر میں من دنیا کی مختلف زبانوں میں معیاری ترجمہ پیش کرنے کے لیے قابلِ عمل طریقہ بتایا گیا ہے۔

سببِ تالیف:

اس کتاب کو لکھنے کے حضرت علامہ پیر محمد چشتی علیہ الرحمہ نے تین محرکات بیان کیے ہیں:

محرک اول:

اس کتاب کے لکھنے کے لیے جو چیزیں باعث اور محرک بنی ان میں سعودی عرب کے علماء کرام کی بے سروپا اور لایعنی باتیں (جن کا خلاصہ یہ کہ انہوں نے معیاری اور درست ترجمہ کو ناممکن کہا ہے) سرفہرست ہیں جنہیں محرک اول اور بنیادی بواعث کہا جاسکتا ہے۔

محرک دوم:

برصغیر پاک و ہند کے مختلف مکاتب فکر مشاہیر کے ۳۴ عدد تراجم قرآن (جو اردو زبان میں لکھے ہوئے ہیں) کے مابین تقابلی جائزہ کیا اور ترجمۃ القرآن کی تعریف وشرائط کے میزان میں دیکھا تو اکثر کو غلطیوں سے بھرا ہوا پایا۔اور سورۃ الفاتحہ، البقرۃ، آلِ عمران کے تراجم کا یہ تقابلی جائزہ تین ضخیم مجلدات میں مکمل ہونے کے ساتھ میری حیرت کی انتہا ہونے لگی اور قرآن مجید کے نادان دوستوں کے ہاتھوں اس پر ہونے والے مظالم پر بیٹھ کے ماتم کرنے لگا جس کی تفصیل تفسیر ''مدارج العرفان فی التقابل تراجم القرآن'' کی تینوں مجلدات میں پھیلی ہوئی ہے اور عرصہ چھ سال سے اہل علم کے مطالعہ میں ہے، تخمین و اندازہ سے نہیں بلکہ حق الیقین کے ساتھ میں نے محسوس کیا کہ ترجمہ کے نام سے قرآن شریف پر ہونے والے مظالم، انجانے میں ہونے والی ان تحریفات اور فحش اغلاط کی اس داستانِ غم کی اصل وجہ من حیث الفن ترجمۃ القرآن کی تعریف، غرض وموضوع سے بے خبری ہے اور اس کے لوازمات اور تقاضوں سے غفلت ہے اور شرائط سے بے توجہی ہے۔نہ صرف اتنا بلکہ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ مترجمین کو ان کی علمی شہرت کے باوجود عمومی معنیٰ میں فن ترجمہ کو دوسرے فن سے ممتاز کرنے والی تعریف، غرض وموضوع کا بھی احساس نہیں تھا اور اس کے اصول وشرائط کا ادراک بھی نہیں تھا۔تراجم کی غلطیوں اور اغلاط کے پسِ منظر واسباب کی تشخیص کے بعد میں نے ترجمہ کے عمل کو اور خاص کر ترجمۃ القرآن کو ایسی غلطیوں سے بچانے کے لیے اور اس حوالہ سے آئندہ نسل کو روشنی دینے کی غرض سے یہ کتاب لکھنے کا عزم کیا۔

محرک سوم

اسی اثناء میں تیسرا محرک اس طرح پیش آیا کہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں بتاریخ ۲۹ اپریل ۲۱۰۳ء ترجمۃ القرآن کی اہمیت اور غلطی سے محفوظ ترجمہ وجود میں لانے میں کے لیے ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد کیا گیا جس میں مجھے بھی مدعو کیا گیا تھا۔ اس میں اس موضوع سے متعلق جو مقالہ میں پیش کیا اس میں ترجمۃ القرآن کی صحت کے لیے ناگزیر شرائط پر میں نے روشنی ڈالی تھی اور واضح کیا تھا کہ ان میں سے کسی ایک شرط سے خلاف ہونے والا ترجمہ بھی درست نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ فوق الواحد منحرف ترجمہ کو معیاری کہا جا سکے۔ اس کے بعد یونیورسٹی کے ایک دانش جُو نے اس موضوع سے متعلق خاص سوال پیش کیا جو سابقہ عزائم کے لیے مؤید بنا اور اس عمل میں آنے کے لیے پہلے سے موجود دو سے مل کے ''ثالث ثلاثۃ'' بنا۔ [1]

اسلوبِ تحریر

علامہ پیر محمد چشتی نے کتاب میں محققانہ اور متکلمانہ اسلوب کو اپنایا ہے۔ آپ اصطلاحات کی لغوی تحقیق کرتے ہیں پھر ان کی تعریفاے مع امثلہ ذکر کرتے ہیں بعد ازاں زیر بحث مسئلہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور اس کے ضمن میں وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے مغالطوں کی تصریح بھی کرتے ہیں اور اس سے حاصل شدہ فوائد کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں خلاصہ التحقیق بیان کرتے ہیں۔

ترجمہ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے آپ نے پہلے لفظ ترجمہ کے آٹھ معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عربی زبان کا یہ لفظ علم تصریف کے مطابق رباعی مجرد یعنی باب ''فَعلَلَۃٌ'' سے استعمال ہو کر معانی و مقاصد کا فائدہ دیتا ہے۔

پہلا:۔ ''پیغام رسانی'' ہے جس کے مطابق ذوات قدسیہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والتسلیم کو تراجمۃ اللہ کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام و پیغام اور اس کی تعلیمات عام بندوں کو پہنچاتے ہیں۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے:

ثم قال عنه التراجمة عليهم السلام فى باب الشفاعة [2]

حضرت علی نے فرمایا:

رسولك ترجمان عقلك و كتابك ابلغ ما ينطق عنك [3]

دوسرا: کسی چیز کی حقیقت بتانے اور اصلیت ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

المقامات الحریریہ میں ہے:

---

[1] اصول ترجمہ، ص: ۴۷۔ ۴۸ ملخصاً

[2] ابن العربی، الفتوحات المکیہ، بیروت: دار صادر، س۔ن، ۴ / ۷

[3] الشریف الرضی، نہج البلاغۃ، خطبہ نمبر ۳۰۱، بیروت: دار الکتاب البنانی، س۔ن

واحل مترجمه [1]

تیسرا: کسی کے کوائف اور سوانح بیان کرنا جیسا کہا جاتا ہے: ترجمۃ الشیخین، ترجمۃ الخلفاء الراشدین، ترجمہ امام ابوحنیفہ یا ترجمۃ خواجہ معین الدین حسن

چوتھا: کسی مسئلہ یا کسی بھی صورت علمیہ کو خاص عنوان دینا جیسا امام بخاری نے صحیح البخاری میں اپنی سوچ کے مطابق ہر مسئلہ کو خاص عنوان سے تعبیر کیا ہے جو بخاری کے تراجم ابواب کے نام سے مشہور ہیں جو مفرد بھی ہوتے ہیں اور متعدد چیزوں سے مرکب بھی بہرحال یہ سب کے سب ترجمۃ الباب کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں جن کی حقیقت عنوان یا تعیین سے مختلف نہیں ہیں۔

پانچواں: کسی ایک زبان کے کلام کا مفہوم و منطوق دوسری زبان والوں کو ان کی زبان میں شواہۃً و مواجہۃً ادا کرنا یہ کبھی ایک طرف سے ہوتا ہے اور کبھی دونوں طرف سے فعل کے طور پر اس کا استعمال چاہے ماضی میں ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے ''**ترجَمَ لَهُ الكلامَ**'' یا مستقبل میں جیسا کہا جاتا ہے ''**يُتَرجِمُ لَهُ الكلامَ**'' یا اسم فاعل کی صورت میں کہا جاتا ہے ''**فُلانٌ مُترجِمٌ**'' بہر تقدیر ایسا کردار انجام دینے والے شخص کے لیے غالب استعمال میں ترجمان ہی کہا جاتا ہے جو اسم فاعل یعنی ترجمانی کرنے والے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری شریف میں اس کی تفہیم کرتے ہوئے لکھا ہے:

الترجمان هو المعبر عن لغة بلغة [2]

بخاری شریف کی حدیث ہرقل میں ہے؛

دعا بترجمانه

اس کے بعد ہے؛

فقال للترجمان [3]

چھٹا: کسی فن یا کسی کالم کی تشریح و توضیح کرنا۔

اسی کے مطابق الافصاح فی فقہ اللغۃ میں لکھا ہے:

ترجم فلانٌ كلامه اذا اوضحه وبينه [4]

یہی چیز المصباح المنیر میں بھی ترتیب کی تغیر کے ساتھ اس طرح لکھی ہے:

---

1 الحریری، قاسم بن علی، المقامات الحریری، سوریا: دار الطباعۃ المکیہ، س۔ن، ص: ۴۱

2 العینی، محمود بن احمد، عمدۃ القاری شرح البخاری، باب قول اللہ تعالیٰ: وتضع المیز ان، بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن، ۱/ ۸۵

3 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، رقم الحدیث ۴۵۵۳، ۶/ ۳۵

4 الصعیدی، عبد الفتاح، الافصاح فی فقہ اللغۃ (مادہ: ت، ر، ح، م)، قاھرہ: دار الکتب المصریہ، ۲۰۱۸ء

وترجم فلانٌ کلامہ اذا بینہ واوضحہ [1]

اوراسی کے مطابق میر باقر داماد کو ترجمان المنطق کہا جاتا ہے کہ اس نے منطق کی دور متاخرین میں سب سے زیادہ اور نمایاں تشریح کی ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس کو ترجمان القرآن کہنا بھی اسی بنیاد پر ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر وتوضیح کرنے میں فائق تھے۔ان کے ہم عصر صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعود نے ان سے متعلق فرمایا:

نعم ترجمان القرآن ابن عباس [2]

ساتواں: کسی بھی کتاب کا دیباچہ اور ابتدائی حصہ جسے فاتحۃ الکتاب بھی کہا جاتا ہے۔

المنجد میں لکھا ہے:

ترجمۃ الکتاب فاتحتہ [3]

آٹھواں: کسی کتاب یا کسی بھی تحریر کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا اس کتاب میں ہمارے پیش نظر یہی مفہوم ہے، ہماری بحث کا محور بھی یہی ہے اور فارسی، اردو، پنجابی، کھوار جیسی متعدد زبانوں میں استعمال ہونے والے ترجمہ، تراجم، ترجمۃ الکتاب، ترجمۃ القرآن، دارالتراجم اور شعبہ تراجم جیسے الفاظ اسی سے متعلق ہیں اور عرف عام میں بھی یہی مفہوم مشہور ومتعارف ہے۔اسی کو مستقل فن کی حیثیت حاصل ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں سابق الذکر مفہومات میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ اسے فن کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہو یا فن کی افادیت اور عموم وبقا کے رنگ میں لیا جاتا ہو بلکہ ان کی حیثیت مخصوص افعال اور وقتی کردار کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ترجمہ کے دوسرے غیر متعارف مفہومات کے مقابلہ میں صرف اسی ایک مفہوم کو مستقل فن کی حیثیت حاصل ہونے کا فلسفہ یہ ہے کہ فن کی تعریف ان پر نہیں بلکہ صرف اسی پر صادق آتی ہے۔ [4]

پھر ترجمہ کی تعریف اور اسکے الفاظ زیر بحث لائے ہیں:

ترجمہ ایک ایسا فن ہے جس میں اصل کے الفاظ کو دوسری زبان کے ان الفاظ میں بدل دیا جاتا ہے جو اصل کے قائم مقام ہوسکیں۔ یعنی ''**هو العلم الذی تبدل فیه الفاظ الاصل بالفاظ اللغة الاخریٰ التی تقیم مقامها**'' [5]

پھر ترجمۃ الکتاب اور ترجمۃ القرآن کے حوالے سے ایک مغالطے کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ترجمۃ الکتاب اور ترجمۃ القرآن کے حوالہ سے ایک قابل افسوس مغالطہ دیکھنے کو یہ ملتا ہے کہ مختلف علوم وفنون کی کتابوں کے تراجم سے اور خاص کر ترجمۃ القرآن کے حوالہ سے ترجمانی وترجمہ کے مابین تمیز نہیں کی جاتی جس میں نہ صرف ترجمہ وترجمانی سے استفادہ کرنے

---

١ المصباح المنیر، مادہ: (ت، ر، ج، م)

٢ سیوطی، عبدالرحمن، التحبیر فی علوم التفسیر، لاہور: دارنشر الکتب الاسلامیہ، س، ن، ص: ۳۳۵

٣ لوئس معلوف، المنجد، مادہ: (ت، ر، ج، م)، لاہور: خزینہ علم وادب، س۔ن، ص: ۸۳

٤ اصول ترجمہ، ص: ۶۵ تا ۶۷

٥ ایضاً، ص: ۶۸

والے حضرات اشتباہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں بلکہ عدم تفریق کا یہ تصور لے کر ترجمہ لکھنے والوں نے فن ترجمہ کو ہی شرمایا ہے خاص کر ترجمۃ القرآن کے نام سے قرآن شریف کی جو ترجمانی کی کوششیں کی گئی ہیں انہیں ترجمہ کہنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے ان کی مثالوں کو ہم نے تفسیر ''مدارج العرفان فی مناھج کنز الایمان'' میں علی وجہ الاتم قارئین کے سامنے پیش کیا ہے، یہاں ہم صرف اصول بیان کریں گے اس لیے ان کا اعادہ کرنے یا مترجمین کی اس غفلت کے گوشوں سے پردہ اٹھانے کو مناسب نہیں سمجھتے ہیں بلکہ یہاں پر مترجمین کی اس غفلت کا اصل منشاء بتانے پر ہی اکتفاء کریں گے وہ یہ ہے کہ ترجمانی کو ترجمہ کا نام دینے والے ان حضرات کو شاید ان عبارات سے مغالطہ لگا ہو جو کچھ لغت کی کتابوں میں اور بعض شروح حدیث میں لکھی ہوئی پائی جاتی ہیں۔

لغت کی مشہور کتاب ''لسان العرب'' میں ہے:

الترجمان هو الذی یترجم کلام ای ینقله من لغة الی لغة اخریٰ [1]

اسی طرح المصباح المنیر میں ہے:

وترجم کلام غیره اذا عبر عنه بلغة غیر لغة المتکلم [2]

صراح میں ہے:

یعنی بیان کننده زبانی بزبانی دیگروقد ترجمه وترجم عنه [3]

الکواکب الدراری فی شرح البخاری للکرمانی میں ہے:

ترجمة الشئ اذا بینته ووقفت علیه غیرك ممن لا یقف علیه بنفسه [4]

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے:

الترجمان الذی یبین الکلام [5]

کتابوں میں پائے جانے والی اس قسم کی عبارات کو دیکھ کر حضرات ترجمانی کو ترجمان اور ترجمان کے مفہوم کو ترجمہ سمجھ بیٹھے، ترجمہ کے متعارف مفہوم پس پشت ڈال دیا، اس کی فنی حیثیت کو نظر انداز کیا خاص کر قرآن مجید کے ترجمہ جیسے کثیر الشرائط اور ہمہ جہت مقتضی احتیاط عمل کو جیسا چاہا ویسا عربی سے عجمی زبان میں منتقل کیا جو فن ترجمہ کی شرائط پر بھی منطبق نہیں چہ جائیکہ ترجمۃ القرآن کی مخصوص شرائط پر پورا اترے۔ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ حضرات لفظ ترجمہ کے لغوی اطلاقات اور عرفی مفہوم کی فنی حیثیت کو پیش نظر رکھ کر مذکورہ عبارات پر غور کرتے تو اس مغالطہ میں مبتلا نہ ہوتے، ترجمانی کے مفہوم کو ترجمان کا مفہوم سمجھنے کی غلطی کرتے نہ ترجمان کے مفہوم کو ترجمہ تصور کرنے کی

---

١ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، مادہ: (ت، ر، ج، م)، بیروت: دار المعارف، ٢٠٠٧ء

٢ المصباح المنیر، مادہ: (ت، ر، ج، م)

٣ القرشی، محمد بن عمر، الصرّاح من الصحاح، مادہ: (ت، ر، ج، م)

٤ الکرمانی، محمد بن یوسف، الکواب الدراری فی شرح صحیح البخاری، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ٢٠٠٨ء، ١/ ٥٤

٥ عمدۃ القاری شرح البخاری، باب قول اللہ تعالی: وتضع الموازین، بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن، ١/ ٨٤

کج فہمی میں پڑتے اور نہ ہی ترجمہ کے لغوی مفہوم کو عرفی مفہوم پر محمول سمجھتے۔

کیوں کہ اہل لغت سے لے کر شارحین حدیث تک حضرات کی جن عبارات سے بھی انہیں یہ مغالطہ ہو رہا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہیں کہ ان میں سے بعض لفظ ترجمان کے مفہوم سے متعلق ہیں کہ ترجمان وہ ہوتا ہے جو دوسرے کا کلام ایک لغت سے دوسری لغت میں تعبیر کرے جیسا لسان العرب کی مذکورہ عبارت ''ھوالذی یترجم الکلام ای ینقلہ من لغۃ الی لغۃ اخری'' سے صاف معلوم ہو رہا ہے جب کہ ان میں سے بعض لفظ ترجمہ کے لغوی معنی سے متعلق ہیں یعنی لغت کی زبان میں ترجمہ اسے کہتے ہیں کہ تو کسی کے کلام کو دوسری زبان میں بیان کرے جیسا شرح کرمانی علی البخاری، فتح الباری علی البخاری، عمدۃ القاری علی البخاری، المصباح المنیر ، الافضاح فی فقہہ اللغۃ وغیرہ کی عبارات سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان سب نے لفظ ترجمہ کے لغوی مفہوم بیان کرنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں کیا ہے۔''[1]

لفظ ترجمہ کے لغوی معانی تعریفات اور اس پر وارد ہونے والے شبہات کا ازالہ کرنے کے بعد آپ نے آخر میں خلاصۃ التحقیق بیان کیا ہے:

''مستقل فن کی حیثیت سے ترجمہ کے متعارف مفہوم کی مذکورہ تعریف ''ابدال الفاظ اصل بألفاظ اللسان الآخر التی تقوم مقامھا'' دنیا کی کسی بھی کتاب، کسی بھی فن اور کسی بھی صنعت وحرفت اور کسی بھی علم سے متعلق کتاب کے ترجمہ کو جامع ہونے کے ساتھ قرآن مجید کے ترجمہ کو بھی شامل ہو رہی ہے کہ کسی بھی کتاب اور کسی بھی تحریر کا ترجمہ اس سے خارج نہیں ہو رہا جو اس کی جامعیت کا کمال ہے۔ اسی طرح ایک زبان کی کسی بھی کتاب کے الفاظ کو دوسری زبان کے الفاظ میں تشریح کرنے، تفہیم کرنے، توضیح کرنے اور تفسیر کرنے جیسی تبدیلی کی کوئی ایک صورت بھی ترجمہ کی حد میں داخل نہیں ہو رہی جو اس کی مانعیت کا کمال ہے جس کا اصل راز ''تقوم مقامھا'' کی صفت میں پوشیدہ ہے کہ تفسیر کے الفاظ کا متن کے الفاظ کے قائم مقام ہونا ضروری ہے نہ تفہیم وتوضیح والے الفاظ کا جبکہ ترجمہ والے الفاظ کو ترجمہ کہلانے کا استحقاق اس صفت کے بغیر کبھی حاصل نہیں ہوتا حالاں کہ متن کے الفاظ کے مقابلہ میں دوسری زبان کے الفاظ کے یہ تمام الفاظ بدل الفاظ کہلاتے ہیں چاہے تفسیر وتفہیم کی شکل میں ہو یا ترجمہ کی شکل میں۔ نیز متن پر متفرع اور اس کے تابع ہونے میں بھی یکساں ہیں ورنہ متن کے بغیر جیسے ترجمہ کا تصور نہیں ہے ویسے ہی تفسیر وتفہیم اور تشریح وتوضیح کا تصور بھی نہیں ہے۔ ایسے میں ترجمہ کی اس تعریف کے کمال سے کون انکار کرسکتا ہے۔[2]

خصوصیات:

نمبر ۱:

ترجمہ قرآن کے حوالہ سے مترجم کے لیے لازمی اصول وشرائط بیان کیے گئے ہیں۔

---

۱ اصول ترجمہ، ص: ۷۰ تا ۷۲

۲ ایضاً ص: ۷۹۔ ۸۰

نمبر۲:

اردو تراجم میں موجود علمی و اعتقادی غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔

نمبر۳:

کتاب کے عمیق مطالعہ سے فن ترجمہ کے ضروری قواعد سے شناسائی حاصل ہوتی ہے۔

نمبر۴:

مترجمین قرآن کو پیش آمد مشکلات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

نمبر۵:

کسی بھی عام کتاب کا دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے ناگزیر شرائط کی تفصیل بتائی گئی ہے۔

نمبر۶:

قرآن مجید کے ترجمہ کے لیے خصوصی شرائط کی تفصیل بتائی گئی ہے جن میں سے کسی ایک شرط سے خلاف ہونے پر بھی قرآن مجید کا ترجمہ بے مقصد، غیر معیاری اور غلط ہوسکتا ہے۔

نمبر۷:

ترجمۃ الالفاظ اور ترجمۃ الکلام کے مابین فرق اور بے محاورہ اور بامحاورہ ترجمہ کے حوالہ سے غلط تاثرات کا قلع قمع کیا گیا ہے۔

نمبر۸:

ترجمۃ القرآن کی اہمیت و ضرورت پر ایک ضخیم مقدمہ موجود ہے۔

نمبر۹:

ترجمۃ القرآن کے نام سے ایسی تحریریں جنہیں قرآن مجید کا مفہوم یا تفہیم اور تشریح و تفسیر بھی نہیں کہا جاسکتا مثالوں کے ذریعے ان کی نشاندہی کی گئی ہے۔

نمبر۱۰:

دنیا کی مختلف زبانوں میں معیاری ترجمہ پیش کرنے کے لیے قابلِ عمل طریقہ بتایا گیا ہے۔

مصادر و ماخذ

علامہ موصوف نے کتاب میں علوم القرآن کی ابتدائی کتب کو ماخذ بنایا گیا ہے۔جن میں ''الاتقان فی علوم القرآن از علامہ جلال الدین السیوطی سے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے اور اس کے علاوہ البرہان فی علوم القرآن از علامہ زرکشی، الوجوہ والنظائر از ابو ھلال العسکری، معانی القرآن از یحیٰی بن زیاد الفراء، تاویل المشکل القرآن از ابن قتیبہ اور احکام القرآن از جصاص کو بھی ماخذ بنایا ہے اور ابتدائی

کتب تفاسیر، کتب احادیث اور کتب فقہ بھی شامل ماخذ ہیں۔

علوم الحدیث پر اساتذہ کی تصنیفی خدمات

مسلمان اس اعتبار سے دنیا کی ایسی منفرد قوم ہے جس نے اپنے نبی ﷺ کے اقوال و آثار محفوظ کرنے میں بے مثال سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت کی حفاظت میں ان جزئیات کا بھی استقصاء کیا جو بظاہر غیر اہم معلوم ہوتی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے رفقاء نے حضور نبی کریم ﷺ کی جملہ تفصیلات کو نقل کیا۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہ نقل و روایت کا عمل بے ہنگم نہیں تھا۔ اول روز سے ہی احتیاط پیش نظر رہی۔ ابتدائی دور میں جو سادہ احتیاطی تدابیر تھیں آگے چل کر اصول علمیہ کی صورت اختیار کر گئیں۔

حافظ ذہبی (۷۴۸ھ) نے ابوبکر صدیق کے احوال میں لکھا ہے کہ وہ پہلے آدمی تھے جنہوں نے قبول خبر میں احتیاط سے کام لیا۔[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے محدثین کے لیے روایت میں جانچ پڑتال کا طریقہ وضع کیا اور جب انہیں شک ہوتا تو خبر واحد کو قبول کرنے میں توقف سے کام لیتے۔[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ امام عالم تھے اور روایت کو قبول کرنے میں چھان پھٹک سے کام لیتے تھے یہاں تک کہ حدیث روایت کرنے والے سے حلف کا مطالبہ کرتے۔[3] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابن عمر کی روایت ''میت کو اس کے خاندان کی آہ و بکا کے باعث عذاب ہوتا ہے'' پر اعتراض کیا اور کہا کہ یہ قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے اور کہا کہ انہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے۔[4] ان حضرات کی احتیاط صحابہ پر کسی عدم اعتماد کا نتیجہ نہیں تھی کیوں کہ یہ سب لوگ صحبت رسول کے فیض یاب تھے۔ یہ متیقّیانہ روش تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سماع و فہم کی غلطی سے کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے اکثر صحابی روایت کرتے وقت حضور نبی کریم ﷺ سے مروی یہ قول پیش نظر رکھتے:

من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار [5]

جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔

صحابہ اور تابعین کا دور عہد رسول ﷺ سے قرب کے باعث اور ان حضرات کی عدالت اور ان کے شرف کی وجہ سے انہیں جرح و تعدیل کا موضوع نہیں بنایا گیا کیوں کہ صحابہ کرام عدول تھے اور تابعین محترم۔ مگر ان کی روایت کی جانچ پڑتال کی جا سکتی ہے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے سانحہ سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا جسے قدماء کی اصطلاح میں ''قرن فتنۃ'' کہا جا سکتا ہے۔ اس دور میں بدعات کا آغاز ہوا اور حضور نبی کریم ﷺ کی طرف اقوال منسوب کر کے اقوال وضع کیے گئے۔

مبتدعین اور فتنہ گروں نے وضع احادیث کا سلسلہ شروع کیا تو اہل علم کو خطرے کا احساس ہوا تو انہوں نے حدیث کی حفاظت کا

---

۱ الذھبی، محمد بن احمد، شمس الدین، تذکرۃ الحفاظ، دکن: حیدر آباد، ۱۹۹۵ء، ۱/ ۲

۲ ایضاً، ۱/ ۱۰

۳ ایضاً

۴ الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، رقم الحدیث: ۱۲۸۸، ۲/ ۱۰

۵ ایضاً، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۱۰۶، ۱/ ۳۳

اہتمام کیا۔ یہی وہ دور ہے جب حدیث کے سلسلے میں اسناد اور رواۃ کے حال پر زیادہ توجہ دی جانے لگی۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں اور امام ترمذی نے ''العلل'' میں محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے:

لم یکونوا یسالون عن الاسناد، فلمّا وقعت الفتنته قالوا سموا لنا رجالکم فینظر الی حدیث اهل السنة فیوخذ حدیثهم و ینظر الی اهل البدع فلا یوخذ حدیثهم [1]

پہلے لوگ اسناد کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں کرتے تھے مگر جب دور فتنہ آیا تو کہنے لگے: تم اپنے رجال (راویوں) کے نام بتاؤ تا کہ اہل سنت کی روایت کو قبول کیا جا سکے اور اہل اہل بدعت کی حدیث کو رد کیا جا سکے۔

علماء صحابہ نے لوگوں کو اس امر کی ترغیب دی کہ راویوں سے حدیث اخذ کرنے میں احتیاط سے کام لیں اور صرف انہی افراد سے حدیث قبول کریں جن کے دین اور حافظے پر اعتماد ہو اور اس طرح اہل علم و دین میں ایک قاعدہ اشاعت پذیر ہوا جس کے الفاظ یوں تھے:

انما هذه الاحادیث دین فانظروا عمن تاخذونها [2]

بلاشبہ یہ احادیث دین ہی تو ہیں سو تمہیں ضرور جاننا چاہیے کہ تم کس سے اخذ کر رہے ہو۔

اسی نقطہ نظر نے جرح و تعدیل کے اصول کو جنم دیا جو اصول حدیث کی اساس ہے۔ صحابہ میں سے عبد اللہ بن عباس، عبادہ بن الصامت اور حضرت انس وغیرہ نے رجال کے بارے میں اظہار خیال کیا گو اس کی حیثیت بالکل ابتدائی تھی۔ تابعین میں سے سعید بن مسیّب، عامر الشعبی اور ابن سیرین وغیرہ نے رجال کی تحقیق کے سلسلے میں اس طریق کار کو آگے بڑھایا۔ پھر اہل علم نے اخذ حدیث کے طریقے اور اصل ماخذ تک پہنچنے میں پوری تگ و دو سے کام لیا۔ حدیث کی کتابوں میں ''رحلات علم'' کے عنوان سے خاصا مواد موجود ہے۔ اسناد کی جانچ پڑتال اور طلب حدیث کے لیے طویل سفر کے نتیجے میں ایک روایت کو دوسرے راوی کی روایت سے تقابل کا اصول اختیار کیا اور اس طرح موضوع اور ضعیف کی معرفت حاصل ہوگئی۔ نتیجتاً صحیح و سقم، محفوظ اور غیر محفوظ احادیث کے درمیان تمیز کا سلسلہ شروع ہوا۔ قرن اول ہی میں حدیث مرفوع، موقوف، متصل اور مرسل کی اصطلاحیں مستعمل ہونا شروع ہوگئیں۔

دوسری صدی ہجری میں عمر بن عبد العزیز کی مساعی سے تدوین احادیث کا کام شروع ہوا تو امام المحدثین محمد بن مسلم بن شہاب الزهری نے جمع احادیث اور تنقیح روایات کے سلسلے میں اصول و ضوابط ضبط کیے حتیٰ کہ بعض علماء نے انہیں علم مصطلح الحدیث کا موجد قرار دیا ہے۔ [3] صحابہ اور تابعین کے دور تک اسناد مختصر اور واضح تھیں مگر دوسری صدی ہجری کے اواخر میں یہ سلسلہ طویل بھی ہو گیا اور اس میں غیر محکم عناصر بھی در آئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حدیث کے رواۃ کی معرفت کا مکمل علم اور متن حدیث کی صحیح پہچان ایک مشکل مسئلہ بن گیا۔ اس عہد میں خصوصی ضوابط بنتے گئے اور احادیث کی صحیح حیثیت متعین کرنے کے لیے اصول وضع کرنے کو وسعت دی گئی۔

---

۱ مقدمۃ المسلم، ۱/۱۱

۲ الخطیب البغدادی، احمد بن علی، شرف اصحاب الحدیث، انقرہ، ۱۹۷۱ء، ص: ۴۱

۳ مبارکپوری، محمد عبد الرحمن، مقدمہ تحفۃ الاحوذی، المکتبۃ السلفیۃ، ۱۹۶۷ء، ص: ۲۔۳

تیسری صدی ہجری تدوین علوم کے لیے سنہری دور کہلاتی ہے اس عہد میں علوم حدیث کی مختلف صنفیں مستقل بنیادوں پر منظم کی گئیں۔مثلاً علم الحدیث الصحیح،علم المرسل،علم الاسماء والکنیٰ وغیرہ اور علماء نے ہر موضوع پر خاص تصنیفات مرتب کیں۔

یحیٰ بن معین (م ۲۳۴ھ) نے تاریخ رجال میں محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) نے طبقات اور احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) نے العلل اور الناسخ والمنسوخ مرتب کیں۔امام بخاری کے استاد علی بن المدینی (م ۲۳۱ھ) نے مختلف فنون سو کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔علوم حدیث کی تدوین میں ہر علم پر خصوصی کام ہوتا رہا لیکن اس کے مجموعے کے لیے علوم الحدیث کی اصطلاح استعمال ہوتی رہی حتیٰ کہ تمام علوم کو مئولفات میں جمع کر دیا گیا اور اسے علوم الحدیث کا نام دیا گیا۔علوم گو جمع کا صیغہ ہے لیکن اسے واحد کے طور پر خاص علم کے لیے استعمال کیا گیا ہے جسے ہم مصطلح الحدیث بھی کہتے ہیں جیسا کہ عراقی اور السیوطی نے کیا ہے۔اس کے لیے علم الحدیث درایہ کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی تاکہ علم الحدیث روایہ سے متمیّز کیا جاسکے۔

علوم الحدیث پر جامعہ نظامیہ کے اساتذہ نے بہت سے تحقیقی شہہ پارے تصنیف کیے۔بالخصوص کتب حدیث کی شروحات پر کام کیا ان میں سے ''تفہیم البخاری شرح صحیح بخاری'' کا تعارف وتفاصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہیں دیگر کتب باب دوم کی فصل دوم اور سوم میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

تفہیم البخاری شرح صحیح بخاری (علامہ غلام رسول رضوی)

تعارف

علامہ غلام رسول رضوی کی یہ کتاب ''تفہیم البخاری شرح صحیح بخاری'' گیارہ جلدوں پر مشتمل ہے جو تفہیم البخاری پبلکیشنز فیصل آباد سے شائع ہوئی۔کتاب پر سنِ اشاعت تحریر نہیں ہے۔

مضامینِ کتاب کی تفصیل

جلد اول:

پہلی جلد میں امام بخاری کے حالات اور اصطلاحات حدیث شامل ہیں اور دیگر ابحاث درج ذیل ہیں:

۱۔ کتاب الایمان
۲۔ کتاب العلم
۳۔ کتاب الوضو
۴۔ کتاب الغسل
۵۔ کتاب الحیض
۶۔ کتاب التیمم

۷۔ کتاب الصلوۃ

۸۔ کتاب الاذان

جلد دوم:

دوسری جلد میں درج ذیل ابحاث شامل ہیں:

۱۔ کتاب الجمعہ

۲۔ ابواب الصلوۃ الخوف

۳۔ کتاب العیدین

۴۔ کتاب الاستسقاء

۵۔ کتاب الکسوف

۶۔ ابواب السجود القرآن

۷۔ ابواب التقسیر الصلوۃ

۸۔ کتاب التہجد

۹۔ ابواب التطوع

۱۰۔ کتاب الجنائز

۱۱۔ کتاب الزکوۃ

۱۲۔ کتاب الحج

جلد سوم:

تیسری جلد میں درج ذیل ابحاث شامل ہیں:

۱۔ کتاب الصوم

۲۔ کتاب الاعتکاف

۳۔ کتاب البیوع

۴۔ کتاب السلم

۵۔ کتاب الشفع

۶۔ کتاب الاجارہ

۷۔ کتاب الحوالہ

۸۔ کتاب الکفالہ

۹۔ کتاب الوکالہ

۱۰۔ ابواب الحرث والمزارعۃ

۱۱۔ کتاب المساقات

۱۲۔ کتاب الاستقراض

۱۳۔ کتاب الخصومات

۱۴۔ کتاب اللقطہ

۱۵۔ کتاب المظالم والقصاص

۱۶۔ باب الشرکۃ

جلد چہارم:

چوتھی جلد میں درج ذیل ابحاث شامل ہیں:

۱۔ کتاب الرھن

۲۔ کتاب الصلح

جلد پنجم:

پانچویں جلد میں درج ذیل ابحاث شامل ہیں:

۱۔ کتاب الانبیاء

۲۔ کتاب المناقب

جلد ششم:

چھٹی جلد میں درج ذیل ابحاث شامل ہیں:

۱۔ کتاب المغازی

۲۔ کتاب التفسیر (سورۃ الفاتحہ تا سورۃ الانفال)

جلد ہفتم:

ساتویں جلد میں درج ذیل ابحاث شامل ہیں:

۱۔ کتاب التفسیر (سورۃ البرأت تا سورۃ الناس)

۲۔ کتاب الفضائل القرآن

جلدہشتم:

آٹھویں جلد میں درج ذیل ابحاث شامل ہیں:

۱۔ کتاب النکاح

۲۔ کتاب الطلاق

۳۔ کتاب العدۃ

۴۔ کتاب النفقات

۵۔ کتاب الأطعمہ

۶۔ کتاب العقیقہ

۷۔ کتاب الذبائح والصّید

۸۔ کتاب الاضحی

۹۔ کتاب الاشربہ

۱۰۔ کتاب المرضیٰ

۱۱۔ کتاب الطب

جلدنہم:

نوویں جلد میں درج ذیل ابحاث شامل ہیں:

۱۔ کتاب اللباس

۲۔ کتاب الادب

۳۔ کتاب الاستیذان

۴۔ کتاب الدعوات

۵۔ کتاب الرقاق

جلددہم:

دسویں جلد میں درج ذیل ابحاث شامل ہیں:

۱۔ کتاب الحوض

۲۔ کتاب القدر

۳۔ کتاب الایمان والنذور

۴۔ کتاب الفرائض

۵۔ کتاب الحدود

۶۔ کتاب المحاربین

۷۔ کتاب الارتداد

۸۔ کتاب الاکراہ

۹۔ کتاب الحیل

۱۰۔ کتاب التعبیر

۱۱۔ کتاب الفتن

جلد یازدہم:

گیارویں جلد میں درج ذیل ابحاث شامل ہیں:

۱۔ کتاب الاحکام

۲۔ کتاب التمنی

۳۔ کتاب الاخبار الاحاد

۴۔ کتاب الرّد علی الجھیمیۃ وغیرھم التوحید

سببِ تالیف

علامہ غلام رسول رضوی کتاب کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے بعد حدیث تمام علوم سے افضل واجل ہے۔ قیامت کے روز علماء سے علم کی تبلیغ سے متعلق پوچھا جائے گا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بلغوا عنی ولو آیۃ [1]

نفلی نماز، روزہ سے علم حدیث میں شغل افضل عمل ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

العلم ثلاثۃ وما سوا ذالك فھو فضل آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ [2]

ان تینوں کی معرفت ہی علم شرعیت ہے کیونکہ کتاب اللہ کی معرفت سنتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت وصیانت اور ان دونوں اور اجماعِ امت سے مستنبط مستقیم احکام پر ہی قصر شریعت کی اساس استوار ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے علوم کو اساسِ شریعت میں دخل نہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات پر درود افضل عمل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا قیامت کے روز میرے بہت قریب ہوگا اور اس امتِ مرحومہ میں محدثین سے زیادہ درود شریف کوئی نہیں پڑھتا۔ الحاصل

---

۱ الجامع الصحیح، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث: ۳۴۶۱، ۴/۱۷۰

۲ السجستانی، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی تعلیم الفرائض، بیروت: دار الکتاب العربی، رقم الحدیث: ۲۸۸۷، ۳/۷۸

علمی وعملی زندگی کا بہترین مقصد علم حدیث میں شغل اور اسکی ترویج ہے۔یہی وہ باعث ہے جس نے بندۂ پر تقصیر کو صحیح بخاری کے ترجمہ اور وضاحت پر مامور کیا۔ [1]

اندازو اسلوب

علامہ غلام رسول رضوی نے اسلوب کتاب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''بندۂ مسکین نے یہ التزام کیا ہے کہ حدیث اگرچہ متکرر ہی ہو، کا با محاورہ ترجمہ اور مقتضئ حال کے مطابق وضاحت کرتے ہوئے تطویل سے احتراز کیا ہے جبکہ اہم مقامات میں مناسب تفصیل ذکر کی ہے اور حدیث ، ترجمہ اور وضاحت کا ایک ساتھ نمبر ذکر کیا ہے ۔ وضاحت میں شروحِ بخاری میں سے عمدۃ القاری، فتح الباری، ارشاد الساری اور الکواکب الدراری سے اقتباس کے ساتھ ساتھ دیگر شروحِ احادیث سے بھی اقتباس کیا ہے۔اس کے علاوہ بعض اساتذہ کرام سے ماخوذ فوائد کے علاوہ کچھ زوائد بھی ذکر کیے ہیں جن سے نفسِ حیث کی تفہیم ہو جاتی ہے اور اس بات کا خیال کیا گیا ہے کہ تفہیم میں بقدر ضرورت ائمہ کرام کے مسالک کی وضاحت کر کے حنفی مذہب کے مطابق جامع تشریح کی جائے تا کہ حنفی مسلک کے مطابق حدیث سمجھنے میں کوئی اشکال نہ رہے اس لیے اس کو تفہیم البخاری سے موسوم کیا ہے۔ [2]

ماخذ ومراجع

علامہ غلام رسول رضوی نے اپنے ماخذ و مراجع میں سب سے زیادہ شروح بخاری سے استفادہ کیا ہے جن میں عمدۃ القاری فتح الباری، ارشاد الساری اور الکواکب الدراری سے اکثر اقتباس کیا ہے۔

---

[1] رضوی، غلام رسول، علامہ، تفہیم البخاری پبلی کیشنز، س،ن، ا / ۳

[2] ایضاً ا / ۴

فقہ اسلامی پر اساتذہ کی تصنیفی خدمات

انسانی زندگی کے ساتھ فقہ اسلامی کا رشتہ بڑا گہرا ہے یہ وہ ترازو ہے جس پر انسان کے ہر ہر عمل کو تولا جاتا ہے۔ فقہ اسلامی وہ پیمانہ ہے جو طے کرتا ہے کہ انسان کا کون سا عمل اور اقدام صحیح ہے اور کون سا رویہ اور کردار غلط ہے۔ حق اور ناحق کا فیصلہ بھی اسی کی بنیا پر ہوتا ہے حلال وحرام کا معیار بھی یہی ہے۔ غرض انسانی زندگی کے ہر چھوٹے سے چھوٹے کام اور ہر بڑے سے بڑے عمل کا سر فقہ اسلامی سے مربوط ہوتا ہے۔ فقہ اسلامی کی یہ ہمہ گیری اور وسعت اسے انتہائی مہتم بالشان بنا دیتی ہے اور وہ نہ صرف زندہ قانون بن کر انسانی زندگی کے ساتھ ہم آہنگ رہتی ہے، بلکہ زندگی کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتی ہے۔

اس رخ سے دیکھا جائے تو فقہ اسلامی کا آغاز اس اوّلین لمحہ سے ہو گیا تھا جب شہر مکہ سے دو میل کے فاصلہ پر حرا پہاڑ کے غار میں اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے پاس قرآن کی اولین آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچائی تھیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا اکتالیسواں سال اور رمضان کے مہینے کی سترہ تاریخ تھی، یہی وہ دن ہے جب فقہ اسلامی کی بنیاد پڑی، پھر یہ تکمیل کی جانب بتدریج بڑھتی رہی۔ عہد نبوت کے بعد تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ مختلف حالات اور مراحل سے گزری اور اس میدان میں طرح طرح کی خدمات انجام دی گئیں۔ [1]

فقہ اسلامی ایک وسیع موضوع ہے۔ آغاز سے لے کر اب تک اس پر عظیم الشان کام ہوتے رہے۔ اس سے نئے نئے علوم کی شاخیں نکلیں۔ اس موضوع پر بے شمار کتابیں تصنیف کی گئیں۔ ماہرینِ فقہ نے اپنے اپنے زمانے کے مسائل پر احکام کی تطبیق کے لیے اجتہادات کیے اور نئے مسائل کے احکام بتائے۔ انہوں نے قرآن وسنت پر عام انسانوں کے بسہولت عمل کرنے کے لیے احکام کے مجموعے تیار کیے اور عقائد وعبادات سے لے کر سماجیات ومعاشیات اور معاملات تک زندگی کے بیشتر ممکنہ واقعات کے لیے شرعی قوانین مرتب کر دیئے۔ فقہ اسلامی کی یہ پوری تاریخ بڑی دلچسپ، بہت مفید اور ہماری زندگی سے بہت ہی مربوط ہے۔

فقہ اسلامی ایک زندہ موضوع ہے۔ زندگی کی نئی نئی ایجادات اور نئی تحقیقات کے ساتھ اس کا رشتہ قائم رہتا ہے۔ زمانہ کی تبدیلیوں اور بدلتے عرف رواج پر بھی یہ گہری نظر رکھتی ہے۔ کیونکہ فقہ اسلامی کی ذمہ داری دوہری ہے۔ ایک طرف وہ نئے اور بدلتے حالات میں لوگوں کو اچھے برے سے آگاہ کرتی ہے اور ان کے سامنے نقشۂ عمل پیش کرتی ہے۔ دوسری جانب وہ خود ان تحقیقات اور ایجادات کی رخ بندی بھی کرتی ہے اور ان کے لیے نقشہ راہ بناتی ہے۔ اس طرح فقہ اسلامی کا موضوع زندہ ومتحرک اور حیات آفریں رہتا ہے اور ایک ساتھ اس میں اہل علم اور عوام دونوں قسم کے لوگوں کے لیے دلچسپی ہوتی ہے۔ اہل علم ودانش اور ماہرین فن اس کی روشنی میں اپنا فریم ورک متعین کرتے ہیں اور اس سے اصولی ہدایات حاصل کرتے ہیں تا کہ ان کی تحقیقات اور ایجادات شریعت کی آفاقی تعلیمات سے ہم آہنگ رہیں اور عوام الناس کو اپنی زندگیوں کے تمام معاملات میں واضح قانون اور شرعی احکام معلوم ہوتے رہیں۔

فقہ اسلامی کے مختلف پہلوؤں پر بالخصوص عربی زبان میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ بڑی بڑی عبقری شخصیتوں اور علمائے امت نے

---

[1] اختر الواسع، پروفیسر، فقہ اسلامی: تعارف اور تاریخ، لاہور: ملک اینڈ کمپنی، ۲۰۱۱ء، ص ۲۵

اس پر قلم اٹھایا ہے اور ان کی تحقیقات ہمیشہ اس دشت کے راہ نوردوں کے لیے سرمۂ چشم بنتی رہیں گی۔ اردو زبان جو کہ نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیلی بہت بڑی آبادی کی زبان ہے، اس میں بھی اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر وقیع معیار کے کام ہوئے ہیں۔[1]

جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ نے بھی وقت کے تقاضوں کے مطابق جدید و نئے پیش آمدہ مسائل پر قلم اٹھایا اور سینکڑوں لاجواب کتب منصۂ شہود پر لائے ان کتب میں سے کتاب ''**الرسائل والمسائل**'' کا تعارف و تفاصیل پیش کی جا رہی ہیں جو **علامہ پیر محمد چشتی** کی لاجواب تحقیقی تصنیف ہے۔

الرسائل والمسائل (علامہ پیر محمد چشتی)

تعارف

یہ کتاب ۳ جلدوں پر مشتمل ہے پہلی جلد ۳۷۷، دوسری جلد ۳۸۱ جبکہ تیسری جلد ۴۰۳ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ ۲۰۱۵ء کو گلف پبلشرز محلہ جنگی قصہ خانی پشاور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب جدید فقہی مسائل کے جوابات پر مشتمل ہے۔ ہر مسئلہ کو کثیر دلائل عقلیہ ونقلیہ سے واضح کیا گیا ہے۔

کتاب کے موضوعات کی تفصیل

کتاب کی پہلی جلد ۱۴ فقہی مسائل پر مشتمل ہے دوسری جلد ۱۵ مسائل پر جبکہ تیسری جلد ۳۱ مسائل پر مشتمل ہے ان کی تفاصیل درج ذیل ہے۔

پہلی جلد کے مضامین:

۱۔ روزے داری اور انجیکشن
۲۔ اقامت للصلوۃ اور اس کے تقاضے
۳۔ تسمیہ کا معیاری ترجمہ
۴۔ پگڑی کی شرعی حیثیت
۵۔ شلوار ٹخنوں سے نیچے یا اوپر
۶۔ رہن کے نام سے اجارہ کی شرعی حیثیت
۷۔ حلالہ کی مروجہ حیثیت اور مذہب
۸۔ مسجد منتقل کرنے کی شرعی حیثیت
۹۔ حدیث لولاك لما خلقت الافلاك کی تحقیق

[1] فقہ اسلامی: تعارف اور تاریخ، ص:۱۹ تا ۱۲ ملخص

۱۰۔ معاشیات سے متعلق آیت کریمہ کی تفسیر

۱۱۔ وقتِ مغرب اور نماز عشاء کے صحیح اوقات

۱۲۔ انسٹالمنٹ، بینک اسکیم اور پرایوڈنٹ فنڈ کے متعلق استفتاء

۱۳۔ علم الغیب المطلق اور مطلق علم غیب کے مابین تفریق

۱۴۔ ہاؤسنگ سکیمز سے متعلق سوال کا جواب

دوسری جلد کے مضامین:

۱۔ حلّ الاشکالات اربعہ

۲۔ ایک اہم شرعی فیصلہ

۳۔ اصلاح الاوقاف والمساجد

۴۔ ہر افضل و اعلیٰ سے برتر نبی

۵۔ معیار ایمان

۶۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہماری ذمہ داریاں

۷۔ امام حسین علیہ السلام کا یزید کے خلاف قیام کا فلسفہ

۸۔ نماز مغرب اور افطار کے صحیح اوقات کا حکم

۹۔ قیاس واستحسان

۱۰۔ منازل اسلوب کی حقیقت اور ان کی ترتیب

۱۱۔ کن لوگوں کو سلام کرنا جائز نہیں

۱۲۔ تقسیمِ امت والی حدیث کی تشریح

۱۳۔ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی تحقیق

۱۴۔ تکفیر کے متعلق سوال کا جواب

۱۵۔ اتحاد بین المسلمین فرضِ عین کیوں؟

تیسری جلد کے مضامین:

۱۔ احسن الاملین فی تطبیق حدیثِ ثقلین

۲۔ تعمیر مدرسہ یا گناہوں کا ڈھیر

۳۔ نماز جنازہ کی دعائیں اور تاریخ

۴۔ احکام شرعیہ کی تفصیل

۵۔ ایمان کے لوازمات خمسہ کا بیان

۶۔ سورۃ الصّف کی آیت ۴ کی قابل فہم تفسیر

۷۔ شفاء العی والغِل

۸۔ کفر دون کفر

۹۔ علم الغیب ماھو

۱۰۔ مسند ارشاد و امام

۱۱۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۴۹ کا ترجمہ

۱۲۔ خطاب اللہ احلیٰ لرسولہ الاعلیٰ

۱۳۔ القتال المذھبی فساد لا جھاد

۱۴۔ تحویل قبلہ سے متعلق آیات کی تفسیر

۱۵۔ صرف ونحو، بلاغت کا عربی کے ساتھ مختص نہ ہونے کا فسلفہ

۱۶۔ ترجمۃ القرآن کی شرائط کا قرآن وسنت سے ثبوت

۱۷۔ لوازمات ایمان کا نقل سے ثبوت

۱۸۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۸۴، ۱۸۵ کی تفسیر

۱۹۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۹۲ کی تفسیر

۲۰۔ لفظِ شئ کی وضاحت کے متعلق استفتاء

۲۱۔ جملہ مستانفہ کی تعریف کے متعلق استفتاء

۲۲۔ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا فلسفہ

۲۳۔ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۳۸ کی تفسیر

۲۴۔ ترجمۃ القرآن ممکن ولا ممکن

۲۵۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کو انسانوں کی تعظیم پر قیاس کرنا

۲۶۔ ترجمہ اور ترجمانی کی تفریق

۲۶۔ حقیقی ترجمہ اور ترجمہ بللازم کا فرق

۲۷۔ سورۃ یٰس آیات ۷ تا ۹ کی تفسیر

۲۹۔ تقیہ کی شرعی حیثیت

۳۰۔ ختم نبوت کے منافی وساوس کا ازالہ

۳۱۔ استقامت فی الدین کی کرامت

انداز و اسلوب

آپ زیر بحث مسئلہ پر پہلے تمہیدی گفتگو کرتے ہیں پھر شرعی حکم واضح کرنے کے بعد مسئلہ کی مختلف جزئیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور دلائل کے ذریعے اپنے مدعا کو بیان کرتے ہیں جس کے لیے آپ قرآن وحدیث اور فقہی عبارات سے استدلال کرتے ہیں۔

ڈرپ اور رگ والے انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

جہاں تک رگ میں انجیکشن لگانے یا ڈرپ لگانے سے روزہ کے بحال رہنے یا ٹوٹ جانے کا سوال ہے شریعت مقدسہ کی روشنی میں اس کا صحیح جواب سمجھنے کے لیے بطور تمہید مندرجہ ذیل باتوں کو سمجھنا ضروری ہے:

پہلی بات: روزہ کی حقیقت کہ وہ شریعت کی زبان میں صبح سے شام تک نیت کے ساتھ ان تمام چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنے کا نام ہے جو اس کے منافی ہیں۔

دوسری بات: روزہ کی تعریف میں مذکورہ تین چیزوں میں سے امرِ اول یعنی صبح سے شام تک کا وقت اس کے لیے ظرف ہے جبکہ امرِ دوم یعنی نیت اس کے لیے شرط ہے اور امرِ ثالث یعنی منافی مفطرات سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا اس کا اکلوتا رکن ہے۔

تیسری بات: روزہ کے ٹوٹ جانے کا مطلب شریعت کی زبان میں یہ ہوتا ہے کہ اس کے رکن کے منافی کوئی کردار یا کوئی عمل مذکورہ وقت کے کسی بھی حصہ میں لاحق ہوکر اس اکلوتے رکن کو اٹھا دے بالفاظ دیگر روزہ کا یہ رکن نہ رہے یا اس کی اہلیت وصلاحیت مذکورہ وقت کے کسی حصہ میں ختم ہوجائے یا اس کے کسی منافی فعل کا ایسا سبب پایا جائے جسے شریعت نے اصل کے قائم مقام قرار دیا ہے۔

چوتھی بات: روزہ کے منافی چیزیں جن کو شریعت کی زبان میں مفطرات صوم یعنی روزہ کو توڑنے والی چیزیں کہا جاتا ہے کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱۔مفطرات صُوری ۲۔مفطرات معنوی

مفطرات صوری:

اس سے مراد فقہاء کرام کی اصطلاح میں وہ اعمال وحرکات ہیں جن کو روزہ دار اپنے اختیار وعمل سے چاہے۔ پھر ان سے اسے توانائی اور صلاح بدن کا افادہ واستفادہ حاصل ہوتا ہو یا نقصان وتکلیف بہرحال ایسی چیزوں سے روزہ کا فساد یقینی امر ہے جس میں فقہاء احناف کا قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مفطرات معنوی:

اس سے مراد روزہ دار کے جسم کے اندر کوئی ایسی چیز پہنچانے کا عمل ہے جس سے اسے توانائی اور صلاح بدن یا تلذذ حاصل ہو سکے چاہے یہ عمل وہ خود کرے یا کسی اور سے کرائے۔ نیز اسے اس کا علم ہو یا نہ ہو بہر تقدیر اس صورت میں بھی روزہ کا ٹوٹنا یقینی امر ہے جس میں

فقہاءاحناف کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔

پانچویں بات: مفطرات صوم کی ان دومتفقہ صورتوں کے علاوہ اور جتنے بھی واقعات وجزئیات ہوسکتے ہیں وہ سب کے سب فقہائے کرام کے مابین اختلافی ہیں کہ بعض انہیں روزہ کے ٹوٹنے کے اسباب میں شمار کرتے ہیں اور بعض انہیں غیر مفسد وغیر مفطر قرار دے کر روزہ کی بحالی کا فتویٰ دیتے ہیں جبکہ ان دونوں یعنی مفطرات صوریہ اور مفطرات معنویہ کی صور میں جملہ فقہائے احناف، مجتہدین عظام اور غیر متنازعہ پیشوایانِ اسلام قرون اولیٰ سے لے کر اب تک بیک وقت روزہ کے ٹوٹنے پر متفق ہیں۔گویا فقہ حنفی کے پیشوایانِ مذہب مجتہدینِ کرام سے ثابت اسلامی دستاویزات وکتبِ فتاویٰ کے مطابق روزہ کے ٹوٹنے کی متفقہ صورتوں کی کل تین اقسام ہیں۔

۱۔ افطارصوری فقط

جس کی مثالوں میں کسی روزہ دار کا مٹی، کوئلہ، لکڑی یا لوہے کے ٹکرے جیسی کسی چیز کو حلق سے نیچے اتارنا یا اس قسم کی کسی بھی خارجی چیز کو چاہے مفید ہو یا نقصان دہ اپنے جسم کے کسی بھی اندرونی حصہ خود داخل کرنا یا دوسرے سے داخل کرانا ہے جس سے روزہ کا ٹوٹنا یقینی امر ہے یعنی جملہ فقہاء کے نزدیک متفقہ طور پر روزہ ٹوٹتا ہے۔

۲۔ افطارمعنوی فقط

جس کی مثالوں میں کسی روزہ دار مرد کا تبطین یا تفخید کی شکل میں قضاءِ شہوت کرنا جس میں انزال بھی ہو جائے، مقعد کے راستے سے دوائی جسم کے اندر داخل کرنا، ناک کے ذریعہ دماغ تک دوائی پہنچانا یا کان میں مائع دوائی ڈالنے جیسے اعمال شامل ہیں جن میں روزہ کا ٹوٹنا جملہ فقہاءاحناف کے مابین متفقہ ہے۔

۳۔ افطارصوری ومعنوی معاً (یعنی دونوں مفطر یکجا ہوں)

اس کی پھر دوقسمیں ہیں؛

پہلی قسم: وہ جس میں ان دونوں مفسد ومفطر چیزوں کی یکجائیت میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو اس کی مثالوں میں کسی روزہ دار کا کھانا، پینا چاہے کھانے پینے کی یہ چیزیں خوراک کی ہوں یا دوائی کے قبیل سے بہرحال اس سے نہ صرف روزہ ٹوٹے گا بلکہ کفارہ بھی لازم ہوگا۔

دوسری قسم: جس میں ان دونوں کی یکجائیت میں شک وشبہ کی گنجائش ہوسکتی ہو اس کی مثالوں میں انزال بِقُبلة مع مَص اللعاب والشهوت اور لُوبان، عود وغیرہ کسی خوشبودار مفرّح دھواں کو اپنے عمل سے کش کر کے حلق کے اندر اتار کر تلذذ وفرحت حاصل کرنے جیسے اعمال شامل ہیں۔اس صورت میں محض روزہ ٹوٹے گا کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

چھٹی بات: عبادات سے لے کر معاملات تک شریعت مقدسہ کے جملہ احکام تاریخ کے ہر دور اور قیامت تک جملہ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ہیں اور انسانی جسم کی توانائی پہنچانے کے لیے ڈرپ اور انجیکشن جیسے میڈیکل سائنس کے موجودہ ایجادات یا ان سے بھی زیادہ معقول وآسان اور زیادہ مؤثر ذرائع واسباب کے آئندہ متوقع ترقیوں کے حوالہ سے روزہ کے ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے مسائل کی طرح

نت نئے جنم پانے والے ہزاروں سوالات ومسائل کا حل اگر اسلامی دستاویزات میں موجود نہیں ہوگا تو اس کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ دین اسلام مکمل ضابطہ حیات نہیں ہے اور قال اللہ وقال الرسول ﷺ کا اسلامی ذخیرہ قیامت تک ہر دور کے تقاضوں کے مطابق انسانوں کی رہنمائی کرنے میں ناکام ہے، العیاذ باللہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ اللہ کا دین اسلام کامل و مکمل ضابطہ حیات ہے اور قیامت تک ہر دورِ ترقی کے تقاضوں کے مطابق انسانوں کی رہنمائی کے لیے اس کے احکام وہدایات کافی وشافی ہیں جن کی تشریح قرون اولی سے لے کر اب تک علماء حق، مجتہدین اور فقہاء کرام اپنے اپنے ادوار میں کرتے آئے ہیں آئندہ بھی حق بین وحق شناس علماء دین کا طبقہ یہ فریضہ انجام دیتا رہے گا۔

ان تمہیدی معلومات ومسائل کے بعد اب ڈرپ اور رگ کے انجیکشن سے متعلقہ سوال کا جواب واضح ہو گیا کہ یہ دونوں از قبیل مفطرات معنویہ ہونے کی وجہ سے بالیقین مفسد صوم ہیں۔ ان دونوں سے جملہ فقہائے کرام اور سلف صالحین کی کتب فتاویٰ کے مطابق روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور بعد میں اس کی قضاء لازم ہوتی ہے۔ جیسے ہدایہ میں ہے:

وُجُوْدُ الْمُنَافِيْ صُوْرَةً اَوْ مَعْنًى يَكْفِيْ لِاِيْجَابِ الْقَضَاءِ [1]

رکنِ صوم کے منافی صوری یا معنوی میں سے کسی ایک کی موجودگی روزہ کے ٹوٹ جانے اور قضاء کے واجب ہونے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

اسی طرح بحر الرائق میں ہے:

وَفَسَدَ صَوْمُهُ لِوُجُوْدِهٖ مَعْنًى [2]

رکنِ صوم کے منافی معنوی کی موجودگی کی وجہ سے اس کا روزہ فاسد ہوا۔

اس کے علاوہ روزہ کے ٹوٹ جانے کی تیسری صورت یعنی افطار صوری ومعنوی معاً کی موجودگی کا بھی روزہ دار کی رگ میں لگائے جانے والے ڈرپ وانجیکشن کی صورتوں میں احتمال موجود ہے جب افطار صوری فقط یا معنوی فقط میں سے انفرادی طور پر صرف ایک کی موجودگی سے ہی روزہ جملہ فقہاء کرام کے نزدیک متفقہ طور پر ٹوٹ جاتا ہے تو ان دونوں کی اجتماعی طور پر یکجا موجودگی میں بدرجِ اولیٰ ٹوٹے گا کیوں کہ روزہ کے ٹوٹ جانے کے لیے جملہ فقہاءے کرام کے نزدیک کل صورتیں بنیادی طور پر یہی تین ہیں۔ جیسے فتح القدیر میں ہے:

لِعَدَمِ الْمُنَافِيْ صُوْرَةً وَمَعْنًى [3]

روزہ کے نہ ٹوٹنے کی اصل وجہ ان میں سے کسی بھی صورت کی عدم موجودگی ہے۔

روزہ دار کی مرضی کے بغیر کسی شخص نے لوہے کے ٹکرے جیسی کوئی ایسی چیز اس کے جسم کے اندر داخل کر کے غائب کیا جو دوائی بھی

---

[1] المرغینانی، علی بن ابی بکر، الھدایہ، بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن، ۱/۱۲۰
[2] الحنفی، ابن نجیم، زین الدین، بحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکتب العربیہ الکبری، ۲۰۱۰ء، ۲/۲۹۹
[3] الحنفی، ابن الھمام، فتح القدیر علی الھدایہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن، ۲/۲۶۶

نہیں ہے اور کھانے کا بھی نہیں ہے جو اس کے جسم کے لیے توانائی وتقویت فراہم کرتی ہوتی بلکہ نقصان وضرر ہے تو امام قاضی خان نے روزہ کے بحال ہونے یا ٹوٹنے سے متعلق فقہاء کرام کا اختلاف بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ:

وَالصَّحِيْحُ اَنَّہٗ لَا يَفْسُدُ لِاَنَّہٗ لَمْ يُوْجَدْ مِنْہُ الْفِعْلُ وَلَمْ يَصِلْ اِلَيْہِ مَا فِيْہِ صَلَاحُہٗ [1]

اس کے روزہ کے نہ ٹوٹنے کی رائے صحیح ہے کیوں کہ روزہ کے ٹوٹنے کے لیے جو تین صورتیں ہوتی ہیں ان میں سے کوئی ایک صورت بھی یہاں موجود نہیں ہے۔ اگر افطار صوری یا معنوی میں سے کوئی ایک بھی موجود ہوتی تو یقیناً روزہ ٹوٹ جاتا لیکن ایک بھی موجود نہیں ہے لہٰذا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اسی طرح فتاویٰ فتح القدیر میں ہے:

قَدْ عَلِمْتَ اَنَّہٗ لَا يَثْبُتُ الْفِطْرُ اِلَّا بِصُوْرَتِہٖ اَوْ مَعْنَاہُ [2]

امام ابن ہمامؒ کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ روزہ کے ٹوٹ جانے کا دارومدار مذکورہ تین صورتوں پر ہے یعنی ان میں سے کسی ایک صورت کے پائے جانے پر روزہ یقیناً ٹوٹتا ہے اور کسی ایک کی بھی عدم موجودگی کی صورت میں نہیں ٹوٹتا۔ جب رگ کے انجیکشن اور ڈرپ کی صورت میں مفطر معنوی کی موجودگی میں یعنی مریض کو جسمانی توانائی وتقویت حاصل ہونا یا ان کا عام حالات میں سبب توانائی ہونا چونکہ امر یقینی ہے جس کا انکار کوئی صاحب عقل شخص نہیں کر سکتا تو پھر روزہ کا ٹوٹنا بھی یقینی امر ہے جس میں شک وشبہ یا اختلاف کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بہرحال روزہ دار کی رگ میں لگائے جانے والے انجیکشن اور ڈرپ کی صورت میں ظاہری حالات سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں پر افطار صوری ومعنوی دونوں موجود ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ افطار صوری کی موجودگی کی بابت شک وشبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن افطار معنوی کی موجودگی اظہر من الشمس ہے کیوں کہ ڈرپ یا رگ کے انجکشن میں سے ہر ایک اپنی ذوداثری کی وجہ سے مریض کو توانائی پہنچاتا ہے۔ افطار معنوی کی اصل روح ومقصد بھی یہی ہے، جیسے فتاویٰ فتح القدیر میں ہے:

وَھُوَ اِيْصَالُ مَا فِيْہِ نَفْعُ الْبَدَنِ اِلَى الْجَوْفِ سَوَآءٌ كَانَ مِمَّا يُتَغَذّٰى بِہٖ اَوْ يُتَدَاوٰى بِہٖ [3]

افطار معنوی کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز سے بدن کو توانائی مل سکتی ہے اسے بدن کے اندر پہنچایا جائے عام اس سے کہ وہ خوراک کے قبیل سے ہو یا دوائی کے۔

اس کے علاوہ رگ کے انجکشن وڈرپ سے روزہ ٹوٹ جانے پر وہ حدیث بھی دلیل ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ [4]

یعنی روزہ ہر اس سبب توانائی سے ٹوٹ جاتا ہے جو روزہ دار کے جسم کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔

---

۱ بحر الرائق، ۲/۳۰۰

۲ فتح القدیر، ۲/۲۶۶

۳ ایضاً ص: ۲/۲۶۰

۴ الکوفی، ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی الصائمۃ تمضغ لصبیھا، رقم الحدیث ۹۴۱۱، ۳/۵۱

اس حدیث شریف سے صاحب ہدایہ اور امام ابن ہمام جیسے فقہاء نے استدلال کیا ہے اور امام ابن ہمام نے چھ سندات سے اس کی تخریج بھی فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو (فتح القدیر، ج ۲، ص: ۲٦٦) الغرض رگ کے انجکشن اور ڈرپ سے روزہ ٹوٹنے کا کوئی قول صاحبِ بصیرت اور فقہ اسلامی سے شناسائی رکھنے والا کوئی شخص نہیں کرسکتا۔ [1]

خصوصیات

۱۔ یہ ٦۰ جدید مسائل کے حل پر مشتمل ہے۔

۲۔ ہر مسئلہ کو کثیر دلائل عقلیہ ونقلیہ سے واضح کیا گیا ہے۔

۳۔ علامہ موصوف نے کتاب میں صرف پہلے فتاوی کی اتباع پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ بعض مقامات پر اجتہاد سے بھی کام لیا گیا ہے اور کئی مقامات پر علماء سے دلیل کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور اپنے موقف کو واضح کیا ہے۔ مسائل کے جوابات میں اس مسئلہ سے متعلقہ تمام جزئیات پر بحث کی ہے اور ہر جزئی پر سیر حاصل بحث کر کے مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔

ماخذ ومراجع

علامہ پیر محمد چشتی نے قرآن وحدیث، کتب فقہ اور کتب اصول فقہ کو ماخذ بنایا ہے۔ جن میں زیادہ تر کتب فقہ اور فتاویٰ سے استفادہ کیا ہے۔ کتب فقہ میں بحر الرائق، فتح القدیر، رد المختار اور ہدایہ آپ کے پیش نظر رہیں جبکہ کتب فتاویٰ میں آپ نے زیادہ تر فتاوی عالمگیری اور فتاوی شامی سے استفادہ کیا ہے۔

سیرت نبوی ﷺ پر اساتذہ کی تصنیفی خدمات

نبی کریم ﷺ کی ذات، آپ کی تعلیمات اور آپ کی حیات طیبہ کی جملہ معلومات آپ کے اصحاب، آپ کی ازواج ودیگر اہل بیت کے پاس منتشر صورت میں تھیں۔ آپ ﷺ بطور رسول ان سب کی توجہ کا مرکز تھے اس لیے یہ تمام اصحاب باہمی میل ملاپ اور گفت وشنید سے آپ ﷺ کی ذات گرامی سے متعلقہ مختلف قسم کی معلومات باہم تبادلہ بھی کرتے جیسے کسی تازہ ترین وحی، کسی واقعہ یا کسی فرمان کا باہمی تبادلہ وغیرہ۔

نبی کریم ﷺ کے وصال فرمانے کے بعد آپ کے پیروکاروں کے دل میں اپنے ہادی وپیشوا کی ذات مبارکہ، آپ کے اخلاق و عادات اور آپ کی زندگی سے متعلق باتیں دریافت کرنے کا شوق بڑھتا چلا گیا۔ اس شوق وجستجو سے رفتہ رفتہ روایات کا ایک وسیع ذخیرہ جمع ہونا شروع ہو گیا۔ صحابہ کے بعد تابعین کے دور میں نہ صرف روایات جمع کرنے کا کام ہوا بلکہ ان روایات کو مختلف طریقوں سے منظم کرنے کا کام بھی شروع ہو گیا مثلاً ایک تابعی مختلف صحابہ کرام سے آپ ﷺ کے وعظ، تقریر اور نصائح کے حوالے سے عام روایات کو یاد کرتا بلکہ لکھ لیتا تو دوسرا تابعی اپنے ملنے والے صحابہ کرام سے آپ ﷺ کے غزوات اور دیگر واقعات دریافت کر کے لکھ لیتا۔ اس طرح ایک تابعی کے

[1] بحر الرائق شرح کنز الدقائق، ۲ / ۲۹۹

پاس دس بیس یا پچاس صحابہ کرام کے ذریعے ہونے والی معلومات جمع ہوتی گئیں۔فتوحات کے نتیجہ میں جب صحابہ کرام ایران،عراق،شام اور مصر وغیرہ میں پھیلے توان سے معلومات جمع کرنے کا کام ان علاقوں میں بھی جاری رہا۔

تابعین کے بعد تبع تابعین کے دور میں صحابہ کرام اور تابعین سے جمع شدہ روایات اور بیسیوں چھوٹی کتابوں میں ذخیرہ شدہ معلومات کومناب تقسیم اورترتیب دے کر بڑی اور جامع کتب مرتب ہوئیں۔اس کے ساتھ ہی ساتھ اسی نسل کے زمانے میں قرآن،حدیث اور فقہ بنیادی علوم کے ماتحت ان کے ذیلی علوم اوران علوم میں مہارت کے حامل مخصوص افراد سامنے آئے۔ان افراد نے جب تقسیم حدیث، تاریخ مغازی وسیرت کے بڑے بڑے مجموعات مرتب کیے توان کی مقبولیت کے باعث ماقبل کے چھوٹے چھوٹے مجموعے متروک ہوتے چلے گئے تاہم ان چھوٹے مجموعوں کے حوالے بڑے مجموعوں اور جامع کتب میں بکثرت ملتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جامع کتب کی تدوین کے زمانے تک یہ چھوٹے مگر مختصر اصل ماٰخذ موجود تھے اور پڑھے پڑھائے جاتے تھے۔

تابعین اور تبع تابعین میں سے جن لوگوں نے سیرت ومغازی پر مواد جمع کیا اور ابتدائی کتابیں لکھیں جن کا ذکر بعد کی لکھی ہوئی کتابوں میں ملتا ہے ان میں سے مشہور لوگوں کے نام سنین وفات کی ترتیب سے پیش کیے جار ہے ہیں تا کہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے کہ کس طرح سیرت نگاری کا عمل ایک تسلسل سے جاری رہا ہے اور تفسیر،حدیث اور تاریخ کی طرح تیسری صدی ہجری کے آخر تک مکمل ہوا۔

۱۔ صحف از عروہ بن زبیر م ۹۲ھ
۲۔ صحف از ابان بن عثمان م ۱۰۵ھ
۳۔ السیرۃ از ابن شہاب زہری م ۱۲۰ھ
۴۔ مغازی از موسیٰ بن عقبہ م ۱۴۱ھ
۵۔ سیرت ابن اسحاق از ابن اسحاق م ۱۵۱ھ
۶۔ سیرت ابن ہشام از ابن ہشام م ۲۱۸ھ
۷۔ مغازی از واقدی م ۲۰۸ھ
۸۔ تاریخ الرسل والملوک از محمد بن جریر طبری م ۳۱۰ھ
۹۔ مروج الذہب ومعادن الجوہر از مسعودی م ۳۴۶ھ
۱۰۔ السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء از محمد ابن حبان التمیمی م ۳۵۴ھ
۱۱۔ اسماء الرسول اللہ اور ان کے معانی از احمد بن فارس م ۳۹۵ھ
۱۲۔ الدرر فی اختصار المغازی والسیر از ابن عبد البر م ۴۶۳ھ
۱۳۔ جوامع السیرۃ از ابن حزم اندلسی م ۴۵۶ھ
۱۴۔ الروض الانف از امام سہیلی ۵۸۱ھ

یوں ہر صدی میں سیرت پر کتب لکھی جاتی رہیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ہر گوشہ پر مستقل کتب تصنیف کی ہیں اور آپ کی سیرت کے جملہ پہلوؤں سے روشناس کروایا ان کتب میں سے مفتی محمد خان قادری کی ''**شاہکارِ ربوبیت**'' کی تفصیل یہاں بیان کی جاتی ہے جو نبی کریم ﷺ کے سراپا کے بیان پر مشتمل ہے اور اپنے موضوع پر جامع کتاب ہے۔

شاہکار ربوبیت (مفتی محمد خان قادری)

تعارف

یہ کتاب ۴۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کے حسن مجسم کے مقدس سراپا کے مجموعی تاثر اور ہر ہر عضو کی ساخت کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز حسن و جمال کے بارے میں صحابہ کرام کے دل نشین تذکرے بھی شامل ہیں یہ کتاب **۱۹۹۲** کو مکمل ہوئی اور اب تک اس کتاب کے ۱۵ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

کتاب کے مضامین کی تفصیل

کتاب ایک پیش لفظ اور ۱۵۵ ابحاث پر مشتمل ہے جنکی تفصیل درج ذیل ہیں:

۱۔ذکر حسن و جمال کی حکمتیں	۲۔قرآن اور اعضاء نبوی	۳۔قرآن اور حسن و جمال نبوی
۴۔صحابہ اور حسن و جمال نبوی ﷺ	۵۔قدِ انور	۶۔اعتدال خلقت
۷۔جسم اطہر کی رنگت	۸۔حسن مبارک	۹۔وقار مبارک
۱۰۔طبیعت مبارکہ	۱۲۔سر اقدس	۱۳۔اموئے مبارک
۱۴۔پیشانی مبارک	۱۵۔گوش مبارک	۱۶۔ابرو مبارک
۱۷۔چشمان مقدس	۱۸۔مقدس پلکیں	۱۹۔گریہ مبارک
۲۰۔بینی مبارک ۲۱۔	رخسار مبارک	۲۲۔جسم نبوی اور فضلات مبارکہ
۲۳۔دہن مبارک	۲۴۔آواز مبارک	۲۵۔خطبہ مبارک
۲۶۔لعاب دہن	۲۷۔لب شیریں	۲۸۔گفتگو مبارک
۲۹۔دندان مبارک	۳۰۔تبسم مبارک	۳۱۔ریش مبارک
۳۲۔چہرۂ اقدس	۳۳۔گردن مبارک	۳۴۔دوش مبارک
۳۵۔پشت مبارک	۳۶۔مہر نبوت	۳۷۔بغل مبارک
۳۸بازو مقدس	۳۹دست اقدس	۴۰۔مبارک ہتھیلیاں
۴۱۔مبارک انگلیاں	۴۲۔سینۂ اقدس	۴۳۔قلب انور
۴۴۔شکم مبارک	۴۵۔ناف مبارک	۴۶۔ران مبارک

۴۷۔زانوئے مقدس	۴۸۔مبارک پنڈلیاں	۴۹۔قدمین شریفین
۵۰۔ایڑیاں	۵۱۔نزاکت جسم نبوی	۵۲۔نظافت جسم نبوی
۵۳۔جسم اطہر کی خوشبو	۵۴۔جسم نبوی اور سایہ	۵۵۔جسم اطہر کی لطافت

سبب تالیف

حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری اپنی کتاب ''شاہکار ربوبیت'' کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اپریل ۱۹۸۷ء سے ادارہ منہاج القرآن نے محترم رانا جاوید القادری مرکزی ناظم نشر واشاعت کی زیر ادارت ماہنامہ منہاج القرآن کا اجرا کیا۔اس ماہنامے میں دیگر عنوانات کے علاوہ حضور سرور کائنات ﷺ کی صورت وسیرت طیبہ ''اسوۂ حسنہ'' کے نام سے ایک مستقل عنوان بھی قائم کیا گیا۔ادارہ اور ماہنامہ کی انتظامیہ نے غور وفکر کے بعد اس مستقل موضوع کو نبھانے کی ذمہ داری اس عاجز کے ناتواں کندھوں پر ڈال دی۔علم عمل کی کمی اور دیگر اہم مصروفیات نے ابتدائی معذرت کی راہ سُجھائی لیکن معاً اس ذات اقدس واکرم کی شفقتوں اور دستگیریوں کا خیال آ گیا جو اس کالم کا موضوع تھی۔چناچہ رب کائنات اور محسن کائنات ﷺ کی توجہات اور عنایات کے بھروسے پر سعادت سمجھتے ہوئے اس مقدس ذمہ داری کو قبول کر لیا۔چار سال تک ہر ماہ اس کی بھرپور قسط لکھتا رہا۔

ہوا یوں کہ اس کے بعد صورت وسیرت نبوی ﷺ پر پڑھنا، اس موضوع سے متعلقہ کتب مسودات کا حصول میری زندگی کا سب سے اہم مشغلہ بن گیا۔ہر رات دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ سونے سے پہلے اس موضوع پر کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ ضرور کرتا اور اہم حوالہ جات فائل میں محفوظ بھی کر لیتا۔چونکہ اس ابتدائی کام کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کیا پہلے حصے میں اس حسن مجسم کے مقدس سراپا کا مجموعی تاثر بیان کرنے کا فیصلہ کیا اور دوسرے حصے میں آپ کے ہر ہر عضو کی ساخت اور حسن و جمال کے بارے میں صحابہ کرام کے دل نشین تذکروں کو جمع کرنے کا ارادہ کیا۔لہذا میں نے دونوں موضوعات پر مواد جمع کرنا شروع کر دیا۔جو مواد پہلے حصہ سے متعلق تھا وہ تقریباً عرصہ چار سال میں مجلہ کے ذریعے قارئین کی نذر کیا۔بحمد اللہ تعالیٰ میری اس عاجزانہ کاوش کو بے حد شرف وقبول نصیب ہوا۔قارئین نے اس روح پرور اور ایمان افروز موضوع کو ماہنامہ کی جان قرار دیا۔اس پر اس وقت مجلہ کے بارے میں آنے والے خطوط شاہد ہیں۔یہی وہ مواد تھا جسے بعد میں ادارہ نے ''پیکر جمال'' اور عشق رسول استحکام ایمان کا واحد ذریعہ'' کے نام سے شائع کیا۔

اس دوسری کتاب میں محترم پروفیسر علی اکبر قادری کے کچھ اضافات بھی ہیں۔دوسرے حصہ پر میں نے کام جاری رکھا۔اگرچہ اس حصہ میں میرا موضوع آپ کے اعضائے شریفہ کے حسن و جمال پر مواد جمع کرنا تھا مگر مطالعہ کے دوران ان موضوعات پر بھی مجھے مواد ملا جو میں نے الگ الگ فائلوں میں محفوظ کیا ہوا ہے۔''[1]

موضوع کی اہمیت

علامہ مفتی محمد خان قادری موضوع کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

[1] قادری، محمد خان، مفتی، شاہکار ربوبیت، لاہور: کاروان اسلام پبلی کیشنز، ۲۰۰۵، ص: ۳۰۔۳۱

''اس موضوع پر بیشتر کام عربی زبان میں ہوا ہے جبکہ کچھ علماء نے اردو میں بھی کام کیا ہے اور خوب محنت کے ساتھ اس موضوع کو نبھایا مگر اس کام میں آپ ﷺ کے جسم اطہر اور اعضائے شریفہ کے معجزاتی اور برکاتی پہلو کا تذکرہ غالب ہے کیونکہ وہ تقاضائے وقت تھا جبکہ ساخت اور حسن و جمال پر توجہ کم رہی۔ زیر نظر کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کے جسم اطہر اور مقدس اعضاء کے حسن تناسب، ساخت اور جمال کا تذکرہ نمایاں طور پر کیا جائے جبکہ ساتھ ہی ان کے برکاتی اور معجزاتی پہلو کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس معمولی کاوش کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ یہ تمام مواد ان مبارک ہستیوں کے حوالے سے ہے جنہوں نے حسن و جمال کا سرکی آنکھوں سے مشاہدہ کیا یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین۔'' [1]

انداز واسلوب

مفتی محمد خان قادری صاحب عنوان قائم کرنے کے بعد زیر بحث عنوان پر مختصر تمہیدی گفتگو کرتے ہیں پھر احادیث، اقوال صحابہ و تابعین کا ذکر کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے سر اقدس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ کا سر اقدس نہ چھوٹا تھا نہ زیادہ بڑا بلکہ اعتدال کے ساتھ بڑا اور حسن مناسبت، وقار اور موزونیت کا آئینہ دار تھا اس میں ایک تمکنت کی شان ہویدا تھی۔ سر کا حد سے چھوٹا ہونا اور اسی طرح کا زیادہ بڑا ہونا انسانی شخصیت کے حسن کو مجروح کرتا ہے مگر اعتدال کے ساتھ وقار، تمنت اور موزونیت کا حامل بڑا سر جیسا کہ حضور ﷺ کا تھا کمالِ فہم و دانش اور بصیرت کی نشاندہی کرتا ہے۔ چناچہ آپ ﷺ کے سر اقدس کی زیارت کرنے والا ہر شخص بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ اللہ اللہ یہ کسی بڑے صاحب عقل وخرد، حامل فہم و دانش اور سردار کا سر ہے جو بلا کے حسن و اعتدال اور وقار و رعنائی کا مظہر ہے۔'' [2]

اس تمہیدی گفتگو کے بعد صحابہ کرام کے اقوال ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ آپ کے سر اقدس کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ عظيم الهامة [3]

آپ کا سر اقدس اعتدال کے ساتھ بڑا اور حسن مناسبت سے وقار اور موزونیت کا آئینہ دار تھا۔

پھر اس کی شرح میں امام عبدالرؤف المناوی کا قول لکھتے ہیں کہ:

وعظم الرأس ممدوح لانه اعون على الادراكات والكمالات [4]

---

[1] شاہکار ربوبیت، ص: ۳۲

[2] ایضاً، ص: ۱۲۹

[3] البیہقی، احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۸ھ، ۱/ ۲۸۵

[4] النواوی، عبدالرؤف، شرح الشمائل برحاشیہ جمع الوسائل، بیروت: دار المعرفہ، س۔ن، ۱/ ۳۵

سر کا موزونیت کے ساتھ بڑا ہونا قابل ستائش وتعریف ہوتا ہے کیونکہ یہ چیز اس شخص کے ادراکات اور کمالات کے لیے معاون ہوتی ہے۔

شیخ ابراہیم بیجوری رقمطراز ہیں:

عظم الرأس دليل على كمال القوى الدماغية وهو آية النجابة [1]

سر کا بڑا ہونا دماغی قوی کے کامل ہونے کی دلیل کے ساتھ سردار قوم کی علامت بھی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ الفاظ منقول ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ضخم الرأس [2]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرانور چھوٹا نہیں تھا بلکہ موزونیت کے ساتھ بڑا تھا۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرانور کی توصیف کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

لا تزريه صعلة [3]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر اقدس چھوٹا نہیں تھا کہ عیب کا سبب ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس کے بال مبارک گھنے تھے سر کا کوئی حصہ بالوں سے خالی نہیں تھا۔

حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كثير شعر الرأس رجله [4]

آپ کے سر اقدس کے بال گھنے اور خمدار تھے۔

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بالوں کا حسن ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ حسن الشعر [5]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بال نہایت ہی حسین اور خوبصورت تھے۔

حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زلفوں کی سیاہی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

١ البیجوری، شیخ ابراہیم بن محمد، المواهب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ، مصر: مصطفی البابی، س۔ن، ص: ۱۳

٢ احمد بن حنبل، امام، مسند احمد، بیروت: المکتبۃ الاسلامی، س۔ن، ص: ۸۹

٣ الہیثمی، نورالدین علی بن ابی بکر، امام، بیروت: دارالکتب، س۔ن، ۶/ ۵۷

٤ شامی، محمد بن یوسف، امام، سبل الهدای والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، قاھرہ: مطابع الاہرام التجاریۃ، س۔ن، ۲/ ۲۲

٥ الشافعی، ابوالقاسم علی بن حسین، امام، تہذیب ابن عساکر، بیروت: دارالمیسرہ، س۔ن، ۱/ ۳۱۷

کان رسول اللہ ﷺ شدید سواد الشعر [1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال گہرے سیاہ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال نہ بلکل سیدھے اور کھڑے تھے اور نہ بلکل گھنگھریالے بلکہ ان دونوں کے بین بین تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بالوں کے اس حسن اعتدال اور کمال موزونیت کو یوں بیان فرمایا:

کان شعر رسول اللہ ﷺ شعرا بین شعرین لا رجل سبط ولا جعد قطط [2]

آپ کے مبارک بال نہ بالکل پیچدار تھے اور نہ ہی بالکل سیدھے اکڑے ہوئے بلکہ بین بین تھے۔

خصوصیات

۱۔ کتاب میں اعضائے شریفہ کے برکاتی اور معجزاتی پہلوؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل سراپا، مقدس اعضاء کے حسن تناسب، ساخت اور جمال کا تذکرہ خصوصی طور پر کیا گیا ہے۔

۳۔ تمام مواد اُن مبارک ہستیوں کے حوالے سے ہے جنہوں نے حسن و جمال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

۴۔ حوالہ جات کی تخریج کا اہتمام کیا گیا ہے۔

ماخذ و مراجع

حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری نے کتب سیرت اور شروحات کتب سیرت کو بنیادی ماخذ بنایا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ کتب احادیث اور کتب تاریخ کو بھی شامل ماخذ کیا ہے۔

کتب سیرت میں الشفاء بتعریف الحقوق المصطفی لقاضی ابوالفضل عیاض بن موسی المالکی، المواہب اللدنیہ لشیخ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، شمائل الرسول لامام ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر، دلائل النبوۃ لامام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبھانی، دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعہ لامام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی، اعلام النبوۃ لامام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی، الوفاء باحوال المصطفی لامام عبدالرحمن بن الجوزی، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد لامام محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سیدنا محمد الرسول اللہ، شمائلہ الحمیدہ خصالہ المجیدہ لامام شیخ عبد اللہ سراج الدین شامی، وصف النبی وکانک تراہ لشیخ مجدی محمد الشھاوی، وسائل اوصول الی شمائل الرسول لامام یوسف بن اسمایل النبھانی، الانوار المحمدیہ من المواہب اللدنیہ لامام یوسف بن اسماعیل النبھانی، محمد الانسان الکامل لشیخ محمد بن علوی مالکی، جواہر البحار لامام یوسف بن اسماعیل النبھانی، مدارج النبوۃ از شاہ عبدالحق محدث دہلوی، بدایۃ السؤل فی تفصیل الرسول لامام عز عبدالعزیز بن عبدالسلام سلمی، شواہد النبوۃ از مولانا عبدالرحمن جامی، نور الایمان فی زیارۃ آثار حبیب الرحمن از مولانا عبدالحکیم فرنگی محلی اور حجۃ اللہ علی العالمین لامام یوسف بن اسماعیل النبھانی شامل ہیں۔

---

[1] تہذیب ابن عساکر، ۱/ ۳۱۷

[2] الشامی، محمد بن یوسف، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ، ۲/ ۱۵

کتب شروحات سیرت میں جمع الوسائل فی شرح الشمائل لملا ابوعلی بن سلطان محمد القاری، شرح الشمائل بر حاشیہ جمع الوسائل الشیخ عبدالرؤف المناوی، زز ہر الخمائل علی الشمائل لا مام جلال الدین سیوطی، اشرف الوسائل الی فہم الشمائل از حافظ ابن حجر مکی، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ الشیخ ابراہیم بن محمد، اتحافات الربانیہ بشرح الشمائل المحمدیہ الشیخ احمد عبدالجواد الدومی، خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی از مولانا محمد زکریا سہارنپوری، انوار غوثیہ شرح شرح الشمائل النبویہ از مولانا سیدا میر شاہ قادری، نسیم الریاض فی شرح الشفاء الشیخ احمد شہاب الدین الخفاجی القاضی عیاض اور، شرح الشفاء لملاعلی بن سلطان محمد القاری شامل ہیں۔

عقائدِ اسلام پر اساتذہ کی تصنیفی خدمات

عقیدہ انسان کے کردار و اعمال کی تعمیر میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے کیوں کہ انسان کے تمام اخلاق و اعمال کی بنیاد ارادے پر ہے اور ارادے کا محرک دل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ دل انہی چیزوں کا ارادہ کرتا ہے جو دل میں راسخ اور جمی ہوئی ہوں، اس لیے انسان کے اعمال و اخلاق کی درستگی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے دل میں صحیح عقائد ہوں لہذا عقیدے کی اصلاح ضروری ہے۔ اور صحیح عقیدہ ہی وہ بنیاد ہے جس پر دین قائم ہوتا ہے اور اس کی درستگی پر ہی اعمال کی صحت کا دارومدار ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا [1]

جسے بھی اپنے رب سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ [2]

یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے (تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو بلا شبہ آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین آپ خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ [3]

پس آپ اللہ کی عبادت کریں اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے، خبردار اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دین خالص ہے۔

یہ اور اس مفہوم کی دیگر آیات کریمہ جو بہت زیادہ ہیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اعمال اسی وقت مقبول ہوں گے جب وہ شرک سے پاک ہوں گے، اسی لیے جملہ رسل علیہم الصلاۃ والسلام کی اولین ترجیح عقیدے کی اصلاح رہی۔ پس سب سے پہلے وہ اپنی قوموں کو اس بات کی دعوت دیتے رہے کہ صرف اکیلے اللہ کی عبادت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کی عبادت ترک کی جائے۔

---

۱ الکهف ۱۸:۱۱۰

۲ الکهف ۱۸:۱۱۰

۳ الکهف ۱۸:۱۱۰

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ [1]

یقینا ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

اور ہر رسول جب بھی اپنی قوم سے مخاطب ہوئے تو فرمایا:

أُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [2]

تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں۔

یہی بات سیدنا نوح، ہود، صالح، شعیب اور تمام انبیاء کرام نے اپنے قوموں سے فرمائی۔ بعثت کے بعد نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک لوگوں کو توحید اور عقیدے کی اصلاح کی دعوت دیتے رہے اس لیے کہ یہی وہ بنیاد جس پر دین کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ حقیقی داعیان اور مصلحین نے ہر زمانے میں انبیاء علیھم السلام کے اسی نقش قدم کی پیروی کی ہے چناچہ وہ توحید اور عقیدے کی اصلاح کی دعوت سے اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں اس کے بعد دین کے دیگر احکامات کی پیروی کا حکم دیتے ہیں۔

اسلام کی فلک بوس عمارت عقیدہ کی اساس پر قائم ہے۔ اگر اس بنیاد میں ضعف یا کجی پیدا ہو جائے تو دین کی عظیم عمارت کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ نے مکہ معظّمہ میں تیرا سال کا طویل عرصہ صرف اصلاح عقائد کی جد و جہد میں صرف کیا۔ انسانیت کی فوز و فلاح دین اسلام ہے۔ دین اسلام بنیادی طور پر چند عقائد کے مجموعے کا نام ہے۔ جو انسان عقائد پر دل و جان سے ایمان لے آئے اور اپنے عمل سے اس ایمان پر مہر تصدیق بھی ثبت کرے اسے مسلمان کہتے ہیں۔ مگر جب ہم اپنے گرد و پیش دیکھتے ہیں تو صورت حال اس سے مختلف نظر آتی ہے لوگوں کی کثیر تعداد صحیح اسلامی عقائد سے بے خبر ہیں۔ علماء امت نے عقائد و نظریات کی اصلاح کے لیے چھوٹی بڑی بے شمار کتب تصنیف کی ہیں۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ نے بھی امتِ مسلمہ کے ایمان کے تحفظ اور عقائد کی پختگی کے لیے عقائد اسلام پر سینکڑوں کتب تصنیف فرمائیں جن میں باطل فرقوں کے عقائد کا خصوصی طور رد کیا گیا ان میں سے علامہ عبدالحکیم شرف قادری کی عربی تحریر ''من عقائد اهل السنة'' کی یہاں تفصیل بیان کی جاتی ہیں جس میں عقائد اہل سنت و جماعت کو دلائل و براہین سے واضح کیا گیا ہے۔

من عقائد اهل السنة (فضيلة الشيخ محمد عبدالحكيم شرف قادری)

تعارف

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کی یہ عربی کتاب اسلام کے مسلّم، متوارث عقائد و نظریات کے اثبات میں محققانہ، فکر انگیز اور مستند دستاویز ہے۔ کتاب ۳۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یکم ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ/ ۸ ستمبر ۱۹۹۴ء کو مکمل ہوئی اور ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء کو ''مؤسسة

---

[1] الکھف ۱۸:۱۱۰

[2] الکھف ۱۸:۱۱۰

الشرف بلاهور، پاکستان'' سے شائع ہوئی۔

کتاب کی ابحاث

کتاب کی ابتدا میں دنیائے عرب کے عظیم محقق عالم اور بین الاقوامی دینی و مذہبی سکالر علامہ سید یوسف سید ہاشم رفاعی کا مقالہ (العلامۃ الکبیر الشیخ احمد رضا خاں فی المیزان) شامل کیا گیا ہے اس کے بعد حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ جسٹس سپریم کوٹ کا ایک مقالہ شامل کیا گیا ہے نیز محقق رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقالہ'' امام احمد رضا اور ردّ بدعات'' بھی شامل ہے بعد ازاں حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری کے درج ذیل سات مقالات بصورت ابواب شاملِ کتاب ہیں:

۱۔ **الحیاۃ الخالدۃ:** انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی بعد از وصال زندگی

۲۔ **المعجزۃ و کرامات الاولیاء:** انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام رحمھم اللہ علیہ تعالیٰ کو دی ہوئی قدرت اور تصرفات کی تفصیل

۳۔ **حول مبحث التوسل:** مسئلہ توسل کی تحقیق اور مدینہ منورہ میں رہنے والے الشیخ ابوبکر جابر الجزائری کے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی حدیث توسل پر اعتراضات کے جوابات

۴۔ **التوسل و الاستعانۃ:** اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں سے توسل اور استعانت کی تحقیق

۵۔ **مدینۃ العلم:** نبی اکرم ﷺ کے خداداد علوم غیبیہ اور اولیائے کرام کے علوم کی بحث

۶۔ **سیدنا محمد ﷺ نور الحق و اوّل الخلق:** نبی اکرم ﷺ کی نورانیت اور بشریت اور مخلوق ہونے کا بیان نیز سرکار دوعالم ﷺ کے جسد اقدس کے بے سایہ ہونے کی تحقیق

۷۔ **الحبیب فی رحاب الحبیب حاضر و شاھد علیٰ اعمال الامّۃ:** روحِ اعظم ﷺ کی کائنات میں جلوہ گری

سببِ تالیف

علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے یہ کتاب احسان الٰہی ظہیر کی تالیف'' البریلویۃ'' کے رد میں لکھی ہے جس کی وضاحت علامہ موصوف نے یوں کی ہے:

''بعض لوگوں کا مشغلہ ہی اختلافات کو تیز تر کرنا ہے وہ ملت اسلامیہ کی بھلائی اسی میں تصور کرتے ہیں کہ افتراق کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کر دیا جائے اس کی نمایاں ترین مثال لاہور کے احسان الٰہی کی تالیف'' البریلویۃ'' ہے جو غیر ملکی سرمائے کے بل بوتے پر عربی اردو اور انگریزی میں شائع کر کے وسیع پیمانے پر دنیا بھر میں مفت تقسیم کی گئی اور غلط بیانی کی بنیاد پر فرقہ واریت کو فروغ دیا گیا۔

احسان الٰہی ظہیر نے نہ صرف امام اہل سنت و جماعت مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی بلکہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ وہ ایک نئے فرقے کے بانی تھے حالانکہ ان کی تصانیف کی کثیر تعداد مطبوعہ حالت میں موجود ہے جن کے مطالعہ سے کوئی بھی انصاف پسند صاحب قلم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ انہوں نے تمام زندگی قرآن و حدیث اور ارشادات ائمہ

دین کی روشنی میں مسلک اہل سنت اور مذہب حنفی کی تائید وتبلیغ میں صرف کی۔

احسان الٰہی ظہیر نے اہل سنت و جماعت کے چند عقائد بڑے مضحکہ خیز انداز میں اپنی کتاب ''البریلویۃ'' میں پیش کیے ہیں اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ معاذ اللہ! ان عقائد کا قرآن و حدیث اور عقل ونقل سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ بریلویوں کے خودساختہ عقائد ہیں۔ الحمدللہ! راقم نے یہ مسائل قرآن و حدیث اور ائمہ دین کے ارشادات بلکہ ان کی اور علمائے دیو بند کی مسلم شخصیات کے حوالے سے پیش کیے ہیں ان عقائد کے بارے میں زیادہ سے زیادہ کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں انہیں تسلیم نہیں کرتا لیکن کوئی بھی صاحب علم اور صاحب انصاف و دیانت ان کے ماننے والے کو کافر و مشرک قرار نہیں دے سکتا بشرطیکہ غیر جانب دارانہ سوچ کے ساتھ ان مقالات کا مطالعہ کرے۔ [1]

تاثرات

ڈاکٹر سید حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ (استاذ کلیۃ اللغات والترجمۃ، جامعہ ازھر شریف، قاھرہ، مصر) کتاب ''من عقائد اھل السنۃ'' پر تاثرات دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ کتاب جو اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے یعنی ''من عقائد اھل السنۃ'' ان صحیح عقائد کو واضح کرتی ہے جس پر اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے، اس کے مؤلف علامہ شیخ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے بلا شبہ اس علمی اور لائق مطالعہ تحقیق میں بڑی محنت صرف کی ہے، ان کی یہ کوشش عربی لٹریچر کی لائبریری میں اضافہ شمار کی جائے گی، اللہ تعالیٰ حضرت والا کو اس کوشش پر ہر بھلائی عطاء فرمائے۔

حضرت علامہ نے احسان الٰہی ظہیر پر رد کیا ہے جس نے اپنی کتاب ''البریویۃ'' میں اہل سنت و جماعت کے عقائد پر افتراء کیا ہے، علامہ نے قرآن حکیم کی آیات مبارکہ حضور نبی کریم ﷺ کی احادیث، اہل سنت و جماعت کے اجماع، ائمہ کے ارشادات سے استدلال کیا ہے، مثلاً امام بیہقی، امام غزالی، امام رازی، امام قرطبی، علامہ ابن حجر عسقلانی، امام جلال الدین سیوطی، امام مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا خاں رحمہم اللہ تعالیٰ۔'' [2]

استاذ الاساتذہ پیر طریقت مولانا علامہ غلام رسول رضوی (شارح بخاری ومفسر قرآن) تبصرہ فرماتے ہیں:

''میں نے ''من عقائد اہل السنۃ'' کا اول و آخر سے مطالعہ کیا تو ان مباحث کے اعتبار سے اسے بہترین کتاب پایا جن پر یہ کتاب مشتمل ہے، ہمیں اس میں عقائد اہل سنت مختلف ابواب میں مرتب، کتاب وسنت اور ملت اسلامیہ کے علماء و مشائخ کے ارشادات سے ماخوذ ملتے ہیں، اہل سنت و جماعت کے عقائد کتاب وسنت اور سلف صالحین سے ماخوذ ہیں اس کتاب کے مصنف فاضل علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نے ان عقائد پر افتراء کرنے والوں کے شبہات کا ذکر کار د کیا ہے اور ہر مسئلے پر اپنی طاقت داد تحقیق دی ہے اور ان عقائد کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانے والوں کی زبان بند کرنے کے لیے اہل سنت و جماعت کے عقائد کا بہترین دفاع کیا ہے، یہ ان کا اہل سنت پر

[1] شرف قادری، محمد عبدالحکیم، علامہ، من عقائد اھل السنۃ، لاہور: مؤسسۃ الشرف، ۱۹۹۵ء، ص: ۵ تا ۷

[2] ایضاً، علامہ، عقائد ونظریات، لاہور: مکتبہ قادریہ، ۲۰۰۱ء، ص: ۳۸۲۔ ۳۸۳

احسان ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین اجر عطاء فرمائے اور ان کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔ [1]

علامہ غلام جابر شمس مصباحی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مجھے آپ (عبدالحکیم شرف قادری) کی تصنیف ''من عقائد اہل السنۃ'' رضا اکیڈمی ممبئی کے ذریعے موصول ہوئی، میں نے اس میں بے شمار حقائق اور معاندین کو عاجز کرنے والے دلائل دیکھے نیز قیمتی فوائد اور مفید نوادر دیکھے، میری زبان اور قلم اس کا حسن و جمال بیان کرنے سے قاصر ہے، کیونکہ آپ نے اسے بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد فصیح عربی زبان میں لکھا ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کو بلیغ انداز میں کتاب لکھنے کی قدرت اور توفیق عطاء فرمائی ہے۔ صلوۃ وسلام ہو اس ذات اقدس پر جن کے فیضان سے آپ کو تصنیف وتالیف کا عمدہ ذوق اور امام مجدد احمد محدث بریلوی کی تصانیف کا وسیع مطالعہ حاصل ہوا۔

ہمارے شیخ جلیل! آپ نے دور جدید اور قحط الرجال کے زمانے میں اہل سنت و جماعت پر احسان عظیم کیا ہے۔ آپ نے میرے افکار اور عرصۂ دراز سے میرے ذہن میں گردش کرنے والے خیالات کو جامۂ وجود پہنا دیا ہے اور اہل سنت و جماعت کے علماء کے کندھوں سے ایک اہم فریضہ کا بوجھ اتار دیا ہے۔

ہمارے شیخ ذکی! جب میں کوئی عمدہ کتاب یا رسالہ پڑھتا ہوں تو فرحت و مسرت سے میری آنکھیں نم ہو جاتی ہیں میرا یہی حال آپ کی کتاب کی زیارت سے ہوا۔'' [2]

ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور (انڈیا) کے شمارہ مئی ۱۹۹۶ء میں کتاب پر یہ تبصرہ کیا گیا ہے:

چند برس قبل پاکستان کے ایک غیر مقلد مولوی احسان الٰہی ظہیر نے ''البریلویت'' نامی کتاب لکھی جو عربی، اردو اور انگریزی میں برصغیر اور سعودیہ عربیہ میں شائع ہوئی اور سعودی پیٹرو ڈالر کے سہارے لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس کتاب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات اور امام احمد رضا خاں کے احوال ونظریات کو جس مضحکہ اور غیر مہذب انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس کے مطالعے سے حقیقت پورے طور پر مبرہن ہو گئی کہ غیر مقلدیت کی بنیادیں واقعی کذب بیانی اور بہتان تراشی اور رسول دشمنی پر کھڑی کی گئی ہیں۔۔۔۔۔ وقت کی ضرورت اور دینی حمیت نے آواز دی اور حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری ایک مرد مجاہد کی طرح قلم کی تلوار لے کر میدان میں اتر پڑے اور اردو میں ایک انتہائی پر مغز اور مدلل کتاب ''اندھیرے سے اجالے تک'' تصنیف فرمائی جس میں بہتان طرازیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات کو قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت کیا اور امام احمد رضا خاں پر وارد بے بنیاد الزامات کے تارو پود بکھیرتے ہوئے ان کی قد آور اور بلند پایہ شخصیت وفکر کا حقیقی تعارف پیش کیا (چند سال پہلے رضا اکیڈمی، لاہور نے ''اندھیرے سے اجالے تک'' اور ''شیشے کے گھر'' کا مجموعہ البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' کے نام سے شائع کر دیا ہے) اور اسی پس منظر میں ایک انتہائی وقیع عربی کتاب ''من عقائد اہل السنۃ'' تصنیف فرمائی جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔

---

[1] عقائد ونظریات، ص: ۳۸۸

[2] ایضاً، ص: ۳۸۹

پوری کتاب اسلام کے سات اہم عقائد و معمولات پر مشتمل ہے۔ ہر بحث بجائے خود مستقل، تحقیقی اور مبسوط مقالہ ہے۔ ہر موضوع پر ناقدانہ اور سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ بحث کے ہر رخ کو عقلی ونقلی دلائل و براہین سے اتنا واضح اور مستحکم کر دیا گیا ہے کہ کوئی بھی منصف مزاج قاری مصنّف کے مدعائے نگارش پر سر تسلیم خم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ [1]

پیر طریقت مولانا قاضی عبدالدائم دائم مصنف کی عربی زبان پر گرفت اور دسترس پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واللہ! کیا عمدہ کتاب لکھی ہے عالی جناب شرف صاحب نے، جیسے چاندنی کی کرنوں کو سمیٹ دیا ہو یا صبح کے جاں افزاء اجالے کو مجسم کر دیا ہو۔ نور وضیاء کی اس تجسیم کا نام ''من عقائد اہل السنۃ'' عربی زبان کی دلپذیری اور اثر انگیزی تو یوں بھی مسلم ہے مگر فاضل مصنف کی فصاحت و بلاغت اور ان کے قلم کی روانی اور سلاست نے جو غضب ڈھایا ہے اس کی صحیح کیفیت بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ یوں لگتا ہے جیسے دلائل و برہان کا مترنم آبشار گر رہا ہو اور اہل حق کے دلوں کو اپنی نغمگی و آہنگ سے مسحور کر رہا ہو، یا نقد و جرح کی جوئے خار اشگاف بڑھ رہی ہو اور باطل کے گھروندوں کو مسمار کرتی جا رہی ہے۔ فی الواقع اس کو جو کوئی پڑھے گا، بے ساختہ پکار اٹھے گا:

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا [2]

اہل عجم کی اکثریت تو اب بھی بحمد اللہ عقائد اہل سنت کی پیروکار ہے البتہ نجد سے اٹھنے والی سیاہ آندھی نے کچھ عرصے سے عرب ممالک کے ایک حصے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے گرد و غبار کی ایسی چادر تان رکھی ہے کہ انہیں اس سے آگے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے یہ کتاب عربی میں لکھ کر اس تاریک چادر کو نہ صرف ہٹایا ہے بلکہ تار تار کر دیا ہے اور یوں عربی بولنے اور سمجھنے والے پر ایک بڑا احسان کیا ہے۔

تحقیق و تدقیق کے اس مرقع کو پڑھ کر بھی اگر کوئی عربی دان حقیقت تک رسائی حاصل نہ کر سکے اور اپنی سابقہ روش پر ڈٹا رہے تو پھر اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ:

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدُ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا [3]

انتہائی فصیح و بلیغ عربی میں ہونے کی وجہ سے اس شہ پارے کی لذتوں کا بھرپور ادراک تو اہل زبان ہی کر سکتے ہیں تاہم میرے جیسا عربی سے معمولی شد بد رکھنے والا بھی اتنا ہی لطف اندوز ہوا کہ آنکھیں ٹھنڈی ٹھار ہو گئیں اور دل سیراب و شاداب ہو گیا۔ ایسا اچھوتا اور انمول شاہکار پیش کرنے پر اللہ تعالیٰ مصنف علامہ کو جزائے خیر اور ان کے زور قلم کو اور زیادہ کرے۔'' [4]

انداز و اسلوب:

مصنف علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں محققانہ اور متکلمانہ اسلوب بیان اپنایا ہے عنوان کی سرخی قائم کرنے کے بعد زیر بحث مسئلہ کی

---

[1] عقائد ونظریات، ص: ۳۹۰۔۳۹۱
[2] الکھف ۱۸:۱۱۰
[3] الکھف ۱۸:۱۱۰
[4] عقائد ونظریات، ۳۹۸۔۳۹۹

اختصار کے ساتھ تمہیدی وضاحت کرتے ہیں جس میں امت کا متفقہ موقف بیان کرتے ہیں پھر اس مسئلہ پر آیات سے دلائل لاتے ہیں اور کثیر احادیث مسئلہ کی تائید میں لاتے ہیں اور ساتھ ہی ان احادیث کی سند کی پختگی علمائے جرح وتعدیل کے اقوال سے ثابت کرتے ہیں بعد ازاں اہل سنت و جماعت کے اجماع اور ائمہ سلف کے ارشادات واقوال موقف کی تائید میں لا کر عقائد کو واضح اور بیّن کرتے ہیں۔ ائمہ میں امام بیہقی، امام غزالی، امام قرطبی، علامہ ابن حجر عسقلانی، امام جلال الدین سیوطی اور امام مجدد الف ثانی رحمھم اللہ تعالیٰ وغیرھم کے اقوال عام طور پر لاتے ہیں نیز آخر میں اعتراضات نقل کر کے کافی ووافی جوابات بھی دیتے ہیں۔

توسل کی بحث کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

التوسل فی اللغة جعل شئ ذریعة لحصول المقصد أو التقرب منه وفی اصطلاح الشریعة جعل شئ مقبول عند اللہ تعالیٰ ذریعة لقبول الدعاء والصالحون و کذا الاعمال الصالحة مقبولة فی حضرة اللہ تعالیٰ ولهذا اجمع جمهور العلماء علیٰ جواز التوسل باالاعمال الصالحة والذوات الصالحة۔ [1]

لغت میں کسی شے کو مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا توسل کہلاتا ہے۔ شرعی طور پر ایسی چیز کو دعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا توسّل ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت رکھتی ہے، بارگاہِ الٰہی میں اعمال صالحہ اور ذوات صالحہ دونوں ہی مقبول اور محبوب ہیں لہذا دونوں کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے۔

پھر توسل پر بطور دلیل آیت یوں لاتے ہیں:

قال فضیلة الشیخ، المولی ضیاء الدین احمد المدنی خلیفة الامام احمد رضا القادری البریلوی رحمهما اللہ تعالیٰ فی جواب رجل سأله عن دلیل جواز التوسل باالانبیاء والاولیاء، قال: قال تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ [2]

قال ذالك: المراد بالوسیلة الاعمال الصالحة، قال الشیخ: اعمالنا الصالحة مقبولة ام لا؟ قال: لا ادری، قال الشیخ: ورسول اللہ ﷺ مقبول ام لا؟ قال: هو ﷺ مقبول فی جنابه تعالیٰ یقینا۔ قال الشیخ: اذا جاز التوسل با الاعمال الصالحة التی یرتاب فی قبولتها فکیف لا یجوز بحبیب اللہ تعالیٰ ﷺ الذی هو معلوم القبول یقینا۔ فاعجبه هذا الاستدلال۔ [3]

ضیاء مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی خلیفہ امام احمد رضا خاں بریلوی سے ایک شخص نے پوچھا ''توسل کے جواز پر کیا دلیل ہے؟'' انہوں نے فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

---

[1] من عقائد اھل السنة، ص: ۱۴۱

[2] المائدہ ۵:۳۵

[3] من عقائد اھل السنة، ص: ۱۴۱

اس شخص نے کہا کہ ''آیت میں تو وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔'' حضرت نے فرمایا: ''ہمارے اعمال مقبول ہیں یا مردود؟'' اس نے کہا مجھے کیا معلوم؟ حضرت نے فرمایا: ''حضور ﷺ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہیں یا نہیں؟'' اس نے کہا: ''یقینا مقبول ہیں۔'' حضرت نے فرمایا: ''جب اعمال صالحہ کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے جن کی قبولیت مشکوک ہے تو حضور ﷺ کو وسیلہ کیوں نہیں بنایا جا سکتا جو یقیناً مقبول ہیں۔''

بعد از اں علامہ موصوف وسیلہ کے اثبات میں کثیر احادیث لائے ہیں جن میں سید عالم ﷺ سے ولادت باسعادت سے ماقبل توسل، حیات ظاہرہ میں توسل اور بعداز وصال توسل پر دلائل ہیں۔ ولادت سے قبل توسل کے بارے میں حضرت فاروق اعظم کی روایت نقل کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لما اقترف آدم الخطيئة قال: يا رب! اسئلك بحق محمد لما غفرت لى، فقال الله: يا آدم و كيف عرفت محمداً ولم اخلقه؟ قال يا ربّ! لانك لما خلقتنى بيدك ونفخت فى من روحك رفعت راسى فرايت على قوائم العرش مكتوباً لا اله الا الله محمد رسول الله، فعلمت انك لم تضف الى اسمك الا احب الخلق اليك فقال الله: صدقت يا آدم انه لاحب الخلق الى ادعنى بحقه فقد غفرت لك، ولو لا محمد ما خلقتك هذا حديث صحيح الاسناد [1]

جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے دعا مانگی:

اے میرے رب میں تجھ سے محمد مصطفی ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے آدم! تم نے محمد مصطفی ﷺ کو کیسے پہچانا؟ حالانکہ میں نے انہیں بھی (وجود عنصری کے ساتھ) پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا! اے میرے رب! جب تو نے میرا جسم اپنے وسعت قدرت سے بنایا اور میرے اندر روح خاص پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا کیا دیکھتا ہوں کہ عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے، پس میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس ہستی کا نام لکھا ہوا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں تم مجھ سے ان کے وسیلے سے دعا مانگو میں نے تمہاری مغفرت فرما دی اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ فرماتا۔

پھر حیات ظاہرہ میں توسل کے بارے میں حدیث لاتے ہیں:

وفى المعجم الكبير والاوسط عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه قال: لما ماتت فاطمة بنت اسد، ام على بن ابى طالب رضى الله تعالى عنه امر رسول الله ﷺ بحفر قبرها، ثم اضطجع فيه وقال: الله الذى يحى ويميت وهو حى لا يموت، اغفر لامى فاطمة بنت اسد ووسع عليها مدخلها بحق نبيك

[1] نیشاپوری، الحاکم، المستدرک، کتاب التاریخ، بیروت: دار الفکر، س۔ن، ۲/ ۶۱۵

والانبیاء الذین من قبلی فانك ارحم الرحمین [1]

فقد دل الحدیث علی ان التوسل به ﷺ فی حیاته الظاهرة یجوز و کذا با الانبیاء علیهم الصلاۃ والسلام بعد وفاتهم۔ [2]

حضرت علی المرتضٰی کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہ کے وصال پر حضور ﷺ نے اسامہ بن زید، حضرت ابو ایوب انصاری اور ایک سیاہ فام غلام کو قبر کھودنے کا حکم دیا جب لحد تک پہنچے تو حضور انور ﷺ نے بنفس نفیس لحد کھودی اور اپنے ہاتھوں سے مٹی نکالی جب فارغ ہوئے تو قبر میں لیٹ گئے اور پھر یہ دعا مانگی:

اللہ تعالیٰ زندگی اور موت دیتا ہے وہ زندہ ہے اور اس کے لیے موت نہیں میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اپنے نبی اور مجھ سے پہلے نبیوں کے طفیل اس کی قبر کو وسیع فرما، بے شک تو سب سے بڑا رحم والا ہے۔''

اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کی حیات میں اور دیگر انبیاء کے وصال کے بعد بارگاہ الٰہی میں وسیلہ پیش کرنا ثابت ہوتا ہے۔

پھر بعد از وصال توسل پر دلیل لاتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال العلامة القسطلانی ناقلا عن ابن منیر: لما مات ﷺ طاشت العقول۔۔۔وکان اثبتهم ابو بکر، جاء وعیناه تهملان وزفراته تردد وغصصه تتصاعد وترفع فدخل علی النبی ﷺ فا کب الثوب عن وجهه وقال: طبت حیا ومیتا (الی أن قال):

ولو ان موتك کان اختیارا الجدنا لموتك بالنفوس اذ کرنا یا محمد عند ربك ولنکن من بالك [3]

امام قسطلانی ابن منیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو حضور ﷺ کے وصال کی اطلاع ملی تو روتے ہوئے حاضر ہوئے اور چہرۂ انور سے کپڑا اٹھا کر یوں عرض کرنے لگے:

''اگر آپ کی موت میں ہمیں اختیار دیا جاتا تو ہم آپ کے وصال کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیتے، حضور ﷺ اپنے رب کے پاس ہمیں یاد کرنا اور ہمارا خیال ضرور رکھنا''۔

پھر اجماع صحابہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اخرج ابن سعد (المتوفی ۲۳۰ھ) عن سلیم بن عامر الخبائری:

ان السماء قحطت فخرج معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنه واهل دمشق یستسقون فلما قعد معاویة علی المنبر قال أین یزید ابن الاسود الجرشی؟ قال: فناداه الناس فاقبل یتخطی فامره معاویة

---

[1] السمھودی، نور الدین علی بن احمد، وفاء الوفاء، بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن، ۳/۸۹۹

[2] من عقائد اهل السنہ، ص: ۱۳۶

[3] العسقلانی، احمد بن محمد، الامام، المواھب اللدنیہ مع الشرح الزرقانی، ۸/۳۲۲

فصعد المنبر فقعد عند رجليه فقال معاوية: اللهم انا نستشفع اليك اليوم بخيرنا و افضلنا اللهم انا نستشفع اليك بيزيد الاسود الجرشي يا يزيد: ارفع يديك الى الله، فرفع يزيد ورفع الناس ايديهم فما كان اوشك ان ثارت سحابة في المغرب وهبت لها ريح فسقينا حتى كاد الناس لا يتصلون الى منازلهم۔ [1]

و كان هذا التوسل بمجتمع الصحابة التابعين ولم ينكر عليه احد وهذا اجماعهم على استحسان التوسل بذات ولي من الاولياء وفيه توسل الافضل بالمفضول۔ [2]

حضرت سلیم بن عامر خبائری راوی ہیں:

''بارش نہیں ہوئی تو حضرت معاویہؓ اور اہل دمشق بارش کی دعا کے لیے باہر نکلے جب حضرت معاویہ ممبر پر بیٹھے تو فرمایا: یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ پھلانگتے ہوئے آئے اور حضرت امیر معاویہ کے حکم سے وہ ممبر پر چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے، حضرت امیر معاویہ نے دعا مانگی: اے اللہ! آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کی سفارش پیش کرتے ہیں، اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کی سفارش پیش کرتے ہیں۔

یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ! انہوں نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زوردار بارش شروع ہوگئی یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہوگیا''۔

اس اجتماع میں صحابہ کرام بھی موجود ہیں، تابعین بھی حاضر ہیں ان میں سے کسی ایک نے ایک مرد صالح کے وسیلے سے دعا مانگنے پر اعتراض نہیں کیا یہ بھی ان حضرات کا توسل کے جواز پر اجماع ہے۔

پھر ائمہ اربعہ کے اقوال سے توسل پر دلائل ذکر کرتے ہیں:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ عرض کرتے ہیں:

یا مالکی کن شافعی فی فاقتی	انی فقیر فی الوری لغناك
یا اکرم الثقلین یا کنز الوری	جد لی بجودك وارضنی برضاك
انا طامع بالجود منك ولم یکن	لابی حنیفة فی الانام سواك [3]

اے میرے مالک! آپ میری حاجت میں شفیع ہوں

میں تمام مخلوق میں آپ کے غناء کا فقیر ہوں

اے جن وانس سے زیادہ کریم! اے مخلوق کے خزانے!

[1] ابن سعد، الامام، الطبقات الکبیر، بیروت: دار صادر، س۔ن، ۷/ ۴۴۴

[2] من عقائد اھل السنہ، ص: ۱۵۷

[3] نعمان بن ثابت، القصیدۃ النعمانیہ فی مدح خیر البریہ، دار الغریب للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۲۰۰۳ء

مجھ پر احسان فرمائیں اور اپنی رضا سے مجھے راضی فرمادیں

میں آپ کی بخشش کا امیدوار رہوں اور آپ کے سوا مخلوق میں ابوحنیفہ کا کوئی نہیں۔

مصادر و مراجع

علامہ موصوف نے اپنی اس کتاب میں قرآن وحدیث کو اصل ماخذ بنایا ہے۔ آیات کی تفسیر میں تفسیر ابی السعود للامام محمد العمادی، تفسیر البیضاوی لعبداللہ بن عمر البیضاوی، تفسیر الجلالین للامام عبدالرحمن السیوطی، تفسیر فتح العزیز لشاہ عبدالعزیز الدھلوی، تفسیر فتح القدیر لمحمد بن علی الشوکانی، التفسیر الکبیر للامام محمد بن عمر الرازی، تفسیر مظھری للقاضی محمد ثناء اللہ البانی پتی، تفسیر النسفی للامام عبداللہ بن احمد النسفی، تفسیر روح البیان للعلامہ اسماعیل الحقی اور روح المعانی للسید محمود الآلوسی سے کثیر استفادہ کیا ہے۔ جبکہ حدیث کی شروحات میں عمدۃ القاری للعلامہ محمود بن احمد العینی، فتح الباری للامام احمد بن حجر العسقلانی اور فیض الباری لمحمد انور شاہ الکشمیری شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے کثیر کتب سیرت، کتب عقائد، کتب تاریخ اور کتب فتاویٰ کو ماخذ ومصدر بنایا ہے۔

متفرق کتب کا مطالعہ

جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ نے جملہ علوم وفنون پر بے شمار کتب تصنیف کی ہیں۔ جملہ علوم وفنون کی تمام کتب کا تعارف وتفصیل بیان کرنا کارِدارد۔ یہ مختصر مقالہ ان تمام تفاصیل کے ذکر کا متحمل نہیں۔ یہاں صرف دو کتب کا بیان کیا جاتا ہے:

۱۔ مرآۃ التصانیف ۲۔ تذکرۂ اکابرِ اہلسنت

مرأۃ التصانیف (شیخ الحدیث حافظ محمد عبدالستار سعیدی)

تعارف

یہ کتاب ۳۳۶ صفحات پر مشتمل ہے جو ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ/ اکتوبر ۱۹۸۰ء کو مکمل ہوئی اور مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے نومبر ۱۹۸۰/ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ کو شائع ہوئی اس کتاب میں ۱۸۷۰ اہل قلم کی **۵۸۱۸** تصانیف کا اجمالی تعارف پیش کیا گیا ہے۔

سبب تالیف

حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کتاب کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ کتاب مولانا حافظ محمد عبدالستار قادری چشتی فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کی سالہا سال کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے، ابتدائً انہوں نے تنظیم المدارس کے درجۂ حدیث کے امتحانات کے لیے ایک مقالہ لکھا تھا جس میں تیرہویں اور چودھویں صدی کے ایک سو علماء اہل سنت کی پانچ سو ایسی تحقیقی تصنیفات کی فہرست تیار کرنا تھی جو اختلافی مباحث سے متعلق نہ ہوں بعد میں مولانا مفتی محمد عبدالقیوم قادری ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اور حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری صدر مرکزی مجلس رضا لاہور کے ایماء پر اس کام کو مزید آگے بڑھایا اور طے یہ پایا کہ اس میں اختلافی مباحث پر کتابوں کو بھی شامل کیا جائے کیوں کہ یہ کتابیں نہ صرف علمی سرمایہ بلکہ ہمارے دین وایمان کی حفاظت کے لیے گرانقدر ذخیرہ ہیں۔'' [1]

تاثرات علمائے کرام

کثیر تعداد میں علمائے کرام نے کتاب کے بارے اپنے تاثرات دیے ہیں یہاں چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری فرماتے ہیں:

زیر نگاہ تصنیف لطیف ''مرأۃ التصانیف'' تاریخی نوعیت کی واحد کتاب ہے جسے آپ نے ۱۹۷۵ء میں قلمبند فرمایا اور جس میں تیرھویں، چودھویں صدی ہجری میں پاک و ہند کے پانچ سو ستر سنی اہل قلم کی **۵۸۱۸** تصانیف کا اجمالی تعارف ہے آپ کے اس کارنامہ کو پاک وہند کے علمائے اہل سنت نے بنظر استحسان دیکھتے ہوئے خراج تحسین وتبریک پیش کیا۔ [2]

---

۱ مرآۃ التصانیف، ص:۱۱
۲ ایضاً، ص: ۱۳

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اپنے تاثرات تحریر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''مولانا حافظ محمد عبدالستار قادری چشتی نے وسائل نہ ہونے کے باوجود یہ عظیم کارنامہ اپنی شب وروز کی محنت وکاوش سے انجام دیا ہے۔جس سے بلاشبہ وہ مبارک باد کے مستحق ہیں بلکہ ان کی یہ کوشش اس لائق ہے کہ انہیں یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹریٹ (پی، ایچ، ڈی) کی ڈگری دی جائے۔'' [۱]

علامہ محمد صدیق ہزاروی آپ کے بارے میں یوں اظہار حقیقت فرماتے ہیں:

''مولانا قادری صاحب ایک ذہین، محنتی، سنجیدہ اور درویش منش عالم دین ہیں۔نوجوان فضلاء میں ایک امتیازی حیثیت کے مالک ہیں اپنے مقصد سے جنون کی حدتک محبت ولگن کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے جس کا زندہ ثبوت ''مرآۃ التصانیف'' کی ترتیب ہے یہ بلاشبہ ان کی بلند ہمتی اور خلوص کا نتیجہ ہے۔'' [۲]

جناب راجہ راشد محمود (ایم۔اے)، مدیر نعت لاہور ''مرآۃ التصانیف'' پر اپنے خیالات کو نظم کا جامہ پناتے ہوئے یوں گویا ہیں:

عرق ریزی، ژرف بینی نظر آتی ہے جو اس میں
اسے فاضل مؤلف کا خلوص بے بہاں کہیے
کیا جو کام مولینا نے فہرست سازی کا
خلوص دل سے اے محمودؔ! اس پر مرحبا کہیے [۳]

حضرت علامہ سید شریف احمد شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مرآۃ التصانیف'' کی پہلی اشاعت پر ایک منظوم تاریخی قطعہ میں ان کلمات سے نوازا:

بحمد اللہ کتابے مستطابے	ز ''مرأت التصانیفِ'' بزرگاں
ز تالیفِ جناب عبدستار	زہے آں حافظ قرآن ذیشاں
تصانیف مقدس اہل سنت	بیاں کردہ برائے اہل ایماں

شرافت جست از سال طباعت
بگفتا ہاتفش ''مہر درخشاں''
(۱۴۰۰ھ) [۴]

---

[۱] مرآۃ التصانیف، ص:۱۱
[۲] ایضاً، ص:۴
[۳] ایضاً، ص:۱۴
[۴] ایضاً، ص:۱۳

اسی طرح محترم جناب ابوطاہر فدا حسین فدا (مدیر مہر و ماہ لاہور) یوں گنگنائے:

جناب حافظ والا گُہر کی یہ تصنیف
ہے اک مرقع تحقیق و فکروفن کا نمو [1]

کتاب کے مضامین کی تفصیل

کتاب کی ابتداء میں ایک ضخیم مقدمہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کا شامل ہے جس میں فن فہرست سازی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔علامہ موصوف نے کتاب کو ۳۶ موضوعات پر تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

ا۔تفسیر، اصول تفسیر، تراجم قرآن پاک	۲۔حدیث، اصول حدیث، حجیت حدیث، اسماء الرجال
۳۔سیرت النبی ﷺ	۴۔فقہ واصول فقہ
۵۔عقائد وکلام	۶۔تصوف، اخلاق، تہذیب وتمدن، اصلاح معاشرہ
۷۔تجوید، قرأت، رسم الخط (قرآنی)	۸۔میراث
۹۔جہاد	۱۰۔معاشیات، اقتصادیات
۱۱۔صرف	۱۲۔نحو
۱۳۔ادب، دیوان، شعر، نعت، نظم، غزل، مثنوی،	۱۴۔معانی، بیان، بدیع تحقیق وتنقید
۱۵۔عروض وقوافی	۱۶۔لغت
۱۷۔سیاست	۱۸۔سائنس
۱۹۔فہارس	۲۰۔منطق
۲۱۔فلسفہ	۲۲۔ریاضی، اوفاق، تکسیر، ہندسہ، مثلث، جبر ومقابلہ،
۲۳۔ہیئت زیجات، لوگارثم، ارثماطیقی	۲۴۔جفر ونجوم
۲۵۔توقیت وتقویم	۲۶۔طب، ڈاکٹری، ہومیوپیتھک، ایلوپیتھک
۲۷۔خطاطی، رسم الخط (عمومی)	۲۸۔تاریخ وتذکرہ، سوانح، انساب، سفرنامہ
۲۹۔فضائل ومناقب	۳۰۔متفرقات
۳۱۔وہابیت، دیوبندیت، خارجیت، مودودیت،	۳۲۔ردمرزائیت خاکساریت، تبلیغی جماعت، اورندوۃ کارد
۳۳۔ردشیعہ	۳۴۔ردعیسائیت
۳۵۔ردنیچریہ، آریہ، ہنود، پرویز	۳۶۔وعظ وخطابت

[1] مرآۃ التصانیف، ص: ۱۴

ہر موضوع سے متعلق کتابوں میں الفبائی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کتابت کے بعد بعض کتابوں کے بارے میں معلومات فراہم ہوئیں، انہیں ضمیمے میں شامل کر دیا گیا ہے، ضمیمہ ۱۷۶ کتابوں پر مشتمل ہے۔

آخر میں مصنفین کے اسماء کا اشاریہ دیا گیا ہے اس طرح تمام مصنفین کی فہرست یکجا کر دی گئی ہے۔ اس سے کسی ایک مصنف کی جملہ تصنیفات یکجا معلوم کرنے میں آسانی رہے گی۔ اشاریہ سے پہلے ماخذ کی فہرست بھی دی گئی ہے۔

موضوع کی اہمیت

مسلمانوں نے زبان و قلم دونوں سے علم کی بے پناہ خدمت کی ہے، انہوں نے نہ صرف قدیم علوم کو آگے بڑھایا بلکہ انہوں نے بہت سے نئے علوم سے دنیا کو متعارف کرایا اور جدید علوم وفنون میں مسلسل اضافہ کرتے رہے۔ ان علوم وفنون میں کتب کی فہرست سازی کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ مسلمان اہل قلم نے اس فن کی ضرورت واہمیت کو بہت پہلے سمجھ لیا تھا اور اس موضوع پر کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ ہمارے پاس ابوالفرج محمد بن اسحاق المعروف با بن ندیم (م ۳۸۵ھ) کی فہرس العلوم موجود ہے۔ جو چوتھی صدی ہجری میں لکھی گئی تھی۔ مگران سے پہلے بھی ابومحمد احمد بن طیفور بغدادی (م ۲۸۰ھ) تیسری صدی ہجری میں اس فن پر اپنی تصنیف ''اخبار المولفین والمولفات'' مرتب کر چکے تھے اور عبدالحیٔ حبیبی کے بیان کے مطابق دوسری صدی ہجری میں کتب خانہ غزنی میں موجود کتب کی فہرست مرتب ہو چکی تھی۔

دوسری صدی سے لے کر آج تک مسلمان مصنفین کا یہ پسندیدہ موضوع رہا ہے اور اس فن پر بے شمار کتابیں ترتیب دی جا چکی ہیں جن میں قرآن وحدیث، فقہ اور دیگر علوم وفنون کی فہرستیں شامل ہیں۔ مخطوطات کی فہرستیں ہیں۔ مطبوعہ کتب کی فہرستیں ہیں اور اس سے آگے بڑھ کر بعض اوقات ایک مصنف کی تصانیف کی فہرستیں بھی مرتب ہو چکی ہیں۔ ایسے کثیر التصانیف مصنفین میں سے شیخ ابن تیمیہ، شیخ جلال الدین سیوطی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تصانیف کی فہرستیں نظر سے گزری ہیں۔

برصغیر میں لکھی جانے والی کتب اور ان کے مصنفین کی بھی بعض فہرستیں ترتیب دی گئی ہیں لیکن اس میدان میں ابھی بہت سا کام باقی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ علوم وفنون کے بارے میں برصغیر کے اہل قلم کی خدمات دنیا کے کسی بھی خطے سے کم نہیں ہیں لیکن برصغیر کے علمی جواہر پارے گم نامی کا شکار ہیں اور پوری طرح منظر عام پر نہیں آئے۔

اس اہم ضرورت کو جناب مولانا حافظ محمد عبدالستار قادری چشتی نے شدت سے محسوس کیا ''مرأۃ التصانیف'' کی پہلی جلد مرتب کر کے شائع کی۔ یہ کتاب برصغیر کے تیرہویں اور چودھویں صدی کے مصنفین کی کتابوں کی نشاندہی کرتی ہے۔

انداز اسلوب

فاضل مولف نے یہ طریقہ کار اپنایا ہے کہ کتب کو موضوعات کے مطابق تقسیم کیا ہے اور موضوعات کو ان کے دینی مقام واہمیت کے مطابق اپنی اپنی جگہ رکھا ہے۔ چنانچہ تفسیر، اصول تفسیر اور تراجم قرآن حکیم پہلا موضوع ہے جبکہ وعظ وخطابت کو کتاب کا آخری موضوع ہونے کا مقام حاصل ہے۔ موضوعات کے تعلق سے فاضل مصنف نے علوم وفنون اسلامی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔ اس لیے بنیادی دینی علوم کے ساتھ ساتھ ان کے موضوعات میں معاشیات، سیاسیات، ریاضی ہندسہ، ہیئت اور جفر ونجوم تک سبھی موضوعات شامل ہیں اور

مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لیے بھی ایک باب مخصوص ہے۔ موضوع کی نشاندہی کرنے کے بعد فاضل مرتب نے اس میدان میں میسر کتب کو حروف تہجی کی ترتیب سے بیان کیا ہے۔ ہر کتاب کے بارے میں بنیادی معلومات مہیا کر دی ہیں۔ چناچہ ہر کتاب کا مکمل نام، اس کے مصنف، مرتب یا مترجم کا پورا نام، طابع یا ناشر کا نام و پتہ، سن طباعت کتاب کے صفحات نیز کیفیت کے خانے میں کتاب کے مندرجات کا بھی مختصر ذکر ملتا ہے۔ فاضل مرتب نے اس امر کا بھی اہتمام کیا ہے کہ زیر نظر کتاب کے بارے میں انہیں معلومات جس ذریعے سے حاصل ہوئیں ہیں وہ ذریعہ بھی حوالہ کے خانہ میں بیان کر دیا ہے جس سے مرأۃ التصانیف کی افادیت اور پختگی میں اضافہ ہوا ہے۔

خصوصیات

علامہ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی کی تصنیف لطیف ''مرآۃ التصانیف'' کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ اس کتاب کے ذریعے سے **۸۷۰** اہل قلم کی **۵۸۱۸** کتب کے نام محفوظ ہو گئے ہیں جو تحقیقی میدان میں کام کرنے والوں کے لیے بہت معاون و مددگار ثابت ہوگی۔

۲۔ کتاب کے ذریعے تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں علوم وفنون اسلامیہ کے بارے میں برصغیر کی کاوشیں یکجا ہو کر سامنے آ گئی ہیں۔

۳۔ کتاب میں ہر موضوع کی کتب کو الگ الگ تقسیم کیا گیا ہے۔ نیز الف بائی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے یوں ہر موضوع پر اچھی خاصی کتب ایک مقام پر یکجا ہو گئی ہیں۔

۴۔ کتاب کے بارے میں معلومات جس ذریعہ سے حاصل ہوئی ہیں وہ ذریعہ بھی حوالہ کے خانہ میں بیان کر دیا ہے جس سے مرآۃ التصانیف کی افادیت اور معلومات کی پختگی میں اضافہ ہوا ہے۔

۵۔ کتاب کے آخر میں مصنفین کے اسماء کا اشاریہ بھی دیا گیا ہے اس طرح مصنفین کی فہرست یکجا کر دی گئی ہے اور ہر مصنف کی تمام کتب کا صفحہ نمبر بھی نام کے ساتھ درج کر دیا گیا ہے جس سے ایک مصنف کی تمام تصانیف کتاب میں آسانی سے تلاش کی جا سکتی ہیں۔

اس تصنیف کے مطالعہ سے چند باتیں کھٹکتی ہیں:

۱۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس فہرست میں متعلقہ کتاب کی زبان درج نہیں ہوتی۔ جس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ کتاب کس زبان میں ہے۔ اگر کتاب کی زبان درج ہو تو مختلف زبانوں میں برصغیر کے علماء کی خدمات واضح ہو جائیں۔

۲۔ مطبوعہ کتاب عام طور پر بڑے بڑے کتب خانوں میں موجود ہوتی ہیں مگر مخطوطات کے بارے میں عام طور پر معلومات کا حصول بہت دشوار ہوتا ہے کہ وہ کس جگہ محفوظ ہیں۔ اگر فاضل مؤلف غیر مطبوعہ کتب کے بارے میں اس امر کی نشاندہی کرتے کہ وہ کس جگہ موجود ہیں تو زیادہ مفید ہوتا۔

۳۔ ہمارا دینی ادب نظم و نثر دونوں صورتوں میں محفوظ ہے۔ اس فہرست سے ایسی معلومات بھی عام طور پر نہیں ملتیں کہ زیر نظر کتاب نثر

میں ہے یا نظم میں۔

۴۔ مأخذ ومصادر کا اندراج کرتے وقت جو معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں اس کا جدید طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے مصنف کا نام لکھا جاتا ہے پھر اس کی تصنیف کا مکمل نام درج ہوتا ہے کتاب کے ناشر کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ نیز کتاب کا ایڈیشن اور سن طباعت بھی درج ہوتا ہے جبکہ زیر تبصرہ کتاب کے ماخذ میں یہ معلومات پوری طرح سے درج نہیں ہیں۔

مآخذ ومصادر

علامہ موصوف نے اپنی کتاب میں کتب تذکرہ وسوانح اور تاریخ کو اہم ماخذ بنایا ہے۔

کتب تذکرہ وسوانح میں تذکرہ علمائے اہل سنت از محمود احمد قادری، تراجم علمائے حدیث ہند از ابو یحیٰی امام خان نوشہری، تذکرہ علمائے اہل سنت والجماعت لاہور از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، سوانح اعلحضرت مولانا شاہ احمد خاں بریلوی از مولانا بدرالدین احمد رضوی، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند (پنجاب یونیورسٹی)، تاریخ مشائخ چشت از پروفیسر خلیق احمد نظامی، تذکرہ علمائے ہند از مولانا رحمن علی، حیات ولی از مولانا رحیم بخش دہلوی، حیات اعلحضرت از مولانا ظفرالدین بہاری، سوانح سراج الفقہاء از مولانا عبدالحکیم شرف قادری، حکمائے اسلام از مولانا عبدالسلام ندوی، مرادالعاشقین از مولانا غلام دستگیر نامی، الیواقیت المہر یہ از مولانا مہر علی چشتی، احوال وآثار عبداللہ خویشگی از مولانا پروفیسر محمد اقبال مجددی، احوال وآثار سید شرافت نوشاہی از مولانا پروفیسر محمد اقبال مجددی، تذکرہ علمائے ہند از پرفیسر محمد ایوب قادری، تذکرہ مشائخ قادریہ از میاں محمد دین کلیم قادری، اکابر تحریک پاکستان از مولانا محمد صادق قصوری، تعارف علمائے اہل سنت از مولانا محمد صدیق ہزاروی، تذکرہ علمائے اہل سنت از مولانا محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے ہند اردو ترجمہ (مقدمہ) از ڈاکٹر معین الحق خاص طور پر شامل ہیں۔

علاوہ ازیں مجلّات، علماء سے بالمشافہ گفتگو اور علماء ومشائخ اور دانشوروں کے مکاتیب بنام مصنف اہم ماخذ ہیں۔

تذکرہ اکابر اہل سنت (شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری)

تعارف

یہ کتاب ۵۷۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب میں ان خیار امت کا تذکرہ ہے جنہوں نے ملت اسلامیہ کے تحفظ، سربلندی اور علوم دینیہ کی ترویج واشاعت کی خاطر اپنی زندگی کے شب وروز صرف کیے، جنہوں نے مسلمانوں کے ایمان وعلم کو قوت وتازگی بخشی، اپنے علم وعمل سے غیر مسلم اقوام کے اذہان پر دین اسلام کی صداقت اور ہمہ گیری کے انمٹ نقوش ثبت کیے۔ ان کی کیمیاء اثر نگاہ سے لاتعداد غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور بے شمار گم گشتگان بادیۂ ضلالت راہِ ہدایت پا گئے۔

صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کو ان اکابر ملت پر بجا طور پر فخر حاصل ہے جنہوں نے باطل کے سرکش طوفانوں کے باوجود ناسازگار حالات میں بھی شمع اسلام کو روشن رکھا۔ یہی وہ مردان حق ہیں جنہوں نے پرچم اسلام کو بلند رکھا اور بلا خوف وخطر باطل کی

طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔ان کی یاد قیامت تک دلوں کو عزم و ہمت اور بلند حوصلہ بخشتی رہے گی۔ان کے کارنامے ابتلا و آزمائش کے ہر دور میں ہمیں دعوت عمل دیتے رہیں گے اور استقامت واستقلال کا سبق یاد دلاتے رہیں گے۔

اس تذکرہ میں مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے دور آخر (تیرھویں اور چودھویں صدی) کے ۱۷۸ علماء کا ذکر کیا گیا ہے جو وصال فرما چکے ہیں کیوں کہ اس علاقے کے علمائے کرام کے حالات اور علمی کارناموں کے محفوظ کرنے کی طرف بہت ہی کم توجہ دی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۷۳ کو مکمل ہوئی اور مکتبہ قادریہ لاہور سے شائع ہوئی۔

سبب تالیف

علامہ غلام رسول سعیدی کتاب کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

زمانے کے تقاضے ہر دور میں مختلف طور اختیار کرتے رہتے ہیں اور ابلیس نے فواحش ومنکرات کو ہر زمانے میں نت نئے انداز سے پیش کیا ہے اس لیے غوایت وضلالت کے اس طوفان کو فرو کرنے کے لیے رشد وہدایت بھی اس دور میں اس کے تقاضوں کی مناسبت سے ہونی چاہیے تاکہ برائی جس رنگ میں بھی آئے اسے مٹایا جاسکے۔اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں نے ہر دور میں امت کی دستگیری کی ہے، بے راہ روی کے سیلاب کو روکنے کے لیے وقت اور ماحول کے مناسب طریقے اختیار کیے ہیں، جابرہ اور باطل قوتوں کے سامنے عواقب ونتائج کی پرواہ کیے بغیر سینہ سپر ہوگئے ہیں۔

جب نیک چلنی اور پاکیزہ سیرت کی تعمیر کے لیے تلقین کی جائے تو بعض آزاد منش لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جناب آپ صحابہ اور تابعین کے دور کی بات کرتے ہیں وہ زمانہ اور تھا اس زمانے میں سادگی تھی، عیش وعشرت کے موجودہ وسائل نہ تھے، تہذیب وتمدن کی یہ گہما گہمی، آرٹ اور کلچر کی یہ سحر کاری اور کلبوں کے رت جگے نہ تھے، جسمانی تراش خراش، جسم سے چپکے ہوئے فیشن ایبل لباس، ریڈیو اور ٹی وی کی فسوں کاریاں، کچھ بھی تو نہ تھا۔اس زمانے میں حسن بصری کا زہد، بایزید کی پارسائی اور علی ہجویری کا تقویٰ، سب کچھ ممکن نہ تھا لیکن اس دور کے قیامت خیز فتنوں اور رنگین طوفانوں کے درمیان ایسی سیرت کی تعمیر کے لیے امید نہیں کی جاسکتی۔

اس قسم کی باتیں کرنے والوں کو منکرات سے روکنے اور انہیں جادۂ استقامت پر لانے کے لیے ان لوگوں کا تعارف کرانا ضروری ہے جنہوں نے حال کے اندھیروں میں پاکیزہ سیرت کی شمع روشن کی ہے، جنہوں نے رنگ ونور کے اس سیلاب اور آوارگیٔ حسن کے اس تلاطم میں اپنے دامن کے تقدس کو برقرار رکھا۔آج جو لوگ حرص وہوا کے راستہ پر آنکھیں بند کرکے سرپٹ دوڑ رہے ہیں انہیں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اگرچہ باطل کی سرگرمیاں عام اور ابلیسی سازشیں عروج پر ہیں لیکن بندگان حق پرست سے یہ دنیا خالی نہیں ہوئی، اگر چشم بینا ہو تو دیکھو، اس دنیا میں حرص وہوا کے اسی بازار میں بایزید کی عفت بھی، جنید کی نابت اور زنجانی وعلی ہجویری کا تقویٰ بھی ہے۔

اس سبب سے ضرورت تھا کہ ان پاکانِ خدا کی سیرت سے نوجوانوں کو روشناس کیا جائے جو بے راہ روی اور بدمستی کے حالیہ طوفانوں میں روایات اسلاف پر چٹان کی طرح ثابت رہے جنہوں نے زمانہ کے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا۔ابلیس کا پھینکا ہوا کوئی

پھندا جنہیں شکار نہ کرسکا اور فراعنۂ عصر میں کسی کا دبدبہ جنہیں مرعوب نہ کرسکا وہ مردان حق پرست جنہوں نے ساحران افرنگ کا طلسم توڑا،

تہذیب نو کے آذروں کو للکارا، جہالت کی وادیوں میں علم وحکمت کی قندیلیں روشن کیں۔ کتاب وسنت کی ہدایت سے ملت کی آبیاری کی جو انگریز کی تہذیب اور اس کی اقتداء دونوں سے بیک وقت برسرِ پیکار رہے۔ انہیں مردان خدا کی سیرت کو آج جاننے کی ضرورت ہے، انہیں کے کردار اور عمل کی روشنی سے حال کے بگڑے خدوخال درست کیے جاسکتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے تیرھویں اور چودھویں صدی کے ایسے ہی علماء اور صلحاء کا تذکرہ ترتیب دیا ہے۔ مولانا نے اس ترتیب کے ان اسلاف کے حالات کو جمع کیا ہے جنہوں نے اس دور کے تازہ فتنوں کے خلاف آواز اٹھائی اور جنگ آزادی میں مجاہدانہ کارنامے انجام دیے ہیں۔ یوں تو برصغیر کے گوشہ گوشہ میں ایسے علماء حق اور درویش صفت بزرگ موجود تھے جنہوں نے قریہ قریہ رشد و ہدایت کے مینار کھڑے کر دیے لیکن مولانا نے اس تذکرہ میں صرف ان بزرگانِ امت کا ذکر کیا ہے جو ارض پاک سے تعلق رکھتے ہیں۔[1]

تاثرات علمائے کرام

حضرت مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری کتاب کے بارے اپنے تاثرات دیکھتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

مکتبہ حامدیہ، میں آنجناب کی تازہ ضخیم، معلوماتی اور ایمان افروز تصنیف **تذکرہ اکابر اہل سنت** دیکھی۔ فہرست کا مطالعہ کیا، مختلف مقامات سے کتاب پڑھی، تو دل سے بار بار دعائیں نکلیں۔

اللہ کرے حسن قلم اور زیادہ

اردو زبان میں صرف ماضی قریب کے پاکستانی علمائے حق و اکابر ملت کا یہ تذکرہ رحمت خداوندی کے خوشنما پھولوں کا حسین گلدستہ ہے جس سے اہل حق کے دل و دماغ جہاں مدتوں معطر ہوتے رہیں گے، وہاں آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور کی دولت میسر آتی رہے گی۔ اس مفید اور کامیاب پیشکش پر میرے جیسے سراپا معصیت کی دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔

امید ہے کہ دوسری جلد کی تیاری شروع کر دی ہوگی اور شاید وہ ہندوستان کے اکابر اہل سنت کا تذکرہ ہوگا۔ یہ کاوش اکابر سے وابستگی کا بین ثبوت اور ان کی بہت بڑی خدمت ہے۔[2]

خواجہ رضی حیدر ڈپٹی (ڈائریکٹر قائداعظم اکیڈمی، کراچی) اپنی نگارشات یوں بیان کرتے ہیں:

تذکرۂ اکابر اہل سنت روح کی بالیدگی اور قلب کی روشنی کا باعث ہوا۔ آپ نے جس خلوص اور محبت کے ساتھ اس کی ترتیب فرمائی ہے وہ دنیا و آخرت میں مقبول ہوگی۔ علماء اہل سنت کے تذکرہ کی جانب، قیام پاکستان کے بعد بہت کم توجہ دی گئی، شاید اس کی ایک وجہ ہمارے باہمی مناقشات ہوں لیکن اب جس تیزی سے آپ کی اور حضرت قبلہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی سرپرستی میں یہ تذکرہ عام ہو رہا ہے اس سے یہ قوی امید ہے کہ جلد ہی سواد اعظم کے پاس اپنے علماء کے بارے میں پڑھنے کے لیے بہت کچھ موجود ہوگا۔[3]

---

۱ تذکرہ اکابر اہلسنت، ص: ۱۶ تا ۱۸ ملخصا

۲ ایضاً، ص: ۱۵

۳ ایضاً، ص: ۱۴۔ ۱۵

پروفیسر محمد ایوب قادری کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ایک ہفتہ ہونے کو آیا ہے کہ آپ کی قابل قدر کتاب **تذکرۂ اکابر اہل سنت ملی**۔ میں نے ایک ہی نشست میں پوری کتاب کا جائزہ لے ڈالا۔ واقعی آپ نے اس موضع پر ایسا کام کیا کہ جس سے بہت لوگوں کی راہنمائی ہوگی۔ بڑی مسرت کی بات ہے کہ کتاب ہر اعتبار سے قابل تعریف ہے۔ زبان و بیان، تلاش و تحقیق اور مآخذ و مصادر ہر اعتبار سے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ میری طرف سے مبارک باد قبول فرمایے۔ اللہ تعالیٰ آپکو ہمیشہ خوش و خرم رکھے اور بامراد رکھے اور آپ دین و ملت کی زیادہ خدمات انجام دیں۔ [1]

ایرانی محقق محمد حسین تسبیحی (مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد) کتاب کے بارے ان جذبات کا اظہار کرتے ہیں:

امیدوارم ہمیشہ دل خوش باشید و تندرست و موفّق۔ امروز از طرف جناب مولونا محمد منشا تابش قصوری یک مجلد تذکرۂ اکابر اہل سنت بہ دست من رسید۔ آں را تصفّح کردم و حظ اوفر و فایدۂ احسن بردم، آفرین و صد آفرین بر شما قلم شما۔ سار کار عالی! بسیار زحمت کشیدہ اید تا ایں کتاب ارزندہ را تصنیف و بہ شاہراہ مسلماناں آوردہ اید آرزومندم من و دوستاں بتوانند از یں کتاب خوب استفادہ برند۔ فہرست کتابہا و مؤلفان و دیگر اکابر اہل سنت و عارفانِ طریق الی آخر در کتاب شما بسیار ارزندہ است۔ خدای بزرگ ہموار شمارا در طریق علم و تبلیغ دین حنیف اسلام یارور ہمنموں باد آمین سعادتمند و موفق باشید۔ [2]

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری (پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ، سندھ) اپنی تقریظِ انیق میں رقم طراز ہیں:

دل پسند و دل پزیر، دل کش و دل ربا تحفہ نظر نواز ہوا۔ کتابِ زندگی کھول کر رکھ دی، نہیں نہیں دل نکال کر رکھ دیا مرحبا! مرحبا! یہاں حسن و جمال کا ایک نیا عالم ہے، گل و یاسمن کی ایک نئی بہار ہے۔

دماغوں میں، سینوں میں، رسالوں میں، اخباروں میں جو کچھ مخفی تھا، سامنے لاکر رکھ دیا، پنکھڑیوں سے گل ہی نہیں، ایک گلشن بنا دیا۔ عالم برزخ سے آب و گل میں لانا کوئی آسان کام نہ تھا آپ نے اس مشکل کو آسان کر دیا اور ایک حشر برپا کر دیا۔ ہمت مردانہ کو آفرین، صد آفرین!

ہزار ہزار رحمتیں ہوں اس والد ماجد پر جس کے چمن میں ایسے پھل پھول لگے اور ہزار ہزار سلام ہوں اس فرزند دلبند پر، جس نے اسلام اور علماء اسلام کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ ہاں ہاں شہیدوں کا سلام ہو، ولیوں کا سلام ہو، عالموں کا سلام ہو اور ہم جیسے گنہگاروں اور سیاہ کاروں کا بھی سلام ہو۔ [3]

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

فاضل مؤلف حضرت مولانا عبد الحکیم شرف قادری زیدت عنایتھم نے پاکستان کے مرحومین علماء و مشائخ کے حالات

---

[1] تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۱۲۔ ۱۳

[2] ایضاً

[3] ایضاً، ص: ۱۱۔ ۱۲

مرتب فرما کر ہم سب پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ فاضل موصوف نے بہت سی تابناک سیرتوں کو گوشۂ گمنامی سے نکالا اور ہم کو ہمارے شاندار ماضی سے باخبر فرمایا اس دور میں جبکہ ہمارے مؤرخ اور سیرت نگار ہوس زر کا شکار ہیں، خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اتنا کچھ کرنا اور وقت عزیز کا ایثار کرنا معمولی بات نہیں، بڑی بات ہے۔

فاضل مؤلف نے اس تذکرے میں بہت سے نامعلوم اور غیر معروف علماء وصلحاء کا تعارف کرایا ہے ان میں اہل دل بھی ہیں، اہل دانش بھی، عبقری بھی ہیں، فقیہ بھی، شاعر بھی ہیں، اہل قلم بھی ہیں، مجاہد بھی، سیاستدان بھی ہیں اور مبلغ بھی۔ اس تذکرے سے شعراء کے تذکرہ نگاروں کو بہت مدد مل سکتی ہے اس کے علاوہ قاموس الکتب کی تدوین کرنے والے بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ ایسے بے شمار تراجم وتصانیف اور دواوین ہیں جن کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ اگر کوئی مرکزی ادارہ قائم ہو جائے جہاں علماء ومشائخ کی ان مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کو جمع کر دیا جائے جن کا اس تذکرہ اس تذکرے میں کیا گیا ہے تو یہ بڑا مفید کام ہوگا اور اس طرح علماء ومشائخ اہلسنت وجماعت کے بارے میں اہل علم کی اس غلط فہمی کا ازالہ ہو سکتا ہے کہ ان حضرات نے تقریروں کے سوا کچھ نہیں کیا۔ [1]

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

یہ تذکرہ جس طرح گم گشتگان راہ کے لیے متاع رشد وہدایت ہے اسی طرح علمی اور تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے تاریخ وادب کا عظیم سرمایہ ہے۔ اس تذکرہ میں سیرت ہے، سوانح ہے، تنقید ہے، تبصرہ ہے، وعظ ونصیحت پر مشتمل خطبات اور علمی نکات ہیں، منقبت ہے اور راہنمایانِ قوم کے لیے خراج عقیدت ہے۔ تمام حالات وواقعات کو سن اور تاریخ کی قید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ماخذ ومراجع کے حوالے بھی پیش کیے ہیں، واقعات میں تسلسل اور ربط کو کہیں بھی ٹوٹنے نہیں دیا، جدید انداز تحریر کے مطابق استعجاب اور سسپنس کی رعایتوں کو برقرار رکھا ہے، زبان شیریں اور اسلوب دلنشیں ہے اور تحریر میں کچھ ایسا رنگ بھر دیا ہے کہ قاری کسی مرحلہ پر بھی اکتانے نہیں پاتا۔ [2]

کتاب کے مضامین کی تفصیل

کتاب کے شروع میں علامہ غلام رسول سعیدی کا مفصل تعارف اور چھ دانشوروں کے تاثرات اور تبصرے دیے گئے ہیں پھر مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے تیرھویں اور چودھویں صدی کے ۱۷۸ علماء ومشائخ کا ذکر کیا گیا ہے جو وصال فرما چکے ہیں۔

انداز اسلوب

علامہ عبدالحکیم شرف قادری تمام حالات وواقعات سن تاریخ کی قید کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور مآخذ ومراجع کے حوالے بھی بیان کرتے جاتے ہیں۔ ابتدائً تاریخ ولادت ونسب بیان کرنے کے بعد تعلیمی مراحل کا ذکر کرتے ہیں بعد ازاں مدارس اور اساتذہ جن سے تعلیم حاصل کی ان کے بیان کا التزام کرتے ہیں پھر ہر شخص کے شعبہ کے مطابق تفصیلات بیان کرتے ہیں۔ اگر اہل قلم ہو تو اس کی تصنیفات، شاعر ہو تو اس کے کلام کے نمونے، مدرس ہو تو اس کا انداز تدریس، مبلغ ہو تو اس کی تبلیغ، قاری ہو تو اس کی قرآت کے حسن، ولی ہو تو اس کے

---

[1] تذکرہ اکابر اہلسنت، ص: ۲۷۔۲۸ ملخصا

[2] ایضاً، ص: ۱۸

مجاہدہ وریاضت کا ذکر کرتے ہیں الغرض ہر شخصیت کے مطابق اس کے احوال کو بیان کرتے ہیں اور آخر میں سن وصال، قطعات تاریخ، اولاد اور جانشین کی تفاصیل بیان کرتے ہیں۔

خصوصیات

۱۔ تمام حالات وواقعات کو سن اور تاریخ کی قید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ بہت سے نامعلوم اور غیر معروف علماء وصلحاء کا تعارف کروادیا گیا ہے۔

۳۔ بے شمار تراجم وتصانیف اور دواوین کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

۴۔ واقعات میں ربط وتسلسل کو برقرار رکھا گیا ہے۔

۵۔ اس تذکرے سے شعراء کے تذکرہ نگاروں کو بہت مدد مل سکتی ہے۔

۶۔ قاموس الکتب کی تدوین کرنے والے بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔

۷۔ زبان شیریں اور اسلوب دلنشیں ہے۔

۸۔ جدید انداز تحریر کے مطابق استعجاب اور سسپنس کی رعایتوں کو برقرار رکھا گیا ہے۔

۹۔ علامہ موصوف نے تحریر میں کچھ ایسا رنگ بھر دیا ہے کہ قاری کسی مرحلہ پر بھی اکتانے نہیں پاتا۔

۱۰۔ مآخذ ومراجع ذکر کیے گئے ہیں۔

مصادر کتاب

علامہ موصوف کے اس تذکرہ کے چار بنیادہ مآخذ ہیں:

۱۔ کتب تذکرہ وسوانح وتاریخ

۲۔ روزنامے

۳۔ ہفت روزہ، سہ ماہی اور ماہوار جرائد

۴۔ مکاتیب

کتب تذکرہ، سوانح وتاریخ میں تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، تذکرہ مشائخ سرحد از امیر شاہ قادری، یاران طریقت از امیر ملت سید جماعت علی شاہ، حیات جاوید از ملک حسن علی شرقپوری، حواشی تواریخ حافظ رحمت خانی از خان روشن خان، تاریخ مشائخ چشت از پروفیسر خلیق احمد نظامی، تذکرہ علمائے ہند (مترجم) از مولانا رحمن علی، تذکرہ اولیائے چشت از مولانا سلطان احمد فاروقی، انوار محی الدین از سید شبیر احمد، شریف التواریخ از سید شریف احمد شرافت نوشاہی، حیات اعلحضرت از مولانا ظفر الدین بہاری، تذکرہ مشائخِ بگویہ از ظہور احمد بگوی، انوار مرتضوی از مولانا عبد الرسول، تاریخ الدیوان (قلمی) از مولانا عبد اللہ شیخ، حدائق الحنفیہ از مولانا فقیر محمد اور تذکرہ علمائے اہل سنت از مولانا محمود احمد قادری شامل ہیں۔

روزناموں میں اخبار جمعیت، نئی روشنی کراچی، جنگ کراچی، جسارت کراچی، سعادت لائلپور، کوہستان لاہور، مساوات لاہور، مشرق لاہوراورنوائے وقت لاہورخاص طور پر شامل ہیں۔

ماہوار جرائد میں ضیائے حرم بھیرہ، ترجمان اہل سنت کراچی، الرضا بریلی، رضائے مصطفیٰ گوجرنوالہ، رضائے حبیب گجرات، فکرو نظر اسلام آباد، نقوش لاہور، نباض لاہور، الحبیب لاہور، اردو ڈائجسٹ، قومی زبان کراچی، سلسبیل لاہوراور ھلال کراچی سے خاص طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔

ہفت روزہ جرائد میں سواد اعظم لاہور، اداکار، علم وآگاہی کراچی، زندگی، محبوب حق لاہور جبکہ سہ ماہی جرائد میں الزبیر بہاولپور کو بنیادی ماٰخذ بنایا گیا ہے۔

خلاصۂ بحث

اس مقالہ ''جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے اساتذہ کی تصنیفی خدمات کا خصوصی مطالعہ'' میں جامعہ نظامیہ رضویہ کا تفصیلی تعارف پیش کیا گیا ہے۔جس کے تحت جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی پسِ منظر، بانیانِ جامعہ نظامیہ رضویہ کا مفصل تعارف اور جامعہ نظامیہ رضویہ کی علمی، سیاسی اور ملی خدمات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے بعدازاں جامعہ نظامیہ رضویہ کے ۴۸ مصنفین اساتذہ کے تفصیلی حالات اور ان کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب کا تعارف کروایا گیا ہے۔تمام کتب کی علوم وفنون کے تحت تقسیم کر کے ہر کتاب کو اس کے مقسم کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔جن میں قرآن وعلوم القرآن، حدیث وعلوم الحدیث، سیرت النبی ﷺ، فقہ واصولِ فقہ، عقائد وکلام، مقالات، وعظ وخطابت، تصوّف واخلاق، تہذیب وتمدن اور اصلاحِ معاشرہ، صرف ونحو، شعر، نعت، غزل، علم معانی، بیان، بدیع، تحقیق وتنقید، فلسفہ ومناظرہ، تذکرہ وسوانح، تاریخ، فضائل ومناقب، فتاویٰ، فہارس، علم العروس، علمِ ہیت، منطق، طِب اور متفرق کتب شامل ہیں۔آخر میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ کی علوم القرآن، علوم الحدیث، فقہ اسلامی، سیرت، عقائدِ اسلام، تذکرہ وسوانح اور فہرست سازی پر مشتمل کتب کا خصوصی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ نے مختلف علوم وفنون پر بے شمار کتب تحریر فرمائی ہیں اس مختصر مقالہ میں ان تمام کتب تفصیلی تعارف پیش کرنا ممکن نہ تھا اس بنیاد پر چند منتخب کتب پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

علوم القرآن میں علامہ پیر محمد چشتی کی ''اصول ترجمہ'' علوم الحدیث میں علامہ غلام رسول رضوی کی ''تفہیم البخاری'' فقہ اسلامی میں علامہ پیر محمد چشتی کی ''الرّسائل والمسائل'' سیرت میں مفتی محمد خان قادری کی ''شاہکارِ ربوبیت'' عقائدِ اسلام میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری کی ''من عقائد اہل السنۃ'' تذکرہ وسوانح میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری کی ''تذکرۂ اکابرِ اہل سنت'' اور فہرست سازی میں علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی کی ''مرآۃ التصانیف'' پر تفصیلاً بحث کی گئی ہے۔

جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ نے وقت کے تقاضوں کے مطابق تحقیقی کتب تصنیف کی ہیں جن سے عام وخاص استفادہ کرتے چلے آرہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی سعی کو قبول فرما کر جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

تجاویز وسفارشات

مقالے کا موضوع مخصوص ہونے کی وجہ سے جامعہ نظامیہ رضویہ، اس کے اساتذہ اور جامعہ کے فضلاء کی خدمات کے جملہ پہلوؤں کو تفصیلی طور پر اجاگر نہیں کیا جاسکا جن پر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ذیل میں اس حوالہ سے چند تجاویزات وسفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ علامہ غلام رسول رضوی اور مفتی عبد القیوم ہزاروی کی تدریسی خدمات کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

۲۔ مفتی عبد القیوم ہزاروی کے تلامذہ کی تصنیفی خدمات کو بھی منظر عام پر لانا نہایت ضروری ہے۔

۳۔ علامہ غلام رسول رضوی اور مفتی عبد القیوم ہزاروی کی بطور محدث خدمات کو منظر عام پر لایا جائے تا کہ ان کا محدثانہ مقام عیاں ہو۔

۴۔ مفتی عبد القیوم ہزاروی کی فقہی خدمات کو بھی روشناس کرانے کی اشد ضرورت ہے۔

۵۔ جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ کی علمی وتدریسی خدمات کو بھی عیاں کیا جائے۔

۶۔ مفتی عبد القیوم ہزاروی کی تصانیف کا منہج واسلوب بیان کرتے ہوئے علم الکلام کی روشنی میں اس پر مزید کام کی ضرورت ہے۔

۷۔ علماء نظامیہ کی تصنیفی خدمات کو منظر عام پر لایا جائے۔

۸۔ تلامذہ مفتی اعظم کی پاکستان میں خدمات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا جائے۔

۹۔ فضلاء جامعہ نظامیہ کی پاکستان میں سیاسی وملّی خدمات کا تجقیقی وتنققیدی جائزہ پیش کیا جائے۔

۱۰۔ فضلاء جامعہ نظامیہ کی ملک وبیرون ملک میں تبلیغی خدمات کو اجاگر کیا جائے۔

مآخذ ومراجع

القرآن

احمد بن حنبل، امام، مسند احمد، بیروت: المکتبۃ الاسلامی، س۔ن

ابن العربی، الفتوحات المکیہ، بیروت: دار صادر، س۔ن

ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت: دار المعارف، ۲۰۰۷ء

ابن سعد، الامام، الطبقات الکبیر، بیروت: دار صادر، س۔ن

البیجوری، شیخ ابراہیم بن محمد، المواھب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ، مصر: مصطفی البابی، س۔ن

البیہقی، احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۸ھ

اختر الوسیع، پروفیسر، فقہ اسلامی: تعارف اور تاریخ، لاہور: ملک اینڈ کمپنی، ۲۰۱۱ء

بخاری عقیل، سید غلام مصطفی، مفتی، التعلیقات الفاطمیہ علی اصول الشاشی، رانا ٹاؤن: جامعہ مدینۃ العلم، ۲۰۱۲ء

البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ

برسالوی، ذوالفقار احمد، قاری، پردہ اٹھتا ہے، لاہور، جان پرنٹرز، ۱۹۹۸ء

بکداش، سائد بن محمد یحییٰ، فضل الحجر الاسود ومقام ابراہیم، مترجم: قاری محمد یاسین قادری شطاری، گوجرانوالہ، اویسی بک سٹال، ۲۰۱۱ء

تابش قصوری، محمد منشا، علامہ، زینت المحافل ترجمہ نزھت المجالس، لاہور: شبیر برادرز، طبع ثانی ۱۹۹۸ء

تبسم قادری، محمد طاہر، مفتی، مومن کی اذان، لاہور: مکتبہ شمس وقمر، ۲۰۱۴ء

تابش قصوری، محمد منشا، علامہ، جامعہ نظامیہ رضویہ کا تاریخی جائزہ، لاہور: بزم رضا جامعہ نظامیہ رضویہ، ۲۰۱۵ء

تابش قصوری، محمد منشا، علامہ، تحریک نظام مصطفی اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، لاہور: رضا اکیڈمی، س۔ن

تونسوی، محمد اللہ بخش، مفتی، تاریخ وفضائل مدینہ طیبہ، لاہور: مکتبہ کریمیہ، ۲۰۰۱۸ء

جلالی، محبوب، علامہ، حالات مفتی ظہور احمد جلالی، غیر مطبوعہ

جماعتی، محمد مہر الدین، مولانا، عقیدہ حیات مسیح اور فتنہ مرزائیت لاہور: مکتبہ جمال کرم، ۲۰۰۲ء

حازم بن محمد، الشیخ، بساتین الغفران، مقدمہ: محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور: المکتبہ القادریۃ، ۱۹۹۷ء

حافظ محمد ولید، مقالہ: مفتی محمد خاں قادری کی علمی اور دینی خدمات، (نگرانِ مقالہ، ڈاکٹر احسان الرحمن غوری)، لاہور: ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب، ۲۰۱۷ء

الحریری، قاسم بن علی، المقامات الحریری، سوریا: دار الطباعۃ المکیہ، س۔ن

الحنفی، ابن نجیم، زین الدین، بحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکتب العربیہ الکبری، ۲۰۱۰ء

الحنفی، ابن الھمام، فتح القدیر علی الھدایہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س۔ن

چشتی، پیر محمد، اصول تکفیر، پشاور: گلف پبلشرز، ۲۰۱۶ء

چشتی، پیر محمد، اصول ترجمہ، پشاور: مکتبۂ آوازحق، ۲۱۰۷ء

چشتی، ظفر الحق، علامہ، اُجلے اُجلے لوگ، لاہور: المدینہ داالاشاعت، ۲۰۰۷ء

چشتی، محمد عبدالحیّ، علامہ، تحقیق الحق الظریف الجید، لاہور: پرنٹنگ پروفیشنل، ۱۴۱۹ھ

چوہدری محمد ایوب، تاریخ کھوکھا شریف، ورگو پبلشرز، ۲۰۱۰ء

الخطیب البغدادی، احمد بن علی، شرف اصحاب الحدیث، انقرہ، ۱۹۷۱ء

دینوری، ابوبکر احمد بن محمد، حافظ، عمل الیوم والیلۃ، مترجم: قاضی ابو محمد خلیل احمد قادری، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۱۹

الذھبی، محمد بن احمد، شمس الدین، تذکرۃ الحفاظ، دکن: حیدر آباد، ۱۹۹۵ء

رضوی، غلام رسول، علامہ، تفہیم البخاری پبلی کیشنز، س، ن

رضوی، محمد عاصم محبوب، میلاد مصطفی اور محدثین وعلماء، ۲۰۱۴ء

رضوی، محمد عاصم محبوب، خودنوشت حالات، غیر مطبوعہ

رضوی، مظفر اقبال، قاضی، شیخ الحدیث علامہ پیر محمد چشتی، https://www.nawaiwqt.com.pk/10.Feb-2017-564674

بتاریخ: ۶۔۰۴۔۲۰۲۰

السجستانی، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی تعلیم الفرائض، بیروت: دار الکتاب العربی، س۔ن

سعیدی، محمد عبدالستار، حافظ، مرآۃ التصانیف، لاہور: مکتبہ قادریہ، طبع ثانی، ۱۹۹۸ء

سعیدی، محمد عبدالستار، حافظ، تعلیم المنطق، لاہور: مرکزی دفتر تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان، ۱۹۹۱ء

السمھودی، نور الدین علی بن احمد، وفاء الوفاء، بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن

سیالوی، احمد رضا، ریکارڈ اساتذۂ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، غیر مطبوعہ

سیالوی، شکور احمد ضیاء، علامہ، خودنوشت حالات، غیر مطبوعہ، ۲۰ جولائی ۲۰۱۹ء

سیالوی، محمد اشرف، علامہ، شواہد الابصار، جہلم: اہل السنہ پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء

سیوطی، عبدالرحمن، التحبیر فی علوم التفسیر، لاہور: دار نشر الکتب الاسلامیہ، س، ن

سیہول، انجینئر بابر سعید، نور چراغ، لاہور: جامعہ فاروقیہ رضویہ، ۲۰۱۹ء

الشافعی، ابوالقاسم علی بن حسین، امام، تہذیب ابن عساکر، بیروت: دارالمیسرہ، س۔ن

شامی، محمد بن یوسف، امام، سبل الھدای والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، قاھرہ: مطابع الاہرام التجاریۃ، س۔ن

شبیر حسین، مولانا، تنویر التھذیب اردو شرح شرح تہذیب، لاہور، مکتبہ اعلیٰ حضرت، ۲۰۱۷ء

شرف قادری، محمد عبدالحکیم، علامہ، نور نور چہرے، لاہور: مکتبہ قادریہ، ۱۹۹۷ء

شرف قادری، عبدالحکیم، علامہ، تذکرہ اکابر اہلسنت، لاہور: کتب خانہ امام احمد رضا، س۔ن

شرف قادری، عبدالحکیم، علامہ، عظمتوں کے پاسباں، الممتاز پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء

شرف قادری، عبدالحکیم، علامہ، تین مصری دانشوروں کے اعزاز میں تقریب، لاہور: رضا اکیڈمی، ۲۰۰۵ء

شرف قادری، محمد عبدالحکیم، علامہ، من عقائد اھل السنۃ، لاہور: مؤسسۃ الشرف، ۱۹۹۵ء

شرف قادری، محمد عب الحکیم، علامہ، عقائد و نظریات، لاہور: مکتبہ قادریہ، ۲۰۰۱ء

شرقپوری، غلام محمد، مفتی، قرۃ عیون الاقیال فی تذکرۃ فضلاء البندیال، بندیال شریف: جامعہ مظہریہ امدادیہ، ۲۰۱۰ء

الشریف الرضی، نھج البلاغۃ، خطبہ نمبر ۱۰۳، بیروت: دار الکتاب البنانی، س۔ن

شیخ فرید، مفتی، فتاویٰ فریدیہ، راولپنڈی: مکتبہ ضیائیہ، س۔ن

الصعیدی، عبدالفتاح، الافصاح فی فقہ اللغۃ (مادہ: ت، ر، ح، م)، قاھرہ: دار الکتب المصریہ، ۲۰۱۸ء

طلباء دورۂ حدیث شریف جامعہ نظامیہ رضویہ، تذکرۂ شیوخ الحدیث واحوال یاران وفا، لاہور: جامعہ نظامیہ رضویہ، ۲۰۰۷ء

عبدالجبار اثر، تعارف وتصنیفات حضرت علامہ علی احمد سندیلوی، شیخوپورہ: فیض ادب، س۔ن

عتیقی، محمد گل احمد، توضیحات عتیقیہ اردو شرح مناظرہ رشیدیہ، کراچی، مکتبہ غوثیہ، ۲۰۰۴ء

العسقلانی، احمد بن محمد، الامام، المواھب اللدنیہ مع الشرح الزرقانی، المکتب الاسلامی، ۲۰۰۸ء

العینی، محمود بن احمد م، عمدۃ القاری شرح البخاری، بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن

فاروقی، اقبال احمد، پیرزادہ، تذکرہ علمائے اہل سنت وجماعت لاہور، لاہور: مکتبہ نبویہ، ۱۹۸۷ء

الکرمانی، محمد بن یوسف، الکواب الدراری فی شرح صحیح البخاری، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۸ء

قادری، محمد آصف عبداللہ، مفتی، علامہ خادم حسین رضوی کا سفر زندگی، لاہور: بزم رضویہ اہلسنت وجماعت، س۔ن

قادری، محمد خان، مفتی، شاہکار ربوبیت، لاہور: کاروان اسلام پبلی کیشنز، ۲۰۰۵

قادری، یار محمد خاں، مفتی، انوار الفراسۃ فی شرح دیوان الحماسۃ، مریدکے: مکتبہ اشرفیہ، ۲۰۱۲ء

قرطبی، محمد بن احمد، علامہ، التذکرہ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ، مترجم: علامہ غلام نصیر الدین گولڑوی، لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۸ء

القزوینی، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، باب فضل الفقر، دار الرسالۃ العالمیۃ، ۱۴۳۰ھ

قصوری، محمد مسعود اشرف، تابش اہلسنت، مرید کے: مکتبہ اشرفیہ، ۲۰۰۸ء

لوئس معلوف، المنجد، لاہور: خزینہ علم وادب، س۔ن

مبارکپوری، محمد عبدالرحمن، مقدمہ تحفۃ الاحوذی، المکتبۃ السلفیۃ، ۱۹۶۷ء

محمد عاصم شہزاد، مفتی، خودنوشت حالات، غیر مطبوعہ

محمد عبدالستار طاہر، محسن اہل سنت لاہور: رضا دار الاشاعت، ۱۹۹۹ء

محمد ہارون، علامہ، حالاتِ مصنفین درسِ نظامی لاہور: مکتبہ نعیمیہ جامعہ نعیمیہ، ۲۰۱۹ء

المرغینانی، علی بن ابی بکر، الھدایہ، بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن

نعمان بن ثابت، القصیدۃ النعمانیہ فی مدح خیر البریہ، دار الغریب للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۲۰۰۳ء

نقشبندی، غلام رسول، مفتی، میزان النحو، لاہور: نظامیہ کتاب گھر، ۲۰۰۹ء

النواوی، عبدالرؤف، شرح الشمائل برحاشیہ جمع الوسائل، بیروت: دار المعرفہ، س۔ن

نیسابوری، الحاکم، المستدرک، کتاب التاریخ، بیروت: دار الفکر، س۔ن

النیسابوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، باب فضل قرأۃ القرآن فی الصلوۃ، بیروت: دار الجیل، س۔ن

ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، سید مفتی اعظم، لاہور: مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، ۲۰۰۳ء

ہزاروی، محمد عبدالقیوم، مفتی، مقالات مفتی اعظم پاکستان، لاہور: بزم رضا جامعہ نظامیہ رضویہ، ۲۰۰۷ء

ہزاروی، محمد عبدالقیوم، مفتی، خودنوشتہ ڈائری، غیر مطبوعہ

ہزاروی، محمد صدیق، مفتی، مقالات تعارف، لاہور: فقیہ ملت فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء

ہزاروی، محمد صدیق، تعارف علماء اہلسنت، لاہور: مطبع ملی پرنٹرز، ۱۹۸۹ء

الہیثمی، نور الدین علی بن ابی بکر، امام، بیروت: دار الکتب، س۔ن

مجلّات

احوال وآثار (سہ ماہی)، اسلامک ریسرچ سنٹر، جلد ۱، شمارہ نمبر ۱ا جولائی تا ستمبر، ۲۰۱۹ء

حجۃ الاسلام (علامہ اشرف سیالوی نمبر)، لاہور: دار الاسلام، شمارہ: ۱، ۲۰۱۳ء

ماہنامہ البر (شیخ القرآن نمبر)، مدیر: فریدی، محمد صدیق ولی، لاہور: جامعہ رضویہ ٹرسٹ، جلد: ۲۲، شمارہ: ۱۰، اکتوبر ۲۰۱۰ء

ماہنامہ بشاّر، کراچی: تلاش حق فاؤنڈیشن، جلد: ۲، شمارہ: ۹، ستمبر ۲۰۱۸ء

ماہنامہ بشارؔ، کراچی: تلاش حق فاؤنڈیشن، جلد: ۳، شمارہ: ۶، جون ۲۰۱۹ء

ماہنامہ رضائے مصطفی (گوجرانوالہ)، گوجرانوالہ: ادارہ رضائے مصطفی، جلد: ۵۹، شمارہ: اپریل ۲۰۱۷ء

ماہنامہ کاروان قمر (کراچی)، کراچی: قمر الاسلام گریجویٹس ایسوسی ایشن پاکستان، جلد ۲۰، شمارہ: اپریل ۲۰۱۷ء

ماہنامہ کاروان قمر (کراچی)، کراچی: قمر الاسلام گریجویٹس ایسوسی ایشن پاکستان، جلد ۲۱، شمارہ: مئی/ جون ۲۰۱۸ء

ماہنامہ سنی ٹائمز، یوکے: سنی فاؤنڈیشن، شمارہ: نومبر ۲۰۰۲ء

ماہنامہ سنی ٹائمز، یوکے: سنی فاؤنڈیشن، شمارہ: ستمبر ۲۰۰۳ء

مجلہ النظامیہ (مدیر: ڈاکٹر فصل حنان سعیدی)، لاہور: مجلس علماء نظامیہ، جلد ۱، شمارہ: ۴، ستمبر ۲۰۰۰ء

مجلہ النظامیہ، جلد: ۱، شمارہ: ۱، جون ۲۰۰۱ء

مجلہ النظامیہ، جلد: ۲، شمارہ: ۳، اگست ۲۰۰۱ء

مجلہ النظامیہ، جلد: ۲، شمارہ: ۵، اکتوبر ۲۰۰۱ء

مجلہ النظامیہ (مفتی اعظم نمبر)، جلد ۴، شمارہ: ۴۔۵، ستمبر۔اکتوبر، ۲۰۰۳ء

مجلہ النظامیہ، جلد: ۵، ستمبر۔اکتوبر ۲۰۰۴ء

مجلہ النظامیہ (شرف ملت نمبر) جلد: ۸ شمارہ: ۱۱۔۱۲، اکتوبر ۲۰۰۷

مجلہ النظامیہ (مفتی اعظم نمبر)، جلد ۱۹، شمارہ: ۸، اگست ۲۰۱۸ء

مجلہ النظامیہ، جولائی۔اگست، ۲۰۱۹ء

مجلہ النظامیہ، جلد: ۱۹، شمارہ: ۱۰، اکتوبر ۲۰۱۹ء

انٹرویوز

انٹرویو: مولانا محمد داؤد، بمقام: نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار لاہور، بوقت: 2:00PM، بتاریخ: ۳۱ اگست ۲۰۹۱ء

انٹرویو: شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا مفتی گل احمد عتیقی، بمقام: بلال گنج لاہور، بوقت: 06:33PM، بتاریخ: ۷۔۱۲ اکتوبر ۲۰۱۹ء

انٹرویو: علامہ مفتی سید غلام مصطفی بخاری عقیل، بمقام: جامعہ مدینۃ العلم، رانا ٹاؤن، بوقت: 09:30AM، بتاریخ: ۱۶ ستمبر ۲۰۱۹ء

انٹرویو: خواجہ خالد محمود (برادرزادہ علامہ محمد رشید نقشبندی) و صاحبزادگان علامہ محمد رشید نقشبندی، بمقام: مغلپورہ، رہائش گاہ علامہ محمد رشید نقشبندی، بوقت: 10:09PM، بتاریخ: ۱۹ ستمبر ۲۰۱۹ء

انٹرویو: صاحبزادہ انیس حیدر بن مفتی عبداللطیف جلالی، بمقام: جامع مسجد حنفیہ غوثیہ، شادباغ، بوقت: 09:44PM، بتاریخ: ۲ ستمبر ۲۰۱۹ء

انٹرویو: شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی، بمقام: جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور، بوقت: 09:30AM، بتاریخ: ۴ اگست ۲۰۱۹ء

انٹرویو: شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام نصیر الدین چشتی، بمقام: جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور، بوقت: 10:00AM، بتاریخ: ۲۹ ستمبر ۲۰۱۹ء

انٹرویو: ڈاکٹر محمد فضل حنان سعیدی ، بمقام: جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، بوقت: ۹ بجے صبح، بتاریخ: ۲۷-۱۰-۲۰۱۹

انٹرویو: میاں محمد ریاض ہمایوں سعیدی ، بمقام: مطب حکیم محمد موسیٰ امرتسری (ریلوے روڈ، گوالمنڈی) ، بوقت : ۴ بجے دوپہر، بتاریخ: ۲۱-۰۷-۲۰۱۹ء

انٹرویو: صاحبزادہ میاں زبیر احمد علوی گنج بخش قادری ضیائی، بمقام: مطب حکیم محمد موسی امرتسری (ریلوے روڈ، گوالمنڈی)، بوقت: ۳ بجے دوپہر، بتاریخ: ۰۳-۱۰-۲۰۱۹ء

انٹرویو: مولانا شہزاد سندیلوی برادرزادہ مولانا علی احمد سندیلوی، ۶ ستمبر ۲۰۱۹ء

انٹرویو: ڈاکٹر غلام مصطفی انجم، بوقت: 09:50pm، بتاریخ: ۲۳-۱۰-۲۰۱۹ء

انٹرویو: قاضی محمد عبد الوحید، ۲۵ اگست ۲۰۱۹ء

انٹرویو: حضرت علامہ پروفیسر میاں سلیم اللہ اویسی صاحب، ۸ ستمبر ۲۰۱۹ء

انٹرویو: مفتی محمد طاہر تبسم قادری، ۳ ستمبر ۲۰۱۹ء

انٹرویو: علامہ خلیل احمد قادری ۲۹، اگست ۲۰۱۹ء

انٹرویو: علامہ غلام رسول نقشبندی، ۳۱ اگست ۲۰۱۹ء

انٹرویو: حضرت علامہ مولانا افضال احمد صدیقی صاحب، ۴ ستمبر ۲۰۱۹ء

انٹرویو: حضرت علامہ مولانا محمد فاروق شریف رضوی صاحب، ۳۱ اگست ۲۰۱۹ء

انٹرویو: حضرت علامہ قاری ذوالفقار احمد برسالوی، ۱۲ ستمبر ۲۰۱۹ء

انٹرویو: حضرت علامہ قاری ملازم حسین سعیدی، ۳۱ اگست ۲۰۱۹ء

انٹرویو: مولانا محمد منشا تابش قصوری، ۸ اگست ۲۰۱۹ء

دیگر

صوتی پیغام بذریعہ واٹس ایپ، ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، بوقت: 10:56AM، بتاریخ: ۱۷-۰۹-۲۰۱۹ء

معلومات بذریعہ موبائل کال: ڈاکٹر فضل حنان سعیدی، بوقت: 11:36AM بتاریخ: ۱۷-۰۹-۲۰۱۹ء

معلومات بذریعہ موبائل کال: علامہ محمد منشا تابش قصوری، بتاریخ: ۰۳-۰۳-۲۰۲۰ء